استغفار کے ثمرات

فضائلِ توبہ

تعلق مع اللہ

علاج الغضب

علاجِ کبر

تسلیم و رضا

خوشگوار ازدواجی زندگی
قرآن و حدیث کی روشنی میں

حقوق النساء

بدگمانی
اس کا علاج

منازلِ سلوک
قرآن پاک کی روشنی میں

مواعظ دردِ محبت

جلد اوّل

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال نمبر ۲، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲، کراچی۔

فون : ۳۴۹۹۲۱۷۶

مواعِظ دَردِ محبّت

جلد اول

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کُتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون : ۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ	:	**مواعظِ دردِ محبت (جلد اول)**
واعظ	:	شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
جامع مرتب	:	حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی
باہتمام	:	حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اللہ کے فضل وکرم سے میرے دادا عارف باللہ حضرت اقدس مرشدنا ومولانا شاہ حکیم **محمد اختر** صاحب دامت برکاتہم کے اصلاحی بیانات "مواعظ دردِ محبت" پانچ جلدوں کی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور "مواعظ دردِ محبت" جلد نمبر 6 انشاء اللہ بہت جلد شائع ہونیوالی ہے۔ مواعظ دردِ محبت کی ہر جلد میں دس وعظ شامل ہیں۔ اس طرح پانچ جلدوں میں سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر 1 سے سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر 50 تک شامل ہیں الحمدللہ دادا کی تمام تصانیف اور ہمارے تمام اکابرین کی تصانیف کتب خانہ مظہری سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتی ہیں۔ اللہ پاک اخلاص کے ساتھ اپنے دین کا کام کرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔ رب کائنات جل شانہ اپنی بارگاہ میں اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ اور محبوب کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی وشفاعت کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

اللہ پاک نے میرے دادا کے ارشادات عالیہ میں عجیب تاثیر عطا فرمائی ہے۔ جس سے ملک وبیرون ملک ہزاروں بندگانِ خدا کی زندگیوں میں انقلاب آگیا۔ اللہ تعالیٰ اس عالم کے گوشہ گوشہ میں میرے دادا کے دردِ دل کی آواز نشر فرمادیں۔ اور شرف قبولیت عطا فرمائیں اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین۔

اللہ رب العزت میرے دادا کے فیوض وبرکات کو ہمیشہ جاری رکھیں۔ (آمین)

حافظ محمد ابراہیم عفی اللہ تعالیٰ عنہ
ناظم کتب خانہ مظہری

حسن ترتیب

عنوان وعظ	سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر
استغفار کے ثمرات	۱	۵
فضائلِ توبہ	۲	۳۹
تعلق مَعَ اللہ	۳	۷۳
علاج الغضب	۴	۱۳۹
عِلاجِ کِبر	۵	۱۹۷
تسلیم ورضا	۶	۲۴۷
خوش گوار ازدواجی زندگی	۷	۲۹۱
حقوق النّساء	۸	۳۲۵
بدگمانی اور اس کا علاج	۹	۳۸۳
مَنازِلِ سُلوک	۱۰	۴۱۷

سِلسلہ مواعظ حسنہ نمبرا

استغفار کے ثمرات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نام وعظ : استغفار کے ثمرات

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا
محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

استغفار کے ثمرات

۲؍ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۶؍ اگست ۱۹۸۷ء بروز بدھ، بعد نماز مغرب مدینہ منورہ میں جبلِ اُحد کے دامن میں مُرشدی و مولائی حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا دردانگیز اور ایمان افروز بیان ہوا جس میں بعض اکابر علماء بھی موجود تھے اور اشکبار تھے۔

لٰہذا ٹیپ سے نقل کر کے افادۂ ناظرین کے لئے پیش کیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور اُمتِ مسلمہ کے لئے نافع فرمائیں آمین۔ اس رسالہ کو ابتداء تا انتہاء حضرت والا نے خود بھی ملاحظہ فرما لیا ہے۔

جامع و مرتب

یکے از خدام حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضَیْقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

مشکوٰۃ شریف سے ایک حدیث پاک آپ حضرات کو سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بزبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطاکار اور گنہگار بندوں کے لئے ایک عظیم نعمت اور عظیم تدبیر عطا فرمائی ہے کہ اگر تم سے کچھ خطائیں ہوتی رہتی ہیں اور یقیناً کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ تم سب کے سب کثیر الخطاء ہو جیسے کہ اس کی شرح ملا علی قاری نے فرمائی ہے کہ خَطَّاءٌ کے معنی ہیں کثیر الخطاء لیکن کثرتِ خطاء کا علاج کیا ہے؟ کثرتِ خطاء کا علاج کثرتِ استغفار و توبہ ہے جیسا مرض ویسی دوا لہٰذا فرمایا کہ

کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ (مشکوٰۃ ص۲۰۴)

بہترین خطاء کار وہ ہیں جو کثیر التوبہ ہیں لیکن توبہ کی شرائط کیا ہیں اور توبہ کب قبول ہوتی ہے۔ اس کی تین شرطیں محدثین نے بیان کی ہیں۔

شیخ محی الدین ابوزکریا نوویؒ نے شرحِ مسلم میں فرمایا کہ توبہ کی قبولیت کی تین شرطیں ہیں۔ (شرح مسلم شریف للامام النووی، ج ۲۔ ص۳۴۶)

۱: یہ کہ اَنْ یَّقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِیَۃِ اس گناہ سے الگ ہو جائے بعض لوگ بے پردہ عورتوں کو دیکھتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مولانا! ذرا دیکھئے کیا بے پردگی ہے! لاحول بھی پڑھ رہے ہیں اور دیکھتے بھی جارہے ہیں تو ایسا لاحول خود ان پر لاحول پڑھتا ہے۔ فان ھذا الاستغفار یحتاج الی الاستغفار ایسا استغفار دوسرے استغفار کا محتاج ہے اس لئے توبہ جب قبول ہوتی ہے کہ اس گناہ سے انسان علیحدہ ہو جائے۔

۲: اور دُوسری شرط یہ ہے کہ اَنْ یَّنْدَمَ عَلَیْھَا اس گناہ پر ندامتِ قلب بھی ہو، شرمندگی ہو۔ ندامت کی حقیقت تَاَلُّمُ الْقَلْبِ ہے کہ قلب میں الم پیدا ہو جائے جیسا کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں آپ حضرات جانتے ہیں کہ جب انہیں پتہ

چل گیا کہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ناراض ہیں تو قرآن پاک اعلان کرتا ہے وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ساری کائنات ان پر تنگ ہوگئی اور وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ اور وہ اپنی جانوں سے بیزار ہوگئے اور یہ محبت کے حقوق میں سے ہے، جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس کی ناراضگی سے ایسا ہی اثر ہونا چاہیے پس اگر گناہ ہو جائے تو اللہ کی ناراضگی اور غضب کے ساتھ کوئی چیز اچھی نہ لگے، بال بچے بھی اچھے نہ لگیں، کھانا پینا بھی اچھا نہ لگے، مکان بھی اچھا نہ لگے، ساری دُنیا اس کی نگاہوں میں تنگ پڑ جائے اور اپنی جان سے بیزار ہو جائے جب تک کہ دو رکعت صلوٰۃِ توبہ پڑھ کر اشکبار آنکھوں سے استغفار و توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کرے۔ حالتِ نافرمانی میں اور حالتِ اصرار علی الذنب میں دنیا کی نعمتوں کو برتنا شرافتِ عبدیت کے خلاف ہے۔ بدایوں کا ایک شاعر تھا جس کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی۔ محبت کے حق پر ایک شاعر کا شعر اور ذوق پیش کرتا ہوں وہ ظالم کہتا ہے ؎

ہم نے فانیؔ ڈوبتے دیکھی ہے نبضِ کائنات
جب مزاجِ یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

یعنی میری بیوی جو ذرا سی ناراض ہوگئی تو مجھے ساری کائنات کی نبض ڈوبتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ لو بھائی اپنی ہی نبض ڈوبتی ہوئی نہیں معلوم ہوئی بلکہ کہتا ہے کہ ساری دُنیا اندھیری نظر آرہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ محبت کے حقوق میں سے یہ ہے کہ محبوب کی ناراضگی سے ایسا حال ہو جاوے اور یہ محبت تو مجازی اور چند دن کی ہے اور عارضی و فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق ہم پر کتنا ہے اس کو تو ہم بیان بھی نہیں کر سکتے۔ ہماری رگِ جان سے بھی وہ قریب تر ہیں۔ ہمارا وجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے موجود ہوا۔ ہماری دنیا و آخرت کے سارے مسائل اللہ

تعالیٰ سے متعلق ہیں۔ اگر ساری دُنیا ہماری تعریف کرے تو اس تعریف سے ہمارا کچھ بھلا نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ نہ فرمادیں کہ میں تم سے راضی ہوگیا۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ کا شعر یاد آیا۔ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اگر بہت سے لوگ تمہاری تعریف کریں تو تم اپنی قیمت نہ لگا لینا کیونکہ غلاموں کے قیمت لگانے سے غلام کی قیمت نہیں بڑھتی، غلاموں کی قیمت مالک کی رضا سے بڑھتی ہے۔ لہٰذا سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

یہاں ہماری خوب تعریفیں ہورہی ہیں لیکن وہاں ہماری قیمت کیا ہوگی یہ قیامت کے دن معلوم ہوگا۔ اور ان کا دوسرا شعر بھی سُنائے دیتا ہوں کیونکہ عارضی حیات سے بعض وقت آدمی کو دھوکا لگ جاتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

حیاتِ دو روزہ کا کیا عیش و غم
مسافر رہے جیسے تیسے رہے

کیونکہ جسے دُنیا کا عیش حاصل ہو ضروری نہیں ہے کہ اس کے قلب میں بھی عیش ہو۔ مولانا جلال الدینؒ رومی فرماتے ہیں ؎

از بروں چوں گورِ کافر پر حلل
و اندروں قہرِ خدائے عزّ وجل

اگر کسی کافر بادشاہ کی قبر پر سنگِ مرمر لگا دیا جائے اور دنیا بھر کے سلاطین آکر وہاں پھولوں کی چادر چڑھا دیں اور بینڈ باجے بج جائیں اور فوج کی سلامی ہو لیکن ---

و اندروں قہرِ خدائے عزّ وجل

قبر کے اندر جو اللہ کا عذاب ہورہا ہے اس کی تلافی قبر کے اوپر کے سنگِ مرمر نہیں کرسکتے اور اوپر کی روشنیاں اور بجلیاں اور دنیا والوں کے سلوٹ اور سلامی کچھ مفید نہیں ہے اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کیا چاہے ایئر کنڈیشن میں بیٹھے ہوں بیوی بچے بھی ہوں اور خوب خزانہ ہے ہر وقت ریالوں کی گنتی ہورہی ہے اور بینک میں بھی کافی پیسہ جمع ہے لیکن یہ ظاہر کا آرام ہے۔ یہ جسم ایک قبر ہے جسم کے اُوپر کا ٹھاٹ باٹ دل کے ٹھاٹ باٹ کے لئے ضروری نہیں، ایئر کنڈیشن ہماری کھالوں کو تو ٹھنڈا کرسکتے ہیں مگر دل کی آگ کو نہیں بجھا سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہیں تو جسم لاکھ آرام میں ہو لیکن دل عذاب میں مبتلا رہے گا اور چین نہیں پاسکتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں کیا ہوا عالم بیاباں ہوگیا

اگر دل میں بہار ہے تو باہر بھی بہار ہے اور اگر دل ویران ہے سارا عالم ویران ہے۔ مولانا جلال الدین رُومیؒ فرماتے ہیں ؎

آں یکے در کنجِ مسجد مست و شاد

ایک شخص مسجد کی ٹوٹی ہوئی چٹائی پر مست ہے۔ محبت سے اخلاص سے اللہ کا نام لے رہا ہے۔ اللّٰہ کہنے میں اس کو اتنا مزہ آتا ہے کہ گویا ساری کائنات کی لذت کا کیپسول اس کے دل میں داخل ہوگیا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

نام او چو بر زبانم می رود
ہر بُنِ مو از عسل جوئے شود

فرماتے ہیں جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں جب میری زبان سے اللّٰہ نکلتا ہے تو میرے بال بال شہد کا دریا ہوجاتے ہیں اور اس کی دلیل دیوانِ شمس تبریزؒ

میں دیتے ہیں۔ دیوانِ شمس تبریز کے نام سے جو دیوان لکھا ہے وہ مولانا رُومیؒ ہی کا کلام ہے لیکن اپنے شیخ کی طرف منسوب کر دیا۔ فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ گنّوں میں رَس نہ پیدا کریں تو سارے گنّے مچھر دانی کے ڈنڈوں کے بھاؤ بِک جائیں کوئی انہیں پوچھے گا بھی نہیں۔ اور فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

یہ چاند زیادہ حَسین ہے یا جس نے چاند میں حُسن پیدا فرمایا ہے وہ زیادہ حَسین ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی محبت جب اللہ والوں کو مل گئی تو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے دہلی کی جامع مسجد کے منبر سے سلاطینِ مغلیہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اے سلاطینِ مغلیہ! دیکھو ولی اللہ سینہ میں ایک دل رکھتا ہے اور اس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ جواہرات ہیں۔ بڑے بکس میں ایک چھوٹا صندوقچہ ہوتا ہے اور چھوٹے صندوقچہ کی قیمت سے اس بڑے بکس کی قیمت لگتی ہے اگر بڑے بکس میں رُوئی اور گدڑی اور بچوں کے پیشاب پاخانہ کے کپڑے بھرے ہوئے ہیں تو اس کی کوئی قیمت نہیں۔ اس کی حفاظت بھی نہیں کی جاتی لیکن اگر کسی بڑے بکس میں ایک چھوٹا صندوقچہ ہے جس میں ایک کروڑ کا کوئی موتی رکھا ہوا ہے تو وہاں سنتری اور پہرے دار بھی ہوتا ہے چھوٹے صندوقچہ کی وجہ سے بڑے بکس کی بھی حفاظت کی جاتی ہے۔ لہٰذا ہمارے قلب میں اگر اللہ تعالیٰ کی محبت، ایمان اور تقویٰ جیسی نعمتیں حاصل ہیں تو ہمارے ظاہر کی بھی حفاظت کی جائے گی۔

آج ہم کو اشکال ہوتا ہے کہ ہم اسرائیل سے کیوں پٹ گئے۔ ہندوستان میں ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے، دُنیا بھر میں مسلمان کیوں ذلیل ہو رہے ہیں تو

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف بڑے بکس ہیں اور پہلے سے بہت شاندار ہیں۔ صحابہؓ کے ظاہر سے ہمارا ظاہر کہیں زیادہ مزیّن ہے۔ لیکن ان کے باطن میں جو قیمتی موتی تھا آج ہمارے قلوب اس سے خالی ہیں اور آج اسی کی ہمیں ضرورت ہے اور وہ کیا ہے؟ تعلق مع اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت، خشیت اور تقویٰ ہے۔ اسی کو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے فرمایا تھا ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

اے سلاطینِ مُغلیہ! ولی اللہ اپنے سینے میں ایک دل رکھتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ موتی اور جواہرات ہیں۔ آسمان کے نیچے اگر مجھ سے زیادہ کوئی امیر ہو تو سامنے آئے۔ یہ ہیں اللہ والے کہ جب اللہ کی محبت عطا ہوجاتی ہے تو سلاطین کو خاطر میں نہیں لاتے۔ حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس و کے را

جب حافظ شیرازی اللہ کے نام سے مست ہوتا ہے اور عرشِ اعظم سے بوئے قرب آتی ہے ؎

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود

جب محبوبِ حقیقی کی خوشبو عرشِ اعظم سے زمین پر آتی ہے تو اولیاء اللہ اور ان کے غلاموں کو کیا ہوتا ہے اس وقت ان کا یہ حال ہوتا ہے۔

ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

جتنی زبانیں ہیں عربی، فارسی، ترکی، انگریزی اللہ تعالیٰ کی محبتِ غیر محدود کی لذت کو یہ زبان مخلوق اور محدود اس کی تعبیر کرنے سے قاصر ہوجاتی ہیں۔ لہٰذا

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس و کے را

جب حافظ شیرازی اللہ تعالیٰ کی محبت سے مست ہوتا ہے تو کاؤس و کے کی سلطنتوں کو خاطر میں بھی نہیں لاتا اور ایران کی سلطنتوں کو ایک جَو کے عوض میں خریدنے کے لئے تیار نہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو شاہِ سنجر نے لکھا تھا کہ میں آپ کی خانقاہ پر ملک نیمروز وقف کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے اس کو لکھ بھیجا ؎

چوں چترِ سنجری رُخِ بختم سیاہ باد
گر در دلم بود ہوسِ ملکِ سنجرم

مثل شاہِ سنجر کی چھتری کے میرا نصیبہ بھی سیاہ ہو جائے اگر تیری سلطنت کی ہوس و لالچ مجھے ہو۔ اور فرماتے ہیں ؎

زانگہ کہ یافتم خبراز ملک نیم شب

جب سے مجھے آدھی رات کی سلطنت مل گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تہجد کا سجدہ نصیب ہوگیا ہے جیسا کہ مولانا رُومیؒ فرماتے ہیں کہ ایک سجدہ کی لذت اگر مل جائے تو مثل ابراہیم بن ادہمؒ کے تم بھی سلطنت کو چھوڑ دو گے۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی میں اللہ تعالیٰ نے ی لگوا دیا کہ چلتے پھرتے تو سبحان اللہ کہو لیکن سجدہ میں چونکہ انتہائی قرب ہے اور علیٰ قدمی الرحمٰن تمہارا سر ہے لہٰذا اب اپنا رشتہ ظاہر کرو کہ ہم تمہارے کیا لگتے ہیں کہو کہ آپ میرے ربّا ہیں۔ سبحان ربی الاعلیٰ پاک ہے میرا رب جو بہت اعلیٰ ہے۔ اسی کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں ؎

زانکہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب
من ملکِ نیمروز بیک جو نمی خرم

یعنی جب سے مجھے آدھی رات کی سلطنت کی خبر ملی ہے تو تمہاری سلطنت کو میں ایک جَو کے عوض خریدنے کے لئے تیار نہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ نے حضرت تھانویؒ سے فرمایا تھا کہ میاں اشرف علی! جب میں سجدہ کرتا ہوں تو مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے میرا پیار لے لیا اور جب تلاوت کرتا ہوں تو اتنا مزہ خدا مجھے دیتا ہے کہ تمہیں اگر وہ مزہ مل جائے تو کپڑے پھاڑ کر جنگل میں بھاگ جاؤ۔ اور فرمایا کہ جنت میں جب میرے پاس حُوریں آئیں گی تو میں ان سے کہوں گا کہ بی! اگر قرآن سُننا ہو تو بیٹھو ورنہ اپنا راستہ لو۔

دیکھو ہم لوگ کیا سوچ رہے ہیں اور اہل اللہ کیا سوچتے ہیں ہماری سوچ میں اور ان کی سوچ میں کتنا فرق ہے یہ عاشقِ ذاتِ حق ہیں۔ ایک سرکاری تنخواہ دار مولوی جو ریاست رام پور سے تنخواہ لیا کرتے تھے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحبؒ بخاری کا درس دے رہے تھے، درمیان میں ذرا سا موقع ملا تو جلدی سے بول پڑے کہ حضرت نواب رام پور نے کہا ہے کہ اگر آپ ریاست میں آئیں تو میں آپ کو ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کروں گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو بہت رنج ہوا۔ فرمایا کہ ارے مولوی صاحب لاکھ روپے پر ڈالو خاک۔ میں جو بات کہہ رہا ہوں اس کو سُنو۔ پھر شاہ صاحب نے یہ شعر پڑھا ؎

جو دل پر ہم اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

یعنی ہم اپنے قلب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جو بارش دیکھتے ہیں تو ہمارا قلب نوابوں کی ریاست اور لاکھوں روپیوں سے بے نیاز ہے کیونکہ فیل بان جس سے دوستی کرتا ہے تو مع ہاتھی کے آتا ہے اس لئے اس کا دروازہ بھی بڑا بنا دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کے قلب کو اپنا نور خاص تجلی خاص قرب خاص عطا کرتے ہیں اس کے دل کو بہت بڑا بنا دیتے ہیں۔ مولانا رُومیؒ فرماتے ہیں ؎

ظاہرش را پشۂ آرد بہ چرخ
باطنش باشد محیطِ ہفت چرخ

کسی ولی اللہ کا ظاہر تو اتنا کمزور ہو سکتا ہے کہ اگر مچھر کاٹ لے تو ناچنے لگے لیکن اس کا باطن ساتوں آسمان کی گردش کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آیا۔ فرماتے ہیں ؎

جب کبھی وہ ادھر سے گذرے ہیں
کتنے عالم نظر سے گذرے ہیں

اور اسی کو جگر مراد آبادی نے یوں تعبیر کیا ہے ؎

کبھی کبھی تو اسی ایک مشتِ خاک کے گِرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گذرے

تو میں یہ عرض کر رہا ہوں دوستو! کہ اللہ تعالیٰ کے نام میں لذت اور مٹھاس اس قدر ہے کہ زبان اس کی تعبیر سے قاصر ہے۔ تھانہ بھون میں ایک بزرگ تھے سائیں توکل شاہ۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے کہتے تھے کہ حضرت جی! مجھے اللہ کے نام میں اتنا مزہ آوے ہے کہ میرا منہ میٹھا ہو جاوے ہے (یہ تھانہ بھون کی زبان ہے) پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم میرا منہ میٹھا ہو جاوے ہے

ہے۔

شیخ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حلاوتِ ایمانی کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ حلاوتِ ایمانی اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو عطا فرماتا ہے جو ان اعمال کو اختیار کرتا ہے جن پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے۔ مثلاً اہل اللہ سے محبت رکھنا، بدنظری سے اپنی حفاظت کرنا وغیرہ یعنی جن اعمال پر حلاوت ایمانی کے وعدے وارد ہیں ان سب کے قلب کو اللہ تعالیٰ حلاوتِ ایمانی عطا فرماتے ہیں لیکن بعض لوگوں کو حلاوت حسیہ بھی عطا کر دیتے ہیں یعنی ان کے منہ میں بھی مٹھاس محسوس ہو جاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جس کو چاہیں عطا فرمادیں لیکن قلب تو ہر ایک کا اس حلاوت کو پا ہی جاتا ہے، قلب کے اندر ایک سکون فوراً ہر ایک کو مل جاتا ہے۔

تو میرے دوستو اور عزیزو! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ظاہر کے عیش کی جتنی فکر ہے اس سے زیادہ ہمیں اپنے قلب کو باخدا بنانے کی فکر ہونی چاہیئے اگر چین سے رہنا ہے ورنہ ایئر کنڈیشن میں افکار و پریشانی اور مصیبتوں سے دل گرم رہے گا۔ ہزاروں لاکھوں ریالوں میں قلب افکار کے لاتوں اور گھونسوں سے غمزدہ، مشوش اور پریشان رہے گا اس لئے کہ ظاہر کا عیش باطن کے عیش کے لئے ضروری نہیں۔ چنانچہ مولانا جلال الدین رُومیؒ فرماتے ہیں ؎

آں یکے در کنجِ مسجد مست و شاد
واں یکے در باغ ترش و نامراد

ایک شخص مسجد میں چٹائی پر مست ہے اور ایک باغ میں ہے چاروں طرف پھول ہیں لیکن غموں کے کانٹوں سے غمگین و نامراد ہے۔ یہ پھولوں میں رو رہا ہے اور وہ کانٹوں میں ہنس رہا ہے۔ اب کوئی کہے کہ یہ تو اجتماع ضدین ہے۔ غم

میں اللہ تعالیٰ کیسے خوش کردیتا ہے ؟ تو میں کہتا ہوں کہ کیوں صاحب! یہ واٹر پروف گھڑیاں جو سوئٹزرلینڈ بنارہا ہے چاروں طرف پانی ہے مگر پانی اثر کیوں نہیں کررہا. یہ کیوں واٹر پروف ہے اللہ اپنے عاشقوں کے قلب کو بھی غم پروف کردیتا ہے جس کے دل پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نظرِ عنایت ہوتی ہے ہزاروں غم میں بھی وہ خوش اور بے غم رہتا ہے وہ غم اس کی اصلاح اور تربیت کے لئے ہوتے ہیں اس کی ایمانی ترقیات کے لئے ہوتے ہیں مگر اس وقت بھی وہ اندر اندر مست اور خوش رہتا ہے چاہے وہ رو بھی رہا ہو آنکھیں اشکبار ہوں غم سے مثلاً اپنے بچوں کی بیماری سے یا اپنی بیماری سے مگر اس کے قلب میں پریشانی نہیں گھستی۔ اور اس کی دلیل کیا ہے ؟ اس کی دلیل شامی کباب ہے، مرچ والا شامی کباب ایک شخص کھارہا ہے آنسو بہہ رہے ہیں۔ ذرا اس سے کوئی کہہ تو دے کہ میاں آپ کچھ مصیبت میں معلوم ہورہے ہیں یہ شامی کباب چھوڑ دیجئے آپ بلاوجہ رو رہے ہیں آپ نہ کھائیے مجھے دے دیجئے تو وہ کیا کہے گا کہ دل اندر اندر لذت لے رہا ہے میں اندر لذت درآمد کررہا ہوں یہ مزے داری کے آنسو ہیں یہ غم کے آنسو نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر اللہ کو راضی کرلیا جائے ہر نافرمانی چھوڑ دی جائے کیونکہ نافرمانی سے اللہ تعالیٰ کی رحمت دُور ہوجاتی ہے، ہر معصیت خدا سے دُور کرتی ہے معصیت کی خاصیت ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی اللہ سے دُور کرتا ہے اور نیکی کی خاصیت ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی اللہ سے قریب کرتی ہے لہٰذا جتنے گناہ ہیں ان کو زہر سمجھ کر چھوڑ دیا جائے اور صالحین کی صحبت میں رہا جائے اور اللہ کا نام لیا جائے تو اللہ قلب کو غم پروف کردیتا ہے ایسا شخص دنیا میں ہر وقت مست و شاد رہتا ہے جتنے بھی غم ہیں وہ دل کے باہر ہی باہر رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت جب کسی پر ہوتی ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ میں اس بندہ کو خوش رکھوں

تو دنیا کے حوادث اس کو غمگین نہیں کر سکتے۔

اب مولانا جلال الدین رُومیؒ کا شعر سُنئے وہ فرماتے ہیں ؎

گر او خواہد عین غم شادی شود
عین بندِ پائے آزادی شود

اگر اللہ تعالیٰ فیصلہ کرلے کہ میں اس بندہ کو خوش رکھوں تو غم کی عینیت مصطلحہ یعنی اصطلاحاً جو عینیت ہے یعنی غم کی ذات کو اللہ تعالیٰ خوشی بنا دیتا ہے۔ (یہ حضرت حکیم الامتؒ کی شرح ہے کلید مثنوی دفتر ششم میں) دنیا والے تو غم کو ہٹائیں گے اور خوشی کے اسباب لائیں گے، آگ کو ہٹائیں گے اور پانی لائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ اجتماع ضدین پر قادر ہے وہ آگ کو پانی بنا دیتا ہے اور غم کی ذات کو خوشی بنا دیتا ہے اور پاؤں کی بیڑی اور قید کو آزادی بنا دیتا ہے۔

چنانچہ سیدنا یوسف علیہ السلام جب قید خانہ میں ڈالے گئے تو انہوں نے کیا فرمایا رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ اے میرے رب یہ آپ کی راہ کا قید خانہ ہے آپ کی وجہ سے قید خانہ جا رہا ہوں اور جہاں آپ ہوں، خالقِ گلستاں جہاں ہو وہ قید خانہ قید خانہ نہیں رہتا وہ مجھے اَحَبّ ہے۔ اسی کو میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایسے پیارے ہیں، اتنے محبوب ہیں کہ جن کی راہ کے قید خانے اَحَبّ ہوتے ہیں ان کی راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے۔

دوستو! اگر خدا کی راہ میں نظر کی حفاظت کرنے میں گناہ کے چھوڑنے میں ایک کانٹا بھی چُبھ جائے اور دل میں غم پیدا ہو جائے تو واللہ ساری دنیا کے پھول اگر اس کانٹے کو سلامی پیش کریں تو اللہ تعالیٰ کی راہ کے کانٹوں کی عظمت کا حق ساری دُنیا کے پھول اپنی سلامی سے ادا نہیں کر سکتے۔ خدا کی نافرمانی چھوڑنے میں جو دل کو غم آیا ہے ساری دنیا کی خوشیاں اگر اسے سلام کریں تو اس غم کی عظمت

کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ کا کانٹا ہے، خدا کے راستہ کا غم ہے اس کی قیمت کچھ نہ پوچھو، اس کی قیمت انبیاء اور اولیاء کی جانیں سمجھتی ہیں اس لئے وہ ہر حال میں مست و شاد رہتے ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا اس لئے اللہ تعالیٰ بھی ان کے دل کو ہر وقت خوش رکھتا ہے پریشانی اور غم ان کے دل تک نہیں پہنچ سکتے باہر ہی باہر رہتے ہیں خوشی اور غم دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں اور کانٹوں کے ساتھ دل کیسے مسکرا سکتا ہے اس پر میرا ایک شعر ہے۔ ؎

صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

اگر کلیوں کو یہ نعمت مل سکتی ہے کہ وہ کانٹوں میں کھل جائیں تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے خاص بندوں کے قلوب کو تسلیم و رضا کی برکت سے عین غم کی حالت میں خوش نہیں رکھ سکتا۔ میرا ایک اور شعر ہے ؎

اس خنجرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے

جس حالت میں اللہ رکھے بندہ کا کام ہے کہ راضی رہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ تسلیم و رضا کی برکت سے وہ ہر حال میں خوش رہے گا۔ مجھے اپنا ایک شعر اور یاد آیا ؎

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

یہ تسلیم و رضا بہت بڑی چیز ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحبؒ سے پوچھا تھا کہ بتاؤ اخلاص سے اونچا کیا مقام

ہے ؟ حضرت نے عرض کیا کہ مجھے نہیں معلوم ۔ فرمایا کہ تسلیم و رضا۔ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنا۔ اس تسلیم سے بہت بڑا انعام ملتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا ؎

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

اللہ تعالیٰ کا غم بڑا ہی لذیذ ہے ۔ میاں یہ انبیاء اور اولیاء کا حصہ ہے خدا تعالیٰ اپنے راستہ میں آدھی جان لیتا ہے لیکن سینکڑوں جان عطا کرتا ہے ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
انچہ در وہمت نیاید آں دہد

اس لئے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور معرفت عطا فرمادی وہ سب گناہ چھوڑ دیتے ہیں ۔ جگر مراد آبادی نے شراب چھوڑ دی، داڑھی رکھ لی حالانکہ اتنا پیتا تھا کہ مشاعرہ میں لوگ اُٹھا کر لے جاتے تھے خود کہتا ہے کہ ؎

اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا
پینے کو تو بے حساب پی لی

لیکن جب اللہ کا خوف آیا توبہ کرلی ۔ حضرت حکیم الامت سے جا ملا، دُعا کرائی کہ حضرت دعا کر دیجئے کہ شراب چھوڑ دوں، حج کر آؤں اور داڑھی رکھ لوں داڑھی ایک مشت پوری رکھ لی، شراب چھوڑ دی ۔ ڈاکٹروں کے بورڈ نے کہا کہ شراب نہ پی تو مر جاؤ گے ۔ کہا کہ مر تو جاؤں گا لیکن اگر شراب پیتا رہا تو کب تک زندہ رہوں گا ۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ دو چار سال اور گاڑی چل جائے گی فرمایا کہ اللہ کے غضب کے ساتھ جینے سے بہتر ہے کہ جگر اسی وقت شراب چھوڑنے سے مَر جائے کیونکہ اس وقت اللہ کی رحمت کے سائے میں جگر کی موت ہو گی اور اگر

پیتا ہوا مروں گا تو اللہ کے غضب کے ساتھ موت آئے گی اس سے بہتر ہے کہ میں ابھی مرجاؤں۔ پھر اللہ کی رحمت سے جگر صاحب خوب جئے اور خوب اچھی صحت بھی ہوگئی اور سنت کے مطابق داڑھی رکھنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے ایک شعر کہلا دیا تھا ؎

چلو دیکھ آئیں تماشہ جگر کا
سُنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

میرٹھ میں ایک بار یہ تانگے میں بیٹھے ہوئے تھے اور تانگے والا ان کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اس ظالم کو خبر نہیں تھی کہ جگر آج داڑھی لئے ہوئے صحیح معنوں میں مسلمان بنا ہوا میرے تانگے میں بیٹھا ہوا ہے۔ جگر اس شعر کو سُن کر رونے لگے کہ اللہ آپ نے اپنی عطا سے پہلے ہی یہ شعر کہلوا دیا اور نافرمانی اور گناہ سے نجات عطا فرمائی۔

تو میرے دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پاجامہ ٹخنہ سے اُوپر کرنا، ایک مشت داڑھی رکھنا، بدنظری کو چھوڑنا، غیبت چھوڑنا، اپنے کو سب سے حقیر سمجھنا یعنی تمام ظاہری و باطنی احکام کو بجا لانا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں اہل اللہ کی صحبتوں کا اہتمام ضروری ہے اہل اللہ کی صحبتوں سے یقین منتقل ہوتا ہے۔ صالحین کی صحبت کی اہمیت بخاری و مسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ سَو قتل کے مرتکب کو حکم ہُوا کہ جاؤ ایک قریۂ صالحہ ہے وہاں تمہاری توبہ قبول ہوجائے گی۔ سبحان اللہ! اللہ والوں کی یہ شان ہے کہ جس زمین پر وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں، سبحان اللہ الحمد للہ کہتے ہیں، اشکبار آنکھوں سے آنسو گرا دیتے ہیں اس زمین کو خدا یہ عزت دیتا ہے کہ اس بستی میں سَو قتل کرنے والے کی توبہ کی قبولیت کی قید لگ رہی ہے جب کہ اس قادر مطلق، غفار اور توّاب کی طرف سے ہر زمین پر یہ مغفرت ممکن تھی لیکن

اپنی عنایات اور رحمتِ خاصّہ کے ظہور و نزول کے لئے اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کی سرزمین کو تجویز فرمایا۔ اس سے اللہ والوں کی عظمت اور قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح بخاری (ج ۶ ص۵۱۷) میں لکھا ہے کہ صالحین کی بستی کا نام نَصرہ اور گناہوں والی بستی کا نام کَفرہ تھا اور وہ شخص صالحین کی اس بستی تک پہنچ بھی نہ سکا کہ راستہ میں موت آگئی فَنَاءَ بِصَدْرِہٖ نَحْوَھَا پس مرتے وقت اپنے سینہ کا رُخ اس بستی کی طرف کر دیا اور اس ادا پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمادیا اور کیسے فضل فرمایا ؟

عذاب کے فرشتے کہہ رہے تھے کہ اسے ہم لے جائیں گے کیونکہ اس بستی تک نہیں پہنچا اور رحمت والے فرشتے کہتے تھے کہ یہ تو اس طرف چل دیا تھا موت تو اس کے اختیار میں نہیں تھی لہٰذا اسے ہم لے جائیں گے۔ اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوسرا فرشتہ بھیجا اُس نے کہا کہ قِیْسُوْا بَیْنَھُمَا دونوں بستیوں کے فاصلوں کی پیمائش کرلو اور ادھر صالحین کی بستی کو حکم دیا کہ تَقَرَّبِیْ تُو تھوڑی سی قریب ہو جا کہ تجھ پر اہل تقرب رہتے ہیں اور گناہوں والی بستی کو فرمایا تَبَاعَدِیْ تُو دُور ہو جا کہ تجھ پر اہل تباعد رہتے ہیں، جو مجھ سے دُور ہیں اور اس کا نام محدثین نے فَضْلٌ فِیْ صُوْرَۃِ عَدْلٍ رکھا ہے (مرقاۃ ج ۵ ص۱۲۸) یہ فضل بصورتِ عدل ہے یعنی فرشتوں سے تو پیمائش کرا رہے ہیں اور کام خود بنا رہے ہیں۔ اس پر مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا شعر یاد آیا ؎

حُسن کا انتظام ہوتا ہے
عِشق کا یُوں ہی نام ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انتظام تھا ورنہ وہ بستی دُور تھی ؎

عِشق کا یُوں ہی نام ہوتا ہے

ارے اگر تھوڑا سا ہم ان کا نام لے لیں اور ان کو استغفار کر کے راضی کرلیں تو مستغفرین بھی متقین کے درجہ میں ہو جائیں گے

اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نُزِّلُوْا بِمَنْزِلَةِ الْمُتَّقِیْنَ۔

استغفار کی جو حدیث میں نے شروع میں پڑھی تھی اب اس کا ترجمہ سُنئے:

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے استغفار کو لازم کر لیا۔ لزوم بمعنی کثرت کے ہے یعنی جو شخص کثرت سے استغفار کرتا ہے اس کی شرائط کے ساتھ جس کی دو شرطیں تو بیان ہوگئیں ...

(۱: یہ کہ اس معصیت سے الگ ہو جائے اور

(۲: یہ کہ اس گناہ پر قلب میں ندامت پیدا ہو جائے

اور تیسری شرط قبولیتِ توبہ کی محدثین نے یہ لکھی ہے کہ

اَنْ یَّعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا اَنْ لَّا یَعُوْدَ اِلٰی مِثْلِھَا اَبَدًا (شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۳۴۶)

پکا عزم کرلے کہ اے خدا اب آئندہ کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا اگر شیطان کان میں کہے کہ تُو پھر یہ گناہ کرے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عزم علی التقوٰی قبولیتِ توبہ کے لئے کافی ہے اس عزم کو اللہ کے یہاں قبولیت حاصل ہے بشرطیکہ اس عزم کو توڑنے کا عزم نہ ہو۔ اگر شکستِ ارادہ کا ارادہ نہیں ہے تو یہ ارادہ اللہ کے یہاں قبول ہے بس توبہ کے وقت اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کہہ لیا جائے کہ اے اللہ میں نے آپ کے بھروسہ پر پکا ارادہ کرلیا کہ اب کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا۔ اور اگر ٹوٹ جائے تو پھر معافی مانگ لیں۔ اللہ کو چھوڑ کر ہم کہاں جا سکتے ہیں؟

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے

ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تُو دبالے
جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

آہ گناہ تو نہ چھوڑا اللہ کو چھوڑ دیا۔ ارے اللہ سے تعلق توڑ کر کہاں ٹھکانہ ہے۔ کیا کوئی دوسرا خدا ہے ؟

نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو
کدھر جائے بندہ گنہگار تیرا

دوستو! گنہگاروں کا بھی اللہ وہی ہے اور نیکوں کا بھی وہی ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر ہم کہاں جائیں گے اور کوئی ٹھکانہ بھی تو نہیں ہے۔ توبہ واستغفار کا اہتمام نہایت ضروری ہے، شیطان ایسے وقت دل میں شرمندگی ڈالتا ہے، غلط حیا ڈالتا ہے، کہتا ہے تم کس منہ سے توبہ کرتے ہو تمہیں شرم بھی نہیں آتی۔ روزانہ پھر وہی حرکت کرتے ہو جس سے توبہ کرتے ہو یہ شرم شرم نہیں ہے۔ حقیقتِ حیا کیا ہے محدّثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (ج ۱ ص۷) میں لکھتے ہیں۔

فان حقیقۃ الحیاء ان مولاك لا یراك حیث نهاك

تیرا مولیٰ تجھے اپنی منع کی ہوئی حالت میں نہ پائے اپنی نافرمانی کی حالت میں خدا ہمیں دن رات دیکھ رہا ہے اور ہم بڑے حیادار بنتے ہیں توبہ کرتے ہوئے حیا آتی ہے اور گناہ کرتے ہوئے حیا نہیں آتی یہ کتنا بڑا شیطانی دھوکہ ہے حالانکہ اصلی حیا یہ ہے کہ آدمی نافرمانی سے رُک جائے گناہ کرتے ہوئے شرم آئے۔

بعض لوگ غالب کا یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

اگر اس شعر پر عمل کرتے تو آج اہلِ ایمان کعبہ سے محروم ہو جاتے لہٰذا یہ شعر واجب الاصلاح تھا۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب جو شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے خلیفہ ہیں انہوں نے فرمایا کہ اختر میاں! میں نے اس شعر کی اصلاح کر دی ورنہ غالب کا یہ شعر اللہ کی رحمت سے نااُمید کر کے کعبہ سے محروم کر دیتا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت سُنا دیجئے کیا اصلاح فرمائی۔ فرمایا کہ یہ اصلاح کر دی ہے کہ ؎

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

اللہ اللہ! دیکھو اللہ والوں کے شعر میں اور دنیا داروں کے شعر میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ اگر مچھلی کو دس مرتبہ شکار کر لو لیکن اس کے کان میں کہو کہ کیا پانی میں جائے گی یا حیا کرے گی تو وہ کیا کہے گی ؎

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگہاست
ماہیاں را با یبوست جنگہاست

اے شکاریو! اگرچہ تم نے خشکی میں ہزاروں رنگینیاں پیدا کر دی ہیں مرنڈا بھی ہے، شامی کباب بھی ہے، بریانی بھی ہے لیکن یہ سب ہمارے لئے موت ہے ؎

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگہاست
ماہیاں را با یبوست جنگہاست

یہ یبوست ہمارے لئے مفید نہیں۔ ہمیں پانی میں ڈال دو وہاں کے طوفان بھی ہمارے لئے مفید ہیں۔ مومن کے لئے اللہ کی رضامندی کے ساتھ سب کچھ خیر ہے، برکت ہے جس حالت میں بھی خدا رکھے، اور اگر اللہ ناراض ہے تو لاکھوں اسبابِ عیش میں اس کی رُوح مثل ماہی بے آب کے بے چین رہے گی۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جو شخص کثرت سے استغفار کرتا رہتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا رہتا ہے، گناہ سے جو تعلق ٹوٹ گیا رو کر گڑگڑا کر الحاح کر کے اشکبار آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق بندگی کا جوڑتا رہتا ہے، اس کو کیا انعامات ملتے ہیں اس کا بیان آگے آرہا ہے لیکن دوستو! پہلے ان آنسوؤں کی قیمت سنو۔ مشکوٰۃ کی روایت ہے

مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ (مشکوٰۃ ص۴۵۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی مومن بندہ کی آنکھوں سے آنسو ندامت کے اور اللہ کے خوف سے نکل آئیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں تو اس چہرہ پر اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ حرام فرما دیتے ہیں، میں نے اپنے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ہمیشہ اپنے آنسو چہرے پر مَل لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کو دیکھا کہ ہمیشہ آنسوؤں کو اسی طرح چہرے پر مَل لیتے تھے پھر میں نے ایک صحابیؓ کی روایت دیکھی کہ میں یہ آنسو چہرہ پر اس لئے مَلتا ہوں کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ یہ آنسو جہاں لگ جاتے ہیں دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس پر ایک علمی اشکال یہ ہوتا ہے کہ اگر چہرہ پر آنسو ئل لئے تو چہرہ تو جنت میں چلا گیا لیکن باقی جسم کا کیا ہوگا؟

پھر حضرت نے اس کو سمجھانے کے لئے ایک واقعہ بیان کیا کہ بادشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کسی ریاست کا ایک راجہ تھا وہ مرگیا اس کے لڑکے کے جو چچا وغیرہ تھے وہ اس کی ریاست پر قبضہ کرنا چاہتے تھے اور اس کو محروم کرنا چاہتے تھے وزیروں نے اس کے باپ کا نمک کھایا تھا اس کو سکھلایا کہ بیٹا دہلی چلو، ہم عالمگیر سے سفارش کر دیں گے تم بچہ ہو بادشاہ رحم کر دے گا اور تمہیں تمہارے باپ کی گدی دے دے گا اور دو وزیر اس کو راستہ بھر پڑھاتے رہے کہ بادشاہ یہ پوچھے تو یہ کہنا اور یہ پوچھے تو یہ کہنا۔ پھر جب دہلی کا قلعہ قریب آیا تو لڑکے نے کہا کہ آپ لوگوں نے جو پڑھایا ہے اگر بادشاہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسرا سوال کر لیا تو کیا جواب دوں گا۔ تب دونوں وزیر ہنسے اور کہا کہ یہ لڑکا بہت چالاک ہے یہ خود ہی جواب دے لے گا۔ اس کی رہبری کی ضرورت نہیں۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ حوض پر نہا رہے تھے کہ یہ لڑکا پہنچا اور اس نے سلام کیا اور کہا کہ حضور! میں کچھ درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ درخواست سُن کر عالمگیرؒ نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑا اور کہا کہ میں تجھ کو اس پانی میں ڈبو دوں۔ لڑکا زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا۔ تب عالمگیرؒ نے کہا کہ ایسے پاگل کو کیا ریاست ملے گی۔ تجھ کو تو کہنا چاہیئے تھا کہ ہمیں نہ ڈبوئیے لیکن تو موقعِ خوف پر ہنس رہا ہے یہ تو پاگلوں کا کام ہے تو کیا ریاست سنبھالے گا۔ اس نے کہا کہ حضور پہلے آپ مجھ سے سوال تو کر لیں کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں۔ پھر جو آپ کا فیصلہ ہو وہ کریں فرمایا کہ اچھا بتاؤ کیوں ہنسے؟ اس نے کہا کہ حضور آپ بادشاہ ہیں بادشاہوں کا اقبال بہت بڑا ہوتا ہے اگر میری اُنگلی

آپ کے ہاتھ میں ہوتی تو میں نہیں ڈوب سکتا تھا، نہ یہ کہ میرے دونوں بازو آپ کے دونوں ہاتھوں میں ہیں۔ حضرت نے اس واقعہ کو بیان کر کے فرمایا کہ ایک کافر کا بچہ ایک دنیوی بادشاہ کے کرم پر اتنا اعتماد رکھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے کرم کو کیا قیاس کرتے ہو کہ وہ جس کا چہرہ جنت میں داخل کر دیں تو کیا اس کا جسم دوزخ میں پھینک دیں گے؟ اللہ تعالیٰ کریم ہیں۔ کریم کی تعریف ملا علی قاریؒ نے یہ کی ہے اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ جو بلا استحقاق عطا کر دے نالائقوں پر فضل کر دے وہ کریم ہے، ان کے کرم سے یہ بعید ہے کہ جس کا چہرہ جنت میں داخل کریں گے اس کے جسم کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۱۲)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سنا کہ آخری وقت میں یَاکَرِیْمُ یَاکَرِیْمُ فرماتے تھے۔

بس ہم سب کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے بالکل بے کھٹک استغفار و توبہ کریں اور امید رکھیں اور جب آنسو نکل آئیں تو ان کو مل کر چہرہ پر پھیلا لیں اور اگر آنسو نہ نکلیں تو رونے والوں کی شکل بنا لیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے، یہ تیسرے صحابی ہیں فرماتے ہیں کُنْتُ ثَالِثَ الْاِسْلَامِ میں تیسرا مسلمان ہوں اور فرمایا اَنَا اَوَّلُ مَنْ رَمَی السَّھْمَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ میں پہلا وہ مسلمان ہوں جس نے اللہ کے راستے میں کافروں کے مقابلہ میں پہلا تیر چلایا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَہٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَہٗ اے اللہ سعد بن ابی وقاص کے تیر کا نشانہ صحیح کر دے اور ان کی دعاؤں کو قبول فرما اور یہ بھی فرمایا اِرْمِ یَا سَعْدُ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ اے سعد! تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۹۶ اکمال فی اسماء الرجال)

یہ نعمت صرف دو صحابیوں کو حاصل ہے ایک حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور ایک ان کو۔ محدثین نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو کے علاوہ کسی کے لئے یہ جملہ نہیں فرمایا اور یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' احد العشرہ بھی ہیں اور آخر العشرہ بھی ہیں یعنی ان کے انتقال کے بعد تمام عشرہ مبشرہ ختم ہوگیا، وہ روایت کرتے ہیں (ابن ماجہ ص۳۱۹، ابواب الزھد) اِبْکُوْا فَاِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکَوْا روؤ (اللہ کی محبت یا خوف سے) اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنالو۔ اور مشکوٰۃ (ص۴۱۳) کی ایک اور حدیث ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا مَا النَّجَاۃُ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کیسے ملے گی؟ آپ نے فرمایا اَمْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ زبان کو قابو میں رکھو یعنی مضر باتیں نہ نکالنے دو اور زبان پر اس طرح مالکانہ حق استعمال کرو جیسے غلام کو قابو میں رکھا جاتا ہے اور فرمایا وَلْیَسَعْکَ بَیْتُکَ اور تمہارا گھر تمہارے لئے وسیع ہوجائے یعنی بلاضرورت گھر سے نہ نکلو اور اِدھر اُدھر پھرنے کی عادت نہ ڈالو بلکہ اپنے نیک کاموں میں مشغول رہو۔

ملا علی قاریؒ اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں (مرقاۃ ج ۹ ص۱۵)

ھٰذَا زَمَانُ السُّکُوْتِ وَمُلَازَمَۃِ الْبُیُوْتِ وَالْقَنَاعَۃُ بِالْقُوْتِ حَتّٰی یَمُوْتَ یہ زمانہ سکوت کا ہے اور گھروں سے چپکے رہنے کا ہے اور بقدرِ ضرورت معاش پر قناعت کا ہے یہاں تک کہ موت آجاوے اور آخر میں فرمایا وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ معلوم ہوا کہ نجات کا راستہ ہے اپنی خطاؤں پر رونا لیکن اگر رونا نہ آئے تو کیونکہ رونا بندہ کا اختیاری فعل نہیں اس لئے اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان جائیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لئے اپنی امت کو ہدایت فرمادی کہ فَاِنْ لَّمْ

تَبٰکُوْا فَتَبَاکَوْا کہ اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل ہی بنالو کیونکہ رونے والوں کی شکل بنا لینا تو ہر شخص کے اختیار میں ہے ؎

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

جب دُنیا کے کریموں کا یہ حال ہے کہ فقیروں کا بھیس بنانے والوں کو بھی محروم نہیں رکھتے اور یہ کرم ان کا ذاتی نہیں ہے بلکہ اس کریم حقیقی کے خزانۂ کرم کی ایک ذرہ بھیک ہے تو پھر اس سرچشمۂ کرم حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کا کیا عالم ہوگا ! اس کا تو ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے ۔ پس اگر آنسو نہ نکلیں تو رونے والوں کی شکل بنا کر پھر اس کریم کے فضل و کرم کا تماشہ دیکھیں۔

اب حدیث شریف کا ترجمہ مکمل کر کے بیان ختم کرتا ہوں۔

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضَیْقٍ مَخْرَجًا

جو شخص کثرت سے استغفار کرے گا اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے اس کو نجات دے دیں گے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ تنگی میں پھنسا ہوا ہوں کیا کروں۔ اس کا علاج استغفار ہے وَمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا اور ھم سے اللہ تعالیٰ اس کو نجات دیتا ہے اور ھَمٌّ کے معنی کیا ہیں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں (مرقاۃ ج ۵ ص ۲۱۷) اَلْھَمُّ ھُوَ الْغَمُّ الَّذِیْ یُذِیْبُ الْاِنْسَانَ ھم وہ غم ہے جو انسان کو گھلا دے وَالْحُزْنُ لَیْسَ کَذٰلِکَ حزن سے ھم زیادہ شدید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ استغفار کی برکت سے اس کو دفع فرما دیتے ہیں کیونکہ توبہ سے بندہ حق تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں اور دنیا میں بھی کوئی شخص اپنے محبوب دوست کو غم میں نہیں دیکھ سکتا تو حق تعالیٰ شانہٗ جس

کو اپنا محبوب بنالیں وہ کیسے غم میں رہ سکتا ہے اور اس حدیث شریف کا آخری جملہ ہے وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور مستغفرین تائبین کو اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے ان کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث پاک میں گنہگاروں کے لئے بڑی تسلّی ہے کہ متقین کو نعمتِ تقویٰ پر جو انعامات ملتے ہیں، رونے والوں کو، توبہ کرنے والوں کو، مستغفرین نادمین کو بھی استغفار و توبہ پر انہیں انعامات کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ فَنَزَلُوْا مَنْزِلَةَ الْمُتَّقِيْنَ (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۳۵)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثِ پاک اس آیت شریفہ سے مقتبس ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ (بحوالہ مرقاۃ ج ۵ ص ۱۳۵)

ان آیات کا ترجمہ حضرت حکیم الامت تھانوی نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا (اور کیونکہ ایک شعبہ تقویٰ کا توکّل ہے اور اس کی خاصیت یہ ہے کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکّل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس (کی اصلاحِ مہمات) کے لئے کافی ہے۔

دوستو! رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان جائیے کہ آپ کی رحمت نے یہ گوارا نہ کیا کہ میری امت کے خطا کار بندے محروم رہ جائیں پس مستغفرین و تائبین کے لئے بھی ان ہی انعامات کا وعدہ فرمایا جو متقین کو عطا ہوں گے اور یہ کیا کم نعمت ہے کہ متقین کے درجہ کو پہنچ جائیں چاہے صفِ ثانی میں رہیں۔

حافظ عبدالولی صاحب بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامتؒ کو لکھا کہ

حضرت میرا حال بہت خراب ہے، نہ جانے قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ انشاء اللہ بہت اچھا حال ہوگا۔ اگر کاملین میں نہ اٹھائے گئے تو انشاء اللہ تائبین میں ضرور اُٹھائے جائیں گے اور یہ بھی بڑی نعمت ہے اور فرمایا کہ یہ ہمارے سلسلہ کی برکت ہے جو لوگ اللہ والوں سے جُڑے رہتے ہیں محروم نہیں رہتے۔

مولانا رُومیؒ فرماتے ہیں کہ جو کانٹے پھُولوں کے دامن میں اپنا منہ چھُپائے ہوئے ہیں ان کو باغبان گلستاں سے نہیں نکالتا لیکن جو خالص کانٹے ہیں اور پھُولوں سے اعراض کئے ہوئے ان سے مستغنی اور دُور ہیں ان کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

آں خارمی گریست کہ اے عیب پوش خلق
شد مستجاب دعوت او گلعذار شد

ایک کانٹا زبانِ حال سے رو رہا تھا کہ اے مخلوق کے عیب چھپانے والے خدا! میرا عیب کیسے چھپے گا کہ میں تو کانٹا ہوں۔ اس کی یہ فریاد وگریہ وزاری قبول ہوئی اور حق تعالیٰ کے کرم نے اس کی عیب پوشی اس طرح فرمائی کہ اس پر پھُول اُگا دیا جس کی پنکھڑیوں کے دامن میں اس خار نے اپنا منہ چھُپا لیا۔ پس اگر ہم کانٹے ہیں، نالائق ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہا کریں۔ اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ اوّل تو ہم خلعتِ گل سے نواز دئے جائیں گے یعنی اللہ والے ہوجائیں گے ورنہ اگر کاملین میں نہ ہوئے تو تائبین میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اُٹھائے جائیں گے، مثل خار کے محروم نہ رہیں گے۔

اِس مضمون کو احقر نے اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے، شیخ کو مخاطب کرتے ہوئے ؎

ہمیں معلوم ہے تیرے چمن میں خار ہے اختر
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر
چُھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

اہلُ اللہ کی صحبت کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ ان سے تعلق رکھنے والا گناہ پر قائم نہیں رہتا توفیقِ توبہ ہوجاتی ہے اور شقاوت سعادت سے تبدیل ہوجاتی ہے۔ بخاری کی روایت ہے (ج ۲ ص ۹۴۸)

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ

یعنی یہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری فتح الباری (ج ۱۱ ص ۲۱۳) میں حدیث شریف کے اس جملہ کی یہ تشریح کی ہے

اِنَّ جَلِيْسَهُمْ يَنْدَرِجُ مَعَهُمْ فِيْ جَمِيْعِ مَا يَتَفَضَّلُ اللّٰهُ بِهٖ عَلَيْهِمْ اِكْرَامًا لَهُمْ

اہل اللہ صالحین کی صحبت میں بیٹھنے والا انہیں کے ساتھ درج ہوجاتا ہے ان تمام نعمتوں میں جو اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو عطا فرماتا ہے اور یہ اہل اللہ کا اکرام ہوتا ہے جیسے معزز مہمان کے ساتھ ان کے ادنیٰ خدام کو بھی وہی اعلیٰ نعمتیں دی جاتی ہیں جو معزز مہمان کیلئے خاص ہوتی ہیں پس اہل اللہ کے جلیس و ہمنشین کو بھی ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ محروم نہیں فرماتے۔

بس اب دُعا کر لیجئے کہ جو کچھ عرض کیا گیا اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، ہم لوگوں کو دل سے استغفار و توبہ کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ اپنا صحیح اور قوی تعلق نصیب فرمائے اور اے اللہ! صدیقین کا جو

انتہائی مقام ہے جہاں ولایت ختم ہو جاتی ہے اے اللہ آپ کریم ہیں اور نااہلوں پر بھی فضل فرمانے والے ہیں اَنْتَ الْكَرِيْمُ اے اللہ اپنے کریم ہونے کی شان کے مطابق ہم سب کو اولیاء صدیقین کے آخری مقام ولایت جو انتہائے ولایت ہے جہاں پر ولایت ختم ہوتی ہے اے اللہ ہم سب کو وہاں تک پہنچا دیجئے اور اولیاء کے اخلاق، ان کا ایمان اور ان کا یقین ہم سب کو نصیب فرما دیجئے۔ ہماری دُنیا و آخرت بنا دیجئے، ہماری اور ہمارے بچوں کی ہمارے گھر والوں کی اصلاح فرما دیجئے، تزکیۂ نفس فرما دیجئے۔ ہم سب کی دُنیا بھی سنوار دیجئے آخرت بھی بنا دیجئے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

توفیقِ توبہ

مرتبہ

مولانا محمد مظہر صاحب مجاز بیعت (خلیفہ) حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

توبہ کرو قبل اس کے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ، یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُھُمْ

مِنْ فَضْلِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ بَشَّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ امابعد

آج کل اس دَورِ پُر فتن میں ہم لوگ رُوحانیات سے کٹ کر مادّیات کی طرف دوڑ رہے ہیں جس کی بناء پر اعمالِ صالحہ سے غفلت اور گناہوں کی طرف رغبت بڑھتی جا رہی ہے لاکھوں افراد ایسے ہیں کہ جو اپنے دعویٰ میں مسلمان ہیں لیکن گناہوں میں سر سے پاؤں تک ڈوبے ہوئے ہیں، فسق و فجور میں اس حد تک آگے جا چکے ہیں کہ گناہوں کے ترک کرنے اور توبہ و استغفار کا تصور بھی نہیں کرتے۔ اس کے بعد ان کے دل میں خیالات ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ اب ہماری توبہ ہی کیا قبول ہوگی؟ حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّئَاتِ وہ ایسا مالک ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ رحیم و کریم ہے وہ ارحم الراحمین ہیں اس کی رحمت سے کبھی نا امید نہ ہوں، برابر توبہ کا اہتمام کرتے رہیں، گناہ ہو جائے پھر فوراً توبہ کریں۔ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب یہ شعر پڑھا کرتے تھے

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گِر پڑے، گِر کر اُٹھے، اُٹھ کر چلے

صغائر کی مغفرت تو اعمالِ صالحہ سے بھی ہو سکتی ہے لیکن کبائر کی مغفرت مشرُوط ہے توبہ کے ساتھ۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ مغفرت کی خوش خبری سُن کر گناہوں پر جرأت کرنا اس خیال سے کہ مرنے سے قبل توبہ کر لیں گے بہت بڑی حماقت، نادانی، بے وقوفی ہے کیونکہ آئندہ کا حال کسی کو معلوم نہیں کہ کب نزع کا عالم طاری ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیعؒ کا شعر ہے

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ، نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

حدیث مبارک (ترمذی ج ۲ ص۷۲۔ ابواب صفۃ القیامۃ) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللہِ۔ عقلمندی کی سند دربارِ رسالت سے اس شخص کو عطا ہورہی ہے جس نے اپنے نفس کا حکم نہیں مانا اور مابعد الموت کے لیئے عمل کیا اور بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہشوں کے پیچھے لگائے رکھے اور اللہ تعالیٰ سے لمبی لمبی امیدیں لگائے رکھے، جتنے بھی گناہ ہوں سب توبہ کرنے سے معاف ہوسکتے ہیں۔ ترمذی شریف ابواب الدعوات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّکَ مَادَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ عَلٰی مَا کَانَ فِیْکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ اَتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِھَا مَغْفِرَۃً۔ (ج ۲ ص۱۹۴)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے انسان بیشک تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے اُمید لگائے رہے گا میں تجھ کو بخشوں گا تیرے گناہ جو بھی ہوں اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا ہوں، اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں پھر بھی تُو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا ہوں، اے انسان اگر تُو اتنے گناہ لے کر میرے پاس آئے جس سے ساری زمین بھر جائے پھر مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہو تو میں اتنی ہی بڑی مغفرت سے تجھ کو نوازوں گا جس سے زمین بھر جائے۔ (ترمذی، باب الدعوات ج ۲ ص۱۹۴)۔ یہ حدیث مومن بندوں کیلئے اعلانِ عام ہے جو

شہنشاہِ حقیقی کی طرف سے نشر کیا گیا ہے، انسانوں سے لغزشیں اور خطائیں ہو جاتی ہیں، احکام کی ادائیگی میں خامی رہ جاتی ہے مواظبت اور پابندی میں فرق آجاتا ہے چھوٹے بڑے گناہ بندہ اپنی نادانی سے کر بیٹھتا ہے، اللہ پاک نے اپنے بندوں کی مغفرت کے لئے یہ نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ عجز و انکساری کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں مضبوط اُمید رکھتے ہوئے مغفرت کا سوال کرو، دل میں شرمندہ و پشیمان ہو کہ ہائے مجھ ذلیل و حقیر سے مولائے کائنات خالقِ موجودات تبارک وتعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگئی اور آئندہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے، اس پر اللہ جل شانہٗ مغفرت فرمادیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لَا اُبَالِیْ یعنی بخشنے میں مجھ پر کوئی بوجھ نہیں مجھے کسی قسم کی کوئی پرواہ نہیں ہے، نہ بڑے گناہ بخشنے میں کوئی مشکل ہے نہ چھوٹا گناہ معاف کرنے میں کوئی مانع ہے۔

اِنَّ الْکَبَائِرَ فِی الْغُفْرَانِ کَاللَّمَمِ ۔ گناہوں کی کثرت کی دو مثالیں ارشاد فرماتے ہوئے مومنین کو مزید تسلی دی اور فرمایا کہ اگر تیرے گناہ اسقدر ہوں کہ ان کو جسم بنایا جائے اور وہ زمین سے آسمان تک پہنچ جائیں اور ساری فضا (آسمان و زمین کے درمیان) کو بھر دیں تب بھی مغفرت مانگنے پر میں مغفرت کردوں گا اور اگر تیرے گناہ اس قدر ہوں کہ ساری زمین ان سے بھر جائے تب بھی میں بخشنے پر قادر ہوں اور سب کو بخشتا ہوں تیرے گناہ زمین کو بھر سکتے ہیں تو میری مغفرت بھی زمین کو بھر سکتی ہے۔ بلکہ اسکی مغفرت تو بے انتہا ہے آسمان و زمین کی وسعت اور ظرفیت اسکے سامنے ہیچ در ہیچ ہے البتہ کافر و مشرک کی بخشش نہ ہوگی جیسا کہ حدیث شریف کے آخر میں بطور شرط کے فرمایا ہے لَا تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا اور قرآن شریف میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ بیشک اللہ نہیں بخشے گا اس کو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اسکے سوا دوسرے جتنے گناہ ہیں جس کیلئے وہ چاہیگا بخشدیگا۔ (سورۃ نسآء پ۵)

کافر و مشرک کی کبھی بھی مغفرت نہ ہوگی یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ مومن بندہ سے جتنے بھی گناہ ہو جائیں اللہ کی رحمت اور مغفرت سے کبھی ناامید نہ ہو، توبہ و استغفار میں لگا رہے اور مغفرت کی پختہ اُمید باندھے رہے۔

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳

فضائلِ توبہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نام وعظ : فضائلِ توبہ

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مُرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرارُ الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فضائلِ توبہ

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا بیان جو ۹ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ مطابق ۳ اگست ۱۹۸۷ء بروز دوشنبہ بمقام میدانِ عرفات بوقت گیارہ بجے دن وقوف عرفات کے موقع پر ہوا۔

مُرتبہ

یکے از خدام حضرت والا

—o—

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا۔

چونکہ آج یہاں ہم سب کو اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت اور رحمت کی درخواست کرنا ہے اور مقصد یہی ہے کہ ہم سب معاف کر دیئے جائیں۔ اس لیے آج اِس آیت کا انتخاب کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی معافی اور مغفرت اور رحمت عطا فرمانے کا سرکاری مضمون نازل فرمایا ہے اور اپنے بندوں کو ایک دُعا سکھائی ہے۔ جب انسان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو چار گواہ تیار ہوتے ہیں اور چاروں گواہ قرآن سے

ثابت ہیں۔

نمبرا: زمین

جس زمین پر انسان سے گناہ سرزد ہوتا ہے وہ زمین گواہ بن جاتی ہے دلیل کیا ہے

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا جس دن کہ زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔

سُورۂ زلزال کی اس آیت کی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے یہ بیان فرمائی کہ زمین کی پُشت پر جو اعمال لوگ کرتے ہیں یہ زمین ان کی شہادت دے گی۔ (تفسیر مظہری ج ۱۰، ص ۳۲۲)

آجکل ٹیپ ریکارڈ سے اس کا معاملہ بھی صاف ہوگیا کیونکہ ٹیپ ریکارڈ میں جو چیزیں لوہا وغیرہ ہیں وہ زمین کے اندر ہی کی ہیں۔ لہٰذا زمین میں سب ٹیپ ہوجانا قرین قیاس ہے۔

اور دُوسرا گواہ کیا ہے:

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ جن اعضاء سے گناہ ہوئے ہیں وہ اعضاء بھی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام

آنکھیں گواہی دیں گی کہ اے خدا اِن آنکھوں سے اس نے غلط کام کیا تھا، بدنگاہی کی تھی۔

گوش گوید چیدہ ام سؤالکلام

کان کہیں گے ہم نے غیبتیں سُنیں، گانے سُنے۔

لب بگوید من چنیں بوسیدہ ام

ہونٹ کہیں گے ہم نے حرام بوسے لئے اور اس قسم کے گناہ کئے۔

دست گوید من چنیں دزدیدہ ام

ہاتھ کہیں گے کہ ہم نے اس طرح چوری کی۔

اسی طرح اگر پاؤں سینما دیکھنے کے لئے گئے تو پاؤں بھی گواہی دیں گے۔ ایسے ہی نیک اعمال کے لئے بھی گواہ بنتے ہیں۔

عرفات و منیٰ مزدلفہ میں جو کام ہو رہے ہیں اس کے بھی ہمارے گواہ تیار ہو رہے ہیں۔

اور تیسرا گواہ فرشتے ہیں:

کِرَامًا کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ

چوتھا گواہ نامۂ اعمال:

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ

لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ چار گواہ ہمارے اوپر قیامت کے دن پیش ہو جائیں گے تو کیا کرنا چاہیئے وہ لوگ جو اپنی جانوں پر ظلم کر چکے اور اپنے خلاف گواہ تیار کر چکے، کیا ان کے لئے کوئی صورت ایسی ہے کہ یہ گواہ قیامت کے دن نہ پیش ہوں اور گواہی ختم ہو جائے۔ لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترکیب بھی امت کے لیے ارشاد فرمادی یعنی توبہ جس کے متعلق حدیث شریف نقل کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن توبہ اپنی شرائط کے ساتھ ہو جس کی تین شرطیں ہیں اللہ کے حقوق میں اور ایک شرط ہے بندوں کے حقوق میں، اس طرح کُل چار شرطیں ہوئیں۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۶)

اللہ کے حقوق میں پہلی شرط یہ ہے کہ سب سے پہلے تو اس گناہ سے الگ ہو جائے۔ ان یقلع عن المعصیۃ یہ نہیں کہ حالتِ گناہ میں ہے اور توبہ توبہ کر رہا ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ لاحول ولا قوۃ کیا بے حیائی ہے کیا عُریانی کا زمانہ آگیا ہے۔ اور خواتین کو دیکھتے بھی جا رہے ہیں اور لاحول بھی پڑھتے جا رہے ہیں۔ ایسا لاحول ہمارے نفس پر خود لاحول پڑھتا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ گناہ چھوڑ دے۔

دُوسری شرط یہ ہے کہ ان یندم علیھا اس گناہ پر دل میں ندامت پیدا ہو جائے۔ ندامت کی تعریف یہ ہے کہ دل میں دُکھن اور غم پیدا ہو جائے کہ ہائے میں نے کیسے یہ نالائقی کرلی، ایسے محسن اور پالنے والے مالک کے احسان کا میں نے کیوں حق ادا نہیں کیا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر دوزخ نہ بھی ہوتی تو بھی بندوں کی شرافت کے خلاف تھا کہ ایسے احسان کرنے والے مالک کی انسان نافرمانی کرے۔ اللہ تعالیٰ کا پیار اور ان کے احسانات ہمارے اُوپر اتنے ہیں کہ شرافت طبع کا تقاضا یہ تھا کہ ہم ان کو ناراض نہ کرتے۔ سُبحان اللہ یہ محبت کا معاملہ ہے جیسے کوئی کریم باپ بیٹوں کو ڈنڈا تو نہیں مارتا لیکن اولاد پر اس کے انتہائی احسانات ہیں تو شریف بیٹا یہی کہتا ہے کہ ابا کو ناراض نہ کرو کہ ہم پر ان کے احسانات بہت ہیں۔

توبہ کی تیسری شرط یہ ہے کہ ان یعزم عزمًا جازمًا ان لا یعود الیھا ابدًا۔ پختہ عزم کرلے کہ یا اللہ اب یہ گناہ کبھی نہیں کروں گا۔ دل میں ٹھان لے کہ چاہے جان جاتی رہے لیکن اب کبھی اس گناہ کے پاس نہ پھٹکوں گا۔ توبہ کرتے وقت پھر گناہ نہ کرنے کا ارادہ پکا ہو۔ اس کے بعد پھر اگر کبھی ٹوٹ جائے تو شکستِ عزم خلافِ عزم نہیں ہے۔ شکستِ عزم اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ عزم ہی نہیں کیا تھا۔ شکستِ ارادہ خلافِ ارادہ نہیں ہے۔ اس وقت ارادہ ہونا چاہیئے بعد میں اگر ٹوٹ جائے تو وہ ارادہ کے خلاف نہیں، وہ توبہ قبول ہوگئی چاہے لاکھ دفعہ ٹوٹ جائے۔

یہ مضمون میں نے ڈھاکہ میں بیان کیا تھا۔ بیان کے بعد ایک صاحب سے کہا کہ سَر کے لئے تیل کی ایک شیشی لے آنا لیکن بھولنا مت تو انہوں نے کہا کہ بھولنے کا ارادہ نہیں ہے۔ مجھے بہت خوشی ہُوئی کہ یہ شخص تقریر سمجھ گیا۔ یعنی گناہ نہ کرنے کا جو آج ارادہ کیا ہے کہ اب ہم کبھی نہیں کریں گے اس ارادہ کو توڑنے کا اس وقت ارادہ نہ ہو، بس توبہ کی قبولیت کے لئے اتنا کافی ہے چاہے شیطان وسوسہ ڈالے کہ تم تو بار بار توبہ توڑتے رہتے ہو۔ تو

اس وسوسۂ شکستِ توبہ سے کوئی حرج نہیں، چاہے اپنے ضعفِ بشریت اور زندگی کے بارہا تجربوں سے آپ کو بھی یقین ہو کہ ہم اس عزمِ توبہ پر قائم نہ رہ سکیں گے لیکن بوقتِ توبہ اس ارادہ کو توڑنے کا بس ارادہ نہ ہو تو یہ احساسِ ضعف ہوگا، ارادۂ شکست نہیں ہوگا۔ بندہ کو اپنی کمزوری کا احساس ہوتا ہے کہ ہزاروں بار میری نالائقی سے میرے عزائم ٹوٹ چکے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ سے یہی کہہ دے کہ اے اللہ میں نے جو یہ توبہ کا ارادہ کیا ہے اپنی طاقت کے بھروسہ پر نہیں بلکہ آپ کے بھروسہ پر میں یہ ارادہ کر رہا ہوں ورنہ

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

وہ کہتا ہے کہ اے اللہ یہ دست و بازو یہ میرے ارادے بارہا میرے آزمائے ہوئے ہیں۔ ہم تو کمزور ہیں اور آپ نے ہم کو ضعیف فرمایا ہے۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کہ انسان ضعیف ہے پس جب انسان کا کُل ضعیف ہے تو اس کا جُز بھی ضعیف ہوگا، اور ارادہ تو اس کا جُز ہے۔ لہٰذا ضعیف چیز کا ٹوٹ جانا عجب نہیں۔ اس لیے حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص بار بار توبہ کرتا ہے دل سے ارادہ کرتا ہے کہ آئندہ ہرگز یہ گناہ نہ کروں گا، لیکن پھر ٹوٹ جاتا ہے تو وہ اصرار کرنے والوں میں نہیں ہے۔ یعنی ضدی نہیں ہے۔ وہ بندہ ضدی نہیں کہلائے گا۔

مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (مشکوٰۃ ص۲۰۴)

چنانچہ علامہ آلوسی السید محمود بغدادیؒ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک اصرار شرعی ہے اور ایک اصرار لغوی ہے۔

اصرار لغوی یہ ہے کہ مثلاً ایک گناہ دس دفعہ ہوگیا تو یہ شخص لغۃً مُصِر ہے۔

لیکن اصرار شرعی کی تعریف یہ ہے: اَلْاِقَامَۃُ عَلَی الْقَبِیْحِ بِدُوْنِ الْاِسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَۃِ (روح المعانی ج۴ ص۶۱)۔ کسی بُرائی پر قائم رہنا بغیر استغفار اور توبہ کے اور اگر قائم نہیں رہتا توبہ و استغفار کر لیتا ہے، تو اگر ہزار دفعہ بھی ہو جائے تو یہ شخص معصیت پر اصرار

کرنے والوں میں شمار نہیں ہوگا۔ ارے ہم گناہ کرتے کرتے تھک سکتے ہیں اللہ تعالیٰ معاف کرتے کرتے نہیں تھک سکتے۔

حضرت تھانویؒ کے پُرانے خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ کراچی کے ایک کروڑ یعنی سو لاکھ انسانوں کا پیشاب پاخانہ سمندر میں جاتا ہے ، ایک موج آتی ہے اور سب پیشاب پاخانہ کو پاک کر دیتی ہے۔ سمندر ایک مخلوق ہے اور اس کی ایک موج میں یہ طاقت اللہ نے دی ہے کہ لاکھوں انسانوں کے پیشاب پاخانہ کو پاک کر دیتی ہے اور وہاں کوئی امام نہا کر نماز پڑھا دے تو اس کی نماز صحیح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے غیر محدود سمندر کی ایک موج ہمارے گناہوں کو کیسے پاک نہ کر دے گی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ارے ہم تو بڑے گنہگار ہیں ہماری دُعا اللہ کیسے قبول کرے گا ، بار بار ہماری توبہ ٹوٹ جاتی ہے ، اللہ ہم کو کیسے بخشے گا۔ بظاہر تو یہ بڑی تواضع معلوم ہوتی ہے کہ بھائی اس کو تو بڑا اپنی نالائقی کا احساس ہے۔ لیکن حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صُورتاً یہ شخص متواضع ہے مگر حقیقتاً انتہائی متکبّر ہے کہ اپنے گناہوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے عظیم سمجھتا ہے اپنے گناہوں کو اللہ تعالیٰ رحمت کی عظمت اور وُسعتِ شان سے زیادہ عظمت دے رہا ہے۔ اور اس پر حضرت نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بیل پر ایک مچھر بیٹھ گیا جب اُڑنے لگا تو کہا کہ بیل رے بیل مجھے معاف کر دینا کہ میں تیرے سینگ پر بے اجازت بیٹھ گیا تھا اس بیل نے کہا کہ مجھے نہ تیرے بیٹھنے کی خبر نہ تیرے جانے کی خبر ، اگر تو نہ بولتا تو مجھے پتہ بھی نہ چلتا کہ تو کب بیٹھا اور کب گیا۔ تو فرمایا کہ ہمارے معاصی کے سمندر کا سمندر حق تعالیٰ کی رحمت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

اگر شیطان بھی توبہ کر لیتا تو اس کا بھی کام بن جاتا ، لیکن حکیم الامت فرماتے ہیں کہ

شیطان میں تین عین تھے، ایک عین نہ تھا۔ عابد کا عین اس میں تھا اور عارف کا عین بھی تھا اور عالم کا عین بھی تھا۔ عالم اتنا بڑا کہ تمام نبیوں کی شریعتوں کے جزئیات اس کو یاد ہیں، کلیات کے ساتھ ساتھ۔ اور عابد اتنا بڑا کہ کوئی زمین اس کے سجدہ سے خالی نہیں رہی۔ اور عارف اتنا کہ اُخْرُجْ فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے عین غضب کی حالت میں دُعا مانگ رہا ہے، کیونکہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تاثر اور انفعال سے پاک ہیں مغلوب الغضب نہیں ہوتے، اس وقت بھی میری دُعا قبول کرنے پر قادر ہیں۔ اتنی معرفت تھی۔ لیکن بس عاشق کا عین نہیں تھا اس کے پاس، اگر عاشق کا عین ہوتا تو پھر یہ مردود نہ ہوتا، اگر یہ عاشق ہوتا تو مقابلہ نہ کرتا، بلکہ محبوبِ حقیقی کی ناراضگی سے بے چین ہوکر سجدہ میں گر پڑتا، اور وہی کہتا جو آدم علیہ السلام نے کہا تھا یعنی رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا۔ اگر یہ ایسا کرلیتا تو اس کی بھی معافی ہوجاتی۔

عُلماء نے لکھا ہے کہ جس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوجائے وہ مردود نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ

جو تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہوگا تو مرتدین اور باغین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ایک قوم پیدا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ تو اہلِ محبت کو مرتدین کے مقابلہ میں بیان کیا گیا کہ میں ایسی قوم پیدا کروں گا۔ معلوم ہُوا کہ اہلِ محبت باوفا ہوتے ہیں اس لئے وہ مردُود نہیں ہوسکتے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

میں ہوں اور حشر تک اس دَر کی جبیں سائی ہے
سرِ زاہد نہیں یہ سر سرِ سودائی ہے

یہ عاشقوں کا سَر ہے، یہ ملائے خشک اور زاہدوں کا سر نہیں ہے کہ ان کے دَر کو چھوڑ دے۔ عاشق کبھی مرتد نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس آیت سے عُلماء نے لکھا ہے کہ اہلِ محبّت کا خاتمہ بھی اچھا ہوتا ہے کیونکہ اگر اہلِ محبّت مرتد ہوجاتے اور خاتمہ خراب ہوتا تو اللہ تعالیٰ مرتدوں کے مقابلہ میں عاشقوں کا ذکر نہ فرماتے۔ اس لئے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ سالکین کو چاہیئے کہ اہلِ محبت کی صحبت میں زیادہ رہا کریں۔

لیکن اہلِ محبّت کی علامت کیا ہے، یہ کیسے معلوم ہو کہ اس کے دل میں اللہ کی محبّت ہے یا نہیں کیونکہ ہر شخص دعویٰ کرسکتا تھا کہ میں بھی اللہ کے عاشقوں میں ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کے بعد اپنے عاشقوں کی تین علامات بیان فرمادیں۔

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبّت ہوتی ہے اس میں تواضع کی شان پیدا ہوجاتی ہے۔ ساری اکڑ فُوں ختم ہوجاتی ہے، تکبّر نہیں رہتا، اپنے ہر مُسلمان بھائی سے تواضع سے ملتا ہے۔ اس کی دلیل کیا ہے؟

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً

جب دُنیوی بادشاہ اپنے مفتوحہ علاقہ میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو برباد کر دیتے ہیں، اور اس کے معزز لوگوں کو گرفتار کرلیتے ہیں۔ مشایخ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، وہ جب کسی قلب میں داخل ہوتے ہیں یعنی جس کے قلب کو اپنی نسبتِ خاص اور تعلقِ خاص عطا کرتے ہیں تو اس میں تکبّر و عجب وغیرہ کے جتنے چوہدری اور سردار اور خان صاحب بیٹھے ہوتے ہیں سب کو گرفتار کرلیتے ہیں۔ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً لہٰذا اس میں اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ کی شان پیدا ہوجاتی ہے، تواضع و فنائیت پیدا ہوجاتی ہے اور

کبر و عجب ختم ہوجاتا ہے۔ میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ان کی چال سے بھی فنائیت ظاہر ہوتی تھی۔

اور دُوسری علامت کیا ہے ؟

اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ....

اور تیسری علامت ہے

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ

اللہ کے راستہ میں مجاہدہ کی مشقت برداشت کرتے ہیں اور مجاہدہ کیا چیز ہے۔ مفسرین نے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا کی آیت کے ذیل میں مجاہدہ کی یہ تفسیر کی ہے۔ (تفسیر مظہری ج ، ص۲۱٦)

(۱) اَلَّذِيْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِي ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا وَنُصْرَةِ دِيْنِنَا

یعنی جو ہماری رضا کی تلاش میں اور ہمارے دین کی نصرت میں ہر مشقت کو برداشت کرتے ہیں۔

(۲) وَالَّذِيْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِي امْتِثَالِ اَوَامِرِنَا

جو میرے احکام کو بجالانے میں ہر تکلیف اُٹھالیتے ہیں۔ وہ بزبانِ حال یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہو آپ کا حکم ماننا ہے۔

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اِس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

وہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم بجالانے کے لیے ہر مشقت اُٹھالیتے ہیں، اور اللہ ان کو اپنی محبت کے نام پر طاقت بھی دے دیتا ہے۔ دیکھئے یہاں میدانِ عرفات میں دھوپ ہے، پسینہ نکل رہا ہے، مگر جن کے دل میں اللہ نے اپنی محبت کا درد دیا ہُوا ہے وہ اس وقت بھی مست ہیں، وہ اِس پسینہ پر خوش ہورہے ہیں کہ شکر ہے کہ

ہمارے کچھ پسینے ہی بہہ جائیں، صحابہ کا تو خون بہا تھا۔ بتائیے جنگِ اُحد میں کیا ہُوا تھا آج اللہ کا شکر ہے کہ ہم کچھ گرمی کی تکلیف ہی برداشت کرلیں تاکہ کچھ تو ان کے مشابہ ہوجائیں لہُو لگا کے اگر شہیدوں میں نام ہوجائے تو غنیمت ہے۔

(۳) اور مجاہدہ کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ

والذین اختاروا المشقة فی الانتهاء عن مناهینا

یعنی جو لوگ مشقّت اختیار کرتے ہیں، تکلیف اُٹھاتے ہیں گناہوں کے چھوڑنے میں۔

اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ صاحب نظر بچانے میں، غیبت چھوڑنے میں، گناہ چھوڑنے میں تکلیف ہوتی ہے تو یہ تکلیف ہی تو برداشت کرنا ہے، جب مجاہدہ نہیں ہو گا تو مشاہدہ کیا ہوگا۔

المشاهدة بقدر المجاهدة

جس کا مجاہدہ جس قدر قوی ہوگا، اسی قدر اس کا مشاہدہ قوی ہوگا۔

پس محبّتِ کاملہ کی علامت یہ ہے کہ ایسا شخص ہر گناہ چھوڑنے کا تہیّہ کرلیتا ہے کہ جان رہے یا نہ رہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ گناہ چھوڑنے میں زیادہ سے زیادہ موت آسکتی ہے وہ اس کے لئے بھی تیار ہوجاتا ہے۔ پس آہستہ آہستہ سب گناہ چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بات چھوڑنا اللہ کی محبّت کی دلیل ہے۔

جو شخص گناہ نہیں چھوڑتا اس کی محبّت ابھی کامل نہیں ہوئی، اور اگر گناہ کرکے پریشانی بھی نہیں ہوتی تو ایسا شخص تو ابھی بالکل خام ہے، محبّت میں بالکل کچا ہے کیونکہ شاعر فانی بدایونی کو اپنی بیوی سے محبت تھی وہ کہتا ہے ؎

ہم نے فانیؔ ڈوبتے دیکھی ہے نبضِ کائنات
جب مزاجِ یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب دُنیاوی محبت میں پُوری دنیا اندھیری ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ان کے عاشقوں کا کیا حال ہوتا ہوگا، اس کو کوئی کیا قیاس کر سکتا ہے۔

ذرا سی چُوک ہوئی تھی پچاس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بولنا چھوڑ دیا تھا تو صحابہ کو پُوری دُنیا اندھیری ہوگئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی کیفیت کو قرآن میں نازل فرمایا۔ اگر وہ خود اپنی کیفیت کو بیان کرتے تو تاریخ یہ کہتی کہ اپنے منہ سے تعریف کرلی، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی تعریف فرمادی اور قیامت تک کے لئے انکی محبت پر مُہرِ تصدیق ثبت فرمادی کہ یہ میری ناراضگی سے اتنا بے چین ہیں کہ ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ساری کائنات وسیع ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہو چکی ہے۔ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ اور وہ اپنی جان سے بھی بیزار ہیں یعنی اپنی زندگی ان کو تلخ ہو چکی۔

معلوم ہُوا کہ اتنی پریشانی گناہ کے بعد جس کو نہ ہو اس کو ابھی محبتِ کاملہ کی چاشنی نہیں ملی ورنہ جس کو اللہ سے صحیح تعلق ہے وہ تو ذرا سے مکروہ سے بھی پریشان ہو جاتا ہے جیسے قطب نما کی سُوئی کو ذرا سا ہٹا دیجئے تو مُضطرب ہو جاتی ہے اور جب رُخ صحیح کر لیتی ہے تو ٹھہر جاتی ہے۔ اسی لئے سکینہ کی تعریف یہ کی گئی ہے۔ (روح المعانی پ۱۱ ص۲۵)

هِيَ نُورٌ يستقر في القلب وبه يثبت التوجّه الى الحق

سکینہ ایک نور ہے جو دل میں ٹھہر جاتا ہے اور پھر وہ قلب ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ دل میں سکینہ آنے کی علامت یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ سے غفلت نہیں ہو سکتی، چاہے وہ بازار میں ہو چاہے مسجد میں ہو چاہے بال بچوں میں ہو کہیں بھی ہو، وہ اللہ سے غافل نہیں ہو سکتا جیسے قطب نما کی سُوئی میں مقناطیس کی پالش لگ گئی ہر وقت مرکزِ مقناطیس کی طرف متوجہ ہے۔ جس کے دل میں نور کی پالش لگ گئی اس کے قلب کا رُخ ہر وقت اللہ کی طرف درست رہتا ہے۔ اگر کبھی ذرا سا ہٹ

جائے تو بے چین ہو جاتا ہے۔ جب تک قلب کا قبلہ اللہ کی طرف درست نہیں کر لیتا چین نہیں آتا۔ یعنی اگر اس سے کبھی کوئی ایسا فعل ہو جائے جس کے بارے میں اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ میری اس بات سے راضی نہیں ہیں تو سجدہ میں سر رکھ کر اشکبار آنکھوں سے سجدہ گاہ کو تر کر کے اپنی مناجات میں اپنا خونِ جگر پیش کر کے اللہ کو راضی نہیں کر لیتا اس وقت تک اسے دُنیا کی کوئی نعمت اچھی نہیں معلوم ہوتی، یہ مجبورِ محبت ہو کر رہ جاتا ہے۔ یعنی اگر یہ خدا کو بھُلانا بھی چاہے تو بھُلانے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

بھُلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آ رہے ہیں

اس کیفیت کو حاصل کرنے کے لئے کیا کرنا ہے؟ بس قلب پر ذکرِ اللہ کے نور کی پالش لگانا ہے۔

دیکھئے! قطب نما کی سوئی میں مقناطیس کی ذرا سی پالش لگتی ہے، تو وہ سوئی مرکز مقناطیس قطب شمالی کی طرف ہر وقت مستقیم رہتی ہے اور لاکھوں ٹن لوہا جس میں مقناطیس کی یہ پالش نہ ہو اس کی استقامت کو پھیرا جا سکتا ہے، شرق و غرب، شمال جنوب، جس طرف چاہو اس کا رُخ کر لو، لیکن اس سوئی کا رُخ آپ نہیں بدل سکتے۔ ایسے ہی یہ چھوٹا سا دِل ہے اگر اس میں اللہ کے ذکر کی برکت سے نور کی پالش لگ جائے تو مرکزِ نور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک اس کو ہر وقت اپنی طرف کھینچے رکھتی ہے۔

ہاں تو میں مجاہدہ کی تفسیر عرض کر رہا تھا، جو بیان ہو چکی۔

لیکن مجاہدہ کا انعام کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ بھائی مجاہدہ میں تکلیف ہوتی ہے تو کچھ ملنا بھی چاہیئے۔

نعم البدل کو دیکھ کے توبہ کرے گا میر

وہ نعم البدل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

ضرور ضرور ہم ان کے لئے ہدایت کے دروازے کھول دیں گے۔

مُفسرین نے اس کی دو تفسیریں کی ہیں۔ (رُوح المعانی ج ۲۱ ص ۱۴ وتفسیر مظہری ج ۷ ص ۲۱۶)

(۱) لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَ السَّيْرِ اِلَيْنَا

یعنی ہم اپنی ذات کی طرف سیر کے بے شمار دروازے کھول دیں گے سَبِیْل کی جمع سُبُل ہے اور اللہ تعالیٰ کا جمع محدُود نہیں ہوتا، مخلوق کا جمع تو تین عدد سے شروع ہوتا ہے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا جمع ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم ان کے لئے ہدایت کے بے شمار دروازے کھولتے ہیں، یعنی ہم اپنی ذات تک ان کو رسائی دیتے ہیں۔

(۲) اور دُوسری تفسیر ہے

وَسُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلٰى جَنَابِنَا

اور اپنی بارگاہ تک ان کو واصل کرلیتے ہیں یعنی واصل باللہ بنا دیتے ہیں۔ ایک تو ہے اللہ تک سیر کرنا، اللہ کی طرف چلنا۔ اور ایک ہے حق تعالیٰ کی ذات وصفات میں غور وفکر نصیب ہوکر دربار کے اندر داخل ہوجانا، یہ دو چیزیں ہُوئیں۔ ایک ہے دربار تک پہنچنا، اور ایک ہے دربار کے اندر داخل ہوکر مشاہدہ کرنا۔ یہ ہے وصُول الی اللہ کہ ان کو اپنے وصل تام یعنی قربِ تام کی تجلّیات سے مشرف فرماتے ہیں۔ اپنے قربِ خاص کی لذّت چکھاتے ہیں۔ یہ ہے لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی تفسیر۔ کیا عمدہ تفسیر فرمائی ہے۔ علّامہ آلوسی صاحب نسبت بزرگ تھے۔ ایسے ہی علّامہ شامی، یہ لوگ صُوفیا تھے، اللہ اللہ کرنے والے تھے، باقاعدہ بیعت تھے۔ اور اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ جب اتنا مجاہدہ کروگے پھر ہم تم کو اپنا مخلص قرار دے دیں گے کہ تم ہمارے مخلص ہو اب ملاوٹ نہیں رہی

اب خالص ہو گئے ، لہٰذا اب ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں ۔ ورنہ دیکھئے حلوہ کھا کر کوئی آپ سے کہہ دے کہ میں آپ کا مخلص دوست ہوں ، آپ تسلیم نہیں کرتے ، کہتے ہیں کہ ہم تم کو بلوہ سے آزمائیں گے یعنی کچھ مشقت میں ڈالیں گے ۔ جو آپ کے لئے تکلیف اُٹھاتا ہے آپ بھی اس کو اپنا مخلص دوست قرار دیتے ہیں ۔

(اس مقام پر حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم خواتین کے خیمہ سے وعظ فرما کر واپس تشریف لائے تو حضرت ادباً خاموش ہو گئے ۔ وعظ کے لئے جاتے وقت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہٗ ہمارے حضرت سے فرما گئے تھے کہ یہاں مردوں میں آپ بیان کریں ۔ حضرت نے عرض کیا کہ حضرت مضمون پورا کر دوں تو فرمایا کہ ہاں ۔ اور کیا بات تو پوری ہونی چاہیئے ، اسکے بعد پھر بیان شروع فرمایا ۔ جامع)

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ انسان سے زندگی میں جو گناہ ہوتے ہیں اس پر چار گواہ بن جاتے ہیں اور چاروں گواہوں کو قرآن پاک کی نص قطعی سے ثابت کر دیا گیا ۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا

ایک گواہ تو زمین ہے جس پر گناہ ہوتے ہیں ۔

دُوسرا ہے

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

جن اعضاء سے گناہ صادر ہوتا ہے وہ شاہد بنتے ہیں ۔

تیسرا گواہ صحیفۂ اعمال ہے

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ

چوتھا گواہ ہے

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ

توچار گواہ تیار ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایک نسخہ بھی بتادیا کہ اگر تم گناہ کر چکے اور چار چار گواہ اس گناہ پر تمہارے خلاف مقرر ہوچکے تو اب تمہاری بگڑی کیسے بنے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بگڑی کے چاروں گواہوں کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کیمیکل عطا فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ بندوں کو ایک ایسا پاؤڈر دے دیا کہ اگر وہ گناہوں پر چھڑک دیا جائے تو گناہوں کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کہاں گئے۔ سب گواہ ختم ساری ریل صاف۔ وہ کیا ہے؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے التشرف فی احادیث التصوف میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔ (جامع صغیر ج ۱ صا۲)

اِذَا تَابَ الْعَبْدُ اَنْسَی اللّٰہُ الْحَفَظَۃَ ذُنُوْبَہٗ وَاَنْسٰی ذٰلِكَ جَوَارِحَہٗ وَمَعَالِمَہٗ مِنَ الْاَرْضِ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ وَلَیْسَ عَلَیْہِ شَاھِدٌ مِّنَ اللّٰہِ بِذَنْبٍ

یعنی بندہ جب توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ ملائکہ (کراماً کاتبین) کو بھی بھلادیتا ہے اور جن اعضاء سے گناہ ہوا تھا ان اعضاء سے بھی بھلادیتا ہے اور جہاں جہاں زمین پر گناہ ہوئے تھے زمین کے نشانات بھی مٹادیتا ہے، یہاں تک کہ وہ شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے گناہ پر کوئی گواہی دینے والا نہ ہوگا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے گناہوں کو مٹانے کے لئے ملائکہ کو بھی استعمال نہیں کیا بلکہ اپنی طرف نسبت فرمائی کہ اَنْسَی اللّٰہُ یعنی اللہ بھلادے گا۔ اس کا راز کیا ہے؟ تاکہ فرشتے قیامت کے دن طعنہ نہ دے سکیں کہ تم تھے تو نالائق مگر ہم نے تمہاری خطاؤں کو مٹادیا تھا، فرشتوں کے احسان سے اپنے بندوں کو بچالیا اور اپنے غلاموں کی آبرو رکھ لی۔ دُنیا میں کوئی ایسا بادشاہ

نہیں گذرا جو کسی پھانسی کے مجرم کو معاف کردے اور کہہ دے کہ اس کی جتنی فائلیں ہیں وہ بھی ختم کردو۔ دُنیا کے بادشاہ ایسا نہیں کرتے، وہ اگر معاف بھی کرتے ہیں تو ان کے سُپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کی عدالتوں میں اس کے جُرم کا ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کو معافی دیتے ہیں، اس کے تمام گواہ اور دستاویزات اور اس کے جرائم کا تمام ریکارڈ ختم کردیتے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیسے کریم ہیں، ان کے کرم کے مقابلہ میں دُنیا کے سلاطین کہاں سے کرم لائیں گے۔ کیا شان ہے اس کریم سُلطان السلاطین کی۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا شعر ہے۔

مَیں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتادے
لا مجھ کو دکھا، ان کی طرح کوئی اگر ہے

اور جو لوگ گناہ چھوڑنے میں اگر مگر کررہے ہیں کہ میں اگر داڑھی رکھ لوں گا تو مگر یہ ہوجائیگا۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب ان کے لیے یہ شعر فرماتے ہیں۔

مرضی تری ہر وقت جسے پیشِ نظر ہے
بس اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

اللہ کے عاشقوں میں اگر مگر کہاں۔ وہ تو کہتے ہیں ؎

ہیں تبر بردار و مردانہ بزن

مولانا رُومی فرماتے ہیں ارے بھالا اُٹھاؤ اور نفس پر مردانہ حملہ کرو، یعنی اس کے حرام تقاضوں کو کچل ڈالو، ورنہ انہیں خباثتوں میں یہ ایک دن موت سے ہمکنار کردے گا اور مجرمانہ طور پر اللہ تعالیٰ کے یہاں حاضری کا خطرہ ہے، لہٰذا دیر مت کرو یہ تمہارا دشمن ہے، دشمن پر چوڑیاں پہن کر زنانہ حملہ نہ کرو۔ فرماتے ہیں ؎

ہیں تبر بردار و مردانہ بزن
چُوں علی وار ایں درِ خیبر شکن

ارے جلدی تبر اُٹھاؤ اور اس پر مردانہ حملہ کرو اور نفس کے قلعۂ خیبر کو مردانہ ہمت کے ساتھ حملہ کرکے ختم کردو، لیکن یہ ہمتیں کہاں سے ملیں گی؟

گناہ چھوڑنے کی ہمت کیسے عطا ہوتی ہے، اس کے تین نسخے کمالاتِ اشرفیہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہم گناہ چھوڑدیں، وہ تین کام کریں۔

۱: پہلے خود ہمت کریں۔

۲: اللہ تعالیٰ سے عطائے ہمت کی دُعا مانگیں۔

۳: خاصانِ خدا سے دُعا کی درخواست کریں۔

انشاء اللہ گناہ کی عادت چھوٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے جو سرکاری مضمون معافی کا نازل فرمایا کہ ہم سے اس طرح مانگو۔ اب اس کا ترجمہ مع تفسیر کرتا ہوں۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۷۱)

وَاعْفُ عَنَّا کا ترجمہ علامہ آلوسی نے کیا ہے اُمْحُ اٰثَارَ ذُنُوْبِنَا یعنی ہمارے گناہوں کے آثار و نشانات اور گواہوں کو مٹا دیجئے اور وَاغْفِرْ لَنَا کے معنی ہیں بِسَتْرِ الْقَبِیْحِ وَ اِظْهَارِ الْجَمِیْلِ ہماری برائیوں پر ستاری کا پردہ ڈال دیجئے اور ہماری نیکیوں کو خلق پر ظاہر فرما دیجئے اور وَارْحَمْنَا کے کیا معنی ہیں۔ جب معافی ہوگئی اور مغفرت ہوگئی اب سکھا رہے ہیں کہ جب ہم نے تم کو معاف کردیا اور تمہاری خطائیں بخش دیں تو اب ہم سے رحمت کی درخواست کرو، جس طرح جب بیٹے نے معافی مانگ کر ابا کو خوش کرلیا تو ابا سے اپنا جیب خرچ جاری کرالیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ سکھا رہے ہیں کہ تم بھی اپنے ربا سے اپنا جیب خرچ جاری کرالو اور کہو وَارْحَمْنَا اے ہمارے ربّا اب ہم پر رحمت نازل فرمائیے، اب سوال یہ ہے کہ رحمت کیا چیز ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے رحمت کی چار تفسیریں کی ہیں، لہٰذا جب عفو و مغفرت کے بعد رحمت مانگے تو اس میں چار نیت کرلے۔

۱: توفیقِ طاعت

کیونکہ گناہوں سے توفیقِ طاعت چھن جاتی ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جو لوگ بدنگاہی کرتے ہیں پھر اس کے بعد وہ تلاوت کریں ان کو تلاوت میں مزہ نہیں آئے گا جب تک کہ توبہ نہ کریں، گناہوں سے حلاوتِ عبادت بھی چھن جاتی ہے۔ لہٰذا وَارْحَمْنَا جب کہو تو نیّت کرلو کہ اے ہمارے رب توفیقِ طاعت کو جاری کر دیجئے۔ توفیقِ طاعت کے بعد رحمت کی دُوسری تفسیر حکیم الامت نے فرمائی :

۲: فراخئ معیشت

گناہوں سے رزق میں تنگی آجاتی ہے اور برکت نہیں رہتی، اور برکت کی تعریف امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں کی ہے فیضانِ خیراتِ الٰہیہ یعنی اللہ تعالیٰ کی خیرات کی بارش، اگر یہ رُک گئی تو ایک لاکھ کماتے رہو کچھ برکت نہیں ہوگی۔ اور رحمت کی تیسری تفسیر ہے :

۳: بے حساب مغفرت

اور چوتھی تفسیر ہے

۴: دخولِ جنّت

لہٰذا وَارْحَمْنَا کے معنی ہُوئے کہ اے ہمارے رب ہمیں پھر سے توفیق طاعت جاری فرما دیجئے، فراخئ معیشت عطا فرما دیجئے، ہماری بے حساب مغفرت فرما دیجئے اور دخولِ جنت نصیب فرما دیجئے۔

اور بھائی الیاس صاحب نے مجھ سے پُوچھا کہ کوئی ایسا بھی نسخہ ہے کہ بے حساب مغفرت ہوجائے، جیسے کسٹم کے وقت جس کا کسٹم لینا نہیں ہوتا تو اس کے سامان پر چاک لگا دیا جاتا ہے، پھر سامان کھول کر دیکھتے بھی نہیں کہ اس میں کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں ایک ایسا نسخہ بھی ہے کہ قیامت کے دن ہمارے کچے چٹھے نہ کھولے جائیں اور حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا سکھائی :

اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا (روح المعانی ج ۳۰ ص ۸۰)

اے خدا ہمارا آسان حساب لیجئے۔

مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسان حساب کے کیا معنی ہیں۔

اب الفاظِ نبوت کی شرح الفاظ نبوت سے سُنیئے۔ یعنی اپنے کلام کی شرح خود سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادی کہ آسان حساب اس کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نامۂ اعمال پر ایک نظر ڈالیں اور پھر کچھ نہ پوچھیں اور فرمائیں جاؤ جنّت میں۔ یہ ہے آسان حساب۔ اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

اور وَارْحَمْنَا کی تفسیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کی ہے :

تَفَضَّلْ عَلَیْنَا بِفُنُوْنِ الْاٰلَاءِ مَعَ اِسْتِحْقَاقِنَا بِاَفَانِیْنِ الْعِقَابِ

اے اللہ اب ہم پر طرح طرح کی نعمتوں سے مہربانی فرمائیے، اگرچہ ہم تو طرح طرح کی سزاؤں کے مستحق ہیں۔

اب اہلِ علم حضرات ذرا غور کریں دیکھئے وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا میں ضمیر مستتر استعمال ہوئی تھی، اب جب معافی ہوگئی، مغفرت ہوگئی اور رحمت کی بارش ہورہی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگ جو اپنی نحوست معاصی کی وجہ سے حالتِ استتار میں تھے اب ضمیر مستتر مت استعمال کرو، کیونکہ تمہاری معافی، مغفرت اور نزولِ رحمت کے بعد اب تمہارے حجابات اُٹھ چکے، گناہوں کے پردے ختم ہو گئے۔

پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگ در بھی ہے

لہٰذا اب ہم سے براہِ راست باتیں کرو، اب ضمیرِ بارز استعمال کرو اور کہو اَنْتَ مَوْلٰنَا آپ ہمارے مولا ہیں۔ اَنْتَ جب ہی استعمال ہوتا ہے جب کوئی سامنے ہوتا ہے اب ہم تمہارے سامنے ہیں لہٰذا اب اَنْتَ مَوْلٰنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا کہے جاؤ اور ہماری حضوری کا لطف لئے جاؤ۔

علامہ آلوسی نے اَنْتَ مَوْلٰنَا کی تین تفسیریں کی ہیں :

اَنْتَ سَیِّدُنَا وَ مَالِکُنَا وَ مُتَوَلِّیْ اُمُوْرِنَا

آپ ہمارے آقا ہیں ، مالک ہیں اور ہمارے اُمور کے متولی ہیں۔

آج کیونکہ اسی مضمون کی ضرورت تھی اِس لئے عرض کردیا۔ اب دو تین چیزیں اور مانگنی ہیں۔ وہ دو تین منٹ میں مختصر بیان کرتا ہوں۔ محدثین نے لکھا ہے کہ تین لفظ ایسے ہیں جن کا کوئی بدل اہلِ عرب کے کلام میں نہیں ہے۔

۱ : نصیحت

۲ : فلاح

۳ : عافیت

مشکوٰۃ کی روایت ہے اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ (مشکوٰۃ ص۴۲۳) دین نام نصیحت کا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوق ہے سب کی خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوجائے، ساری مخلوقِ خدا پر رحمت کی درخواست ہوجائے کہ اے اللہ اہلِ کفر کو اہلِ ایمان بنادے اور اہلِ ایمان کو اہلِ تقویٰ کردے ، اہلِ بلا کو اہلِ عافیت کردے۔ اہلِ مرض کو اہلِ صحت کردے اور چیونٹیوں پر بھی رحم کردے اور سمندر کی مچھلیوں پر بھی رحم کردے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک زمانہ میں ساری مخلوق کیلئے دُعا کیا کرتا تھا۔

محدثین نے لکھا ہے نصیحت کہتے ہیں جمیع خلائق کی خیر خواہی کو اللہ تعالیٰ

کی نسبت سے۔ بس یہ نسبت قائم ہوجائے کہ یہ میرے اللہ کے بندے ہیں اور اس نسبت کی وجہ سے ان کی خیر خواہی کرنا اور ان سے محبت کرنا، اسی کا نام نصیحت ہے۔ جب یہ نسبت قائم ہوجاتی ہے تو قلب میں ہر مومن کا اکرام رہتا ہے۔ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ نسبت مع اللہ کا سب سے بڑا ظہور اللہ کے بندوں کے ساتھ برتاؤ سے ہوتا ہے، اسی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص صاحبِ نسبت ہے یا نہیں۔ جو صاحبِ نسبت ہوجاتا ہے اس کے قلب میں ہر مومن کا اکرام پیدا ہوجاتا ہے اور اپنے کو سب سے حقیر سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کی خیر چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مخلوق کا خیر خواہ بنادے۔

اور فلاح کے کیا معنی ہیں۔ لُغتِ عرب میں ایسا جامع کوئی لفظ نہیں ہے اور فلاح کے وعدے قرآن پاک میں جگہ جگہ آئے ہیں جن میں ایک ذکر اللہ بھی ہے۔

وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيْرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

صاحبِ جلالین نے تُفْلِحُوْنَ کے معنی لکھے ہیں

اى تَفُوْزُوْنَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (ص۲۸)

یعنی تم دُنیا و آخرت میں کامیاب ہوجاؤ گے۔ کہتے ہیں کہ فلاح کے معنیٰ ہیں

جَمِيْعُ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَة

دُنیا و دین کی ساری بھلائیاں اس کو مل جاتی ہیں جس کو اللہ نے فلاح عطا کردی اور یہ موقوف ہے ذکر اللہ پر، اور ذِکر اللہ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی نافرمانی میں مُبتلا نہ ہو، سب سے بڑا ذکر یہ ہے۔

دیکھیے ایک شخص مُرغ کا سُوپ پیتا ہے، وٹامن کھاتا ہے طاقت کے خمیرے کھاتا ہے لیکن زہر سے باز نہیں رہتا تو بتائیے مرغ کا سُوپ اور وٹامن اور طاقت کے خمیرے اسے کچھ نفع دیں گے؟

معلوم ہُوا کہ جس طرح طاقت کے ٹانک اور خمیروں کے ساتھ زہر سے بچنا ضروری ہے، اسی طرح ذکر و نوافل و طاعات کا نفع بھی موقوف ہے معاصی سے بچنے پر۔ اس لیے مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ کے احکامات کو بجالانا اور اللہ کی نافرمانی کو چھوڑ دینا یہ سب ذکر اللہ میں شامل ہے۔

دیکھئے محبوب کے دو حق ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ محبوب نے جس کام کا حُکم دیا ہے وہ کرلو، دوسرے یہ کہ وہ کس کس بات سے ناراض ہوتا ہے، ان باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ۔ جس کو یہ فکر نہیں اس کی محبت کامل نہیں۔ بس اسی سے سمجھ لیں کہ جو شخص محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہٗ کو راضی کرنے والے اعمال تو کرتا ہے لیکن ناراض کرنے والے اعمال سے نہیں بچتا، یعنی ان کی ناراضگی سے بچنے کی فکر نہیں کرتا اس کو ابھی حق تعالیٰ کی محبتِ کاملہ حاصل نہیں۔

اور عافیت کیا ہے؟ ہم رات دن عافیت کی درخواست کرتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ عافیت ہے کیا چیز۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر صدیق تم اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت مانگا کرو اور فرمایا

لَمْ يُعْطَ اَحَدٌ بَعْدَ الْيَقِيْنِ خَيْرًا مِّنَ الْعَافِيَةِ (ترمذی ج۲ ص۱۹۶)

یعنی کوئی شخص ایمان کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں دیا گیا۔ پس ایمان کے بعد اگر سب سے بڑی دولت کوئی ہے تو عافیت ہے۔ لہٰذا اتنی بڑی دولت کی شرح تو معلوم کرنی چاہیئے کہ کیا ہے۔ عام آدمی تو سمجھتا ہے کہ عافیت کے معنی ہیں ایئر کنڈیشنڈ کمرے اور سامانِ عیش اور ماکولات و مشروبات کی فراوانی اور بس۔ لیکن عافیت کی حقیقت کیا ہے ملّا علی قاری مشکوٰۃ کی شرح مرقات (ج ۵ ص۲۴۵) میں لکھتے ہیں کہ عافیت کے معنی ہیں

اَلسَّلَامَةُ فِی الدِّیْنِ مِنَ الْفِتْنَةِ

عافیت اس کو حاصل ہے جس کا دین فتنوں سے محفوظ ہو، یعنی اللہ کے غضب اور ناراضگی کے اعمال سے محفوظ ہو۔ اور عافیت کا دُوسرا جُز کیا ہے وہ بھی سُنیئے کیوں کہ اس کے بغیرِ عافیت نامکمل ہے۔

والسلامۃ فی البدن من سیئی الاسقام والمحنۃ

یعنی دین بھی فتنہ و نافرمانی اور ضرر سے محفوظ ہو اور جسم بھی بُری بُری بیماریوں سے محفوظ رہے اور مشقتِ شدیدہ سے مامون ہو، مشقتِ شدیدہ سے بھی پناہ آئی ہے، بس اس کا نام ہے عافیت۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِيَةَ کے بعد وَالۡمُعَافَاۃَ فِی الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَۃِ ہے تو معافات کے کیا معنی ہیں۔

ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ معافات یہ ہے کہ

اَنۡ يُّعَافِيَكَ اللّٰهُ مِنَ النَّاسِ

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کے ظُلم سے محفوظ رکھے

وَاَنۡ يُّعَافِيَهُمۡ مِنۡكَ (مرقاۃ ج ۵ ص ۲۴۵)

اور تمہارے ظلم سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔ دونوں طرف سے عافیت ہونی چاہیئے۔ یہ نہیں کہ ہم تو بزرگ ہوگئے ہم لوگوں کو ستاتے رہیں اور ہم مستثنیٰ ہیں، کوئی ہمیں نہ ستائے۔ ہم میں سے ہر ایک کو احساس رہنا چاہیئے کہ ہماری ذات سے دُوسرے کو ایذاء اور تکلیف نہ پہنچے۔

دوستو، عزیزو اور میرے بزرگو!

عافیت کی نعمت ایسی نعمت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو افضل الصحابہ ہیں جن کی چار پُشت صحابی تھی، یعنی ان کے والد ابوقحافہ صحابی، حضرت صدیق اکبر صحابی، ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر صحابی اور ان کے بیٹے صحابی۔ اور یہ شرف کسی صحابی کو

حاصل نہیں ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا یار غار کوئی نہیں تھا کہ جوانی سے دونوں میں دوستی تھی ۔ تاریخ میں ہے کہ سولہ سال کی عمر صدیق اکبر کی تھی اور اٹھارہ سال کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے ، اس وقت سے ایک نبی اور ایک صدیق کی دوستی تھی ۔ ایسے جلیل القدر اور پیارے صحابی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صدیق تم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت مانگا کرو ۔ اس سے نعمتِ عافیت کی قیمت و اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے ۔

اِن کا ایک واقعہ سُنا کر بیان ختم کر رہا ہوں کیونکہ زیادہ وقت نہیں ۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائصِ کبریٰ ، جلد نمبر ۱ ، صفحہ ۲۹ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک خاص مقام لکھا ہے کہ جب یہ جوان تھے تو تجارت کے لئے شام تشریف لے گئے ۔ وہاں ایک خواب دیکھا اور ایک راہب سے پوچھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے ۔ اس راہب نے پوچھا مَنْ اَنْتَ تم کون ہو ۔ فرمایا ابوبکر ، پھر پُوچھا مِنْ اَیِّ بَلَدٍ ، کس شہر سے آرہے ہو ، فرمایا مکہ شریف سے ، کہا کہ شغل کیا ہے ، فرمایا تجارت ۔ اس راہب نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ

"تمہارے اس شہر مکہ میں اللہ تعالیٰ ایک نبی مبعوث فرمائیں گے اور ان کا نام مُبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا ۔

وَاَنْتَ تَکُوْنُ وَزِیْرَہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ وَخَلِیْفَتَہٗ بَعْدَ وَفَاتِہٖ

اور ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تم ان کے وزیر بنو گے اور ان کی وفات کے بعد تم ان کے خلیفہ بنو گے ۔"

لکھا ہے کہ اس خواب اور تعبیر کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چھپایا ۔

لَمْ یُخْبِرْ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ کسی شخص سے نہیں بتایا ، یہاں تک کہ یہ اڑتیس سال کے ہو گئے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہو گئے اور آپ کو

نبوّت عطا ہوگئی اور آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے اور پوچھا

ما الدلیل علی ماتدعی

آپ جو دعویٰ نبوّت فرمارہے ہیں کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رویاك التی رأیتها بالشام

میرے دعویٰ نبوّت کی دلیل تیرا وہ خواب ہے جو تو نے شام میں دیکھا تھا، اور تو نے کسی کو نہیں بتایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرئیل علیہ السلام اس کی خبر دے دی۔ روایت میں ہے

فعانقه و قبل بین عینیه

مارے خوشی کے حضرت صدّیق اکبر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کرلیا کہ ہائے میرا دوست اس اُونچے مقام پر ہے۔ اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی کو بوسہ دیا اور یہ خُوشی کا معانقہ تھا۔

بس یہ بات بیان کرنے سے رہ گئی تھی اور اسی پر ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

وہ مرے لمحات جو گذرے خُدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

حضرت مولانا محمد اختر صاحب مدظلہٗ

اہلِ دُنیا اور اہلُ اللہ کے عیش کا فرق

۹ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۷۴ء کو حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا بعض احباب کی دعوت پر سفر حیدر آباد ہوا تھا، حافظ عبدالقدیر صاحب، مالک مکتبۂ اصلاح و تبلیغ، کے مکان پر کچھ احباب جمع ہو گئے، اس وقت ارشاد فرمایا کہ

بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کے جسم پر دو ہزار کا لباس ہے، اور دو لاکھ کی کار میں ان کا جسم بیٹھا ہوا ہے، لیکن ان کا دل ویران ہے۔ حق تعالیٰ کے تعلق اور محبت سے بالکل خالی ہے۔ اللہ کے نزدیک ان کے دل کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اور بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کے جسم پر پیوند لگے ہوئے ہیں اور کھانے میں چٹنی روٹی ہے، لیکن ان کے سینوں میں جو دل ہے وہ حق تعالیٰ کے قُرب و معیت سے اس قدر قیمتی ہو گیا کہ وہ ایک دل اللہ کے نزدیک لاکھوں غافل اجسامِ انسانیہ سے زیادہ محبوب فائق تر اور قیمتی ہے، اور حق تعالیٰ کے تعلق کے فیض سے چٹنی روٹی اور افلاس میں ان کے دلوں کو وہ چین نصیب ہے کہ بادشاہوں نے خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ برعکس جو خدا سے غافل ہیں۔ ان کا جسم اگرچہ کار میں بیٹھا ہوا ہے، اور دو ہزار کا سوٹ زیبِ تن کیا ہوا ہے، اور زبان پر مُرغ اور بریانی کا لُقمہ ہے، لیکن دل بےچین و بےسکون

ہے۔ معلوم ہوا کہ باہر کی چیزیں دل کو سکون نہیں دے سکتیں۔ اندر اگر سکون ہے تو باہر کی چیزیں کار، بنگلہ، بیوی، بچّے اور عمدہ غذائیں اچھی معلوم ہوتی ہیں، اور اگر دل میں سکون نہیں ہے تو باہر کی چیزیں کانٹا معلوم ہوتی ہیں۔ پھر بیوی بچّے بھی اچھے نہیں لگتے، کار اور بنگلہ بھی اچھا نہیں لگتا، مُرغ اور کباب کا لقمہ بھی زہر معلوم ہوتا ہے۔ ؎

دل گُلستاں تھا تو ہر شئے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہوگیا، عالم بیاباں ہوگیا

اہلِ دُنیا کے لیے دنیا عذاب اِس لیے ہوگئی کیوں کہ دُنیا کی محبت ان کے دل میں داخل ہوگئی، ورنہ اہل اللہ کے پاس اگر دنیا آتی بھی ہے تو وہ دنیا کو دل سے باہر رکھتے ہیں، ان کے دل میں صرف اللہ ہوتا ہے اور ہر وقت حق تعالیٰ کے قُربِ خاص، تعلقِ خاص و معیتِ خاصہ سے مشرف ہوتا ہے۔ ایسے دل کو اگر پُوری دُنیا کی سلطنت و بادشاہت بھی مل جائے اور وہ پُوری کائنات پر سلطنت و حکمرانی کرے، لیکن کائنات اس کے سامنے بے قدر، محکوم اور مغلوب ہوتی ہے۔

کیونکہ سُورج کا ہم نشین ستاروں سے کب مرعُوب ہوسکتا ہے۔

جس کو اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی و مجالست یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کی توفیق اور ان کی محبّت کی لذّت و حلاوت نصیب ہوگئی، ساری کائنات کی لذتیں اس کے سامنے ہیچ و بے قیمت ہو جاتی ہیں۔

چوں سُلطانِ عزّت علم بر کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

وہ سُلطانِ حقیقی جس دل پر اپنی معیتِ خاصہ کا انکشاف فرما دیتا ہے۔ ساری کائنات مع اپنی لذّتوں کے جیب عدم میں اپنا سر ڈال دیتی ہے، اس لئے وہ دل

پوری کائنات اور معاشرہ کی رفتار اور گمراہی پر غالب رہتا ہے، کیونکہ اس پر حق تعالیٰ کی محبت چھا گئی اس لئے یہ پوری کائنات اور زمانہ پر چھا گیا۔ ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

اس لئے آدمی عین امارت و بادشاہت کی حالت میں اللہ کا ولی ہو سکتا ہے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ والے دنیا چھڑاتے ہیں حالانکہ اللہ والے دُنیا نہیں چھڑاتے وہ تو ہمیں دونوں جہان کی بادشاہت دینا چاہتے ہیں، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جو ذات دونوں جہان کی مالک ہے اس کو راضی کر لو تاکہ دُنیا کی زندگی میں بھی وہ عیش مل جائے جس پر بادشاہ رشک کریں اور جنّت کی دائمی سلطنت بھی مل جائے۔

جو شخص دونوں جہان کے مالک کو راضی کر لیتا ہے تو وہ مالکِ دو جہاں بھی اس کی زندگی کو عیش اور سکون والی زندگی بنا دیتا ہے اور کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا کوئی کفو نہیں ہے

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

کوئی ان کی ہمسری اور برابری کرنے والا نہیں ہے۔

اس لئے ان کے نام پاک کی لذّت کا بھی کوئی کفو اور کوئی بدل نہیں ہے حتّٰی کہ جنت کی نعمتیں بھی اللہ کے نام کی لذت کی برابری و ہمسری نہیں کر سکتیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ والے دُنیا کے عوض نہیں بِکتے، کیوں کہ ان کے دل اس عیش سے مشرف ہیں جس کا دونوں جہان میں کوئی کفو، بدل اور ہمسر نہیں ہے۔ برعکس اہلِ دنیا جو مٹی اور پانی کی چیزوں سے لذّات و عیش درآمد کر رہے ہیں، ان کا جرعۂ عیش بھی نحوست معاصی کی وجہ سے زہر اور تلخ ہو جاتا ہے۔

دشمنوں کو عیشِ آب و گِل دیا
دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا
اُن کو ساحل پر بھی طغیانی ملی
مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

(آخر کے یہ دو شعر تقریباً بارہ سال بعد ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۸۶ء، بروز جمعۃ المبارک، بعد نماز عصر ریل میں، سندھ حیدر آباد ہی کے دینی سفر کے دوران ارشاد فرمائے۔ لیکن چونکہ مندرجہ بالا مضمون کے مناسب تھے، اس لئے لکھ دیئے گئے۔ جامع)

اس رسالہ کو ابتداء تا انتہا حرفاً حرفاً احقر نے پڑھ لیا ہے
محمد اختر عفا اللہ عنہ
۲۶ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ

—o—

چند اشعار عارفانہ

از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جاں بازیِ عشق

جان دے دی میں نے انکے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

o

انجامِ حُسنِ فانی

دوستو مرنا نہ ان گلفام پر
خاک ڈالو گے انہیں اجسام پر

○

فنائیت حُسن و عِشق

اُن کا چراغ حُسن بجھا یہ بھی بجھ گئے
بلبل ہے چشم نم گل افسردہ دیکھ کر

○

چہرہ کا جُغرافیہ بدلنے سے عشقِ فانی کا زوال

اُدھر جغرافیہ بدلا اِدھر تاریخ بھی بدلی
نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ میری ہسٹری باقی

○

نزولِ سکینہ برقلبِ عارف

یہ رے پینے کو دوستو اِسن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے
اس میکدۂ غیب سے کیا جام ملا ہے
ہے دُور مجھ سے دوستو دُنیا ئے تفکر

○

عشقِ مجازی عذابِ الٰہی

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

ارشادات

حضرت حکیم الامت مجددِ ملت مولانا
اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

بدنگاہی کے نقصانات

فرمایا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نامحرم کو دیکھنے کا زیادہ تقاضا قلب میں ہو، اس کو ہم ایک دفعہ جی بھر کر دیکھ لیں تو تسکین ہو جائے گی، یہ محض غلط ہے وہ تسکین عارضی ہے۔

اس دیکھنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ دل کی گہرائی میں اُتر جاتا ہے اس لئے محسوس نہیں ہوتا اور تسکین کا جو شبہ ہوتا ہے تو قصداً اس کا تصور کر کے مزہ لینا زہرِ قاتل، رہزنِ دین ہے۔

حدیث شریف میں ہے

اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

○

توبہ کا کمال

فرمایا کہ اگر ساری زمین گناہوں سے بھر جاوے تو توبہ سب کو مٹا دیتی ہے۔ دیکھئے بارُود ذرا سی ہوتی ہے مگر بڑے بڑے پہاڑوں کو اڑا دیتی ہے۔

صُحبتِ اولیاء

فرمایا جو شخص بخشش کا طالب ہو اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھے۔ تمہارے اعمال میں ان کی صحبت سے برکت ہوگی۔ اہل اللہ کے دل روشن ہیں۔ پاس رہنے سے دل میں نُور آتا ہے۔ جب نور آتا ہے ظلمت و تاریکی بھاگ جاتی ہے، شبہ جاتا رہتا ہے۔ ان کا دیکھ لینا ہی کافی ہو جاتا ہے۔

اتباعِ سنّت سے محبُوبیت کا راز

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ کی ہئیت (وضع) بناتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو محبّت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبُوب کا ہم شکل ہے۔ پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے (اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے۔)

(کمالاتِ اشرفیہ)

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳

تعلق مع اللہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نام وعظ : تعلق مع اللہ

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا
محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مسعود شمیم صاحب مدظلہٗ مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کی فرمائش پر ۲۵ ؍محرم الحرام ۱۴۰۱؁ھ یوم جمعہ بعد نماز عصر تا مغرب حضرت اقدس مولانا الحاج شاہ محمد اختر صاحب مدظلہٗ دامت برکاتہم کا درس مثنوی شریف جو مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں ہُوا، جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اشد اور اس کے حاصل ہونے کے طریقے قرآن وحدیث اور مثنوی کے حوالوں کے ساتھ نہایت موثر انداز میں بیان ہُوئے ہیں جن کو پڑھ کر دل اللہ کی محبت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ یہ رسالہ بعض ترمیم و اضافہ کے ساتھ حضرت والا دامت برکاتہم کی نظرثانی کے بعد افادۂ ناظرین کے لئے پیش ہے اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور اُمتِ مُسلمہ کے لئے نافع اور واعظ و مرتب و ناشر و مُعاونین کے لئے صدقہ جاریہ فرمادیں۔

اٰمین یاربّ العالمین بحُرمة سیّد المرسلین صلی اللّٰه علیه وسلم

مرتبہ
یکے از خدام حضرت مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

—o—

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ..... وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الْاَشْيَاءِ اِلَيَّ - الخ (الجامع الصغیر ج ۱ ص۵۹)

میرے دوستو اور بزرگو! میں نے اس وقت جس آیتِ مبارکہ کا اور جس حدیث پاک کا انتخاب کیا ہے اس کا موضوع صرف یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی محبت بندوں کے ذمہ کس قدر معیّن ہے یعنی کتنی محبت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتے ہیں اور کس قدر محبت ہو تو انسان اللہ کا پورا فرمانبردار ہوسکتا ہے۔ دُنیا کی محبت جائز، ماں باپ کی بال بچّوں کی، کاروبار کی مال و دولت کی، ان چیزوں کی محبت شدید بھی جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری فطرت بیان فرمائی ہے اِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کسی جنگ کی فتح کا مالِ غنیمت جب مسجد نبوی میں آیا اور مسجد نبوی میں مال کا ڈھیر لگ گیا اس وقت آپ نے فرمایا کہ یا اللہ یہ مالِ غنیمت دیکھ کر میرا دل خوش ہوا اور محبت اس کی ہے مگر آپ اپنی محبت کو دُنیا کی تمام محبتوں پر غالب فرما دیجئے تو معلوم ہُوا کہ محبت شدید بھی جائز ہے اور محبت حبیب بھی جائز ہے یعنی اس کو حبیب بنا لینا بھی جائز ہے۔ حبیب پر یاد آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حبیب سے خطاب فرمایا ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا مَتٰی اَلْقٰی اَحْبَابِیْ میں اپنے حبیبوں سے کب ملوں گا۔ احباب اور احبّاء جمع ہے حبیب کی، جیسے اطباء جمع ہے طبیب کی تو صحابہ نے پُوچھا اَوَلَیْسَ نَحْنُ اَحِبَّاءُكَ کیا ہم لوگ آپ کے احباء نہیں ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ تم تو میرے صحابہ ہو وَلٰكِنْ اَحْبَابِیْ قَوْمٌ لَمْ یَرَوْنِیْ وَاٰمَنُوْا بِیْ اَنَا اِلَیْهِمْ بِالْاَشْوَاقِ (کنز العمال ج ۱۴ ص ۵۱و۵۲) لیکن میرے احباب میرے احباء وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لائے میں ان کا مشتاق ہوں۔ یعنی ہم لوگ ان میں شامل ہیں جو آپ کے بعد

ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ اس نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار رحمتیں اور سلام نازل فرمائے کہ جنہوں نے ہم کو احبّاء سے خطاب فرمایا اور ہمارے لئے اشتیاق ظاہر فرمایا۔ تو حبیب کا اطلاق یہاں مخلوق کے لئے ہے لیکن احب اور اشد محبت اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیئے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت احب اور اشد نہیں ہے تو پھر بندہ پورا فرمانبردار نہیں ہو سکتا۔ دل سے بھی زیادہ جان سے بھی زیادہ اہل وعیال سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ ہمیں پیارے ہونے چاہئیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس محبت کو اس عنوان سے طلب فرمایا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَ اَھْلِیْ
وَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ ؕ (ترمذی شریف ج ۲۔ صـ۱۸۷)

یا اللہ اپنی محبت میرے اندر میری جان سے زیادہ عطا فرما دیں اور اہل وعیال سے بھی زیادہ اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ یعنی پیاسے کو جتنا ٹھنڈا پانی عزیز ہوتا ہے اس سے بھی زیادہ اے اللہ آپ مجھے محبوب ہوں۔ تو معلوم ہوا یہ خطوط اور حدود ہیں محبت کے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث شریف کے اس آخری جُز کا اپنے ایک شعر میں گویا ترجمہ کر دیا ہے، یہیں کعبہ شریف میں غلافِ کعبہ پکڑ کر عرض کیا ؎

پیاسا چاہے جیسے آبِ سرد کو
تیری پیاس اس سے بھی بڑھ کر مجھ کو ہو

جس طریقہ سے ایک پیاسے کو ٹھنڈا پانی پی کر رگ رگ میں سیرابی اور ایک نئی جان عطا ہوتی ہے خدائے تعالیٰ کے عاشقوں کو اللہ کا نام لے کر

ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ مثنوی کے دفتر ششم کے آخر میں مولانا فرماتے ہیں ؎

نام او چوں بر زبانم می رود

ہر بن مو از عسل جوئے شود

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جب اللہ کا نام میری زبان سے نکلتا ہے تو کیا محسوس ہوتا ہے ؟ میرے بال بال شہد کے دریا ہو جاتے ہیں۔

تو میرے دوستو! اللہ کی محبت کا یہ مقام کیسے حاصل ہو کہ ہمارے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہو جائے اور اگر اشد نہ ہُوئی تو یاد رکھئے ہم اللہ تعالیٰ کے پُورے فرمانبردار نہیں ہو سکتے۔ کیوں ؟ اس لئے کہ جب ہم کو اپنا دل زیادہ پیارا ہوگا تو جہاں ہمارے دل کو تکلیف ہوگی وہاں ہم اللہ کے قانون کو توڑ دیں گے مثلاً کوئی ایسی حَسین صُورت سامنے آئی کہ دل چاہتا ہے اس کو دیکھیں۔ نہ دیکھیں تو دل کو تکلیف ہوگی تو اگر دل سے خدا پیارا ہے تو دل کو توڑ دیں گے، خدا کو راضی کر لیں گے اور اگر دل زیادہ عزیز ہے : اللہ تعالیٰ سے محبت کم ہے تو گویا دل اَحَبّ ہو گیا دل کی محبت احب اور اشد ہو گئی پھر آدمی گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔ نافرمانی سے بچنے کے لئے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہونا ضروری ہے اسی وجہ سے مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت سُلطان محمود نے اپنے ۶۵ وزیروں کو بلایا اور کہا کہ شاہی خزانے کا یہ نایاب موتی توڑ دو۔ لیکن ہر وزیر نے کہا کہ حضور یہ خزانے کا نایاب موتی ہے اس کی خزانۂ شاہی میں کوئی مثال نہیں۔ میں اس کو نہیں توڑوں گا۔ یہاں تک کہ ان سب وزیروں نے انکار کر دیا اور معذرت کر لی۔ آخر میں شاہ محمود نے ایاز کو بُلایا۔ اسے دراصل وزیروں کو ایاز کا مقامِ عشق دکھلانا تھا۔ یہ دکھلانا تھا کہ ایاز

میرا سچا عاشق ہے باقی سب وُزراء ریالی اور تنخواہی ہیں اس نے کہا ایاز تم اس موتی کو توڑ دو ایاز نے فوراً پتھر اُٹھایا اور موتی کو توڑ دیا پورے ایوانِ شاہی میں شور مچ گیا سب نے کیا کہا مولانا رُومی کی زبان سے سُنیئے

ایں چہ بے باکی ست واللہ کافر است

انہوں نے کہا ارے ایاز بڑا بے باک بالکل کافر اور ناشکرا ہے۔ کافر کے معنیٰ یہاں ناشکرے کے ہیں۔ شاہ محمُود نے کہا ایاز تم نے موتی کیوں توڑا ان وزراء کو جواب دو۔ اس نے کیا جواب دیا ؎

گفت ایاز اے مہتران نامور

امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر

ایاز نے وُزراء کو خطاب کیا کہ اے معزز لوگو! آپ نے موتی کو قیمتی سمجھ کر نہیں توڑا لیکن شاہی حکم کو توڑ دیا میں آپ سے پُوچھتا ہوں کہ شاہی حکم زیادہ قیمتی تھا یا یہ موتی۔ اس واقعہ سے مولانا رُومی یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہمارے دل اگر ٹوٹتے ہیں تو ٹوٹ جائیں لیکن اللہ کا فرمان نہ ٹوٹے۔ دل کی وہ خواہشات جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہیں مثل بیش بہا موتی کے خواہ کتنی ہی قیمتی اور لذیذ نظر آئیں ان کو توڑ دو لیکن حکمِ الٰہی کو نہ توڑو۔ اور نامحرم عورتوں اور امردوں کو ہرگز نہ دیکھو چاہے کتنا ہی تقاضا دیکھنے کا ہو۔ امرِ الٰہی کے مقابلہ میں دل کی کوئی قیمت نہیں۔

میرے دوستو! اللہ کی محبّت کا یہی حق ہے مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے۔ چلتے چلتے انہوں نے عرض کیا کہ اے خدا آپ کی کیا قیمت ہے آسمان سے آواز آئی کہ دونوں جہان! انہوں نے فوراً کہا ؎

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

یا اللہ آپ نے اپنی قیمت دونوں جہان بتائی ہے ارے ابھی قیمت اور بڑھائیے دونوں جہان کے بدلہ میں تو آپ سستے معلوم ہوتے ہیں۔

خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو اپنے اُردو شعر میں کیا خُوب فرمایا ہے ؎

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو !
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دِلّی کی جامع مسجد کے منبر پر کھڑے ہُوئے اور شاہانِ مُغلیہ کو خطاب کیا اور فرمایا ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

اے لوگو ! ولی اللہ دہلوی اپنے سینے میں ایک دل رکھتا ہے، اس میں اللہ کی محبت کے کچھ موتی پنہاں ہیں۔ آسمان کے نیچے مجھ سے زیادہ کوئی رئیس ہو تو میرے سامنے آئے کیونکہ تمہاری دولتیں تمہاری وزارتیں تمہاری سلطنتیں سب زمین کے اُوپر رہ جائیں گی اور تمہیں دو گز کفن میں لپیٹ کر خاک میں ڈال دیا جائے گا اس وقت پتہ چلے گا کہ دُنیا کی کیا حقیقت تھی۔ دُنیا کی حقیقت پر میرا ایک شعر ہے ؎

یُوں تو دُنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دُنیا کی حقیقت کھُل گئی

ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

جام تھا ساقی تھا مے تھی اور درِ مے خانہ تھا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

ایک دفعہ ۱۹۷۶ء میں دیوبند کے صدر مفتی حضرت مفتی محمودالحسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم ہردوئی تشریف لائے تھے احقر بھی وہاں حاضر تھا عرض کیا کہ حضرت ابھی ابھی ایک شعر ہُوا ہے۔ شعر میں میں نے نقشہ کھینچا تھا کہ دیکھو ایک بچہّ جوان ہوتا ہے اور لڑکی جوان ہوتی ہے اس کے بعد بڑھاپا آجاتا ہے۔ دانت ٹوٹ جاتے ہیں کمر جھک جاتی ہے خد و خال بگڑ جاتے ہیں حُسن کے سارے ہنگامے ختم۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے نوجوانو ! سولہ سال کی جو لڑکی تم کو پاگل کرتی ہے، تمہاری نگاہ اور تمہارا ایمان خراب کرتی ہے لیکن فرماتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ

زلف جعد و مشکبار و عقل بر

اس کی زُلفیں گھونگھر والی اور مُشکبار ہیں یعنی ان سے مشک کی خوشبو آتی ہے اور عقل بر یعنی عقل کو اُڑانے والی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عورتیں اگرچہ ناقصات العقل ہیں لیکن بڑے بڑے عقل والوں کی عقل کو اُڑا دیتی ہیں[۱]۔ مولانا رُومیؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو جو زلف آج سولہ سال کی عُمر میں تمہیں گھونگھر والی، مشکبار اور عقل بر معلوم ہوتی ہے لیکن آخر کار اس کا انجام کیا ہوگا۔ یہی لڑکی جب اسّی سال کی ہوگی، ساڑھے پانچ نمبر کا چشمہ لگا کر لٹھیا لے کر کمر جھکائے ہوئے آئے گی، مُنہ میں ایک دانت بھی نہیں ہوگا۔ اس وقت جب اس کو دیکھو گے تو میرا یہ مصرع یاد کرو گے۔ مولانا رُومی ہی کی زبان سے سُنیئے ؎

---

[۱] مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَاكُنَّ الخ (مشکوٰۃ کتاب الایمان ص ۱۳)

آخر او دُم زشت پیرِ خر

اس کی وہ زُلف جس نے ہزاروں کو پاگل کر رکھا تھا اس وقت بُڈھے گدھے کی دُم معلوم ہوگی۔ سُبحان اللہ! کیسا عبرتناک شعر ہے ؎

زلف جعد و مشکبار و عقل بر
آخر او دُم زشت پیرِ خر

مولانا رُومی کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے جوان گدھے کی مثال دیتے تو بعض بے وقوف کہتے کہ چلو کچھ تو ہے لیکن مولانا نے اس بُڈھے کھوسٹ گدھے کی مثال دی کہ انسان کو نفسیاتی طور پر ان فانی چیزوں سے بالکل نفرت ہوجائے۔ ماہرِ نفسیات یہ حضرات تھے۔ رُوحانی بیماریوں کا علاج کرتے تھے۔ تو میں نے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم صدر مفتی دارالعلوم دیوبند سے عرض کیا کہ حضرت میرا یہ شعر آج ہی ہُوا ہے کہ دُنیا کے جتنے ہنگامے ہیں سب سرد ہونے والے ہیں انسان کا بچپن جوانی سے، جوانی بڑھاپے سے، بڑھاپا موت سے تبدیل ہونے والا ہے یہ سُورج کا طلوع و غروب بڑے بڑے حسینوں کے حُلیئے بگاڑ دیتا ہے سُورج کا یہ طلوع و غروب ہمارے بالوں کو سفید کر دیتا ہے، ہمارے دانتوں کو مُنہ سے باہر کر دیتا ہے یہی گالوں میں جُھریاں ڈالتا ہے اور گالوں کو پچکا کر حسینوں کو غیر حسین کر دیتا ہے اگر یہ طلوع و غروب نہ ہوتا تو ہماری جوانی کو کوئی چیز نہیں چھین سکتی تھی چنانچہ جنّت میں جوانی قائم رہے گی، کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا کیونکہ وہاں سُورج نہیں ہے طلوع و غروب نہیں ہے، روز و ہفتہ نہیں ہے، ماہ و سال نہیں ہے، دن و تاریخ نہیں ہے۔ اس لئے وہاں تغیّر و زوال نہیں ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ میرا یہ شعر ہُوا ہے ؎

یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بُلبل کو دو
تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

تاکہ کہیں یہ بے وقوفی نہ کر جائے کہ مُرجھانے والے پھُولوں پر زندگی کو قربان کر دے یعنی حُسنِ فانی پر فریفتہ ہو کر اپنی زندگی کے ایام کو ضایع کر دے اور جنازہ جب قبر میں داخل ہو تو معلوم ہو کہ جن کے لئے مرے۔ تھے وہ کچھ کام نہیں آئے، سب فانی سہارے تھے اور اب اللہ تعالیٰ سے معاملہ پڑا ہے۔ مفتی صاحب نے اس شعر کو بہت پسند فرمایا۔ اکوڑہ خٹک سے ایک رسالہ الحق نکلتا ہے ایک دفعہ اس میں ایک شعر دیکھا تھا۔

جو چمن سے گذرے تو اے صبا تُو یہ کہنا بلبلِ زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ میں ڈپٹی کلکٹر تھے، حضرت تھانوی کے خلیفہ تھے۔ ایک دفعہ وائسرائے آرہا تھا سارا شہر جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا، جگہ جگہ روشنیاں اور بلب جل رہے تھے، سارا شہر دُلہن معلوم ہو رہا تھا خواجہ صاحبؒ نے مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت ابھی ابھی ایک شعر ہُوا ہے۔ وہ شعر کیا تھا ؎

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو بہ اندازِ بہار آئی ہے

بس دُنیا کی بہار ایک دھوکہ ہے لہٰذا اپنی جوانیوں کو، اپنی خاک کو، اس خاکی جسم کو اگر ہم اللہ و رسُول کی فرمانبرداری میں خرچ کریں گے تو ہماری خاک کے ساتھ اللہ و رسُول قیامت کے دن ٹھپّہ لگ جائیں گے اور ہماری خاک قیمتی ہو جائے گی اور اگر اس مٹی کے جسم کو صرف کھانے پینے، ہگنے مُوتنے میں

لگایا تو گویا مٹی کو مٹی پر ہی فدا کر دیا۔ شامی کباب بھی مٹی کا ہوتا ہے، مُرغ مسلّم بھی مٹی کا ہوتا ہے اگر ان کو دفن کر دو تو مٹی ہی پاؤ گے، یہ عورتیں بھی مٹی کی ہیں، مکان بھی مٹی کا ہے۔ اگر ہم نے اپنے جسم کی مٹی کو صرف ان چیزوں میں ہی لگا دیا یعنی دُنیا کی نعمتوں میں ہی لگے رہے اور نعمت دینے والے کو کم یاد کیا تو ہماری خاک گویا خاک پر فدا ہوئی اور قیامت کے دن ہماری خاک ثبت خاک ثبت خاک ثبت خاک اور میزان آخر میں خاک ہوگی اور اگر اللہ و رسُول کو راضی کر لیا یعنی بال بچّوں کا بھی حق ادا کیا، اپنے نفس کا بھی حق ادا کیا، روزی بھی کمائی لیکن اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کیا تو قیامت کے دن ہماری خاک کے ساتھ اللہ و رسُول ثبت ہو جائیں گے اور یہ خاک قیمتی ہو جائے گی لہٰذا اس خاک کو خاک پر فدا نہ کرو بلکہ خالقِ افلاک پر فدا کرو۔ اس پر مجھے اپنا ایک اُردو شعر یاد آیا ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو
ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں ان مرنے گلنے والی لاشوں پر اپنے دل کو مت فدا کرو۔ جس نے جوانی بخشی ہے، اگر وہ چاہتا تو بچپن ہی میں اُٹھا لیتا، جس نے جوانی عطا کی ہے، جس نے ہمارے سینہ میں دل رکھا ہے صرف وہی اس کے قابل ہے کہ اس کو اپنا دل دیا جائے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنّوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں احقر نے معارفِ مثنوی پیش کی۔ مولانا نے کتاب کھولی تو اس میں میرا ہی ایک شعر

نکلا جس کا مفہوم یہ تھا کہ اہلِ دل کو اہلِ دل کیوں کہتے ہیں۔ دل تو سب کے سینہ میں ہے، انسان ہو یا کتابی، کس کے سینہ میں دل نہیں۔ پھر بزرگانِ دین کو ہی کیوں اہلِ دل کہتے ہیں۔ میں نے اس کا جواب اپنے اس فارسی شعر میں دیا تھا۔ وہ شعر یہ تھا ؎

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد
دل دہد اورا کہ دل را می دہد

اہلِ دل وہ ہیں جو اللہ کو اپنا دل دیتے ہیں جس نے ماں کے پیٹ کے اندر سینہ میں دل رکھا ہے اس کو دل دیتے ہیں تو دل کی قیمت ادا ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قیمتی ہیں ان کو دینے سے یہ دل بھی قیمتی ہو جاتا ہے پس اہلُ اللہ اپنا دل اس ذاتِ پاک کو دیتے ہیں جس نے دل عطا کیا ہے اور اسی لئے وہ اہلِ دل کہلاتے ہیں۔ مولانا اس شعر کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ الٰہ آباد کے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے اہلِ دل کے مقام کو اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

استقلالِ دردِ دل سے مراد استقامت علی الدین ہے یہ نہیں کہ کبھی تو خوب عبادت اور کبھی بالکل شیطان اور لفظ شاید تواضع کے لئے استعمال فرمایا تاکہ دعویٰ نہ ہو۔

میرے دوستو! ایک شعر میرا دُنیا کی حقیقت پر اور بھی ہے۔ اس دُنیا کے بارے میں بڑے بڑے ہنگامے آدمی سوچتا رہتا ہے کہ یہ مکان لوں گا وہ مکان بناؤں گا یہ کارخانہ تعمیر کروں گا، وزارتِ عظمیٰ کی کرسی کے لئے

الیکشن لڑوں گا کہ اچانک جس دن عزرائیل علیہ السلام آتے ہیں تو اس دن کیا ہوتا ہے ؎

آکر قضا باہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

دُنیا کی فنائیت پر نظیر اکبر آبادی کا شعر ہے ؎

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا معطّر کفن تھا مشیّن بدن تھا
جو قبرِ کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا نہ عُضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

کہتے ہیں کہ میں نے قبرستان میں بڑے بڑے حسین نوجوانوں کو اور بڑے شاندار لوگوں کو دیکھا کہ جب ان کو دفن کیا جارہا تھا تو ان کا بدن نہایت شاندار تھا اور کفن میں عطر لگا ہُوا تھا[1] لیکن چند دن کے بعد جب قبر پُرانی ہو کر اُکھڑ گئی تو دیکھا کہ بدن کا کوئی عضو باقی نہیں تھا اور کفن میں کوئی تار بھی نہیں تھا۔ جس بدن کو سنوارنے میں ہم رات دن لگے ہُوئے ہیں، جس کے لئے رات دن ہمارے قلوب مشغول ہیں اس کا ایک دن یہ حشر ہونے والا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صورت پرستی جب تک نہ چھوڑو گے یعنی صورتوں کا عِشق جب تک تمہارے دلوں میں ہے خدائے تعالیٰ کو نہیں پا سکتے ہو۔

حکایۃٌ عن الحق فرماتے ہیں ؎

آدما معنی دلبندم بجو
ترک قشر و صورت گندم بگو

اے آدم کے بیٹو! میرا معنی دلبند تلاش کرو اور صُورت پرستی چھوڑو۔

آگے مولانا فرماتے ہیں ؎

---

[1]: مسئلہ یہ ہے کہ کفن میں عطر لگانا جائز نہیں ہے۔ فقہاء نے اس کو بدعت لکھا ہے۔

گر ز صورت بگذری اے دوستاں

اے دوستو! اگر صورت پرستی سے باز آجاؤ یعنی مٹی کی جو صورتیں پھر رہی ہیں یہ تمہارے دل کو زیادہ مشغول کرتی ہیں اگر ان کے عشق سے باز آجاؤ گے اور دل کو ان سے خالی کر لو گے تو کیا ملے گا۔ فرماتے ہیں ؎

گلستان است گلستان است گلستاں

تو تمہیں اللہ کی محبت کا قُرب ہی قُرب عطا ہوگا لیکن اس صُورت پرستی سے نجات کب ملتی ہے مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک میں نے شمس الدین تبریزی کی صحبت اختیار نہیں کی میرے علم اور عمل میں فاصلے رہے اور شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے میری رُوح کو اللہ کی محبت سے گرم کر دیا۔ پہلے تو اُنہوں نے بڑی تواضع برتی اور خود کو چُھپانے کی کوشش کی اور کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے میرے پیچھے کیوں لگے ہو۔ مولانا رُومی نے عرض کیا ؎

بُوئے مے را گر کسے مکنوں کند

اگر شرابی شراب کی بُو کو الائچی یا لونگ کھا کر چھپا بھی لے اور یہ ثابت کرے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ؎

چشمِ مستِ خویشتن را چُوں کند

لیکن ظالم اپنی مست آنکھوں کو کہاں لے جائے گا پس اے شمس الدین تبریزی! آپ راتوں کو اُٹھ کر تہجّد کے وقت جو ذکر و فکر کرتے ہیں، اللہ کو یاد کرتے ہیں جس کی برکت سے آپ کے قلب کو نسبت مع اللہ کا جو نشہ حاصل ہے آپ اس کو لاکھ چُھپائیں لیکن آپ کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ آپ نے اللہ کی محبت کے خُم کے خُم چڑھا رکھے ہیں۔ اللہ والوں کی صُورت

دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ (التشرف ص۳۱ مؤلفہ حضرت تھانویؒ)
آپ کی آنکھوں سے آپ کا کیفِ باطنی چھلک رہا ہے بقولِ شاعر ؎

تابِ نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں
ان کی جھلک بھی تھی مری چشم پر آب میں

جو آنسو اللہ کے لئے نکلتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات ہوتے ہیں تو بہرحال مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تبریزی سے درخواست کی کہ

شَمۂ از گلستاں باما بگو

اے شمس الدین تبریزی! آپ اللہ کے قُرب و محبت کی جو دولت سینہ میں لئے ہُوئے ہیں اس میں سے تھوڑا سا میرے کان میں بھی کہہ دیجئے اور

جرعۂ بر ریز بر مازیں سبو

آپ تو محبتِ الٰہیہ کا خُم کا خُم پیتے ہیں مجھے ایک گھونٹ ہی پلا دیجئے اس کے بعد کس انداز سے فرماتے ہیں ؎

خو نداریم اے جمالِ مہتری
کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری

اے سراپا جمال! اے میرے مکرّم و مُحترم شیخ! جلال الدین اس کا عادی نہیں ہے کہ میرے ہونٹ تو خشک ہوں اور آپ اکیلے اکیلے شرابِ محبتِ الٰہیہ پیتے رہیں، خود تو محبت و معرفت سے مست رہیں اور میں محروم رہوں میرا بھی تو حق ہے آخر شاگرد کا بھی تو کچھ حق ہوتا ہے میں نے جو آپ کا ہاتھ پکڑا ہے تو کچھ مجھے بھی عطا فرما دیجئے۔ ہاتھ پکڑنے پر ایک پُرانا شعر یاد آیا اللہ والوں کا ہاتھ پکڑنے سے اللہ کا راستہ کھُلتا ہے۔ اس کے متعلق شاعر کہتا ہے ؎

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

اللہ والوں کا ہاتھ جب ہاتھ میں آتا ہے یعنی جب کسی اللہ والے سے اصلاح وتربیت کا تعلق کیا جاتا ہے تو اللہ کے راستہ کے چراغ جل جاتے ہیں اور سنّت و شریعت پر عمل کرنا اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامّت مجدّد الملّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعض بے وقوف لوگ سمجھتے ہیں کہ مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی نے جب حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑا تو حاجی صاحب چمک گئے ورنہ حاجی صاحب کو کون جانتا تھا۔ مولانا تھانوی نے بڑے جوش سے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ نادان لوگ ہیں۔ واللہ ان سارے عُلماء سے پُوچھ لو کہ حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑنے سے پہلے ان کا کیا حال تھا۔ حاجی صاحب کے فیضانِ صحبت سے پہلے ہمارے علوم تھے لیکن بے جان تھے، ہمارے اندر ایمان تھا لیکن ایمانِ اعتقادی تھا، ایمانِ استدلالی تھا، ایمانِ عقلی تھا، معیتِ عامہ حاصل تھی وَهُوَ مَعَكُمْ کی معیتِ اعتقادیہ حاصل تھی، لیکن حاجی صاحب کا جب ہاتھ پکڑا اور ذکر اللہ شروع کیا تو دل کے دروازے کُھل گئے، اللہ کا نور قلب میں داخل ہُوا، ایمانِ اعتقادی سے بڑھ کر ایمانِ حالی عطا ہُوا، معیتِ عامہ بڑھ کر معیتِ خاصہ سے تبدیل ہُوئی۔ وَهُوَ مَعَكُمْ کی جو معیتِ اعتقادیہ عقلیہ حاصل تھی وہ معیتِ ذوقیہ حالیہ وجدانیہ سے تبدیل ہوگئی یہاں تک کہ قلب محسوس کرنے لگا کہ ہمارے دل میں اللہ ہے۔ خواجہ صاحب نے جون پُور میں حضرت حکیم الامّت سے پُوچھا تھا کہ جب کوئی اللہ والا ہو جاتا ہے اور نسبت عطا ہو جاتی ہے تو کیا اسے پتہ چل جاتا ہے کہ میرے

قلب میں اللہ آگیا اور میں صاحبِ نسبت ہوگیا۔ حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب جب آپ بالغ ہوئے تھے تو کیا آپ کو پتہ نہیں چلا تھا کہ میں بالغ ہوگیا ہوں یا آپ کو دوستوں سے پوچھنا پڑا تھا کہ یارو بتانا کہ عزیز الحسن بالغ ہوا یا نہیں۔ بس کیا عجیب مثال دی۔ فرمایا کہ ایسے ہی ایک مدت اہل اللہ کے فیضانِ صحبت سے، ذکر و فکر سے، گناہوں سے بچنے سے جب رُوح بالغ ہوتی ہے یعنی اللہ والی ہوجاتی ہے تو اس کے اندر کچھ جان ہی اور آجاتی ہے درد بھرا دل عطا ہوجاتا ہے اور آدمی محسوس کر لیتا ہے کہ مجھے حق تعالیٰ کی معیتِ خاصہ عطا ہوگئی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بہو نے اپنی ساس سے کہا کہ اماں جی جب میرے بچہ پیدا ہو تو مجھے جگا دینا ایسا نہ ہو کہ میں سوتی رہ جاؤں اور بچہ پیدا ہو جائے تو ساس نے جواب دیا کہ بیٹی جب تیرے بچہ پیدا ہوگا تو ایسا درد شدید پیدا ہوگا کہ تُو خود بھی جاگے گی اور محلہ بھر کو جگائے گی۔ حضرت حکیم الامت اس مثال کو دے کر فرماتے ہیں کہ جب اللہ اپنی محبت کا درد کسی کو عطا فرماتا ہے تو پھر وہ خود بھی جاگتا ہے اور ایک جہان کو جگاتا ہے۔ اور اِس درد کو لئے ہوئے جدھر سے گذرتا ہے اللہ کی محبت کا پیغام نشر کرتا چلا جاتا ہے ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تو تیرا رنگ محفل دیکھ لیتے ہیں

احقر کا ایک شعر ہے اہل اللہ کی شان میں ؎

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لئے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کئے ہوئے

وہ اپنے درد سے مجبور ہوتا ہے اس کے لئے یہ ناممکن ہوتا ہے کہ کسی معاشرہ میں وہ اللہ کو یاد نہ کرے۔

تو میرے دوستو! میرا موضوع یہ چل رہا تھا کہ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جب تک دُنیائے فانی سے دل اچاٹ نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کا تعلقِ خاص نصیب نہیں ہوگا دل ایک ہی ہے اس کو یا خدا کو دے دو یا دُنیا کو۔ حضرت مفتی شفیع صاحب نے ایک دن اپنی مجلس میں فرمایا۔ اس مجلس میں میں بھی موجود تھا۔ فرمایا کہ دُنیا کو ہاتھ میں رکھنا جائز، جیب میں رکھنا جائز لیکن دل میں رکھنا حرام۔ دل اللہ کا گھر ہے۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؔ فرماتے ہیں

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بُتاں نہیں ہوتا

دل خدا کا گھر ہے، یہ بُت خانہ نہیں ہے کہ اس میں بتوں کو بسالو اگر دل میں غیر اللہ کی محبت آگئی تو یہ مٹی مٹی پر مٹی ہو کر مٹی ہو جائے گی اور اگر اس مٹی کے اندر خدا کی محبت پیدا ہو گئی تو یہی مٹی قیمتی ہو جاتی ہے لیکن اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو۔ اس کا سب سے آسان طریقہ اہل اللہ سے تعلق ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ آجکل کے لوگ کہتے ہیں کہ اب اہل اللہ نہیں رہے، اب حاجی امداد اللہ نہیں رہے، شمس الدین تبریزی نہیں رہے، بایزید بُسطامی نہیں رہے حالانکہ حکیم الامت قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس زمانہ میں بھی بایزید بُسطامی ہیں اور شمس الدین تبریزی اور جلال الدین رُومی اور جنید بغدادی اور بابا فرید موجود ہیں لیکن آنکھ ہونی چاہیئے۔

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

درد ہو پیاس ہو طلب ہو تو آج بھی قطب و ابدال نظر آجائیں۔ کیوں؟

اس لئے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی آیت قیامت تک کے لئے ہے۔ صالحین متقین کاملین کی صحبت میں خدا بیٹھنے کا حکم دے اور کاملین نہ پیدا کرے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی باپ اپنے چھوٹے چھوٹے بچّوں سے کہے کہ بیٹو! روزانہ آدھا سیر دُودھ پیا کرو تاکہ طاقتور ہو جاؤ اور دُودھ کا انتظام نہ کرے پس جب اللہ تعالیٰ نے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم قیامت تک کے لئے نازل فرما دیا تو معلوم ہُوا کہ قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے۔

پس یہ کہنا کہ اب اولیاء اللہ نہیں رہے یہ نفس کا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شیطان نے ہماری قیمت کو ہماری نگاہوں میں بہت کر رکھا ہے اور یہ بہکا رکھا ہے کہ تم بہت بڑے آدمی ہو، جب تک جُنید بغدادی تمہیں نہ ملیں تمہارا علاج نہیں ہی نہیں ہوسکتا۔

تو میرے دوستو! جتنے اولیاء اللہ آئے ہیں ان کی زندگی میں لوگوں کا خیال ایسا ہی ہوتا ہے کہ یہ معمولی ہیں، پچھلے والے اچھے تھے لیکن جب ان کا انتقال ہوجاتا ہے، پھر ان کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ دیکھئے جسمانی علاج میں اگر یہاں مکہ شریف میں کسی کو بخار آجائے تو پھر وہ حکیم اجمل خان کا انتظار نہیں کرے گا کہ قبرستانِ دہلی سے اُٹھ کر آئیں اور میرا علاج کریں کیونکہ میں بڑا آدمی ہوں بڑے طبیب ہی سے علاج کراؤں گا۔ جو موجودہ معالجینِ جسمانی ہیں ان سے ہی علاج کرائے گا۔ ایسے ہی جو معالجینِ رُوحانی اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں ان سے ہی ہم اور آپ بایزید بُسطامی اور حاجی امداد اللہ بن سکتے ہیں یعنی صاحبِ نسبت ہوسکتے ہیں گو اس درجہ کے نہ سہی۔ اوّل تو اصل مقصُود اللہ کی رضا ہے، درجہ اور مقام کی فکر ہی نہ کرنی چاہیئے۔ تقویٰ حاصل ہوجائے، گناہ کی

عادتیں چھوٹ جائیں، ہم اللہ والے ہو جائیں، صاحبِ نسبت ہو جائیں یہی کافی ہے۔

اور صاحبِ نسبت کس کو کہتے ہیں؟ صاحبِ نسبت کہتے ہیں مومن متقی کو اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ؕ ایمان اور تقویٰ یہ دو جُز عطا ہو جائیں تو انسان صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ ایمان تو الحمدُ للہ ہم کو حاصل ہی ہے بس تقویٰ اگر اور حاصل کرلیں تو ہم صاحبِ نسبت یعنی اللہ والے ہو جائیں۔ صاحبِ نسبت بننے کا طریقہ جس پر ایک ہزار سال سے ہمارے تمام سلسلے چشتیہ، سُہروردیہ، نقشبندیہ، قادریہ کے اولیاء کا اجماع ہے وہ تین طریقوں پر موقوف ہے۔

۱: کہ کسی صاحبِ نسبت سے تعلق کیا جائے، چراغ ہی سے چراغ جلتے ہیں بغیر چراغ کے نہیں جلتے ؎

قریب جلتے ہُوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

جو آگ کی خاصیّت وہ عشق کی خاصیّت
اِک سینہ بہ سینہ ہے اک خانہ بخانہ ہے

آگ گھر سے گھر میں لگتی ہے اور اللہ کی محبّت کی آگ دلوں سے دلوں میں لگتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اُن دلوں کے ساتھ پیوند کر لیا جائے جو خدا کے عشق میں جل رہے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اللہ نے ولایت کا راستہ بند کر دیا ہے؟ کیا اب ہم اپنے باپ دادا جیسے نہیں بن سکتے؟ کیا خدائے تعالیٰ نے نبوّت

کی طرح ولایت کا دروازہ بھی بند کر دیا ہے؟ ہرگز نہیں یہ سخت غلط فہمی ہے۔ واللہ میں حدودِ حرم میں کہتا ہوں کہ آج بھی خدائے تعالیٰ کی ولایت کے تمام راستے کھلے ہوئے ہیں، آج بھی اللہ کی دوستی کا دروازہ کھلا ہوا ہے، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے سینوں میں جیسی اللہ کی ولایت تھی آج بھی اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے صرف نبوّت کا دروازہ بند ہوا ہے آج بھی ہم اور آپ اللہ کے فضل سے ولی بن سکتے ہیں یہاں تک کہ صِدّیقیّت کا مقام بھی کھلا ہوا ہے اللہ نے قرآن میں جمع کا صیغہ صِدّیقِیْنَ استعمال فرمایا ہے، صدیق کلّی مشکک ہے۔ اس کے اندر متفاوت درجات ہیں۔ صدیقِ اکبر تنہا صدیق نہیں تھے البتہ صدیق اکبر جیسا کوئی صدیق نہیں ہو سکتا وہ اس صدیقیت کی کلّی کے فردِ کامل تھے، اکمل ترین تھے لیکن یہ ہماری غفلت ہے جو ہم سمجھتے ہیں کہ اب ہم حاجی امداد اللہ نہیں بن سکتے۔

دوستو! قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے، ولایت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور ولایتِ علیا کے بھی۔ یہ نہیں کہ اب چھوٹی موٹی ولایت ہی مل سکتی ہے اور اب اولیاء اللہ گھٹیا درجہ کے پیدا ہوں گے ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھئے۔ یہ غلط عقیدہ ہے۔

حضرت مجدّد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قسم اُٹھائی ہے، ہم سب کو اپنے حکیم الامت سے تو حُسنِ ظن ہے فرماتے ہیں خدا کی قسم اولیاء اللہ کی ساری کرسیاں آج بھی پُر ہیں، صرف نبوّت کا دروازہ بند ہوا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا تھا

ہنوز آں ابرِ رحمت در فشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

اللہ کی رحمت کے دروازے آج بھی کھلے ہوئے ہیں، اللہ کی رحمت

کے مے خانے آج بھی کھلے ہوئے ہیں اور ان کے مست آج بھی موجود ہیں، قطب الاقطاب، غوث و ابدال آج بھی موجود ہیں لیکن افسوس کہ ان سے استفادہ کرنے والے کم ہوگئے۔ افسوس ان کے جام سے پینے والے کم ہوگئے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ والا بننے کا طریقہ کیا ہے۔ بزرگوں نے بتلایا ہے کہ کسی صاحبِ نسبت سے تعلق قائم کرلیا جائے جس کا نہ ہو۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کا کسی بزرگ سے تعلق نہیں ہے اور پیر بناتے ہوئے شرم آتی ہے ان کو چاہئے کہ وہ کسی کو اپنا مشیر بنالیں۔ دین کے معاملہ میں کسی بزرگ سے مشورہ کرکے عمل کرتے رہیں۔ نفس کی اصلاح کے بارے میں مشورہ لیتے رہیں اور عمل کریں۔ اصلاح کے لئے اتنا ہی کافی ہے بیعت ہونا بھی کوئی ضروری نہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیملپوری شیخ الحدیث تھے، مُرید نہیں ہُوئے تھے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی سے اصلاح کا تعلق قائم کیا اور ایک مدت بعد جب حضرت شیخ تھانوی نے دیکھا کہ قلب مجلّٰی ہوگیا، نفس کی اصلاح ہوگئی خلافت عطا فرمادی۔ مولانا کیملپوری نے عرض کیا حضرت میں تو آپ کا مُرید بھی نہیں ہوں اور آپ مجھے خلافت عطا فرما رہے ہیں۔ فرمایا کہ اصلاحِ نفس تو فرض ہے اور بیعت سُنّت ہے۔ آپ نے تو فرض کام کیا ہے۔ لاؤ اب بیعت بھی کرلیتے ہیں۔ تو مُریدی بعد میں ہوئی اور خلافت پہلے ملی۔ معلوم ہُوا کہ اصلاح نفس فرض ہے جیسے نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے زکوٰۃ فرض ہے اور ظاہر ہے کہ فرض کی اہمیّت سُنّت سے زیادہ ہوتی ہے۔

ایک عالم کے سامنے حضرت حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ ہر شخص کو کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرنا ضروری ہے تو اُنہوں نے کہا کہ صاحب

ضروری کیوں ہے فرمایا کہ فرض عین ہے۔ اس لئے کہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ یہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ؕ کا بدل ہے اور بدل کی چار قسموں میں سے بدل الکل ہے اور بدل ہی مقصود ہوتا ہے تو اللہ کا راستہ منعم علیہم کا ہاتھ پکڑنے سے طے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحب کا شعر ہے

ان سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اور فرمایا

انہیں کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمہاری رُوحانیت گناہ کرتے کرتے یا غفلت ... سے کمزور ہوگئی ہے اور تمہاری رُوح نفس کے مقابلہ میں خرگوش ہوگئی ہے اور خرگوش کبھی شیر کا شکار نہیں کر سکتا فرماتے ہیں

شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست

تمہارا نفس شیر ہے اور تم باعتبار ضعیف رُوحانیت کے خرگوش ہو اور خرگوش شیر پر غالب نہیں آسکتا لہٰذا کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرو ؎

ہیں مپر اِلّا کہ با پرہائے شیخ

مولانا فرماتے ہیں کہ کسی اللہ والے کے پروں کے ساتھ اُڑو۔ اپنے نفس کے کرگسی پروں سے مت اُڑو کیونکہ نفس مثل کرگس (گِدھ) کے مُردہ خور ہے یہ دُنیائے مُردار کی طرف اُڑا کر لے جائے گا تم کسی اللہ والے کے پروں سے وابستہ ہو جاؤ کہ ان کا تعلق عالمِ قدس سے ہوتا ہے وہ تمہیں دُنیائے مُردار کی محبت سے نکال کر اللہ تک پہنچا دیں گے۔ فرماتے ہیں

ہیں میرالاکہ باپرہائے شیخ
تا بہ بینی کروفرِ ہائے شیخ

اللہ والوں کے پروں کے ساتھ اڑو کیونکہ ان کے پَر کرگسیت سے پاک ہوچکے ہیں لہٰذا وہ تمہیں دُنیائے فانی وناپاک پر نہیں گرِنے دیں گے۔ تم ان کی برکات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کروگے۔ اللہ والوں کی کیا شان ہے اور ان کے فیضانِ صحبت سے کیا ملتا ہے مولانا ہی کی زبان سے سُنئے۔ فرماتے ہیں ؎

باز سلطاں گشتم و نیکو پیم
فارغ از مُردارم و کرگس نیم

میں باز سلطانی ہوچکا ہوں یعنی اللہ کا مقرب بن چکا ہوں اب میں کرگس نہیں ہوں کہ مُردہ خوری کروں۔ میں مُردہ خوری سے باز آچکا ہوں یعنی جب آدمی صاحبِ نسبت ہوجاتا ہے تو اس کے اخلاقِ رذیلہ اخلاقِ حمیدہ سے بدل جاتے ہیں اور دُنیا کی محبت سے آزاد ہوجاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ لوگ ہمیں مولوی صاحب مولوی صاحب کہتے تھے لیکن شمس الدین تبریزی کی چند دن غلامی سے کیا ہُوا فرماتے ہیں ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے رُوم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

شمس الدین تبریزی کی غلامی سے مولوی جلال الدین مولائے رُوم بن گیا، آج ساری دُنیا اسے مولانا رُوم کہتی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ جس دن اللہ کی محبت آئے گی تو اللہ کے راستہ کے جتنے کنکر پتھر ہیں سب پِس جائیں گے۔

عشق ساید کوہ را مانند ریگ

خدا کی محبت پہاڑوں کو پیس دیتی ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ صاحب میرے لئے یہ مشکل ہے، وہ مشکل ہے یہ اسی وقت تک ہے جب تک اللہ کی محبت نہیں ملی۔ جس دن خدا کی محبت دل میں پیدا ہو جائے گی مشکل کے سارے پہاڑ پیس کر ریت بنا دے گی۔

عشق ساید کوہ را مانند ریگ

عشق پہاڑ کو پیس کر ریت بنا دیتا ہے اور

عشق جوشد بحر را مانند دیگ

اللہ کی محبت سمندر کو جوش دے سکتی ہے تو یہ ہمارا آپ کا سینہ کیا چیز ہے۔ اب میں مولانا کا ایک مضمون پیش کرتا ہوں چونکہ یہ درس مثنوی کا ہے اور ساتھ جو کچھ بیان ہو رہا ہے یہ سب مثنوی ہی ہے کیونکہ مثنوی کا مقصد اللہ کی محبت پیدا کر دینا ہے اور بس۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

خلق اطفال اند جز مستِ خدا

فرماتے ہیں ساری مخلوق اطفال ہے، نابالغ ہے سوائے اللہ کے دیوانوں اور عاشقوں کے۔ اب بہت سے سفید ریش لوگ کہیں گے کہ مولانا رُوم کے فتویٰ سے تو ہم لوگ نابالغ ہو گئے لیکن اس کی تشریح مولانا ہی کی زبان سے سُن لیجئے۔ فرماتے ہیں ؎

خلق اطفال اند جز مستِ خدا

ساری مخلوق بچے ہیں اطفال ہیں نابالغ ہیں سوائے مست خدا کے۔ کیوں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ مولانا اس کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ ؎

نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

کوئی شخص اس وقت تک بالغ نہیں جب تک کہ اپنے نفس کی

خواہشات سے رہائی نہ پاجائے، اپنی خواہشات پر غالب نہ ہوجائے۔ جب تک اپنے نفس سے مغلوب ہے کہ جوجی چاہا کرلیا اور اللہ کا فرمان توڑ دیا تو معلوم ہُوا کہ اس کی رُوح ابھی بالغ نہیں ہُوئی یعنی اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچی اگر روح اللہ والی ہوجاتی تو نفس پر غالب آجاتی اس لئے ہر وہ شخص نابالغ ہے جو خواہشاتِ نفسانیہ سے پاک نہیں ہُوا۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تا ہوا تازہ است ایماں تازہ نیست

یعنی جب تک تمہاری خواہشات جوان ہیں تمہارا ایمان تازہ نہیں ہوسکتا۔ کیوں ؟

کیں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست

کیونکہ خواہشاتِ نفسانیہ اللہ کے قرب کے دروازے کے تالے ہیں۔ اب مولانا اس کی تشریح آگے فرماتے ہیں کہ اے دُنیا والو! ہم نے جو تم کو نابالغ قرار دیا تو تم رُومی کو کچھ کہنا مت، اس کی تشریح بھی سُن لو۔ فرماتے ہیں ؎

ہندی و قبچاقی و ترکی و حبش

آپ کے یہاں مکہ شریف میں چار حاجی آئے۔ ایک ہندوستانی آیا ایک قبچاقی جو ترکوں کی ایک قوم ہے، ایک ترکستانی آیا اور ایک حبشی آیا۔ سب کے رنگ الگ الگ ہوتے ہیں۔ حبشی بالکل کالا ہوتا ہے، ترکیوں کا رنگ سُرخ ہوتا ہے، ہندوستانی کا رنگ گندمی ہوتا ہے اور قبچاقی کا رنگ تھوڑا سا پھیکا ہوتا ہے چار رنگ کے لوگ آئے اور چاروں کا مان لو انتقال ہوگیا۔ پھر کیا ہُوا ؎

جملہ یک رنگ اند اندر گور خش

جب قبرستان میں چاروں لٹا دئے گئے اور چھ مہینے کے بعد چاروں

کی قبریں کھودی گئیں۔ اس ترکی کی، اس قیچاقی کی، اس حبشی کی اور اس ہندوستانی کی تو معلوم ہُوا کہ مٹی کا ڈھیر پڑا ہُوا ہے، نہ ترکی کا سُرخ رنگ نظر آرہا ہے، نہ حبشی کا کالا رنگ نظر آرہا ہے، نہ ہندوستانی کا گندمی رنگ باقی ہے نہ قیچاقی کا کوئی رنگ ہے، سب خاک ہو گئے۔

دوستو! کیا صُورتوں پر جا رہے ہو ارے یہ سب مٹی ہے جس کو خدا نے رنگین کر دیا ہے۔ مولانا آگے اور تشریح فرماتے ہیں۔ یہ مولانا رُوم کا احسان ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ایں شراب و ایں کباب و ایں شکر
خاک رنگین است و نقشیں اے پسر

یہ شراب یہ کباب اور یہ شکر کیا ہے یہ مٹی ہی ہے بس اس کو اللہ تعالیٰ نے رنگین کر دیا ہے۔ کسی کو کباب بنا دیا، کسی کو شراب بنا دیا، کسی کو انسان۔ جو چاہیں وہ بنا دیں لیکن سب کا خمیر مٹی ہی سے بنا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ

از خمیرے شیر و اشتر می پزند

مائیں جب آٹا گوندھتی ہیں تو اسی آٹے کے خمیر سے شیر اور اُونٹ بناتی ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کا کیا حال ہوتا ہے۔

کودکاں از حرص او کف می زنند

چھوٹے بچے اس کی حرص میں ہاتھ مَلتے ہیں کہ اماں یہ اُونٹ ہم کو دینا، دُوسرا کہتا ہے کہ نہیں یہ میں لوں گا، بچے آٹے کے شیر اور اُونٹ پر لڑ رہے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں ؎

شیر و اشتر ناں شود اندر دہاں

حالانکہ آٹے کی روٹی بنی ہوئی رکھی ہے لیکن اس پر بچّے توجہ نہیں کر رہے ہیں، اس اُونٹ اور شیر پر لڑائی کر رہے ہیں اگرچہ یہ آٹے کا بنا ہُوا شیر اور اُونٹ جب منہ میں جائے گا تو روٹی ہی بن جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ؎

ایں نمی آید بہ فہمِ کودکاں

لیکن یہ بات بچوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اب مولانا اہلِ دُنیا کا نابالغ ہونا ثابت کرتے ہیں کہ اے اہلِ دُنیا! تمہارا بھی تو یہی حال ہے کہ مٹی کی عورتوں اور مٹی کے مکان، مٹی کے بچوں اور مٹی کے بریانی و کباب غرض مٹی کی ان چیزوں ہی سے دل لگائے ہوئے ہو حالانکہ یہ مٹی کی مختلف شکلیں ہیں، قبریں سب مٹی ہو جائیں گی اور ایک دن تم سے چھوٹ جائیں گی۔ جس چیز سے تمہیں چھوٹنا ہے اس سے تو تمہیں گوند ہلکا لگانا چاہیئے۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی سرکاری کاغذ آ جائے لیکن اسے مثلاً ریاض میں بھیجنا ہو تو لفافہ پر ہلکا گوند لگائیں گے کیونکہ اسے پھر اکھاڑنا ہے۔ اسی طرح جس دُنیا سے ہمیں الگ ہونا ہے اس سے ہلکا گوند لگانا چاہیئے یعنی دل کا تعلق اس سے معمولی ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمیں ہمیشہ رہنا ہے وہاں ہمیں گہرا گوند لگانا چاہیئے یعنی حق تعالیٰ سے دل کا تعلق اشد ہونا چاہیئے چنانچہ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ تم اُس بادشاہ کی طرح بے وقوفی نہ کرنا جس نے باہر سے لذتیں درآمد کرنے کا انتظام کیا تھا، پانچ دریاؤں سے پانی کو درآمد کر رہا تھا اور قلعہ کے اندر کوئی کنواں نہیں تھا ایک دن وزیر نے کہا کہ حضور اندر کوئی پانی کا کنواں کھود لیں، قلعہ کے اندر پانی کا کھاری چشمہ بھی کام آئے گا۔ جب دشمن بادشاہ حملہ کر دے گا تو جو پانچ دریا باہر سے اندر آ رہے ہیں ان کو بند کر دے گا۔ اس وقت قلعہ کے اندر کھاری کنویں سے جان تو بچ جائے گی۔ بادشاہ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم کسی ملّا کے پاس اُٹھنے

بیٹھنے لگے ہو جو یہ انجام کی باتیں کر رہے ہو، ارے ملّاؤں کی بات چھوڑو ؎

آج تو عیش سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

آخر وہ دن آگیا۔ دشمن بادشاہ نے حملہ کردیا، پتہ لگا لیا کہ قلعہ کے اندر کچھ پانی نہیں ہے۔ باہر سے پانچوں دریا بند کردئے۔ تمام شاہزادے اور بادشاہ پیاسے مرگئے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تمہارا جسم جو ہے اس کے اندر کوئی مزہ نہیں ہے۔ تم بھی باہر کے پانچ دریاؤں سے اس جسم کے قلعہ کے اندر لذت درآمد کر رہے ہو۔ کچھ چیزوں کو آنکھوں سے دیکھ کر لطف لیتے ہو، اس قوت کا نام قوتِ باصرہ ہے۔ کچھ چیزوں کو سُن کر مزہ لے رہے ہو اس قوت کا نام قوتِ سامعہ ہے۔ بعض چیزوں کو سُونگھ کر مزہ لے رہے ہو، اس قوت کا نام قوت شامہ ہے۔ بعض چیزوں کو چھُو کر مزہ لے رہے ہو، یہ قوتِ لامسہ ہے۔ اسی طریقہ سے بعض چیزوں کو چکھ کر لذت حاصل کر رہے ہو اس کا نام قوتِ ذائقہ ہے۔

اب دیکھئے ہم دُنیا میں کتنے ہی بڑے امیر ہو جائیں ان پانچ راستوں کے علاوہ اس دُنیا سے لذتوں کو نفس کے اندر درآمد کرنے کے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ چاہے ہم کروڑ پتی ہوں یا ارب پتی ہوں بادشاہ ہو جائیں یا فقیر ہو جائیں چاہے کتنے ہی طاقتور ہو جائیں یا کمزور ہو جائیں ان پانچ راستوں کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے دُنیا کی لذتیں درآمد کرنے کا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کب تک باہر سے لذتوں کو درآمد کرتے رہو گے ایک دن عزرائیل علیہ السلام آئیں گے اور حواس خمسہ پر پہرہ لگ جائے گا، کانوں پر پہرہ لگ جائے گا، ناک پر پہرہ لگ جائے گا، زبان پر پہرہ لگ جائے گا

بچّہ کہے گا ابّا مجھے دیکھ لو۔ آنکھیں کھلی ہوں گی لیکن اب دیکھ نہیں سکتے۔ دیکھنے میں صُورتاً آنکھیں ہوں گی لیکن اب اِن میں دیکھنے کی صلاحیت نہیں ہو گی۔ اکبرالٰہ آبادی جج کہتے ہیں۔ ؎

قضا کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبر
کھُلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

مُردے کی آنکھیں کھُلی ہوتی ہیں لیکن بینائی ختم ہوجاتی ہے دیکھئے ایک دن جب ایسا آنے والا ہے تو ابھی سے اس کا مراقبہ کیجئے کہ آنکھیں کھُلی ہیں مگر اب دیکھ نہیں سکتے۔ اب بیوی بچّے کہتے ہیں ہمیں دیکھ لو لیکن دیکھ نہیں سکتے، کان ان کی بات نہیں سُن سکتے۔ تجوری میں نوٹوں کی گڈیاں موجود ہیں، تمام سلام کرنے والے موجود ہیں لیکن اب یہ کس کام آرہے ہیں جو لوگ جاہ کی خاطر خدا کو بھُولے ہوئے تھے اور اللہ کو اس معیار سے یاد نہیں کیا جس معیار سے ولایت کا مقام عطا ہوتا ہے اور اللہ میاں کی ہلکی اور تھوڑی سی دوستی پر راضی تھے حالانکہ ایسا نہیں چاہیئے تھا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

اَرَى الْمُلُوْكَ بِاَدْنَى الدِّيْنِ قَدْ قَنِعُوْا
وَمَا اَرَاهُمْ رَضُوْا بِالْعَيْشِ بِالدُّوْنِ

بادشاہ تھوڑے سے دین پر قانع رہتے ہیں لیکن بادشاہوں کو میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ تھوڑی سی دُنیا پر راضی ہوں۔

تو میرے دوستو! اللہ کی قلیل محبت پر قناعت کرنا اور وطن اصلی جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لئے ٹوٹی پھُوٹی نماز، ٹوٹی پھُوٹی عبادت پر راضی رہنا سخت نادانی ہے۔ کہتے ہیں دو چار ٹکر مار لیتا ہوں، بس اتنا کافی

ہے۔ ارے جہاں ہمیشہ رہنا ہے اس کے ساتھ یہ معاملہ اور وہاں کے لئے ایسی بے پرداہی!

مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو پچھتانا پڑے گا، اِس وقت جن حواسِ خمسہ سے دل بہلا رہے ہو یہ پانچوں حواس موت کے وقت بے کار ہو جائیں گے۔ کان موجود ہے۔ بچّہ کہتا ہے ابا! ابا! ابا سُنتے ہی نہیں۔ بیوی کہتی ہے ارے میرے پیارے شوہر! شوہر صاحب سُنتے ہی نہیں۔ اچھا ارے بھائی یہ شامی کباب تو آپ کو بہت پسند تھا اب کھا لو۔ زبان ذائقہ کی عارف نہیں رہی، اس کی معرفتِ ذائقہ ختم ہوگئی، اب ذائقہ کو پہچانتی نہیں۔ مُردہ کی زبان پر شامی کباب رکھ دو یا مُرغ کا لقمہ اب زبان لذت کے ادراک سے قاصر ہے۔ اچھا نوٹ کی گڈیاں لے آؤ۔ خادم کہتا ہے کہ حضور یہ ریال جنہیں آپ گِنا کرتے تھے اور حرم کی جماعت چھوڑ دیا کرتے تھے، بہت آمدنی ہوتی تھی آپ کو۔ اب کم از کم یہ ریال تو گن لیجئے۔ مُردے کی اُنگلیاں ہیں لیکن اب چلتی نہیں ہیں، قوتِ لامسہ بھی ختم۔ اچھا سُونگھنے کے لئے عِطر لے آؤ لیکن اب خوشبو نہیں سُونگھ سکتے، قوتِ شامہ بھی بے کار ہوگئی، سارا معاملہ ختم۔ بس اس دن کا بار بار مراقبہ کیجئے۔

باہر سے در آمد ہونے والی لذتیں فنا ہوگئیں۔ اس وقت قلب میں اللہ کی محبت کا جو خزانہ ہوگا وہی کام آئے گا۔ جنہوں نے اس عارضی و فانی زندگی کے لمحات میں اللہ کو خوب یاد کیا اور اللہ کو ناراض نہیں کیا یعنی گناہوں سے بچے ان کی اس عارضی زندگی کا چراغ جب گُل ہوتا ہے تو فوراً ایک دائمی اور سرمدی چراغ جل جاتا ہے جس کا نور قبر میں، برزخ میں، حشر میں اور جنّت تک ساتھ رہتا ہے۔

بس اپنے قلب کے اندر وہ دولت حاصل کیجئے جو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حاصل کی تھی فرماتے ہیں ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

فرماتے ہیں کہ اے دُنیا والو! ولی اللہ محدث دہلوی کے سینہ میں ایک دل ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ موتی ہیں آسمان کے نیچے کون ایسا میر ساماں، ایسا دولت مند ہے جو میرے مقابلہ میں آسکے کیونکہ اللہ کا ولی جب دُنیا سے جاتا ہے تو خدائے تعالیٰ کی محبت کی دولت کو اپنی رُوح میں لے کر جاتا ہے اور دُنیا دار اگر بادشاہ بھی ہو تو اپنے تخت و تاج کو زمین کے اُوپر رکھ کر زمین کے نیچے تنہا خالی ہاتھ چلا جاتا ہے۔ حضرت سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎

چو آہنگ رفتن کند جان پاک
چہ بر تخت مردن چہ بر رُوئے خاک

میرے ایک دوست جو اس وقت صدر کے ایک خاص مشیر ہیں، ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان جب صدر تھے تو مجھے دعوت نامہ بھیجا جب میں اسلام آباد پہنچا تو تمام ملٹری لگی ہوئی تھی اور ایوانِ صدر میں جب داخل ہوا تو ایوب خان کی شان و شوکت دیکھ کر اور چہرہ بھی اس کا وجیہہ تھا تو میرے جسم پر اس کی ہیبت سے ہلکا سا رعشہ طاری ہوگیا لیکن اس کے انتقال کے بعد ہری پور میں جب اس کی کچی قبر پر گیا تو بے ساختہ آنسو بہنے لگے کہ یا اللہ یہ وہی بادشاہ ہے جس کو ۲۱ توپوں کی سلامی ملتی تھی، یہ وہی فیلڈ مارشل ہے جس کی وردی سے لوگ ہیبت کھاتے

تھے، یہ وہی ہے کہ کراچی کی سڑکیں جس کے لئے بند کی جاتی تھیں اور ہزاروں فوجی جس کے اردگرد پہرہ دیتے تھے۔ آہ یہ دُنیا دل لگانے کے قابل نہیں۔ ہم یہاں اس لئے آئے ہیں کہ اللہ والے بن کر جائیں۔

آج بھی ولایت کے تمام دروازے کھُلے ہُوئے ہیں۔ آج بھی ہم اپنے اسلاف کا نام روشن کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے اس شعر پر عمل کرلیں جو اہلِ علم کے لئے بہت کام کا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے جماعتِ عُلماء! اپنے علم پر ناز مت کرو۔ اپنی زبان پر ناز مت کرو۔

اگر شاعر ہو یا عربی بہت اچھی بولتے ہو تو اپنے شعر پر اور اپنی عربی پر ناز مت کرو۔ بلکہ کسی اللہ والے کی غلامی اختیار کرکے اپنے پندارِ علم کو خاک میں ملادو پھر دیکھو اللہ کی محبت کی کیسی حلاوت قلب کو عطا ہوتی ہے۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں ابوجہل جیسی عربی ہم آپ نہیں بول سکتے۔ ہم اس سے زیادہ ماہر نہیں ہو سکتے، عربی بولنے سے کوئی ولی اللہ نہیں ہوتا، ایمان اور تقویٰ سے ہوتا ہے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے جب پُوچھا گیا کہ حضرت آپ تو بہت بڑے عالم ہیں، آپ تو بُخاری پڑھاتے ہیں آپ کیوں گئے تھے حاجی امداد اللہ صاحب کے پاس۔ فرمایا حاجی صاحب کے پاس میں مسئلہ پُوچھنے نہیں گیا تھا بلکہ مسئلہ پر عمل کرنے میں جہاں جہاں نفس غفلت اور سُستی کرتا تھا اور جہاں نفس ہم پر غالب آجاتا تھا حاجی صاحب کی برکت سے نفس کو مغلُوب کرنے گئے تھے ہم قوتِ عمل لینے کے لئے حاجی صاحب کے پاس گئے تھے علم لینے نہیں گئے تھے۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ چاہے کتنے ہی بڑے مولانا بن جاؤ اے

دُنیا والو نفس سے مغلوب رہو گے جب تک کسی اللہ والے کی صُحبت نہیں اُٹھاؤ گے ؎

یار مغلوباں مشو ہیں اے غوی
یار غالب جو کہ تا غالب شوی

فرماتے ہیں کسی اللہ والے کی صحبت اٹھاؤ جو اپنے نفس پر غالب ہو چکا ہے اس کی برکت سے تم بھی اپنے نفس پر غالب ہو جاؤ گے اور علم پر عمل کی قوت عطا ہو جائے گی۔ اور اگر ایسے لوگوں کی صحبت میں رہو گے جو اپنے نفس سے مغلوب ہیں تو تم بھی ہمیشہ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کے غلام رہو گے کیونکہ جو شخص خود غلام ہے وہ دُوسرے کو کیسے آزادی دلا سکتا ہے۔ ایک قیدی دُوسرے قیدی کو رہائی نہیں دلا سکتا، جو قیدی قید خانے سے چھوٹ چکا ہے وہ باہر سے آکر ضمانت لے گا اور وہی رہائی دلا سکتا ہے اس سے مُراد اللہ والے ہیں جو اپنے نفس کی قید سے آزاد ہو چکے۔

تو ہمارے بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم علماء کو ایسے اللہ والوں سے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب اپنے اس شعر میں دیتے ہیں ؎

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

دستارِ فضیلت پر جو علماء کو ناز ہے اگر ان کی یہ دستار فضیلت کسی اللہ والے کی دستارِ محبت میں گم ہو جائے یعنی اگر یہ کسی اللہ والے کی جُوتیاں کچھ دن اٹھالیں تو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جائیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو عالم میرے پاس لاؤ

ایک وہ جو اللہ والوں کی جُوتیاں اُٹھائے ہوئے ہے، ان کا تربیت یافتہ ہے اور دُوسرا وہ عالم جس نے اہل اللہ کی صحبت نہیں اُٹھائی اور مجھے مت بتانا کہ کون سا عالم صحبت یافتہ ہے اور کون سا نہیں، میں پانچ منٹ میں بتادوں گا کہ یہ صحبت یافتہ ہے اور یہ نہیں ہے۔

میں نے الہ آباد میں عرض کیا تھا اور مدینہ شریف میں بھی حاجی سُلیمان صاحب کے یہاں کہ دیکھئے دو آملے درخت سے گرے اور ان کا مربی یعنی حلوائی ان کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں آپ کا مربہ بنانا چاہتا ہوں۔ دونوں نے سوال کیا کہ مربہ بنانے کے لئے آپ ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے؟ اس نے کہا کہ پہلے ایک بڑی سُوئی سے تمہیں کچوکوں گا اور تمہارا کسیلا اور کھٹا پانی نکالوں گا یعنی پہلے تمہارا تزکیہ کروں گا۔ اس کے بعد پھر تمہیں شیرے میں ڈالوں گا اور تمہیں مرتبان میں رکھوں گا اس کے بعد تمہاری حیثیت اور قیمت بڑھ جائے گی اس کے بعد صدر اور وزیرِ اعظم اور بادشاہ بڑے بڑے عُلماء اور مفتی اعظم جو دل کے مریض ہوں گے وہ تمہیں کھائیں گے اور تم ان کے دل کی قوت بنو گے۔ ایک آملہ نے کہا جب یہ بات ہے تو میں مجاہدہ کو قبول کرتا ہوں۔

دُوسرے نے کہا صاحب! واہ یہ بھی کوئی بات ہے۔ بندہ ہوکر بندہ کی غلامی لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ؎

نہ بندہ ہو کسی بندے کے بس میں
تڑپ کر رہ گئی بلبل قفس میں

مجھے قفس میں نہیں رہنا، میں آزادی اور مطلق العنانی چاہتا ہوں۔ مجھے کسی انسان کی غلامی اور تابعداری کی ذلّت گوارا نہیں۔ تو اس مربّی نے کہا ٹھیک

ہے آپ پڑے رہئے یہیں۔ وہ آملہ درخت کے نیچے پڑا رہا، سُورج کی شعاعوں نے اس کو کالا کردیا اس کی صُورت بھی بگاڑ دی، سیرت بھی بگاڑ دی۔

پھر ایک بنیا آیا جھاڑو سے سمیٹ کر ایک بورے میں بھر کرلے گیا اور بورے کو دُکان میں ایک طرف پھینک دیا۔ کسی کو قبض ہُوا۔ بنیئے سے پُوچھا کہ بھئی ترپھلا ہے۔ کہا کہ ہاں ہے۔ لو بھائی آملہ ہرا بہیڑہ کُوٹو اور پھانکو۔ ایک روپیہ میں پانچ سیر کے حساب سے بِکا اور دافع فضلہ بنا یعنی پاخانہ ڈھکیلنے کی خدمت ملی۔ مربّی سے اعراض و انکار کی بدولت یہ ذلیل مقام نصیب ہُوا اور جس نے تربیت کرالی اور مجاہدہ کر کے مربہ بن گیا تو حکیم اجمل خان نے نواب رام پُور کو نسخہ میں لکھا کہ مربہ آملہ گرفتہ از آب گرم شستہ ورق نقرہ پیچیدہ نہار مُنہ بخورند اب جو یہ غیر مربہ آملہ مربہ کو دیکھتا ہے تو حسد کرتا ہے کہ یہ تو وہی ہے جو میرے ساتھ درخت سے گرا تھا اسے یہ مقام کیسے نصیب ہوگیا کہ بڑے بڑے لوگ اس کے گرویدہ ہورہے ہیں۔

اسی طرح جو عالم کسی اللہ والے سے اپنے نفس کا تزکیہ کراکے صاحب نسبت ہوجاتا ہے اس کی صُحبت سے ہزاروں مُردہ دل زندہ ہوتے ہیں اور امراضِ باطنی سے شفا پاکر اللہ والے بن جاتے ہیں اس وقت اس کے وہ ساتھی جنہوں نے اپنی تربیت نہیں کرائی جب دیکھتے ہیں کہ اس کے سینہ میں درد بھرا دل عطا ہوگیا، اس کی باتوں سے لوگ متاثر ہوتے ہیں اور خلق کثیر اس کی طرف رجُوع کررہی ہے تو وہ غیر تربیت یافتہ ساتھی اس پر حسد کرتے ہیں کہ یہ مولوی صاحب وہی تو ہیں جو ہمارے ساتھ شرح جامی پڑھتے تھے۔ بس انہوں نے چند دن فلاں بزرگ کی صحبت اُٹھائی اور پیری مُریدی کے چکر میں پڑ گئے۔ آج تو صاحب ان کا کیا پُوچھنا ہے مزے آرہے ہیں۔

مُرغوں کی دعوتیں ہو رہی ہیں، لوگ ہاتھ پاؤں چُوم رہے ہیں لیکن وہ حسد کی آگ میں یہ نہیں سوچتے کہ آخر یہ لوگ تمہاری طرف کیوں رجوع نہیں کرتے اگر تم بھی اپنے نفس کا تزکیہ کرا کے اپنی خواہشات کی قید اور حُبِّ دُنیا سے آزاد ہو جاتے تو تمہارا یہ حال نہ ہوتا۔ اب کیوں جلتے ہو۔ جنہوں نے ہمیشہ اللہ کے لئے مجاہدے کئے اپنے نفس کی اصلاح کرائی، مربی کی ڈانٹ ڈپٹ برداشت کی تب اللہ تعالیٰ کا تعلقِ خاص، نسبتِ خاص عطا ہوئی۔ انہیں انعامات کیوں نہ ملیں گے، جو اپنے کو اللہ کے لئے جلاتا ہے ایک عالم کو خوشبو سے بساتا ہے۔

اور یہ مُرغ کی دعوتیں اور لوگوں کی عزتیں ان کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں اگر ان کے باطن کی حالت کا تم کو مشاہدہ ہو جائے کہ لاکھوں سلطنتیں ان کے سامنے ہیچ ہیں تو تم بھی اپنی جان کو مجاہدہ کی آگ میں ڈال دو گے بس تم بھی مجاہدے اُٹھاؤ پھر دیکھو کیا ملتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عالم نے بحث کی۔ اس نے کہا کہ تزکیۂ نفس کی فرضیت کو تو تسلیم کرتا ہوں لیکن مزکّی کی کیا ضرورت ہے۔ میں خود کتاب پڑھ کے اپنا تزکیہ کر لوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب تزکیہ فعل لازم ہے یا فعل متعدی۔ کہا فعل متعدی ہے فرمایا کہ کیا فعل متعدی بھی فعل لازم کی طرح اپنے فاعل پر تمام ہو جاتا ہے اللہ اکبر! کیا علمی نکتہ بیان فرمایا۔

حضرت فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسائلِ شریعت و طریقت کو مجھ پر بالکل واضح کر دیا ہے۔ بڑے سے بڑا عالم لے آؤ پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے کہ انشاء اللہ میں اس کو تسلی بخش جواب دوں گا۔ وہ صاحب

بھی بڑے مولانا تھے، سکتے میں پڑ گئے کہ واقعی فعل متعدی تو فاعل پر تمام نہیں ہوتا۔ جَاءَ زَیْدٌ جاءَ فعل لازم ہے، فاعل پر تمام ہوگیا لیکن تزکیہ تو فعل متعدی ہے اس کے لئے ایک مزکّی ہونا چاہئے اور ایک مزکّٰی ہونا چاہئے۔ دیکھئے صحابہ بھی اپنے نفوس کا خود تزکیہ نہیں کر سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یُزَکِّیْھِمْ ہمارا نبی ان کا تزکیہ کرتا ہے، شخصیتِ رسالت نے تزکیہ کیا صحابہ کے قلوب کا۔ آج بھی وہی نائبینِ رسول اولیاء کرام علیٰ سبیل نیابت اِس گئے گذرے دَور میں بھی تزکیہ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ارے اللہ کے عاشقین کو تلاش کیجئے۔ شمس الدین تبریزی جگہ جگہ چھپے ہوئے ہیں یہ مولانا رُوم کے زمانہ کے لئے خاص نہیں ہیں قیامت تک ایسے شمس تبریز پیدا ہوتے رہیں گے جو مولوی جلال الدین کو مولائے رُوم بناتے رہیں گے۔

میں نے ایک دُعا کی ہے آپ بھی یہ دُعا کر لیجئے کہ ؎

یارب ترے عشاق سے ہو میری مُلاقات
قائم ہیں جن کے فیض سے یہ ارض و سماوات

یہ میرا ہی شعر ہے۔ میں خدا کے عاشقوں سے ملاقات کی بہت دُعا کرتا رہتا ہوں اور ایک دفعہ میں نے ایک شعر اور کہا تھا کہ ؎

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہُوئے

جیسے حاجی امداد اللہ صاحب جیسے شمس تبریز جیسے مولانا رُومی جیسے مولانا تھانوی یعنی بڑے بڑے اولیاء اللہ کے درمیان اختر جینا چاہتا ہے اور انہیں کے درمیان مرنا چاہتا ہے اس تمنا کو احقر نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔ ؎

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

تو میرے دوستو! صاحبِ نسبت اور ولی اللہ بننے کا نسخہ آج اختر عرض کر رہا ہے۔ اور یہ سب ان حضرات ہی کی برکت ہے یہ سب میرے محترم بزرگ ہیں۔ میں واعظ کی حیثیت سے نہیں آیا خادم کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں کیونکہ یہ بڑوں کی جگہ ہے اللہ ان بزرگوں کی ارواح کو انوار سے معمور کرے، ان کی اولاد کا حق ہوتا ہے۔

ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ اللہ والا بننے کے لئے پہلی شرط تواضع ہے حدیث پاک ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ (مشکوٰۃ ص۴۳۴) تھوڑا سا نفس کو مَنْ تَوَاضَعَ کرنا پڑے گا اس کے بعد رَفَعَہُ اللّٰہُ ہے لیکن تواضع رفعت کی نیت سے نہ ہو اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ تَوَاضَعَ کے بعد لِلّٰہِ داخل کر دیا۔ معلوم ہوا کہ تواضع کے فعل پر ثمرۂ رفعت جب مرتب ہوتا ہے جب کہ یہ تواضع للہ ہو یعنی فعل اور ثمرۂ فعل کے درمیان لِلّٰہِ کیوں داخل کیا یہ دفع دخل مقدر ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی سوچے کہ جب بلندی ملتی ہے تو چلو تواضع اختیار کر لو۔ جو بڑا بننے کی نیت سے تواضع کرے گا تو یہ صورت تو تواضع کی ہوگی حقیقت تکبر ہوگی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لِلّٰہِ داخل کر دیا اور یہ لام تخصیص کا ہے مطلب یہ کہ اللہ ہی کے لئے تواضع کرو۔

آج اگر ہم مالدار ہیں اور ہمارے پاس بہت دولت ہے تو ہم سوچتے ہیں کہ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھائیں۔ لیکن میرے دوستو! آج یہاں مثنوی کا درس ہو رہا ہے یہ صاحبِ مثنوی مولانا جلال الدین رُومی

کون شخص تھے ؟ شاہ خوارزم کے سگے نواسے تھے، بادشاہ کا نواسہ تھا یہ شخص۔ یہ غریب مُلّا نہیں تھا کہ سوچا ہو کہ چلو پیری مُریدی کریں، کچھ دُکان چمکائیں تاکہ نذرانے اور حلوے مانڈے آئیں۔ ان کے پاس اتنی دُنیا تھی کہ بُخاری پڑھانے کے لئے جب پالکی پر چلتے تھے تو طلباء پیچھے پیچھے جُوتا لے کر دوڑتے ہُوئے چلتے تھے۔ اتنا اعزاز حاصل تھا۔

لیکن جب حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا کی کہ خدا شمس تبریز کا وقت آخر معلوم ہوتا ہے۔ میرے سینہ میں آپ کی محبت کی آگ کی جو امانت ہے کوئی ایسا بندہ عطا فرما کہ اس کے سینہ میں اس امانت کو منتقل کردوں، کوئی ایسا سینہ عطا کردے جو اس قیمتی امانت کا اہل ہو۔ الہام ہُوا کہ اے شمس الدین قونیہ جاؤ میرا ایک بندہ جلال الدین رُومی ہے میری محبت کی آگ کی اس امانت کو جو زمین و آسمان سے زیادہ قیمتی ہے اس کے سینہ میں منتقل کردو اس کا سینہ اس کے قابل ہے اور یہ امانت زمین و آسمان سے زیادہ قیمتی کیوں ہے ؟ اس لئے کہ زمین و آسمان نے انکار کردیا تھا فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا زمین و آسمان جیسی عظیم القامت مخلوق نے جس امانت کو اٹھانے سے ڈر کر انکار کیا تھا اللہ کے عاشقوں کے دل نے اسے قبول کرلیا جو ڈیڑھ چھٹانک کا ہے مگر اس کو ڈیڑھ چھٹانک کا نہ سمجھو۔ حضرت مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

در فراخ عرصۂ آں پاک جاں
تنگ آید عرصۂ ہفت آسماں

اللہ والوں کی جانوں میں، ان کے قلوب میں اتنا پھیلاؤ، اتنی وُسعت ہے کہ ساتوں آسمان کی وُسعت اس کے سامنے تنگ ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اللہ والے مصاحب خُورشیدِ حق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ اللہ اپنے فضل

سے ان کے قلب میں ایسی وُسعت پیدا کر دیتا ہے کہ ساتوں آسمان اس کے قیدی معلوم ہوتے ہیں۔ جگر مُراد آبادی کا شعر ہے ؎

کبھی کبھی تو اسی ایک مُشت خاک کے گِرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گذرے

تو دیکھئے مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کو نہیں دیکھا کہ میں کیا ہوں جب شمس الدین تبریزی کا بستر شاہ خوارزم کے نواسے نے سر پر رکھا تھا تو ایک شعر کہا تھا ؎

ایں چنیں شیخ گدائے کُو بہ کُو
عِشق آمد لا اُبالی فاتَّقُوْا

میں اتنا بڑا شیخ اور عالم تھا آج اللہ کے عِشق نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ گلی در گلی شمس الدین تبریزی کی غلامی کر رہا ہوں لیکن یہ ان کی غلامی نہیں تھی اللہ ہی کی غلامی تھی۔ اللہ ہی کے لئے مٹایا تھا اپنے آپ کو۔ اہلُ اللہ کا اکرام وہی کرتا ہے جس کے دل میں اللہ کی طلب اور پیاس ہوتی ہے۔

خواجہ صاحب ڈپٹی کلکٹر تھے، گریجویٹ تھے، الہ آباد یُونیورسٹی سے بی۔ اے کیا تھا لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی چند دن کی صحبت سے اللہ کی نسبت پا گئے تعلق مع اللہ سے مشرف ہو گئے اور جب تھانہ بھون سے جانے لگے تو فرمایا ؎

نقشِ بتاں مِٹایا دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو میرے دل بنا دیا
آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے
نا آشنائے درد کو بسمل بنا دیا

مجذُوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہُوئے
صد شُکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

اور پھر کیا ہُوا شیخ العلماء بنے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب نے بھی اپنا مصلح بنایا۔

ایک عالم نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں نے خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذُوب کو اپنا مصلح اور شیخ تجویز کیا ہے۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ بے مثل انتخاب کیا۔ کیوں صاحب یہ گریجویٹ بی اے ڈپٹی کلکٹر انگریزی داں مولانا لوگوں کا شیخ بن رہا ہے! کیوں صاحب یہ عُلماء ایک انگریزی داں کے سامنے کیوں زانوئے ادب تہہ کر رہے ہیں! مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ جامعہ اشرفیہ لاہور کا مفتی انہیں اپنا شیخ بنا رہا ہے، اور اصلاحی خط و کتابت ہو رہی ہے خواجہ صاحب کو لکھتے ہیں کہ مجھے ایسی ترکیب بتا دیجئے کہ تعلق مع اللہ نصیب ہو جائے۔ خواجہ صاحب جواب لکھتے ہیں کہ بغیر شیخ کے سامنے اپنے نفس کو مٹائے ہُوئے اللہ نہیں ملا کرتا اور مفتی صاحب کو یہ شعر لکھ کر بھیجا تھا ؎

پیش مُرشد ذلیل ہو جاؤ
متبع بے دلیل ہو جاؤ
پھر تو سچ مچ جمیل ہو جاؤ
یعنی حق کے خلیل ہو جاؤ

ایک صاحب نے کہا کہ حضرت جو دولت آپ نے حکیم الامّت سے پائی ہے مجھے دے دیجئے تو فرمایا ؎

مے یہ ملی نہیں ہے یُوں قلب و جگر ہُوئے ہیں خوُں
کیوں میں کِسی کو مفت دوں مے مری مفت کی نہیں

فرمایا کہ یہ دولت یوں ہی مفت میں نہیں ملتی۔ پہلے رگڑے کھاؤ نفس کو مٹاؤ پھر دل دل بنے گا۔ فرماتے ہیں ؎

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بہت مشکل سے بن پاتا ہے دل

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ اللہ کا تعلق اگر آسانی سے مل جاتا تو لوگ آسانی سے بیچ بھی دیتے، دنیا کے عوض بک جاتے اس لئے اللہ تعالیٰ مجاہدات کرا کے ملتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ہماری راہ میں مشقت اٹھاتے ہیں ہم ان کو اپنی بارگاہ تک رسائی کے لئے بے شمار دروازے کھول دیتے ہیں جو نعمت مشقت سے ملتی ہے اس کی قدر ہوتی ہے لیکن مشقت کا انعام بھی تو عظیم ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

پہنچنے میں ہوگی مشقت جو بے حد
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

جس قلب میں خدا آتا ہے ساری کائنات نگاہوں سے گر جاتی ہے۔ سلطنت اور تخت و تاج نگاہوں سے گر جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

میرے دوستو! اب میں ختم کرتا ہوں کیونکہ میرا ارادہ تو صرف پندرہ منٹ کا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ میں مولانا سے گذارش کروں گا کہ آپ کے پاس کتنا وقت ہے۔ میں مولانا کا تابع رہوں گا وقت میں کیونکہ اپنے بڑوں

کی اولاد ہیں۔ (اس مقام پر مولانا مسعود شمیم صاحب مدظلہ نے وعظ جاری رکھنے کی فرمائش کی کہ آپ کی مجلس تو اب انشاء اللہ آئندہ حج میں ہی نصیب ہوگی۔اس پر حضرت والا نے دوبارہ بیان شروع فرمایا۔جامع)

تو حضرت شمس الدین تبریزی کی چند دن کی صحبت کے بعد مولانا رُومی پر حق تعالیٰ نے علوم کے دریا کھول دئے۔ اہل اللہ کی صحبت و خدمت و تربیت کی برکت سے جو عالم اللہ والا ہو جاتا ہے اس کے علم میں اور غیر تربیت یافتہ عالم کے علم میں کیا فرق ہوتا ہے اس کی مثال سُن لیجئے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک حوض کھود دیئے اور اس میں پانی بھر دیجئے اور پھر پانی نکالنا شروع کر دیجئے، کب تک چلے گا آخر ایک دن ختم ہو جائے گا اور اگر اتنی کھُدائی کی جائے کہ سوتہ جاری ہو جائے، زمین کے نیچے سے پانی نِکل آئے تو اس حوض کا پانی ختم نہیں ہوگا۔ یہ مثال ہے ان اللہ والوں کے علم کی جو اللہ والوں کی جُوتیاں اُٹھانے سے، گناہوں سے بچنے سے، ذکر و فکر کے دوام سے یعنی صحبتِ اہل اللہ اور دوام ذکر اللہ اور تفکر فی خلق اللہ سے عطا ہوتا ہے یعنی وہ سوچتے رہتے ہیں کہ آسمان و زمین و سُورج و چاند کا کیا مقصد ہے۔ ان کا پیدا کرنے والا کون ہے، اس کا ہم پر کیا حق ہے وغیرہ۔ یہ نہیں کہ بس کھاؤ پیو اور مست رہو۔ اس کی برکت سے اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم عطا ہوتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا جیسے پانی کا سوتہ کہ جس سے ہمیشہ پانی نکلتا رہتا ہے۔ مولانا رُومی جب صاحبِ نسبت ہُوئے تو ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار اللہ نے ان کی زبان سے نکلوائے اور جس پر نظرِ عنایت کی صاحبِ نسبت ہو گیا۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جب میں شعر کہتا ہوں تو بعض وقت سوچتا ہوں کہ اس شعر کا قافیہ کیا ہوگا ؎

قافیہ اندیشم و دلدار من
گویدم من دیش جز دیدار من

جب میں قافیہ سوچتا ہوں تو میرا محبوب آسمان سے آواز دیتا ہے کہ اے جلال الدین مت سوچ، بس میری طرف متوجہ رہ۔ مثنوی تو میں لکھوا رہا ہوں میں ہی مضامین و قوافی الہام کروں گا۔

آخر میں ایک قصہ مولانا نے چھیڑا جب مثنوی کے چھ موٹے موٹے دفتر مکمل ہو گئے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار ہو گئے سیکڑوں قصے بیان ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے الہامی ہونے کے ثبوت میں اپنے آفتابِ علم کی محاذات کو مولانا رُومی کے قلب سے ہٹالیا یعنی علوم و معارف کے جو واردات غیبیہ حق تعالیٰ کے سرچشمۂ علم سے دل میں آرہے تھے، بند ہو گئے تو مولانا سمجھ گئے کہ اب مثنوی ختم ہو رہی ہے اور حق تعالیٰ اس آخری قصہ کو ادھورا رکھنا چاہتے ہیں اس وقت فرمایا کہ اب غیب سے مضامین کی آمد نہیں ہو رہی ہے اس وجہ سے مضامین میں اب کیف نہیں رہا لہٰذا میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا اب خاموش ہونا ہی بہتر ہے۔ فرمایا کہ ؎

اے حسام الدیں درچہ بند کن
سخت خاک آلُودمی آید سُخن

میرے چاہ باطن کا چشمہ خشک ہوگیا لہٰذا اب میرا آبِ سخن خاک آلُود آرہا ہے یعنی گفتگو میں اب نورُ نہیں لہٰذا اب اپنی زبان پر مُہرِ سکوت لگاتا ہوں۔ فرماتے ہیں ؎

چُوں فتاد از روزن دل آفتاب
ختم شُد واللہ اعلم بالصواب

میرے دریچۂ قلب کے سامنے اللہ کے علم کا جو آفتاب مضامین القاء کر رہا تھا وہ قلب کے محاذات سے اُفق میں ڈوب گیا لہٰذا یہ مثنوی ختم ہوگئی۔ یہ مثنوی کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار کا سب سے آخری شعر ہے آج مثنوی ختم ہورہی ہے اور وہ آفتاب غروب ہو رہا ہے۔

اور اس کے بعد مولانا کا آفتاب بھی غرُوب ہوگیا اور غرُوب ہی کے وقت دفن بھی ہُوئے حالانکہ انتقال تو صبح ہُوا تھا لیکن جنازہ میں اتنا اژدہام تھا کہ کندھا بدلتے بدلتے اور چیونٹی کی چال چلتے چلتے شام ہوگئی۔

مثنوی میں مولانا رُومی نے ایک پیشین گوئی بھی کی تھی کہ ایک نورِ جاں پیدا ہوگا جو اس مثنوی کو پورا کرے گا۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس پیشین گوئی کا مصداق مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی ہیں جو چھ سو برس بعد کاندھلہ میں پیدا ہُوئے۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ چھ سو برس پہلے پیشین گوئی کر رہے ہیں جس کو اللہ نے چھ سو برس بعد پُورا فرمایا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو کتابیں جو پڑھ لے گا وہ خدا کے عشق و محبت کی دولت پا جائے گا۔ ایک مثنوی مولانا رُوم اور دُوسری گلزارِ ابراہیم۔ یہ اللہ کی تڑپ پیدا کرنے والی کتابیں ہیں۔

دوستو! آج کل مثنوی پڑھنا اور سمجھنا تو مشکل ہے میری شرح جو "معارفِ مثنوی" کے نام سے ہے اکابر نے پسند کی ہے اور گلزارِ ابراہیم بھی منگا لیجئے کیونکہ گلزارِ ابراہیم میں عجیب عارفانہ اشعار ہیں۔ میں نے ابھی حرم میں اس کے چند اشعار پیش کئے تھے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ قلب پر اللہ کا فضل جب ہو جائے گا تب یہ کعبہ کعبہ معلوم ہوگا گھر کی محبت جب ہوتی ہے جب گھر والے سے محبّت ہو۔ جن لوگوں نے اہل اللہ سے اللہ کی محبت سیکھ لی ان کو ہی کعبہ کی

محبت معلوم ہوتی ہے ورنہ بہت سے لوگ جوش میں ہجرت کرکے آگئے کہنے کو گھر کے قریب ہو گئے لیکن گھر کے قریب کیا ہوئے ریال کے قریب ہو گئے۔ مولانا محمد احمد صاحب کا شعر یہ تھا کہ ؎

کسی کو آہ فریبِ کماں نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکرِ مآل نے مارا

میں نے اس میں یہ ترمیم کردی ہے ؎

کسی کو آہ فریبِ کماں نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکرِ ریال نے مارا

(اس شعر پر تمام سامعین ہنس پڑے۔ جامع)

اتنی دُور سے آئے لیکن حرم کی نمازیں جارہی ہیں، یہ دھڑا دھڑ ریال گِن رہے ہیں۔ گلزارِ ابراہیم کے اشعار بہت عجیب ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو

ابُوجہل کعبہ میں پیدا ہُوا تھا۔ اس کی ماں طواف کر رہی تھی، حالتِ طواف میں پیدا ہُوا۔

فرماتے ہیں کہ ؎

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو
لاوے بُت خانہ سے وہ صدیق کو
اہلیہ لُوط نبی ہو کافرہ
زوجۂ فرعون ہووے طاہرہ
زادۂ آزر خلیل اللہ ہو
اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو

دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر
غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر
فہم سے بالا خُدائی ہے تری
عقل سے برتر خُدائی ہے تری

یہ گلزار ابراہیم کے اشعار ہیں۔ حضرت تھانوی نے بلا وجہ تھوڑی فرمایا تھا کہ اس کو پڑھا کرو۔ واقعی اس کے پڑھنے سے معرفت بڑھتی ہے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تین کام کر لئے جائیں تو قلب میں اللہ کا نورِ خاص اور معیتِ خاصہ حاصل ہو جائے۔ دل اسی وقت دل کہلانے کے قابل ہوتا ہے جب اس میں اللہ کی محبت آجائے ورنہ وہ دل صُورتاً دل ہے جیسے نہر تو اسناد مجازی کے طور پر اس کو بھی کہہ دیتے ہیں جس میں پانی نہ ہو۔ کہہ دیتے ہیں نَھَرٌ جَارِیٌ حالانکہ پانی جاری ہوتا ہے نہر کہاں جاری ہوتی ہے ایسے ہی ہمارے قلوب ہیں لیکن اللہ کے قُرب کا دریا ان کے اندر نہیں ہے۔ یہ دل اُس وقت دل کہلانے کے قابل ہوگا جب اس میں اللہ کے قرب کا پانی گذر جائے یعنی ایمان استدلالی عقلی ایمان حالی وجدانی سے تبدیل ہو جائے۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ معیتِ عامہ تو ہر مُسلمان کو حاصل ہے، معیتِ خاصہ اولیاء اللہ کو عطا ہوتی ہے قلب محسوس کرتا ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اپنے خاص عاشقوں کو اللہ اپنا رابطہ عطا کر دیتا ہے جن کو پہلے وَزِدْنٰهُمْ هُدًى کا مقام نصیب ہوتا ہے خالی اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا تک نہیں اٰمَنُوْا سے خالی یہ مقام حاصل نہیں ہوتا وَزِدْنٰهُمْ هُدًى جب ہدایت میں ترقی ہوتی ہے پھر وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کا مقام عطا ہوتا ہے یعنی حق تعالیٰ سے رابطہ

خاص جس کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کِسی اور کو یہ راز نہیں ہے
تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دَم مگر آواز نہیں ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلب میں ہر وقت ایک آواز آتی ہے کہ یہ کرو، یہ نہ کرو اللہ تعالیٰ سے تعلقِ خاص کے بعد عالمِ غیب سے ہر وقت رہ نمائی ہوتی رہتی ہے۔

میرے دوستو! آج بھی ہماری قیمت زیادہ ہوسکتی ہے میں درد بھرے دل سے ایک بات عرض کر رہا ہوں کہ آج امّتِ مُسلمہ ہم لوگوں کو (یعنی جو چند حروف علم کی نسبت اپنی طرف رکھتے ہیں) دیکھ کر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بایزید بسطامی کو اپنی نگاہوں سے تلاش کرتی ہے کہ ہائے کہیں ایسے عاشقانِ باوفا بھی ہیں۔ آج امت ہمیں اپنے اسلاف کے معیار پر ڈھونڈ رہی ہے۔

تو میرے دوستو! بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ والا ہونا کوئی محالات میں سے نہیں ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا کہ ولایت محالات میں سے نہیں ہے۔ نبوّت تو محال ہے ولایت آسان ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دو ہی جُز سے تو ولایت بنتی ہے۔ ایک ایمان دُوسرا تقویٰ۔ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ؕ تو آدھی ولایت تو سب مُسلمانوں کو حاصل ہے یعنی ایمان تو الحمدُ لِلّٰہ حاصل ہے ہی بس تقویٰ

کا اعلیٰ مقام اور حاصل ہوجائے اسی کا نام ولایت ہے۔

اور حکیم الامت نے فرمایا کہ یہ تین چیزوں سے عطا ہوتی ہے نمبر۱ یہ کہ کسی صاحبِ نسبت سے تعلق قائم کرلیا جائے۔ اگر اس کی صحبت میسّر ہو تو کیا کہنا ورنہ اصلاحی مکاتبت کی جائے۔ حضرت نے شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مُرادآبادی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رُوس میں ایک قاز چڑیا ہے وہ ہندوستان پاکستان میں آتی ہے اور آنے سے پہلے رُوس کے پہاڑوں میں انڈے دے کر آتی ہے پھر یہاں سے اپنی توجہ سے وہ انڈوں کو گرماتی ہے اور جب واپس جاتی ہے تو دیکھتی ہے کہ اس کی توجہ کی گرمی سے بچّے پیدا ہو چکے ہیں۔ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مُرادآبادی فرماتے ہیں کہ جب چڑیوں کی توجہ میں اللہ نے یہ طاقت رکھی ہے تو اللہ والوں کی رُوحوں میں کیا بات ہوگی۔ لہٰذا اہل اللہ کی صحبت میسّر نہ ہو تو خط و کتابت سے بھی اصلاح ہوسکتی ہے ان کی توجہ اور دُعا میں اللہ نے خاص اثر رکھا ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحبِ نسبت بزرگ تھے حالتِ جذب میں اللہ کے حضور میں مراقبہ میں بیٹھے تھے اچانک آنکھ کھلی، ایک کُتّا گذر رہا تھا اس پر نگاہ پڑگئی فرمایا کہ جہاں جہاں وہ کتا جاتا تھا سب کتّے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے تھے پھر ہنس کر فرمایا کہ شیخ الکلاب ہوگیا ظالم۔ تو جب اللہ والوں کی نظر کا جانوروں پر یہ اثر ہے تو میرے دوستو! کیا کہوں کہ انسانوں پر ان کی نگاہ کیا اثر کرتی ہوگی۔

مجھ سے ٹنڈو جام میں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ والوں نے پُوچھا کہ اللہ والوں کی صحبت کی کیا ضرورت ہے اور یہ سوال کرنے والے کون لوگ تھے کئی ایم۔ ایس۔ سی اور کئی پی۔ ایچ۔ ڈی تھے جو امریکہ اور جرمن سے ڈاکٹریٹ کی

ڈگریاں لائے ہوئے تھے میں نے کہا کہ آپ لوگوں نے ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ یعنی نباتات کی تحقیق و ریسرچ پر جو ڈگریاں حاصل کی ہیں تو آپ لوگ یہاں کیا کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم دیسی آم کو لنگڑا آم بناتے ہیں۔ میں نے کہا کیسے بناتے ہو۔ کہا کہ ہم دیسی آم کی شاخ کو لنگڑے آم کی شاخ سے پیوند کرتے ہیں اور اتصالِ تام کرتے ہیں ذرا سا بھی فاصلہ نہیں رہنے دیتے، کَس کر پٹی بھی باندھ دیتے ہیں کہ کہیں ہل نہ جائے کیونکہ اگر ایک بال کے برابر بھی فاصلہ رہ جائے تو لنگڑے آم کی خوبو اور سیرت اس دیسی آم میں مُنتقل نہیں ہوسکتی۔

بس میں نے کہا کہ آپ لوگ اپنے ہی قول سے پکڑے گئے اور اقراری مُلزم ہوگئے آپ ہی کے قول میں آپ کے سوال کا جواب ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ لوگ بتا چکے ہیں کہ ہم دیسی آم کو لنگڑا آم بناتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ کے فضل سے دیسی دل کو اللہ والا دل بنایا جا سکتا ہے۔ جس طرح لنگڑے آم کے پیوند سے اس کی ساری خوبو دیسی آم میں مُنتقل ہوجاتی ہے اور دیسی آم لنگڑا آم ہوجاتا ہے اسی طرح اگر کوئی دیسی دل یعنی غافل دل کسی اللہ والے دل سے اپنا پیوند کرلے تو وہ دیسی دل اللہ والا دل ہوجاتا ہے۔ اور اس اللہ والے کی ساری نسبت اس میں منتقل ہوجاتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس اللہ والے سے تعلق قوی اور مضبُوط ہو، اگر ڈھیلا ڈھالا تعلق ہُوا تو یہ نفع حاصل نہ ہوگا جس طرح آپ لوگوں نے ابھی بتایا کہ دیسی آم کی قلم کو آپ لنگڑے آم کی شاخ سے خُوب مضبُوط باندھتے ہیں۔

حضرت تھانوی سے کسی نے پُوچھا کہ آپ وعظ میں اتنے عُلوم کہاں سے بیان کرتے ہیں۔ بیان القرآن، شرح مثنوی اور مواعظ وغیرہ میں آپ کو اتنے عُلوم کہاں سے عطا ہُوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کُتب بینی بہت کی

ہے۔ فرمایا نہیں اے مولویو! درسِ نظامیہ جتنا تم نے پڑھا ہے اتنا ہی اشرف علی نے بھی پڑھا ہے لیکن تم کتب بینی پر قناعت کرتے ہو اور ہم نے کتب بینی زیادہ نہیں کی مگر قطب بینی زیادہ کی ہے۔ ایک چھوٹے ک' اور ایک بڑے ق میں فیصلہ کر دیا، یعنی حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں کی قطب بینی نے یعنی ان کی صُحبت وخدمت نے علم میں یہ برکت عطا فرمائی ہے۔

ہاں! تو میں تین باتیں عرض کر رہا تھا۔ ایک تو اہل اللہ کی صُحبت ہے۔ مگر صرف صحبت ہی کافی نہیں مجاہدہ بھی ضروری ہے اور اس کی ایک عجیب مثال ہے۔ جون پور (ہندوستان) میں تلی کا تیل جب چنبیلی کا تیل بنایا جاتا ہے تو تلی کو پہلے مجاہدہ کراتے ہیں، خُوب رگڑ رگڑ کر اس کی بھُوسی چھُڑاتے ہیں یہاں تک کہ تلی پر ایک ہلکا غلاف رہ جاتا ہے جس میں سے تیل نظر آتا ہے کہ اگر سُوئی چبھو دیں تو تیل باہر آجائے اتنا مجاہدہ تلی کو رگڑ رگڑ کر کرایا جاتا ہے۔

اب چنبیلی کے پھُولوں کو پھیلاتے ہیں پھر ان پھُولوں پر وہ مجاہدہ کرائی ہوُئی تلی رکھتے ہیں، اس کے اُوپر پھر چنبیلی رکھتے ہیں اور کئی ہفتہ عشرہ اسی طرح رہنے دیتے ہیں تاکہ خوشبو تلی میں جذب ہو جائے۔ پھر اس کو کولہو یا مشین میں پیل دیتے ہیں اور چنبیلی کی ساری خوشبو اس تلی میں آجاتی ہے۔ اب وہ تلی کا تیل نہیں کہلاتا روغنِ چنبیلی کہلاتا ہے بس یہی طریقہ اللہ والا بننے کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا۔ الخ پہلے مجاہدہ ہو جس سے نفس کی بھُوسی چھُوٹے اور جذب اخلاق اولیاء کی صلاحیت پیدا ہو جس ولی اللہ سے جس کو نسبت ہو اس کے اخلاق کو جذب کرنے کی صلاحیت مجاہدہ

سے پیدا ہوتی ہے اور مُجاہدہ کیا چیز ہے ؟ ذکر اللہ کا اہتمام اور بد نگاہی بدگمانی غیبت جتنے گناہ ہیں ان سے بچنے کی کوشش اور اگر مغلوب ہو رہا ہو تو شیخ کو اس کی اطلاع ۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کے چار حق ہیں۔ جب تک ان کو ادا نہ کرو گے فیض یاب نہ ہوسکو گے اور نفع کامل نہیں ہوگا جن کو خواجہ صاحب رحمۃُ اللہ علیہ نے اس شعر میں بیان کر دیا ؎

شیخ کے ہیں چار حق رکھ ان کو یاد
اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد

یہ چار حق جس نے ادا کر لئے انشاء اللہ کامل ہو جائے گا یعنی شیخ سے اطلاعِ حالات بذریعہ مکاتبت (خط و کتابت) اور اگر موقع ملے تو کبھی کبھی اس کی خدمت میں حاضری۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں زیادہ نہیں صرف چالیس دن اگر کسی اللہ والے کے پاس اپنی اصلاح کی نیت سے کوئی رہ لے تو کام بن جائے گا۔ مگر افسوس طلب ہی نہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے یا دفتر سے چھٹی نہیں ملتی۔ لیکن اگر ڈاکٹر کہہ دے کہ تم کو کینسر ہے، تم کو مری یا شملہ پہاڑی پر جانا پڑے گا تو فوراً چلے جائیں گے چاہے بیوی کا زیور بیچنا پڑے اور تب چھٹی بھی مل جائے گی۔ لیکن افسوس آخرت بنانے کے لئے اور صاحبِ نسبت ہونے کے لئے کسی اللہ والے کے پاس جانا ہمیں مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طلب اور پیاس اور محبّتِ شدیدہ جیسی ہونی چاہیئے ہمارے دل میں نہیں ہے۔ ورنہ دیکھئے دُنیاوی محبت میں مجنوں پاگل بنا پھرتا تھا۔ لیلیٰ کے مرنے کی خبر سُن کر اور پاگل

ہو گیا۔ قبرستان گیا تو ہر خاک کو سونگھ رہا تھا۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب لیلیٰ کی قبر پر گیا تو ظالم نے مٹی سُونگھ کر بتا دیا کہ لیلیٰ یہاں دفن ہے ؎

ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را
خاکِ لیلیٰ را بیابم بے خطا

مولانا فرماتے ہیں کہ مجنوں کی طرح میں بھی ہر خاک کو سُونگھتا ہوں اور جیسے اس نے مٹی کو سُونگھ کر بتا دیا تھا کہ یہاں لیلیٰ ہے۔ میں بھی ہر مٹی کو سُونگھتا ہوں جس جسم کے اندر اس کے قلب میں خدا ہوتا ہے تو میں خوشبو سے پتہ پا لیتا ہوں کہ یہ اللہ والا ہے۔

مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف سے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں یمن سے ڈیڑھ دو سو میل کے فاصلہ پر صحابہ سے فرمایا ٹھہر جاؤ اور فرمایا

اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْیَمَنِ

(التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف مؤلفہ مجدد تھانوی صـ۴۷ و صـ۱۹)

میں یمن سے اللہ کی خوشبو پا رہا ہوں۔ یہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی خوشبو تھی جن کا دل اللہ و رسُول کی محبت میں جل رہا تھا۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو یوں بیان کیا۔ دیکھئے کیا بلاغت ہے، کیا پیارے الفاظ ہیں۔ فرمایا ؎

گفت پیغمبر کہ بر دستِ صبا
از یمن می آیدم بُوئے خُدا

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبا کے ہاتھوں پر یمن سے مجھے اللہ کی خوشبو آ رہی ہے۔

تو میرے دوستو! پانی کی قدر اسے ہوتی ہے جسے طلب ہو پیاس ہو۔ شربت رُوح افزا کتنا ہی برف ڈال کر پلاؤ جسے نزلہ زکام ہے سینہ میں بلغم بھرا ہُوا ہے اسے کیا قدر ہوگی ہلدی کی قدر اس کو ہوتی ہے جس کو چوٹ لگی ہوتی ہے۔ اللہ والوں کی قدر اس کو ہوتی ہے جسے اللہ کی تلاش ہو۔ دیکھئے پہلے ہزار ہزار میل لوگوں نے سفر کئے ہیں تب جا کر اللہ والے ہُوئے ہیں۔ مگر ہاں پھر سارے عالم میں ڈنکا پٹ گیا، سارے عالم میں ان کا فیض جاری ہو گیا۔

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کسی صاحبِ نسبت سے استفادہ کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے مناسبت بھی ہو، اگر مناسبت نہ ہوگی تو نفع نہ ہوگا۔ نفع کا مدار مناسبت پر ہے اور اصلاح کے لئے اس کو شیخ بنانا یعنی بیعت ہونا بھی ضروری نہیں، صرف اصلاحی تعلق بھی کافی ہے کیونکہ بیعت ہونا تو فرض نہیں لیکن اصلاح نفس فرض ہے اور اس کے لئے اصلاحی مکاتبت اور زندگی میں ایک بار چالیس دن مسلسل اپنے مصلح کے پاس رہنے کی بزرگوں نے ہدایت فرمائی ہے اور اس میں جو کچھ بھی خرچ ہوگا وہ اللہ کے راستہ میں شمار ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگر زمین و آسمان کے سارے خزانے دے کر اللہ مل جائیں تو بھی یہ سستا سودا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

بڑی مہنگی والی ہے بھائی اللہ میاں کی محبّت کی شراب، ذرا سنبھل کر قیمت لگانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلَا اِنَّ سِلْعَۃَ اللہِ غَالِیَۃٌ (ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ ج ۲ ص۷۱) اے لوگو! کان کھول کر سُن لو کہ اللہ کا سودا بڑا مہنگا

ہے مگر ہاں اللہ جس کو مل جاتا ہے ساری دُنیا اس کی غلام بن جاتی ہے مگر غلام بنانے کے لئے اللہ والا بننے کی نیت نہ کرنی چاہیئے ورنہ کچھ نہ ملے گا جیسا کہ حدیث بیان کی تھی مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ الخ تواضع صرف اللہ کے لئے ہو یہاں تک کہ خلافت کی نیت سے بھی کسی شیخ سے تعلق قائم نہ کیا جائے۔ مولانا رُومی فرماتے ہیں ؎

منصب تعلیم نوع شہوتے ست

منصب تعلیم اور منصب خلافت کی حرص شہوت نفسانی کی ایک نوع ہے لہٰذا یہ بھی غیر اللہ ہے اور از خدا غیر خدا را خواستن خدا سے غیر خدا کو مانگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے قیمتی ہیں کہ جس کو وہ مل جاتے ہیں پھر اس کا دل کسی اور چیز کو نہیں چاہتا۔ بس مصلح سے تعلق صرف اللہ کے لئے ہو، صرف اللہ کی رضا مقصود ہو یعنی نیت میں اخلاص ہو اور اپنے حالات کی اطلاع اور جو علاج وہ تجویز کرے اور جو ذکر بتائے اس کی اتباع ضروری ہے۔

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کامیابی تو کام سے ہو گی
نہ کہ حُسنِ کلام سے ہو گی
ذکر کے التزام سے ہو گی
فِکر کے اہتمام سے ہو گی

روزانہ جب اللہ اللہ کہیں گے تو دل کے تالے کھُلنے شروع ہو جائیں گے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِكْرِكَ (کنز العمال ص۶۹۹ ج ۲، فصل رابع فی الاذان الخ) اور اپنی محبت کی جو امانت خدا نے عالم ازل میں دلوں کے اندر رکھی تھی اس کی خوشبو خود آنے لگے گی کیونکہ جب دل کے تالے

کھلتے ہیں تو اندر کی چیز ظاہر ہونے لگتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

دل ازل سے تھا کوئی آج کا شیدائی ہے
تھی جو اک چوٹ پرانی وہ اُبھر آئی ہے

اور فرماتے ہیں ؎

اب بھی مجذوب جو محرومِ پذیرائی ہے
کیا جنوں میں ابھی آمیزشِ دانائی ہے

پھر فرماتے ہیں ؎

ازل میں سامنے عقل و جنوں دونوں کا ساماں تھا
جو میں ہوش و خرد لیتا تو کیا میں کوئی ناداں تھا

اِسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقلِ دُور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
رو رو اے جاں زود زنجیرے بیار
بار دیگر آمدم دیوانہ وار

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ میاں بغیر اللہ کا دیوانہ بنے کام نہیں بنتا لیکن بس کسی دیوانے سے پالا پڑ جائے اللہ کے عاشقین ہم سے خدانخواستہ دُنیا نہیں چھڑائیں گے، ان کی برکت سے دُنیا ہاتھ میں ہوگی، جیب میں ہوگی بس دل سے نکل جائے گی، دل میں صرف اللہ ہوگا۔ پھر معلوم ہوگا کہ ہفت اقلیم کی سلطنت اور زمین و آسمان سے بڑھ کر دولت ہمیں حاصل ہے۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا بنانے والا زیادہ میٹھا ہے جس دل کو اللہ تعالیٰ اپنا تعلقِ خاص عطا فرما دیتے ہیں وہ ہر وقت مست اور خوش رہتا ہے۔ اگر کبھی غم بھی آتا ہے تو غم اور مصیبت میں بھی قلب میں ایک کیف اور سکون کا عالم ہوتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس دل میں اللہ ہوتا ہے اس سے اگر آہیں بھی نکلتی ہیں تو اس میں حُوریں نظر آتی ہیں۔ ؎

جو نکلیں آہیں تو حُور بن کر جو نکلے آنسو تو بن کے گوہر
یہ کون بیٹھا ہے دل کے اندر یہ کون چشمِ پُرآب میں ہے

دُنیا کی زندگی بھی لذیذ ہو جاتی ہے اور دُنیا کے سارے غم لذیذ تر ہو جاتے ہیں حیاتِ طیّبہ یعنی بالطف زندگی اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔

مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اگر عالم سراسر خار باشد
دل عاشق گل و گلزار باشد

اگر یہ عالَم تمام کانٹوں سے بھر جائے یہ امریکہ رُوس ایٹم بموں سے لڑتے رہیں لیکن خدا کے اولیاء جہاں بھی ہوں گے ان کا دل گُل و گلزار رہے گا جیسے واٹر پرُوف گھڑیاں ہوتی ہیں خدا اپنی محبت کے صدقے میں ان کے دل کو غم پرُوف کر دیتا ہے۔ مجھے اپنا ایک پُرانا شعر یاد آیا ؎

زندگی پُرکیف پائی گرچہ دل پُرغم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

علامہ سید سلیمان ندوی نے فرمایا ؎

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

تو میرے دوستو! حاصل شریعت وطریقت یہی ہے کہ نعمتوں کی محبت پر منعم کی محبت کو غالب کرلیا جائے دُنیا کی نعمتوں سے دل کم لگا ہو، نعمت دینے والے سے زیادہ لگا ہو۔ پھر ایسا شخص جہاں بھی رہتا ہے غالب رہتا ہے۔ جگر مُراد آبادی کا شعر یاد آیا یہ آپ لوگوں کی برکت سے آج عجیب مضمون بیان ہورہا ہے۔ جگر مُراد آبادی کہتا ہے ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

خدائے تعالیٰ کی محبت جس پر چھا جاتی ہے وہ جہاں جاتا ہے غالب رہتا ہے کسی ماحول سے مغلوب نہیں ہوتا۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ چند دن کی مشقت کے بعد آدمی صاحبِ نسبت ہوجاتا ہے پھر تھوڑے سے علم میں خدا برکت دے دیتا ہے۔ حاجی امداداللہ صاحب کوئی بڑے عالم نہیں تھے۔ آج کل مولانا محمد احمد صاحب اس کی ایک مثال ہیں۔ مولانا علی میاں ندوی، قاری محمد طیب صاحب، شیخ الحدیث صاحب تمام بڑے بڑے علماء ان کی بزرگی کے قائل ہیں حالانکہ وہ باضابطہ عالم نہیں ہیں کہیں بُخاری نہیں پڑھاتے مگر وہی کہ سینہ میں ایک دردبھرا دل عطا ہوگیا۔ بس اللہ والا بننے کے لئے ایک تو اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے دُوسرے جو ذکر وہ بتادیں اس کا اہتمام ضروری ہے۔ ذکر میں ناغہ نہ ہونا چاہیئے۔ ذکر کا ناغہ رُوح کا فاقہ ہے۔ ذکر پر دوام کی ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ جس دن ذکر میں ناغہ ہوجائے اس دن نفس کو فاقہ کرائیے، روٹی نہ کھائیے۔ جس دن نفس کہے کہ آج ذکر نہیں کروں گا تو اس سے یہ کہہ دیجئے کہ تو قائم ہے رُوح سے، اگر رُوح نہ ہوگی تو تُو کچھ نہیں کھاسکتا اور رُوح کو تو فاقہ کرا رہا ہے لہٰذا آج میں بھی

تجھے کچھ نہیں کھانے دوں گا۔ جس دن آپ نے اپنا انڈا مکھن بند کیا تو نفس فوراً تیار ہو جائے گا ذکر کے لئے۔ کچھ دن تو تکلف سے کرنا پڑے گا لیکن جب عادت پڑ جائے گی تو اللہ کے ذکر کے لئے رُوح بے چین رہے گی۔ جب تک ذکر نہ کرلیں گے نیند نہ آئے گی۔

جب بُری چیزوں کی عادت پڑ جاتی ہے، سگریٹ نہیں ملتا تو آدمی اِدھر اُدھر چھُپ چھُپا کے پی لیتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ مولانا کا وعظ تو لمبا ہو رہا ہے اور مجھے طلب ہے سگریٹ کی، جب بُری چیزوں کی ایسی عادت ہو سکتی ہے تو اللہ کے ذکر کا کیا پُوچھنا یہ تو رُوح کی غذا ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

ذکرِ حق آمد غذا ایں رُوح را
مرہم آمد ایں دل مجروح را

اللہ کا ذکر اس رُوح کی غذا ہے اور جن کے دل اللہ کی محبت سے زخمی ہیں ان کے لئے ذکرِ حق مرہم ہے۔

اور فرماتے ہیں ؎

ہر کہ باشد قوت او نُورِ جلال
چوں نہ زائد از لبش سحرِ حلال

جن اللہ والوں کی غذا اللہ کا ذکر ہے ان کے لبوں سے کلامِ مؤثر کیوں نہ پیدا ہوگا۔ سحرِ حلال کا ترجمہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بین القوسین کلامِ مؤثر لکھا ہے۔ جو اللہ والے ہوتے ہیں، اللہ اللہ کرتے ہیں، تہجد میں اُٹھ کر راتوں کو روتے ہیں ان کے کلام میں اللہ نور عطا کرتا ہے، درد عطا کرتا ہے، اثر پیدا کرتا ہے۔

تو دوستو! اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں

۱: اہتمامِ ذکر اللہ

۲: صحبتِ اہل اللہ

۳: تفکّر فی خلق اللہ

تفکر یہ ہے کہ کبھی کبھی سوچے کہ یہ آسمان اور زمین سُورج اور چاند کو کس نے پیدا کیا ہے اور ان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیا کیا احسانات فرمائے ہیں یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ کے خاص بندے زمین و آسمان کی تخلیق میں غور کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔

اور اگر فکر میں جمُود ہو تو مولانا اس کا علاج بتاتے ہیں۔ ؎

فکر اگر جامد بود رو ذکر کن

فرماتے ہیں کہ جب ذکر کرو گے تو فکر کا جمُود ختم ہو جائے گا کیونکہ ؎

ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز

اگر فکر افسردہ ہو یعنی آخرت یاد نہیں آتی ہو دل میں سُستی ہو اور دُنیا کی محبت دل پر غالب آگئی ہو تو فرماتے ہیں کہ تم اللہ کا ذکر کرو، ذکر اللہ تمہارے فکر افسردہ و جامد کو گرم کر دے گا اور اس میں نور پیدا ہو جائے گا اور فکر کا جمُود ختم ہو جائے گا۔

اور فکر کیا چیز ہے؟ کیا یہ کہ فیکٹری قائم کر لو یا الیکشن لڑ لو اور صدر یا وزیر اعظم بن جاؤ یا تحقیق کے زور پر چاند پر پہنچ جاؤ۔ فرماتے ہیں ؎

فکر آں باشد کہ بکشاید رہے

راہ آں باشد کہ پیش آید شہے

فکر وہ ہے جو راستہ کھول دے اور راستہ وہ ہے جو اللہ تک پہنچا دے اب کوئی کہے کہ کیا رات دن ذکر کرنا پڑے گا۔ نہیں جس کی جیسی معرفیات

جس کی جیسی صحت ہوتی ہے اس کے مطابق شیخ کامل ذکر تجویز کرتا ہے۔ بعضوں کو جیسے خواجہ صاحب کو حضرت حکیم الامت نے ۲۴ ہزار مرتبہ اللہ اللہ بتایا اور بعضوں کو جن کا دماغ کمزور تھا یا مصروفیات زیادہ تھیں ایک ہزار مرتبہ بتایا۔

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ جو میرے شیخ اوّل تھے، میں نے جوانی ان کے ساتھ گذاری۔ ستّر سال کے وہ تھے اور اٹھارہ سال کا میں تھا۔ اعظم گڈھ میں قصبہ کے باہر جنگل میں الگ مکان بنایا تھا۔ مغرب کے بعد سناٹا! روشنی ختم ہوئی تو چراغ جل جاتا تھا۔ کچھ دیر میں وہ بھی بجھ جاتا تھا۔ تہجد کے وقت تاروں کی روشنی میں حضرت تلاوت اور آہ و نالے کرتے تھے۔ گریباں چاک عجیب عاشقانہ حالت تھی۔ تو میرے شیخ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت مجھے صلوٰۃ تنجینا کی اجازت دی جائے۔ حضرت نے لکھا کہ ستّر مرتبہ پڑھ لیا کرو عرض کیا کہ حضرت میں ۱۴ سبق پڑھاتا ہوں جون پور میں مولانا اصغر میاں کے ساتھ۔ میرے شیخ مولانا اصغر میاں کے معاصر تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اچھا آپ سات ہی مرتبہ پڑھ لیا کریں اور ایک پر دس کا وعدہ ہے سات دہم ستّر ہی کا فائدہ انشاء اللہ آپ کو مل جائے گا۔

دیکھئے! اللہ والے حکیم ہوتے ہیں کیسا کام بنایا ستّر کی بجائے سات ہی دفعہ میں۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی پہلوان چوبیس ہزار دفعہ اللہ اللہ کرتا ہے اور کمزور دماغ والا ایک ہزار یا پانچ سو مرتبہ اللہ اللہ کرتا ہے تو یہ کمزور بھی اسی مقام پر پہنچے گا جہاں وہ ۲۴ ہزار والا پہنچا ہے، انشاء اللہ پیچھے نہیں رہے گا خدائے تعالیٰ طاقت کے لحاظ سے نہیں

ہماری استطاعت کے مطابق اطاعت چاہتے ہیں۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ جتنا تم سے ہوسکے اللہ کو یاد کرلو، اپنی استطاعت بھر اللہ سے ڈرو اگر آج ہم نے دل کو دُنیا کی چیزوں سے نہ ہٹایا تو ایک دن ایسا آئے گا کہ جن سے ہمارے دل بہل رہے ہیں یہ بہلانے والے زمین کے اُوپر رہ جائیں گے اور ہمیں زمین کے نیچے دبا کر چلے جائیں گے۔

دبا کے قبر میں سب چل دئے دُعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہوگیا زمانے کو

پھر کوئی پاس نہیں آئے گا، پھر کوئی دل بہلانے کا سامان قبر کے نیچے نہیں جائے گا سوائے اللہ کے۔ لیکن زمین کے نیچے اللہ کس کا ساتھ دیتا ہے ؟ جو زمین کے اُوپر ان کو خوب یاد کرتے ہیں، زمین کے اُوپر جن کی جان کا سہارا صرف اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیونکہ تم نے تعلقات میں ہمیں فراموش نہیں کیا اب جب زمین کے نیچے سب نے تمہیں چھوڑ دیا تو اب ہم تمہیں بھول جائیں ؟ ناممکن ہے میری کریم ذات سے بس دُعا کر لیجئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس مُبارک مقام کی برکت سے اور ہمارے بزرگوں کی اولاد جو یہاں ہے یا اللہ میں بزرگوں کے خون کا واسطہ دیتا ہوں، ان کی نسبت سے مانگتا ہوں کہ ہمارے سینوں کو اپنی محبت کی آگ سے بھر دے یا اللہ ہم سب کو صاحبِ نسبت بنا دے یا اللہ بایزید بسطامی جنید بغدادی بابا فریدالدین عطار اور حضرت مولانا تھانوی و گنگوہی و مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم جتنے بھی ہمارے سلف میں بڑے بڑے اولیاء گذرے ہیں یا اللہ ان اولیاء صدیقین کے سینوں کو آپ نے ایمان و محبت و تقویٰ کا جو مقام عطا فرمایا تھا اور دُنیائے بے ثبات سے جو بے رغبتی نصیب فرمائی تھی

ہمارے قلوب کو بھی عطا کر دے۔ یا اللہ دُنیائے فانی سے ہمارے دل کو اچاٹ کر دے اور اپنی محبت کو غالب کر دے اور ہماری دُنیا بھی راحت والی اور عافیت والی بنا دے اور آخرت بھی راحت اور عافیت والی بنا دے یا اللہ ہم سب کو اپنے عاشقوں کی ملاقات نصیب فرما۔ ؎

یارب ترے عشاق سے ہو میری ملاقات
قائم ہیں جن کے فیض سے یہ ارض وسمٰوٰت

اللہ آپ کے عشاق شرق و غرب شمال و جنوب زمین کے جس حصہ میں پوشیدہ ہوں اے خدا ان کو پہچاننے کی مجھے بصیرت عطا فرما ہم سب کے لئے ان کی لقاء اور التقاء کو مقدر فرما دے۔ یا اللہ ہم اپنی نادانی سے ان سے نہ بھی ملیں تو آپ ان کو ہم پر کریم فرما کر ان کی ملاقات ہمارے لئے مقدر فرما اور ان کی صحبتوں سے ہم کو ؎

آہن کہ بہ پارس آشنا شد
فی الفور بصورت طلاء شد

کا مصداق بنا جیسے لوہا پارس پتھر سے مل کر سونا بن جاتا ہے ہمیں ایسے عاشقوں سے ملاقات کرا دے جن کے دلوں سے ہمارے دل مل کر سونا بن جائیں یعنی اے اللہ آپ کے عاشق اور دیوانے ہو جائیں اور متقی ہو جائیں اور ہم سب کو اپنے اسلاف کے طرزِ عمل پر کر دے یا اللہ ہمیں اولیاء کے اخلاق واعمال عطا کر دے، ان کا جیسا دل عطا کر دے یا اللہ اپنی رحمت سے حسنِ خاتمہ نصیب فرما اور ہم سب کی جائز حاجتیں پوری فرما اور جو یہاں موجود نہیں ان کی بھی پوری فرما اور اس حرم مبارک کی برکت سے ہمیں حرم کی محبت نصیب فرما اور حرم کی قدر کی توفیق عطا فرما اور حرم کے انوار و برکات سے ہمیں مالا مال فرما

یا اللہ ہم جو نہیں مانگ سکے وہ بھی اپنی رحمت سے آپ عطا کر دیجئے کہ وقت تھوڑا ہے اور اختر ضعیف ہے یا اللہ اپنے فضل اور اپنے علم کے اعتبار سے ہم پر رحمت کے دریا کے دریا انڈیل دیجئے اور اس کے جذب کی صلاحیت بھی نصیب فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

عظمت تعلق مع اللہ

دامنِ فقر میں مرے پنہاں ہے تاجِ قیصری
ذرّۂ دردِ وغم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

اُن کی نظر کے حوصلے رشکِ شہانِ کائنات
وسعتِ قلبِ عاشقاں ارض و سما سے کم نہیں

(حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب)

سِلسلہ مواعظ حسنہ نمبر۴

علاج الغضب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نام وعظ : علاج الغضب

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مُرشدنا مَولانا محی السنۃ حضرتِ اقدس شاہ ابرارُالحق صاحب رحمۃُ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مَولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مَولانا شاہ مُحمّد احمد صاحب رحمۃُ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علاجِ الغضب

یہ وعظ مسمّٰی بہ علاج الغضب حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے تین مواعظ کا مجموعہ ہے۔ پہلا وعظ ۲۹ شوال المکرم ۱۴۰۷؁ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۸۷؁ء بروز جمعہ صبح ۱۱ بجے، مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی میں ہوا۔

دوسرا وعظ ڈیرہ غازی خان میں غالباً ۹ جمادی الثانی ۱۴۰۸؁ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۸۸؁ء کو ہوا جب کہ سفر حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے ہمراہ لاہور، فیصل آباد، راولپنڈی، ڈیرہ غازی خان، مُلتان، پشاور وغیرہ کا ہوا تھا۔ اور تیسرا وعظ اسی موضوع پر ۳۰ رمضان المبارک ۱۴۰۸؁ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۸۸؁ء بروز منگل بعد نماز فجر مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں بیان فرمایا۔ ان تینوں مواعظ کو جمع کر دیا گیا ہے جو نہایت عجیب و غریب نافع مضامین کا مجموعہ ہے اور غصہ کی بیماری کی اصلاح کے لئے ایک نسخۂ کیمیاء۔ حق تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرماویں اور امتِ مسلمہ کے لئے نافع فرماویں۔ احادیث وغیرہ کے حوالے بین القوسین دئے گئے ہیں۔ اس رسالہ کے مسودہ کو حضرت والا نے ابتداء تا انتہا خود مطالعہ فرمالیا ہے۔

جامع و مرتب

یکے از خدّام حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ________ (القرآن)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے خاص بندوں کی تین علامتیں بیان کی ہیں۔

۱: جو لوگ کہ غصہ کو پی جاتے ہیں

۲: ہمارے بندوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں اور

۳: صرف معاف ہی نہیں کرتے بلکہ ان پر کچھ احسان بھی کر دیتے ہیں تو ایسوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔

اور اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ نے انسان کی ایک خطرناک بیماری کا علاج بھی ان آیات میں بیان فرمایا ہے۔ ”وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ“ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ بندے جو غصہ کو پی جاتے ہیں۔ الکاظمین کے معنی ہیں الذین یکظمون الغیظ۔ اسم فاعل پر جب الف لام داخل ہوتا ہے تو معنی میں اسم موصول کے ہو جاتا ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ وہ لوگ جو غصہ کو ضبط کر لیتے ہیں غصہ آنا بُرا نہیں ہے غصہ کا بے جا استعمال بُرا ہے۔ اگر غصہ کا مادہ بُرا ہوتا تو قرآن میں الکاظمین الغیظ کے بجائے العادمین الغیظ نازل ہوتا۔ جس کے معنی ہوتے کہ وہ لوگ جو غصہ کو معدوم ومفقود وفنا کر دیتے ہیں مفسرین

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے العادمین الغیظ نازل نہیں فرمایا اس لئے کہ غصہ کا عدم مراد نہیں ہے اگر غصہ معدوم ہو جائے تو کفار سے مقابلہ کے وقت جہاد کیسے کرے گا؟ غصہ رہے، وہ تو اللہ نے رکھا ہے لیکن غصّہ کے موقع پر اس کا استعمال کرے، مثلاً جہاد ہو رہا ہے اب خدا کے دشمنوں کے خلاف غصہ استعمال کرو، اس وقت اگر کوئی کہے کہ یہ حقیر فقیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے تو اس وقت یہ تواضع حرام ہے بلکہ اس وقت تو کہو "ھل من مبارز" ہے کوئی جو میرے مقابلہ میں آئے، لیکن غصہ جب اپنے نفس کے لئے ہو اُس وقت کے لئے ہے والکاظمین الغیظ یہ ہیں مردانِ خدا جو غصّہ کو پی جاتے ہیں، ضبط کر لیتے ہیں۔

اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب کوئی ایسا وظیفہ بتا دیجئے کہ بُرے خیالات ہی نہ آئیں، شہوت اور تقاضے ہی ختم ہو جائیں یعنی وہ چاہتے ہیں کہ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری" یہ نادانی ہے، کمال تو یہی ہے کہ بُرے تقاضے پیدا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اپنی آرزوؤں کا خون کر لے۔ جو شخص آپ کے لئے جتنی زیادہ مشقت اور تکلیف اُٹھاتا ہے آپ اس کو اتنا ہی زیادہ اپنا گہرا دوست سمجھتے ہیں بس تقاضوں سے بھاگنا یا مغلوب ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف نہیں اُٹھانا چاہتے پھر کیا دعویٰ محبت ہے۔ محبت کا ایک حق یہ ہے کہ محبوب کو راضی کرنے کے لئے ہر تکلیف کو برداشت کر لے، بس تقاضے تو رہنے چاہئیں اگر تقاضے زائل ہو جائیں تو حلال موقع پر بیوی کے حقوق کیسے ادا کرے گا؟ مطلب یہ ہے کہ غلط استعمال نہ کیا جائے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

رذائل کا ازالہ مقصود نہیں امالہ مقصود ہے یعنی رذائل کو زائل نہیں کیا جاسکتا ان کا رُخ پھیرا جاسکتا ہے مثلاً کسی کے اندر غصّہ کا مادّہ زیادہ ہے، اصلاح سے پہلے اپنے نفس کے لئے کیا کرتا تھا کسی نے بُرا کہہ دیا بس آپے سے باہر ہو گیا کسی سے کوئی تکلیف پہنچی اس پر صبر نہ کیا اور غصّہ نافذ کر دیا۔ لیکن اصلاح کے بعد اسی غصہ کا رُخ بدل گیا، اب اللہ کی نافرمانی پر غصّہ آتا ہے، خدا تعالیٰ کے دشمنوں سے بُغض رکھتا ہے، نفس اگر گناہ کا تقاضا کرتا ہے تو اپنے نفس پر غصہ نافذ کرتا ہے کہ ہرگز تجھے گناہ نہیں کرنے دوں گا۔ غصہ تو ہے لیکن اب امالہ ہو گیا، رُخ بدل گیا جو محمود اور پسندیدہ ہے۔

اور کظم کے کیا معنی ہیں۔ عرب کے لوگ کظم کا استعمال کہاں کرتے تھے؟ قرآن کیونکہ محاورۂ عرب پر نازل ہوا ہے لہٰذا علامہ آلوسی السید محمود بغدادیؒ مفتی بغداد نے تفسیر رُوح المعانی میں عربوں کا محاورہ نقل کیا ہے تاکہ قرآن صحیح سمجھ میں آجائے، فرماتے ہیں کہ کظم عرب کی لغت میں اس وقت بولتے تھے جب مشک بھر کر پانی اُبلنے لگتا تھا تو عرب کے لوگ رسّی سے اس کا منہ باندھ دیتے تھے۔ لہٰذا کظم کے معنی ہیں شَدُّ رَأْسِ الْقِرْبَةِ عِنْدَ اِمْتِلَاءِهَا مشک کا منہ باندھ دینا جب پانی بھر کر اس کے منہ سے نکلنے لگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ کہ جب تم کو غصّہ آجائے اور تمہارے جسم کی مشک کے منہ سے غصّہ میں اول فول گالی گلوج یا کوئی انتقامی جذباتی اور مضربات نہ نکل جائے، اس وقت جلدی سے کظم کی رسی سے منہ کو باندھ دو اور غصہ کو ضبط کر لو، اسی کا نام ہے "کظم غیظ"۔

اچھا غیظ اور غضب میں کیا فرق ہے؟ جیسے دفتر والے کہتے ہیں کہ آج صاحب کا موڈ ٹھیک نہیں ہے بہت غیظ و غضب میں بیٹھے ہوئے ہیں شاید بیوی

سے کچھ ناچاقی ہوگئی ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے غیظ و غضب کا فرق بیان کیا ہے۔ غیظ کے معنی ہیں کہ غصہ آئے اور انسان اس کو ضبط کرلے۔ غیظ میں آدمی اندر اندر گھٹتا رہتا ہے اور غضب کے ساتھ ارادہ انتقام کا ہوتا ہے، اس لئے غیظ کا استعمال مخلوق کے لئے خاص ہے اللہ تعالیٰ کی طرف غیظ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ یعنی ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچو لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کے غیظ سے بچو، غیظ کا لفظ صرف مخلوق کے لئے خاص ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کرنا درست نہیں۔ اور غضب کا استعمال مشترک ہے خالق کے لئے بھی اور مخلوق کے لئے بھی، یعنی غضب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کی جاتی ہے اور مخلوق کی طرف بھی کی جاسکتی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے چار حدیثیں بیان کی ہیں اس لئے کہ آیات کی تفسیر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہی سے ہوسکتی ہے جن پر قرآن نازل ہوا ان ہی کی زبان مُبارک سے اس کی تفسیر ہوسکتی ہے۔

پہلی حدیث یہ بیان فرمائی کہ:

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَىٰ إِنْفَاذِهٖ مَلَأَ اللّٰهُ تَعَالىٰ قَلْبَهٗ اَمْنًا وَّ اِيْمَانًا (جامع صغیر ص۱۷۹ ج ۲)

ترجمہ: جس شخص نے غصہ کو ضبط کرلیا باوجودیکہ وہ غصہ نافذ کرنے پر قدرت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو ایمان اور سکون سے بھر دے گا۔

یعنی جس شخص کو کسی پر غصہ آگیا اور وہ اس پر پُورا غصہ جاری کرسکتا ہے، اس کے لئے کوئی مانع نہیں ہے لیکن اللہ کے خوف سے اپنے غصہ کو پی جاتا ہے اور

معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا، امن کے معنی ہیں سکون، غصہ ضبط کرنے کا یہ انعام عظیم ہے۔

بزرگوں نے فرمایا کہ جو شخص غصہ کا تلخ گھونٹ پی لیتا ہے یعنی غصہ کو ضبط کر لیتا ہے تو وہ غصہ سب کا سب نُور بن جاتا ہے۔

اور ساتھ ساتھ غصہ کی ایک اور تفسیر بیان کی کہ اپنے دین کی حفاظت کے لئے اور دین کے اجراء کے لئے اور اللہ کے لئے جو غصہ آئے وہ مستثنیٰ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منکرات اور اللہ کی نافرمانی پر اتنا غصہ آتا تھا کہ آپ کا چہرۂ مبارک سُرخ ہو جاتا تھا كَانَّ الرُّمَّانَ عُصِرَ عَلٰى وَجْهِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جیسے کہ آپ کے چہرۂ مبارک پر انار نچوڑ دیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر غصہ آنا ہی چاہیئے۔

دوسری حدیث یہ بیان کی کہ:

"جس شخص نے غصہ کو ضبط کر لیا درآنحالیکہ وہ اس کے نافذ کرنے پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلائیں گے اور اختیار دیں گے کہ جس حُور کو چاہے اپنی پسند سے انتخاب کر لے" (ابوداؤد ص۳۰۲ ج۲) غصہ ضبط کرنے کا یہ دوسرا انعام بیان فرمایا گیا۔

تیسری حدیث یہ ہے کہ:

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ وہ شخص کھڑا ہو جائے جس کا میرے اوپر کوئی حق ہو فَلَا يَقُوْمُ اِلَّا اِنْسَانٌ عَفَا پس کوئی شخص کھڑا نہیں ہوگا مگر وہ جس نے دُنیا میں کسی کی خطاؤں کو معاف کیا ہوگا" (رُوح المعانی ص۵۸ ج۴)

جنہوں نے یہ دولت کمائی ہوگی اور معاف کرنے والا عمل کیا ہوگا وہ اس دن

اللہ تعالیٰ سے اپنا انعام لینے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔

چوتھی حدیث علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جو شخص یہ بات پسند کرے کہ جنت میں اس کے لئے اُونچے محل بنائے جائیں اور اس کے درجات بھی بلند ہو جائیں اُس کو چاہیئے کہ جو شخص اس پر ظلم کرے اس کو معاف کر دے اور جو اس کو محرُوم رکھے اس کو عطا کر دے، اور جو اس سے قطع رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔" (رُوح المعانی صـ۵۸ ج ۴)

بعضے خون کے رشتے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ لاکھ نیکیاں کرتے رہو وہ کبھی نیکی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ان کے لئے حکم ہے کہ:۔

صِلْ مَنْ قَطَعَكَ (جامع صغیر صـ۴۳ ج ۲) وہ تو قطع رحمی کریں مگر آپ ان سے جُڑے رہیں اور ان کو معاف کرتے رہیں۔

اس حدیثِ پاک میں ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے بزبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم یہ وعدہ فرمایا کہ جنت میں اس کا شاندار مکان ہوگا اور اس کے درجات بلند ہوں گے۔

البتہ اگر کسی رشتہ دار سے ناقابلِ برداشت مسلسل اذیت پہنچ رہی ہے جس سے دین یا دنیا کا ضرر ہو تو علماء سے مشورہ کریں۔ اس کے لئے دوسرے احکام ہیں۔

تین حدیثیں غصہ کے بارے میں اور سُناتا ہوں اس آیت کی تفسیر میں سات حدیثیں بیان کرنے کا احقر کا معمول ہے۔

پانچویں حدیث یہ ہے کہ:

اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ (مشکوٰۃ صـ۴۳۴)

ترجمہ: ” غصہ ایمان کو ایسا خراب اور برباد کر دیتا ہے جیسا کہ ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔“

ایلوا ایک نہایت کڑوی دوا ہے اگر کوئی دُور بھی کوٹ رہا ہو تو حلق کڑوا ہو جاتا ہے۔ ایک من شہد میں ذرا سا ڈال دیجئے سارا شہد کڑوا ہو جائے گا۔ اسی طرح غصہ ایمان کی مٹھاس اور حلاوت کو کڑوا کر دیتا ہے یعنی غصہ والے کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا مزہ، عبادت کا مزہ، تلاوت کا مزہ نہیں آئے گا کیونکہ غصہ نے اس کے ایمان کے کمال اور نور کو خراب کر دیا۔

چھٹی حدیث ہے کہ:

مَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (مشکوٰۃ ص ۴۳۳)

ترجمہ: ” جو شخص اپنے غصہ کو روک لے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اس سے روک لیں گے۔“

ظاہر بات ہے کہ غصہ روکنے میں تکلیف ہوتی ہے اور اس نے اللہ کے لئے یہ تکلیف اٹھائی لہٰذا اس مجاہدہ پر اتنا بڑا انعام ہے۔

اور یہ مجاہدہ بھی اہل اللہ کی صحبت کی برکت سے آسان ہو جاتا ہے۔ ایک حکایت یاد آئی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے لکھا کہ حضرت مجھ میں غصہ کا مرض ہے۔ اس کا علاج عطا فرمائیے۔ حضرت نے ان کو تحریر فرمایا کہ آپ لکھنؤ میں انوار بک ڈپو کے مالک مولوی محمد حسن کاکوروی رحؒ کی خدمت میں جایا کیجئے۔ کچھ عرصہ بعد اس شخص نے حضرت حکیم الامت کو لکھا کہ حضرت میرا غصہ جاتا رہا۔ میں مولوی صاحب کی خدمت میں جاتا رہتا ہوں لیکن انہوں نے تو کبھی غصہ کے متعلق مجھے کوئی نصیحت بھی نہیں کی۔ یہ کیا بات ہے کہ مجھے اتنا فائدہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا کیونکہ مولوی صاحب حلیم الطبع ہیں ان کے دل میں صبر و حلم اور

برداشت کا مادّہ بہت ہے۔ ان کے قلب کی صفت حلم آپ کے قلب میں منتقل ہوگئی۔

ساتویں حدیث کے راوی ایک صحابی حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّیْ میں اپنے ایک مملوک غلام کی پٹائی کر رہا تھا۔ فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِیْ صَوْتًا میں نے اپنی پیٹھ کے پیچھے سے ایک آواز سُنی۔ وہ کیا آواز تھی؟

اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ لَلّٰہُ اَقْدَرُ عَلَیْکَ مِنْکَ عَلَیْہِ (مسلم ص۵۱ ج۲)

یہ کلامِ نبوّت کی بلاغت ہے کہ چند ضمیروں میں دو سطر کا مضمون بیان فرما دیا۔ اگر ہم اُردو میں اس کا ترجمہ کریں تو ڈیڑھ دو سطر ہو جائے گی۔ فرمایا کہ اے ابا مسعود اللہ تعالیٰ کو تجھ پر زیادہ قدرت ہے اس قدرت سے جو تجھ کو اس غلام پر حاصل ہے جس کو تو پیٹ رہا ہے، فرماتے ہیں فَالْتَفَتُّ میں نے متوجہ ہو کر دیکھا کہ کہاں سے یہ آواز آئی۔ فَاِذَا ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، یہ آپ کی آواز تھی ؎

جی اُٹھے مُردے تری آواز سے

یہ آوازِ نبوّت تھی جس سے صحابہ رضی اللہ عنہ کے دل زندہ ہوتے تھے امراض کی اصلاح ہو جاتی تھی۔ بس اللہ تعالیٰ نے صحبتِ نبوّت کے فیضان کی برکت سے فوراً ہدایت عطا فرما دی۔ اللہ والوں کی صحبت سے قلب میں اعمالِ صالحہ کی ایک زبردست قوت و ہمت اور توفیق پیدا ہو جاتی ہے۔ چالیس چالیس سال سے انسان جس گناہ کو چھوڑنے کی طاقت نہ پاتا ہو اللہ والوں کے پاس چند دن رہ کر کے دیکھے کہ کیا ہوتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اور یہ بات

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے مجھے بتائی کہ میں تمہیں تمہارے پیر کی ایک بات بتاتا ہوں۔ کسی نے حضرت پھولپوریؒ سے پوچھا کہ پارس میں یہ خاصیت کیوں ہے کہ لوہا اس سے چھوتے ہی سونا بن جاتا ہے، ایسا کیوں ہے ؟ فرمایا کیوں کیا مت پوچھو۔ لوہے کو پارس سے لگادو پھر آنکھوں سے دیکھو کہ لوہا سونا بنتا ہے یا نہیں، پوچھنا کیا ہے مشاہدہ کرلو، دیکھو کیسے کیسے شرابی کبابی صحبت کی برکت سے اللہ والے بن گئے۔ جگر مراد آبادیؒ اللہ والے بن گئے اور جون پور کے ایک شاعر جن کا نام عبدالحفیظ تھا، شراب پیتے تھے۔ یہ سن کر تھانہ بھون گئے کہ وہاں انسان، انسان بنتے ہیں شاید یہ شرابی بھی انسان بن جائے۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ حضرت سے بیعت ہو گئے اور بیعت بھی کیسے ہوئے کہ خانقاہ تھانہ بھون میں چند دن قیام سے داڑھی جو تھوڑی سی بڑھ گئی تھی وہ بیعت ہونے سے پہلے منڈوالی اور حضرت تھانوی سے درخواست کی کہ حضرت مجھے بیعت کرلیجئے، حضرت نے فرمایا کہ جب بیعت ہی ہونا تھا تو اللہ کا نور جو چہرہ پر آگیا تھا اس کو کیوں صاف کیا۔ عرض کیا کہ حضرت آپ حکیم الامت ہیں، میں مریض الامت ہوں۔ مریض کو چاہئے کہ حکیم کے سامنے اپنا سارا مرض پیش کردے تاکہ نسخہ اسی طاقت سے لکھا جائے۔ یہ عمل تو بظاہر صحیح نہیں تھا لیکن چونکہ نیت اچھی تھی اس لئے حضرت نے اس پر گرفت نہیں فرمائی۔ پھر خود ہی عرض کیا کہ اب کبھی داڑھی پر اُسترا نہیں لگاؤں گا۔ حضرت نے بیعت فرمالیا، یہ جونپور آگئے۔ ایک سال کے بعد حضرت وعظ کے سلسلہ میں جونپور تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک بڑے میاں کھڑے ہیں ایک مشت داڑھی رکھے ہوئے، فرمایا کہ یہ بڑے میاں کون ہیں۔ عرض کیا گیا کہ یہ وہی بڑے میاں ہیں جو کس حالت میں تھانہ بھون گئے تھے۔ حضرت ان کی داڑھی دیکھ کر خوش ہو گئے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے فرمایا کہ ان کا خاتمہ بڑا اچھا ہوا۔ تین دن تک گھر میں روتے رہے۔ اللہ کا خوف طاری ہوگیا۔ کمرے میں ادھر سے ادھر ایک دیوار سے دوسری دیوار تک تڑپ کے جاتے تھے اور روتے تھے اسی طرح رو رو کے جان دے دی اور اس خوف کی حالت میں اللہ کے پاس چلے گئے۔ اور اپنے دیوان میں یہ اشعار بڑھا دئے تھے ؎

مری کھل کر سیہ کاری تو دیکھو
اور ان کی شانِ ستاری تو دیکھو
گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمیں میں
گناہوں کی گراں باری تو دیکھو
ہُوا بیعت حفیظ اشرف علی سے
باایں غفلت یہ ہشیاری تو دیکھو

واقعی بڑی ہشیاری ہے، مُبارک وہ بندہ ہے، بہت ہی مُبارک بندہ ہے وہ جو اللہ والوں سے تعلق کرلے، جو اللہ کے دوستوں سے دوستی کرلے۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ یہ ہماروں کا ہمارا ہے، یہ ہمارے دوستوں کا دوست ہے، لہٰذا اس پر بھی فضل فرما دیتے ہیں اور اس کو بھی اپنا بنا لیتے ہیں، اللہ والوں کی صحبت سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ (بخاری ص۹۴۸ ج ۲)

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے پاس بیٹھنے والا شقی نہیں رہ سکتا۔ اس کی شقاوت کو سعادت سے اللہ تعالیٰ بدل دیتے ہیں۔ یہ لمبی حدیث ہے جس کا ایک جُز یہ ہے کہ اللہ والوں کی مجلس میں ایک شخص غیر مخلص تھا وہ وہاں اللہ

کے لئے نہیں بیٹھا تھا کسی ضرورت سے جا رہا تھا کہ وہاں بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ میرے بندے کیا کر رہے تھے؟ اللہ تعالیٰ کو تو سب معلوم ہے لیکن اپنے بندوں پر فخر و مباہات فرمانے کے لئے پوچھتے ہیں۔ آخری جز اس لمبی حدیث کا یہ ہے کہ اے فرشتو! گواہ رہنا میں نے ان سب کو بخش دیا، فرشتوں نے عرض کیا کہ وہاں ایک بندہ ذکر کے لئے نہیں بیٹھا تھا " اِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ " وہ کسی حاجت سے جا رہا تھا، دیکھا کہ کچھ اللہ والے لوگ بیٹھے ہیں وہ بھی بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ میں اپنے مقبول بندوں کے پاس بیٹھنے والوں کو محروم نہیں کیا کرتا۔ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ۔ اس کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (فتح الباری ص۲۱۳ ج ۱۱)

اِنَّ جَلِيْسَهُمْ يَنْدَرِجُ مَعَهُمْ فِيْ جَمِيْعِ مَا يَتَفَضَّلُ اللهُ بِهٖ عَلَيْهِمْ

اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ مندرج کر لیتا ہے ان تمام انعامات میں جو اللہ والوں کو عطا کئے جاتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ آگے مفعول لہٗ بیان ہو رہا ہے اِكْرَامًا لَهُمْ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا اکرام فرماتے ہیں۔

دیکھئے جیسے یہاں ڈیرہ غازی خان میں آپ لوگ جو کچھ حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم کو کھلاتے ہیں وہی ہم خادموں کو بھی کھلا رہے ہیں کہ نہیں۔ بس جب حسّی نعمتوں کا یہ حال ہے تو ایسے ہی جنت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ معاملہ ہوگا۔

جب اولیاء اللہ کی صحبت کا یہ انعام ہے کہ ان کی صحبت کے فیض سے

شقاوت سعادت سے تبدیل ہوجاتی ہے اور قلب میں اعمالِ صالحہ کی زبردست ہمّت و توفیق عطا ہوجاتی ہے تو صحبتِ نبوّت کے فیضان کا کیا عالم ہوگا ؟ حالتِ ایمان میں جس پر نبوّت کی نگاہ پڑگئی وہ صحابی ہوگیا اور دُنیا کا بڑے سے بڑا ولی بھی ایک ادنیٰ صحابی کے رُتبہ کو نہیں پاسکتا۔ چنانچہ صحبتِ نبوّت کے فیضان سے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کو فوراً تنبیہ ہوگئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ اس غلام کو میں نے اللہ کے لئے آزاد کردیا اس خطا کی تلافی میں۔ معلوم ہُوا کہ خطاؤں کی تلافی بھی ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَوْلَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ (مسلم ص۵۱ ج۲)

اگر تو ایسا نہ کرتا اور غلام پر یہ رحمت نہ دکھاتا تو جہنم کی آگ تجھے جُھلسا دیتی اور جلا کے خاک کر دیتی۔ یہ کون ہیں ؟ صحابی ہیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے ہیں۔ آج کس ظالم کا منہ ہے جو کہے کہ میں اتنا تہجد پڑھتا ہوں، صُوفی ہوں، اتنا ذکر و فکر کرتا ہوں، میرے غصہ پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔ ذرا سوچئے، یہ بات سوچنے کی ہے یا نہیں کہ اپنی عبادت پر اتنا ناز کہ ہم نے تہجد پڑھی ہے لہٰذا مُسلمانوں کو، اور بھائیوں کو اور بہنوں کو اور بیویوں کو جس طرح چاہو ستاؤ۔ کوئی قانون نہیں۔ دیکھئے صحبت یافتۂ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کے لئے یہ حکم ہورہا ہے کہ اگر تم نے رحمت نہ کی تو یاد رکھو قیامت کے دن دوزخ کی آگ تم کو لپیٹ جائے گی۔ اب کس صوفی کا منہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ میرا غصہ میرے لئے کچھ مُضر نہیں۔ میری تو اتنی عبادت ہے اتنا وظیفہ پڑھتا ہوں، میرے غصہ پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔ حضرت ابو مسعودؓ سے زیادہ آپ مقبول ہیں۔ صحابی سے گویا بڑھ گیا یہ صُوفی جو ایسی باتیں کرتا ہے،

یہ گویا دعویٰ کررہا ہے کہ صحابی سے نعوذ باللہ اس کا درجہ بڑھ گیا۔

میرے دوستو! لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں مصلح کی کیا ضرورت ہے؟ دیکھئے صحابی ہیں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ لیکن مربّی و مصلح کی ضرورت پیش آئی کہ نہیں؟ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مربّی کی ضرورت تھی جو انبیاء علیہم السّلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے زیادہ افضل ہیں تو ہم لوگوں کا کیا منہ ہے کہ ہم اپنے کو تربیت کا محتاج نہ سمجھیں۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک عزیز سے ناراض ہوگئے اور فرمایا خدا کی قسم اب میں ان پر کبھی احسان نہ کروں گا اور جن سے ناراض ہوئے وہ جنگِ بدر لڑے ہوئے تھے، اصحابِ بدر جنگِ بدر کی برکت سے اللہ کے یہاں مقبول ہوگئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش فرمائی اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی جس کے ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صدیق کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ میرا بدری صحابی جس نے جنگِ بدر لڑی ہے تم اس کی خطا معاف کر دو اور میں قیامت کے دن تمہیں معاف کردوں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر نے اپنی قسم توڑ دی اور اس کا کفارہ ادا کیا اور دوسری قسم اُٹھائی کہ وَاللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لِیْ اللہ کی قسم میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف کردے اور میں اپنے عزیز کی خطا کو معاف کرتا ہوں اور فرمایا کہ اب میں پہلے سے بھی زیادہ ان پر احسان کروں گا! یہ ہے وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جو لوگوں کی خطاؤں کو معاف کردیتے ہیں اور اس کے بعد وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ؕ ہے کہ معاف کرنے کے بعد اس پر کچھ احسان بھی کردیا جائے۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔

اس تفسیر کی تائید میں علامہ آلوسیؒ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے علی بن حسینؓ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کی باندی ان کو وضو کرا رہی تھی کہ لوٹا ہاتھ سے گر گیا اور ان کا سر زخمی ہو گیا، تیز نظر سے خادمہ کو دیکھا وہ بھی حافظۂ قرآن تھی فوراً یہ آیت پڑھی وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جو غصہ کو پی جاتے ہیں۔ فرمایا قَدْ کَظَمْتُ غَیْظِیْ میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ اللہ کا فرمان سنتے ہی مان لیا۔ یہ نہیں سوچا کہ خادمہ کے منہ سے نکل رہا ہے۔ کسی کے منہ سے بھی نکلے، ہے تو خدا کا فرمان، چھوٹوں کے منہ سے بڑوں کی بات جب نکلتی ہے تو چھوٹوں کو مت دیکھو ان کے منہ سے بڑوں کی جو بات نکل رہی ہے اس کی قدر کرو۔ لہٰذا فرمایا کہ میں نے غصہ پی لیا۔ اس کے بعد باندی نے یہ آیت تلاوت کر دی وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط اور جو لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں فرمایا قَدْ عَفَوْتُ عَنْكِ میں نے تیری خطا معاف کر دی۔ اس کے بعد اس نے کہا وَاللہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۃ اور احسان کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔ فرمایا جا میں نے اللہ کے لئے تجھے آزاد بھی کر دیا۔

اب ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی جماعت کے بانی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی چچا ہیں۔ شیخ ایک مرتبہ اپنے ملازم پر ناراض ہو گئے اور فرمایا تم نے کیوں ایسی نالائقی کی۔ اس نے کہا حضرت جی معاف کر دو غلطی ہو گئی، انسان ہوں۔ حضرت شیخ نے فرمایا یہ غلطی تو تم نے ایک درجن بار کی ہے دو چار دفعہ ہو تو معاف کر دوں۔ تم تو بار بار یہی غلطی کر رہے ہو۔ میں تمہیں کتنا بھگتوں، مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔

شیخ کے کان میں فرمایا کہ مولانا! اتنا بھگت لو جتنا قیامت کے دن اپنا بھگتوانا ہے یعنی اتنا معاف کردو جتنا اپنا معاف کرانا ہے لہٰذا یہ مت کہو کہ کتنا بھگتوں زیادہ سے زیادہ معاف کردو۔

بعض وقت آدمی غصہ میں کہتا ہے کہ کیا صاحب! یہ شخص تو ہر وقت غلطی ہی کرتا ہے کوئی کام صحیح نہیں کرتا۔ لیکن بھائی بعضوں کی عقل ہی کم ہوتی ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ اگر کامل عقل مثلاً ۹۸ ڈگری ہے تو بعض بزرگوں کو خدا کی طرف سے ساڑھے ستانوے ڈگری ہی ملی ہوئی ہے، بھولے بھالے نادان سے ہوتے ہیں۔ اپنا بچہ اگر ایسا ہو تو کیا کروگے۔ اس کے ساتھ نرمی و درگذر کا معاملہ کروگے یا نہیں؟ لہٰذا جس کو اللہ نے جتنی عقل دی ہے اس لحاظ سے اس کا محاسبہ اور مواخذہ کرو، ۹۷ ڈگری عقل والے سے ۹۸ ڈگری عقل والے کا محاسبہ نہ کرو۔ لیکن یہ جانتے ہوئے بھی غصہ میں کہتے ہیں کہ نہیں صاحب یہ خوب سمجھتا ہے ہمیں ستانے کے لئے ایسا کرتا ہے۔ ایسی احمقانہ چیزیں شیطان پیدا کرتا ہے۔

اچھا ایک بات اور ہے غصہ والا اپنے کو بہت بڑا آدمی سمجھتا ہے غصہ کی تہہ میں کبر پوشیدہ ہوتا ہے جس پر غصہ آتا ہے اس کی حقارت ذہن میں ہوتی ہے اور اپنی برتری ثابت ہوتی ہے جس وقت غصہ چڑھتا ہے اس وقت اس کا چہرہ دیکھ لو یا آئینہ سامنے کردو کہ اپنا چہرہ خود دیکھے اور اگر اس کے لب و لہجہ کو ٹیپ کیا جائے اور پھر اسی کو دکھایا جائے کہ جناب کا چہرہ اور لب و لہجہ ایسا تھا تو اس شعر کا مصداق ہوگا۔ ؎

رات شیطاں کو خواب میں دیکھا
اس کی صورت جناب کی سی تھی

انسان کو اپنی بیماری کا پتہ نہیں چلتا۔ آدمی فوراً کہتا ہے کہ میرا غصہ اللہ کے لئے ہے لیکن اپنا فیصلہ معتبر نہیں ہوتا۔ پہلے کسی پَرکھنے والے کی کسوٹی پر پَرکھیئے۔ شیخ مبصر بتائے گا کہ آپ کا غصہ اللہ کے لئے ہے یا نفس کے لئے ہے۔ ہر شخص خود فیصلہ کرلیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ بس ہم ٹھیک ہیں۔ جو کہتا ہے کہ ہم ٹھیک ہیں وہی "نا ٹھیک" ہے۔ یعنی ٹھیک نہیں ہے اور جو شخص مصلح سے یہ کہہ دے کہ حضرت آپ کو تجربہ نہیں ہے آپ تو بھولے بھالے ہیں یہ آدمی جس پر میں غصہ کر رہا ہوں ایسا ویسا ہے تو سمجھ لو کہ یہ شیخ پر اعتراض کر رہا ہے کہ شیخ گویا بدھو ہے۔ ایسے مُرید کو کان پکڑ کر خانقاہ سے باہر نکال دینا چاہیئے۔

غصہ میں اگر کسی پر زیادتی ہو جائے فوراً ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے میں شرمانا نہیں چاہیئے۔ اس کو راضی کرلو ورنہ قیامت کے دن پچھتانا پڑے گا۔ اور جو غصہ کا علاج اور تلافی کرے ان کا درجہ بھی سُن لیجئے۔ میرے مُرشدِ اوّل حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص پر غصہ آگیا اور غصہ میں کچھ زیادتی ہوگئی۔ انسان ہی تو ہے چاہے کتنا بڑا ولی اللہ ہو اس سے بھی خطا ہوسکتی ہے، وہ آدمی بالکل اَن پڑھ تھے ہَل جوتنے والے جیسے دیہاتوں میں ہوتے ہیں، پھُولپور کے قریب ایک گاؤں تھا جس کا نام شُدنی پور تھا، وہ شخص چلا گیا شدنی پور کا رہنے والا تھا۔ بعد میں حضرت کو خیال ہُوا کہ مجھ سے زیادتی ہوگئی ہے اتنا غصہ مجھے نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ عصر کے بعد حضرت اس سے معافی مانگنے تشریف لے گئے وہ گاؤں صرف ڈیڑھ میل دُور تھا۔ لیکن حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میں اتنا پریشان ہُوا کہ راستہ بھُول گیا کھیتوں میں ہوتا ہُوا بہت دیر سے اس کے پاس پہنچ گیا اس سے کہا کہ آج مجھ سے

تم پر کچھ زیادتی ہوگئی، میں نے تمہیں کچھ زیادہ کہہ دیا لہٰذا تم مجھ کو اللہ کے لئے معاف کر دو، اس نے کہا کہ آپ اتنے بڑے مولانا ہیں اور میں جاہل آدمی ہوں، آپ تو میرے باپ کے برابر ہیں، باپ کو تو بیٹے پر حق ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ قیامت کے دن نہ معلوم کیا حال ہوگا؟ اس دن معلوم ہوگا کہ کون چھوٹا ہے کون بڑا ہے۔ تم جب تک یہ نہ کہو گے کہ میں نے معاف کر دیا میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا۔ اس نے دیکھا کہ مولانا بغیر کہلوائے نہیں جائیں گے تو کہا کہ اچھا حضرت آپ کا حکم ہے آپ کا دل خوش کرنے کے لئے کہدیتا ہوں کہ معاف کر دیا ورنہ آپ کا مجھ پر حق ہے۔ حضرت لوٹ آئے اسی رات کو خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی دیکھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کشتی میں تشریف فرما ہیں اور فرمایا کہ کچھ فاصلہ پر میری کشتی ہے اس پر میں اکیلا بیٹھا ہوا ہوں، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باآوازِ بلند حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اے علیؓ! عبدالغنی کی کشتی کو میری کشتی سے جوڑ دو، حضرت نے فرمایا کہ جب میری کشتی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کشتی سے جوڑی ہے تو اس کی کھٹ سے جو آواز آئی آج تک اس کا مزہ آرہا ہے کانوں میں اس کی لطف و لذّت سما گئی۔ حضرت شاعر نہیں تھے مگر اس مزہ کو شعر میں بیان فرمادیا ؎

مضطرب دل کی تسلّی کے لئے
حکم ہوتا ہے ملا دو ناؤ کو

دیکھئے غصہ کی تلافی و ندامت و معذرت پر کتنا بڑا انعام ملا۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ اپنے وعظ میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص تھا، بیوی نے سالن میں نمک تیز کر

دیا۔ ہاتھ ہی تو ہے اندازہ نہیں ہُوا نمک تیز ہوگیا، ہماری بیٹیوں سے اگر غلطی ہوجائے تو ہم کیا چاہتے ہیں ؟ کہ داماد معاف کردے، ہماری بیٹیوں کو جب داماد ستاتے ہیں تو ہم بزرگوں سے تعویذ لیتے ہیں وظیفے پوچھتے پھرتے ہیں لیکن ہمارے تحت جو بیویاں ہیں وہ بھی تو کسی کی بیٹیاں ہیں ان پر رحم نہیں آتا۔ اپنی بیٹی پر جب پڑتی ہے تو ہمیں تعویذ یاد آتے ہیں۔ اللہ والوں کے پاس جاتے ہیں اور روتے ہیں کہ داماد بہت ظلم کر رہا ہے لیکن ہم اپنی بیویوں کو جو ستاتے ہیں ذرا ذراسی بات پر ڈانٹ ڈپٹ، بے چاری گھُٹ گھُٹ کے روتی رہتی ہیں۔ سسرال میں کوئی ان کا ہوتا نہیں باپ بھائی دُور ہوتے ہیں، لیکن سمجھ لیجئے ان کی آہ لگتی ہے۔ جب بے زبان مُرغیوں کو ایذا پہنچ جانے سے ایک مجدّدِ وقت کے قلب پر علوم کی بارش رُک سکتی ہے تو جو لوگ انسانوں کو ستاتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

ایک بار پیرانی صاحبہ کہیں باہر تشریف لے گئیں تھی۔ حضرت تھانوی سے کہہ گئیں تھی کہ مُرغیوں کو کھول کر دانہ پانی ڈال دیجئے گا۔ حضرت بھُول گئے، اب جو لکھنے بیٹھے تو سارے مضامین اور معرفت کے سارے دریا بند۔ ایک خط کا جواب بھی نہ لکھ سکے، تفسیر بیان القرآن رُک گئی، کسی کتاب کی تصنیف نہ ہوسکی۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ اے خدا یہ مضمون کی آمد کیوں بند ہوگئی؟ شاید مجھ سے کوئی خطا ہوگئی ہے، آپ دل میں ڈال دیجئے تاکہ میں تلافی کرسکوں، اللہ تعالیٰ نے دل میں الہام فرمایا کہ ہماری ایک مخلوق گھُٹ رہی ہے، مُرغیاں بغیر دانہ پانی کے بند ہیں۔ ہماری مخلوق کو گھُٹا کر مضامین کیسے ملیں گے ؟ حضرت فوراً دوڑے ہوئے گئے، مرغیاں کھول دیں اور ان کو دانہ پانی دیا۔ بس دل شگفتہ ہوگیا اور علوم پھر آنے لگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جانوروں کی پیٹھ کو منبر مت بناؤ" (ابوداؤد ص۳۴۷ ج۔۱) یعنی گفتگو کرنی ہو تو جانور کی پیٹھ سے اُتر کر بات کرو، یہ نہیں کہ جانور کی پیٹھ پر بیٹھے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں گھوڑے وغیرہ سفر طے کرنے کے لئے ہیں۔ اسلام جانوروں تک پر رحمت فرماتا ہے جب جانوروں کے ستانے کی بھی ممانعت ہے تو میرے دوستو! جو بیویوں کو ستاتے ہیں وہ کس قدر عذاب مول لے رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَاءِ ھِمْ۔

(مشکوٰۃ ص۲۸۲) کامل الایمان وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جن کے برتاؤ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اخلاق کا معیار یہ ہے کہ جس کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہو۔

علامہ آلوسیؒ نے تفسیر رُوح المعانی (ص۱۴ ج۔۵) میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شوہر کریم ہوتے ہیں ان پر عورتیں غالب آجاتی ہیں۔ غالب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ تیز باتیں کرلیتی ہیں، ناز نخرے دکھادیتی ہیں کیونکہ ان کو ناز دکھانے کا بھی حق حاصل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے عائشہ! جب تُو مجھ سے خوش ہوتی ہے اور جب رُوٹھی ہوتی ہے تو مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ عرض کیا کہ آپ کیسے جان لیتے ہیں؟ فرمایا کہ جب تُو مجھ سے خوش رہتی ہے تو کہتی ہے وَرَبِّ مُحَمَّدٍ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم اور جب رُوٹھی ہوتی ہے تو کہتی ہے وَرَبِّ اِبْرَاھِیْمَ۔ ابراہیم کے رب کی قسم۔

معلوم ہوا کہ عورتوں کو تھوڑا سا رُوٹھنے کا حق ہے، یہ ان کا ناز ہے لہٰذا اس کی بھی شریعت نے رعایت رکھی ہے۔ دیکھئے حدیث میں فرمایا یَغْلِبْنَ کَرِیْمًا یہ عورتیں غالب آجاتی ہیں کریم شوہر پر وَیَغْلِبُهُنَّ لَئِیْمٌ اور جو لوگ بداخلاق ہیں وہ ان پر ڈانٹ ڈپٹ مار پیٹ کر کے غالب آجاتے ہیں۔

بعضے علاقوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ پہلی رات عورت کو رُعب میں لانے کے لئے بڑی پٹائی کرتے ہیں۔ استغفر اللہ۔ کیا جہالت اور ظلم ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

فَاُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ کَرِیْمًا مَغْلُوْبًا

میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں کریم رہوں چاہے مغلوب رہوں۔

وَلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ لَئِیْمًا غَالِبًا

اور میں بداخلاق ہو کر ان پر غلبہ نہیں حاصل کرنا چاہتا۔

اور بخاری کی روایت ہے (ص۷۷۹ ج ۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے۔ دیکھئے ٹیڑھی پسلیاں کام دے رہی ہیں یا نہیں، ان کو سیدھی کرو گے تو ٹوٹ جائیں گی۔ لہٰذا ان کے ساتھ شفقت محبت اور رحمت سے معاملہ کیا جائے تو زندگی جنت کی ہو جاتی ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جس عورت نے سالن میں نمک تیز کر دیا تھا اس کے شوہر نے اللہ تعالیٰ سے معاملہ کر لیا کہ اے خدا ہاتھ ہی تو ہے نمک تیز ہو گیا۔ اگر میری بیٹی نمک تیز کر دیتی تو میں یہی چاہتا کہ داماد اس کو معاف کر دے۔ لہٰذا اے خدا میں آپ کی رضا کے لئے اس کو جو میری بیوی ہے لیکن آپ کی بندی بھی ہے، اس کی نسبت آپ کے ساتھ بھی ہے، اس کو معاف کرتا ہوں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بے غیرت ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی سفارش وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ کو رد کرتے ہیں۔ ابھی ایک ڈی آئی جی یا کمشنر سفارش لکھ دے کہ اپنی بیوی کا خیال رکھنا۔ تو بتائیے کہ ہم لوگ کتنا خیال کریں گے اور اللہ تعالیٰ سفارش نازل فرما رہے ہیں کہ ان سے بھلائی کے ساتھ پیش آؤ۔ یہاں ہمارا کیا معاملہ ہے اور کیا ہونا چاہئے ہر شخص اپنی حالت پر غور کرلے۔

لہٰذا اس شخص نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرلیا اور بیوی کو معاف کردیا اور اس کو کچھ نہیں کہا۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جب اس کا انتقال ہوگیا تو ایک بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا ؟ اس نے کہا کہ میاں معاملہ تو بڑا خطرناک تھا۔ بڑے گناہوں کا معاملہ پیش ہوگیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری ایک بندی نے بس دن سالن میں نمک تیز کردیا تھا اور تم نے میری اس بندی کی خطا معاف کردی تھی جاؤ اس کے صلہ میں آج تم کو معاف کرتا ہوں۔

بس غصہ کو پی جانا ایک بہت بڑا مجاہدہ ہے کیونکہ غصہ آگ ہے اس کو روکنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے اس لئے اس پر اجر بھی عظیم ہے اور مجاہدہ کے بقدر مشاہدہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو اس مجاہدہ کی بدولت بڑی کرامت حاصل ہوگئی اور اولیاء کی کرامت برحق ہے۔ كَرَامَاتُ الْأَوْلِيَاءِ حَقٌّ اسلامی عقائد میں سے ہے اس لئے کرامتِ اولیاء کا انکار بڑی گمراہی کی بات ہے البتہ کرامت کسی ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی کہ جب وہ چاہے خود صادر کردے بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اپنے کسی مقبول بندے کو عطا فرما دیتے ہیں کرامت فعلِ عبد نہیں ہے فعلِ معبود ہے۔

امام بخاریؒ باب کفالت کے اندر اولیاء اللہ کی کرامت کی حدیث لائے ہیں اور اولیاء اللہ کی کرامت کو بیان کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ولی کی کرامت کو بیان فرمارہے ہیں، پیغمبر ایک امتی کی کرامت کو بیان فرمارہے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کو جو اللہ تعالیٰ کے مقبول اور ولی تھے ایک ضرورت پیش آئی انہوں نے ایک شخص سے ایک ہزار دینار قرضہ مانگا، قرض دینے والے نے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ انہوں نے کہا کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا ، اللہ تعالیٰ باعتبار شاہد کے کافی ہیں یعنی شاہد کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کافی ہے پھر اس نے کہا کہ کوئی کفیل اور ذمہ دار لاؤ کہ اگر تم نہ دو تو ہم کس سے وصول کریں؟ تب انہوں نے جواب دیا کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا اللہ تعالیٰ ہی ہمارا وکیل اور کارساز ہے وہی ہمارا کفیل ہے۔ یہ دو مضمون سُن کر اس نے کہا صَدَقۡتَ تم نے سچ کہا تم اپنے قول میں صادق ہو اور فوراً ایک ہزار دینار قرض دے دیا اور وہ دریا پار چلے گئے اور اپنی ضرورت کو پُورا کیا۔

جس دن قرض ادا کرنے کا وعدہ تھا اس دن وہ دینار لے کر پھر آئے لیکن کوئی سواری نہ ملی، بے چارے بے چین تھے کہ کوئی کشتی ملے تو دریا پار جا کر اس کا قرض دے دیں۔ جب کوئی سواری نہ ملی تو انہوں نے لکڑی کا ایک موٹا سا کُندا لیا، اس میں سوراخ کیا اور ایک ہزار دینار اس میں رکھ دیئے اوپر سے کیل لگا کر مضبوطی سے بند کر دیا اور اللہ کے بھروسہ پر دریا میں ڈال دیا اور کہا یا اللہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے قرضہ لیا تھا اور میں نے بہت کوشش کی کہ مجھے کوئی سواری مل جائے لیکن نہ ملی بس آپ اس کو حفاظت سے اس تک پہنچا دیجئے جس سے میں نے قرض لیا تھا۔ اب

ہواؤں کے تھپیڑوں میں لکڑی کا وہ بڑا سا ٹکڑا چل رہا ہے کہیں اور بھی جا سکتا تھا۔ یہ کرامت تھی کہ ہواؤں کے تھپیڑوں سے اس بستی میں پہنچ گیا' اُدھر وہ صاحب انتظار کر رہے تھے کہ شاید کسی کشتی سے وہ شخص میرا مال لے کر آجائے کہ اچانک دیکھا کہ ایک لکڑی کا ٹکڑا بہتا ہوا آ رہا ہے وہ انہوں نے اپنی بیوی کے لئے لے لیا کہ چلو چولہا گرم کرنے کا سامان اللہ نے بھیج دیا۔ بس اس پر کلہاڑی جو ماری تو ایک ہزار دینار اس میں سے نکل آئے۔ اور ایک پرچہ بھی اس میں رکھا ہوا تھا کہ اے شخص مجھ کو سواری نہیں ملی لہٰذا مجبوراً میں اللہ کے بھروسہ پر یہ بھیج رہا ہوں۔ اس کے بعد ان کو کشتی بھی مل گئی۔ کشتی پر بیٹھ کر وہ پھر ایک ہزار دینار لائے کہ ممکن ہے کہ پہلے دینار نہ ملے ہوں۔ لہٰذا جب انھوں نے پیش کئے تو اس نے کہا کہ آپ نے تو پہلے ہی بھیج دئے تھے اور سارا واقعہ بیان کیا کہ لکڑی کے اندر سے اس طرح سارا روپیہ مل گیا۔ فَانْصَرَفَ بِالْفِ دِیْنَارٍ رَاشِدًا پس نہایت ہی خوش اور اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور کرامت پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے واپس ہو گئے۔ (بخاری شریف کتاب الکفالۃ ص۳۰۶ ج ۱)

اس لئے اولیاء اللہ کی کرامت برحق ہے لیکن لوازم ولایت میں سے نہیں ہے۔ بعضے بے وقوف سمجھتے ہیں کہ ہر ولی کے لئے کرامت لازم ہے ولی کے لئے اہتمام تقویٰ، اتباعِ سنّت، اتباعِ شریعت یہ چیزیں تو لازم ہیں لیکن عصمت بھی لازم نہیں ہے کہ کبھی ان سے خطا ہی نہ ہو۔ نبوّت کے لئے تو عصمت لازم ہے لیکن ولایت کے لئے کبھی خطا کا صدور منافی ولایت نہیں بشرطیکہ وہ اس کی تلافی کرے معافی مانگ لے۔ اللہ سے توبہ کر لے استغفار کر لے۔

حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دس سال تک ایک شخص رہا تھا۔ اس نے حضرت سے کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ ہَوا پر اُڑتے ہوئے، پانی پر بغیر کشتی کے چلتے ہُوئے نہیں دیکھا تو مایوس ہو کر واپس ہونے لگا اور کہا کہ حضرت دس سال تک میں نے آپ کے اندر کوئی کرامت نہیں پائی۔ لہٰذا واپس جارہا ہُوں۔

حضرت جُنیدؒ نے فرمایا کہ اے شخص تُو نے دس سال کے اندر مجھ سے کوئی کام خلافِ شریعت اور خلافِ سنّت ہوتے ہُوئے دیکھا۔ اس نے کہا کہ حضرت دس سال تک میں نے آپ کا کوئی کام خلافِ شریعت اور خلافِ سنّت نہیں پایا۔ اس پر حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا آہ جس غلام نے دس سال تک اپنے مالک کو ایک لمحہ کے لئے بھی ناراض نہیں کیا اس سے بڑھ کر تُو کیا کرامت چاہتا ہے ؟

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں الاستقامۃ فوق الف کرامۃ سنّت و شریعت پر استقامت ایک ہزار کرامت سے افضل ہے۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ غصّہ کو ضبط کرنے سے اور مخلوق کی ایذاؤں کو برداشت کرنے سے بعض بزرگوں کو بڑی کرامت عطا ہو گئی۔ حضرت شاہ ابُوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ شیر پر چلتے تھے اور جنگل کی لکڑی کاٹ کر شیر پر رکھتے تھے۔ اور اگر کبھی شیر شرارت کرتا تھا تو زندہ سانپ کا کوڑا تھا اس سے شیر کی پٹائی کرتے تھے۔ خراسان سے ایک شخص ان سے بیعت ہونے خرقان گیا۔ لیکن ان کی بیوی بڑی تیز مزاج تھیں۔ پُوچھا کیسے آئے .... کہا کہ حضرت سے مُرید ہونے آیا ہوں۔ کہنے لگیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ مجھ سے زیادہ اس پیر کا حال دُنیا کیا جان سکتی ہے ؟ رات دن میں اس کے ساتھ ہوں بالکل بنا ہوا

مکّار ہے تم کہاں چکّر میں آ گئے ؟ تمہارے دماغ میں عقل بھی ہے یا نہیں؟ ایسی باتیں سُنائیں کہ وہ تو رونے لگا کہ میرا ہزار میل کا سفر بے کار ہو گیا۔ محلّہ والوں نے کہا کہ ان کی بیوی مزاج کی تیز ہے خبردار بدگمانی مت کرو ، جاؤ شیخ جنگل سے لکڑیاں لے کر آرہے ہوں گے۔ وہاں دیکھا کہ شیر پر بیٹھے ہوئے حضرت شاہ ابوالحسن خرقانی تشریف لارہے ہیں۔

مولانا جلال الدین رُومیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ کو کشف ہو گیا کہ یہ بیگم کی باتیں سُن کر باغم آرہا ہے یعنی غمگین ہے، شیخ ہنسے اور فرمایا کہ بھائی کچھ پریشان نظر آرہے ہو کیا بات ہے۔ کہنے لگا کہ حضرت آپ کے گھر میں تو بڑی تلخ مزاج ہے ایسی بیوی سے آپ نے کیوں شادی کی، تو شیخ نے فرمایا کہ یہ جو مجھے شیر کی سواری ملی ہے اور زندہ سانپ کا کوڑا ملا ہے یہ کرامت اسی خاتون کی تکلیفوں پر صبر کا انعام ہے۔

اور اب مولانا رُومیؒ کی زبانی سُنئے کہ شاہ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا :

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن
کے کشیدے شیرِ نر بے گارِ من

اگر میرا صبر اس عورت کی تکلیفوں کے بوجھ کو نہ اُٹھاتا تو بھلا یہ شیرِ نر کب میری بے گاری کرتا اور میرا غلام بنتا ؟

عادت اللہ یہی ہے کہ جس کو کوئی نعمت دیتے ہیں مجاہدہ کرا کے دیتے ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کتنے نازک مزاج تھے۔ دشمن نے جب ان کو گولی ماری کسی نے پوچھا حضرت مزاج کیسے ہیں ؟ فرمایا کہ گولی سے تو کوئی تکلیف نہیں ، لیکن گندھک کی بدبو سے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ دہلی کی جامع مسجد سے نماز پڑھ کر واپس ہوتے تھے اگر راستہ میں کوئی

پلنگ ٹیڑھا پڑا ہُوا دیکھ لیا تو سَر میں درد ہو گیا۔ رضائی میں اگر دھاگے ٹیڑھے ڈال دیئے تو ساری رات نیند نہیں آئی۔ دہلی کا بادشاہ حاضرِ خدمت ہُوا اور پانی پی کر کٹورا صراحی پر ترچھا رکھ دیا۔ حضرت کے سر میں درد ہو گیا۔ پھر اس نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی خدمت کے لئے میں ایک خادم دینا چاہتا ہوں تو فرمایا کہ اب تک تو میں خاموش تھا تم نے پانی پی کر کٹورا صراحی پر ترچھا رکھ دیا جس سے میرے سر میں درد ہو گیا تمہارا خادم میں کیا قبول کروں جیسے تم ہو ایسا ہی تمہارا خادم ہو گا۔

ان مرزا مظہر جانِ جاناں کو الہام ہُوا کہ دلّی میں ایک نہایت بدمزاج، غصہ والی اور بداخلاق عورت ہے اگر تم اس سے نکاح کر لو تو سارے عالم میں ہم تمہارا ڈنکا پٹوا دیں گے۔ اہل اللہ کو الہام ہو جاتا ہے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بس صرف آواز نہیں آتی ورنہ ہر وقت دل میں باتیں ہوتی رہتی ہیں کہ یہ کر لو، یہ نہ کرو۔ ؎

قولِ اورا لحن نے آواز نے

اسی کو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ؎

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اِس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نے اللہ تعالیٰ سے سودا کر لیا۔ اہل اللہ تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مرضی پر اپنے دل و جان قربان کرنے کی راہیں تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ؎

ان کی مرضی پر مری قربان جاں
اللہ اللہ میں تھا اِس قابل کہاں
جو تُو مشتری ہے تو اے جان عالم
بہ نوک سنانت جگر می فروشم
بہ تیغ ادائے تو سر می فروشم

ایک کابلی آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جاؤ گھر سے کھانا لے آؤ۔ آواز دے کر کہا کہ حضرت نے کھانا منگایا ہے کھانا دے دو، بس پھر کیا تھا حضرت کو خوب بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ پہلے سے کیوں نہیں منگایا۔ ایک گھنٹہ سے کھانا لئے بیٹھی ہوں اور وہاں مجلس ملفوظات وارشادات ہو رہی ہے بڑے پیر بنے بیٹھے ہیں اور ہمیں اذیت پہنچا رہے ہیں بندوں کے حقوق کا خیال نہیں۔ پیر کیا ہے مکّار ہے وغیرہ وغیرہ، کابلی نے تو چھُرا نکال لیا مگر پھر خیال آیا کہ یہ تو میرے شیخ کی بیوی ہے اس لئے فوراً رکھ لیا اور اپنی زبان میں کہا تم ہمارے شیخ کا بی بی ہے اس لئے چھوڑ دیا ورنہ ابھی کام تمام کر دیتا اور آکر عرض کیا حضرت ایسی کڑوی عورت سے آپ نے کیوں شادی کی۔ فرمایا کہ بیوقوف یہ سارے عالم میں مظہرِ جانِ جاناں کا جو ڈنکا پٹ رہا ہے یہ اسی عورت کی برکت سے ہے، اس کی ایذاؤں پر صبر کرتا ہوں اور اس صبر پر اللہ تعالیٰ نے مجھے استقامت عطا فرمائی ہے یہ اسی کا انعام ہے۔

دوستو! ایمان لانے کے بعد اللہ کے راستہ پر جمے رہنا اسی کا نام استقامت ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا

گھڑی میں اولیاء اور گھڑی میں بھُوت بننے والے تو بہت سے ہیں

کچھ دن تو بالکل فرشتے بن گئے اور جب نفس کا غلبہ ہُوا تو سب چھوڑ چھاڑ کر بالکل شیطان بن گئے۔ جب غصہ چڑھا تو پھر یہ بھی نہیں دیکھتے کہ میں کون ہوں اور میرا اللہ کون ہے۔ پھر ان کو پتہ ہی نہیں رہتا کہ میں ابھی تلاوت کر رہا تھا اور رات کو تہجد بھی پڑھی ہے اور اشراق بھی پڑھی ہے غصہ میں بس ایک دم شیطان ہو گئے اور پٹائی شروع کر دی، جو منہ میں آیا بکنا شروع کر دیا۔

اس وقت آدمی بالکل شیطان ہو جاتا ہے کیونکہ شیطان آگ سے پیدا ہے اور حدیث میں ہے کہ غصہ بھی آگ سے پیدا ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر رُوح المعانی (ص۹۵ ج ۱) میں حدیث نقل کرتے ہیں:

اِتَّقُوا الْغَضَبَ فَاِنَّهٗ جَمْرَةٌ تَتَوَقَّدُ فِیْ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ

غصہ سے بچو کیونکہ یہ آگ کا شعلہ ہے جو ابنِ آدم کے دل میں سُلگتا ہے۔

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دلیل بیان فرمائی کہ غصہ کا مادہ اور اس کے اجزاء آگ سے بنے ہیں۔

اَلَمْ تَرَوْا اِلَی انْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَ حُمْرَةِ عَیْنَیْهِ

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جس پر غصہ چڑھتا ہے اس کی گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور اس کی آنکھیں لال ہو جاتی ہیں۔ آنکھیں بتاتی ہیں کہ اندر آگ ہے آگ جل جائے تو شیشہ کے باہر سے لال لال آگ نظر آتی ہے۔ آنکھیں شیشہ ہیں یہ بتاتی ہیں کہ دل میں آگ لگی ہوئی ہے اور دُوسری دلیل اِنْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ بیان فرمائی یعنی اس کی گردن کی رگیں بھی پھول جاتی ہیں۔

تو غصہ میں گویا آدمی شیطان ہو جاتا ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا اور غصہ میں دل میں آگ لگ جاتی ہے جیسا کہ میں نے ابھی آپ کو حدیثِ پاک سُنائی۔ لہٰذا غصہ میں جو شیطانی کام بھی پیدا ہو جائے وہ بعید نہیں ہے۔

غصہ میں ایسے خطرناک اعمال لوگوں سے ہوئے ہیں کہ جس کا آپ تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ غصہ میں لوگوں نے اللہ کو گالی دے دی۔ شریعت کو گالی دے دی۔ مسلمان سے کافر ہو گئے۔ العیاذ باللہ۔ غصہ میں انسان اپنے ماں باپ سے لڑجاتا ہے۔ اپنی بیوی پر حد سے زیادہ سختی کر دیتا ہے، ظلم کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کی آہ لیتا ہے۔ غصہ میں بیوی شوہر کے ساتھ گستاخی کر جاتی ہے، اور بیٹا باپ سے، شاگرد اُستاد سے، مُرید شیخ سے، اُمّتی نبی سے اور بندہ اللہ تعالیٰ سے لڑجاتا ہے یہ ایسی خطرناک بیماری ہے، اس خطرناک بیماری سے انسان اپنے بڑوں کی شفقتوں سے محرُوم ہوجاتا ہے۔ اگر شاگرد اُستاد سے لڑجائے گا تو کیا استاد اس پر شفقت کرے گا؟ جو بھی اپنے بڑوں کا ادب کرے گا اپنے بڑوں کی عنایات سے مالا مال ہوجائے گا۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنے بڑوں کے معاملہ میں ایک دم پانی ہوجائیں جیسے چاہیں وہ ہم پر ناز دکھائیں ہم اس کو برداشت کریں۔ اخترؔ بھی آپ سے دُعا چاہتا ہے۔

ہزاروں واقعات ہیں کہ غصہ کی بیماری کی وجہ سے ہزاروں گھر برباد ہو گئے۔ ابھی کچھ دن پہلے میرا سفر ٹنڈو جام کا ہُوا۔ اسّی سال کے ایک بڑے میاں آئے، کہنے لگے کہ میرے داماد نے میری بیٹی کو تین طلاق دیدی اور اس کے آٹھ لڑکے ہیں اور نواں بچّہ پیٹ میں ہے۔ سُنئے ذرا ایک تو جوانی میں کوئی غلطی کر دے تو کہہ دیتے ہیں کہ ناسمجھی سے کم عقلی سے ایسا ہو گیا لیکن یہ تو بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گئے اور تبلیغ میں بھی جاتے رہتے ہیں۔ اب ان کو بھی دورے پڑرہے ہیں کیونکہ چھوٹے چھوٹے بچّے چھوٹ گئے۔ غصہ میں تو انسان کو اپنی نالائقی کا پتہ ہی نہیں رہتا۔ اب بعد میں ہوش آیا کہ میں

نے کیا بے وقوفی کی کہ بیوی کو ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ اور بچے بھی تمام عمر کوسیں گے کہ کیسا ظالم باپ تھا کہ جس نے ہماری ماں کو اس عمر میں آکر طلاق دی۔ سارے گھر میں آگ لگ گئی، اب اس شوہر کو خود اتنا غم ہے کہ دورے پڑ رہے ہیں، دل کی بیماری ہوگئی۔ لیکن اب کیا ہوتا ہے۔ اب پچھتائے کیا ہو جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

دوستو! غصہ بہت خطرناک چیز ہے اس کے علاج میں دیر نہ کرنی چاہئے ورنہ دیکھ لیجئے۔ ایسی عمر میں بڑھاپے میں نو بچوں کا باپ اور بچے بھی بڑے بڑے ایک بچہ تو اتنا بڑا ہے کہ نوکری کرتا ہے۔ غصہ میں پورے گھر کو تباہ کر دیا اور غصہ بھی کس بات پر آیا۔ یہ بھی سُن لیجئے آپ کہیں گے کہ کوئی بڑی اہم بات ہوگی۔ بچہ نوکری پر نہیں گیا، طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ باپ نے پوچھا کہ نوکری پر کیوں نہیں گئے اس نے کہا کہ آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ بس جوتے سے پٹائی شروع کر دی کہ تو بہانہ بازی کرتا ہے یہ بدگمانی بھی کی، کسی کو بدگمانی کرنے کا حق نہیں۔ بیٹے کے منہ سے بھی کچھ نکل گیا۔ ماں نے سفارش کر دی کہ کیوں میری اولاد کو پیٹتے ہو؟

ماں کو محبت زیادہ ہوتی ہے جب باپ پٹائی کرتا ہے تو ماں سفارش کرتی ہے۔ وجہ کیا ہے؟ کہ نو مہینے پیٹ میں رکھتی ہے ابا جان پیٹ میں نہیں رکھتے اور اپنا خون پلاتی ہے دو سال دودھ پلاتی ہے اور دودھ خون سے بنتا ہے۔ جو نو مہینے پیٹ میں رکھے اور اپنا خون پلائے اسے ترس نہ آئے گا؟ اس نے کہا کہ مہربانی کر کے میرے بچہ کو معاف کر دو، حالانکہ بچہ تو باپ کا بھی ہوتا ہے لیکن ماں اپنی طرف نسبت زیادہ کرتی ہے کہ تم میرے بیٹے کو قصائی کی طرح کیوں مار رہے ہو۔ بس اس پر اس نے کہا کہ اچھا میں تو اس کو ٹھیک کر

حدیثوں کے علاج ہیں کہ جس پر غصہ چڑھے وضو کرلے[1]، اور اگر کھڑا[2] ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اس طرح وہ انتقام لینے سے دُور ہوتا جا رہا ہے کیونکہ مارنے کے لئے کھڑے ہوکر دوڑنا آسان تھا اور اب جب بیٹھ گیا تو انتقام سے ایک درجہ دُور ہوگیا۔ اب بیٹھ کر دوبارہ اُٹھنے سے تھوڑی سی تو کاہلی لگے گی اور اگر لیٹ گیا تو انتقام سے تین درجہ نیچے آگیا۔ کہے گا کہ لیٹ کر بیٹھوں اور بیٹھ کر کھڑا ہوں اور پھر دوڑوں مارنے کے لئے۔ چلو جانے دو۔ (۱؎ مشکوٰۃ ص۴۳۴) (۲؎ کنز الاعمال ص۸۲۸ ج ۳)

حدیث کی ترتیب دیکھئے کہ کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ، بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ۔ اس میں حکمتیں پوشیدہ ہیں اور وضو کا بھی حکم فرما دیا تاکہ مزاج ٹھنڈا ہو جائے اور اللہ کے عذاب کو سوچے کہ جتنا غصہ مجھے اس پر آرہا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جاویں تو میرا کہاں ٹھکانہ ہے اور جتنی طاقت مجھے اس پر ہے اس سے زیادہ طاقت و قدرت خدا کو مجھ پر ہے، اس وقت خدا کو یاد کرے اگر اس وقت خدا یاد نہیں آتا اور غصہ کی حالت میں خدا کا عذاب، خدا کی پکڑ کسی کو یاد نہیں رہتی اور غصہ والا کہتا بھی یہی ہے کہ صاحب ہمیں تو کچھ یاد نہیں رہتا یہی دلیل ہے کہ اس وقت وہ شیطان کے قبضہ میں چلا گیا چاہے سید صاحب ہوں، مولوی صاحب ہوں، صُوفی صاحب ہوں، واعظ صاحب ہوں یا کوئی صاحب ہوں۔ کیا وجہ ہے کہ مومن ہو کر ہم نے اس وقت خدا کو بھلا دیا اور بنتے ہیں صُوفی، تسبیحات بھی ہیں گریہ وزاری بھی ہے۔

ارے ان آنسوؤں کی کوئی قیمت نہیں ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں ڈرتا۔ چاہے اس کو کتنا ہی رونا آئے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق میں وہ خدا کو یاد نہیں رکھتا تو کیا اس کے آنسو ہیں۔ حالتِ غضب

جاتی تو نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا اور تزکیہ کی نسبت نبی کی طرف کیوں کی گئی۔ وَیُزَکِّیْهِمْ کہ ہمارے نبی تمہاری اصلاح کریں گے۔ اصلاح کی نسبت نبی کی طرف ہے اور پھر نائبینِ انبیاء کی طرف ہے۔ آدمی آدمی بناتا ہے کتاب خود سمجھ میں نہیں آسکتی کتاب اللہ کے لئے رجال اللہ پیدا کئے جاتے ہیں۔ دیکھئے سُورۃ فاتحہ کی تفسیر معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے کہ:۔ کتاب اللہ کو سمجھنے کے لئے رجال اللہ کی ضرورت ہے۔ اور کتاب پر عمل کرنے کے لئے ہمت کا پٹرول بھی انہی مردانِ خدا کے سینوں سے عطا ہوتا ہے۔ اگر نبی وقت زندہ ہے تو نبی کے سینہ سے اور اگر نبی زندہ نہیں ہے، دُنیا سے تشریف لے گیا تو اس کے نائبین کے سینوں سے۔ اور جنہوں نے رجال اللہ کو چھوڑ کر کتاب اللہ کو سمجھنا چاہا وہ خود بھی گمراہ ہُوئے اور دُوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ صراط منعم علیہم کو چھوڑ کر دین نہیں مِل سکتا۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا تھا کہ ہم حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے جو مُرید ہوئے ہیں تو ہم نے ان سے مسئلہ پُوچھنے کے لئے مُریدی نہیں کی مسئلہ تو حاجی صاحب ہم سے پوچھیں گے لیکن ہم نے جو کچھ پڑھا ہے اس پر عمل کرنے کے لئے توفیق اور ہمت کا پٹرول حاجی صاحب سے ہم لینے گئے تھے دیکھئے اتنے بڑے بڑے عُلماء بھی اہل اللہ سے بے نیاز اور مستغنی نہیں ہُوئے۔ بس سبق لینے کی بات ہے۔

تو میرے دوستو! اصلاح کے لئے کسی مصلح سے تعلق ضروری ہے لیکن اللہ والوں کی دوستی ان کے پاس اُٹھنا بیٹھنا اور ان کی صُحبت میں رہنا ہی کافی نہیں ان کو اپنے حالات بتانا پھر ان کے مشوروں کی اتباع بھی ضروری ہے۔ صُحبت کے حقوق بھی تو ہوتے ہیں، یہ نہیں کہ ان کی مُرغ کی دعوت کر دی یا چائے

پلادی اور اصلی مکھن کھلادیا اور سمجھے کہ ان کی صحبت کا حق ادا ہوگیا۔

صُحبتِ اہلُ اللہ کے حقوق میں ہے کہ اپنے حالات ان سے بیان کئے جائیں پھر ان کے مشوروں پر عمل کیا جائے۔ اطلاع اور اتباع ہو اخلاص کے ساتھ۔

اب غصہ کا ایک علاج بتاتا ہوں۔ غصہ کے علاج کا ایک پرچہ چھپا ہُوا ہے خانقاہ سے آپ وہ بلا پیسہ مُفت حاصل کریں۔ بلا پیسہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس میں پیسہ ہی نہیں لگا۔ پیسہ لگا ہے جس کا لگا ہے جس نے اللہ کے لئے خرچ کیا ہے لیکن آپ کو مُفت مل جائے گا۔ اس میں چھ سات نمبر ہیں وہ آپ بعد تقریر خانقاہ سے حاصل کرلیں۔

مختصر سا علاج عرض کرتا ہوں کہ جب غصہ آجائے تو فوراً اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھیں لیکن ذرا دائیں بائیں بھی دیکھ لیں کیونکہ آج کل عجیب معاملہ ہے کہ اگر کسی شخص پر غصہ چڑھا اور آپ نے کہا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ تو بعض آدمی لڑنے مرنے کو تیار ہوجاتا ہے کہتا ہے کہ اچھا آپ نے مجھے شیطان بنادیا۔ حالانکہ اعوذ باللہ میں تو اللہ تعالیٰ سے پناہ اور حفاظت طلب کی جارہی ہے شیطان کے شر سے۔ لیکن جہالت کا کیا علاج۔

اسی طرح لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے اندر خاصیت ہے کہ اِس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے دیتے ہیں۔ لَاحَوْلَ کے معنی ہیں نہیں طاقت ہے گناہ سے بچنے کی اور وَلَا قُوَّۃَ کے معنی ہیں نہیں طاقت ہے نیک عمل کرنے کی اِلَّا بِاللّٰہِ مگر اللہ کی مدد سے۔ حدیث پاک میں بشارت ہے کہ اس کو پڑھنے سے توفیق کا خزانہ مل جاتا

ہے۔ اس کو کَنْزٌ مِنْ کُنُوْزِ الْجَنَّةِ فرمایا گیا کہ یہ جنت کا خزانہ ہے۔ (بخاری شریف ص۱۰۹۹ ج ۲)

محدثین نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ کیونکہ اس سے گناہ سے بچنے کی اور نیک عمل کرنے کی توفیق ملتی ہے لہٰذا جنت تو پھر مل ہی جائے گی۔ جنت کے دو ہی خزانے ہیں، نیک عمل اور گناہ سے بچنا۔ اور دونوں اس سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے لیکن آپ راستے میں کہیں جا رہے ہوں اور آپ کے اندر کسی گناہ کا تقاضا ہو رہا ہو اور آپ پڑھ دیں " لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ " تو اس کو سن کر بعض آدمی آپ سے لڑنے لگے گا کہ آپ نے مجھے دیکھ کر لاحول پڑھا، مجھے شیطان بنا دیا۔ اب یہ غلط چیز مشہور ہو گئی کہ لاحول شیطان پر پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے آدمی لڑنے اور مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے یہ نادانی ہے کیونکہ اس کے معنی اس کو معلوم نہیں فوراً کہتا ہے کہ آپ نے مجھ پر لاحول پڑھ دیا۔ افوہ! معلوم ہوتا ہے کہ بڑی خطرناک گالی دے دی لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ لہٰذا اس کو سن کر برا نہیں ماننا چاہئے یہ اللہ سے مدد لینے کا وظیفہ ہے۔

تو غصہ کے وقت اعوذ باللہ پڑھ لے اور جس پر غصہ آرہا ہے وہاں سے ہٹ جائے یا اس کو ہٹا دے۔ اس سے کہہ دے کہ آپ اس وقت میرے سامنے سے چلے جائیں لیکن بعض وقت اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ ہم اس کو ہٹا سکیں ایسے وقت میں خود ہی وہاں سے بھاگ جائے، مسجد چلا جائے وضو کرلے اور دو رکعت نماز حاجت پڑھ کر دعا کرلے، پانی غصہ کا علاج ہے وضو کر لو اور پانی بھی پی لو۔ کیونکہ آگ جب لگتی ہے تو پانی ہی سے تو بجھتی ہے یہ

حدیثوں کے علاج ہیں کہ جس پر غصہ چڑھے وضو کرلے[1]، اور اگر کھڑا[2] ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اس طرح وہ انتقام لینے سے دُور ہوتا جا رہا ہے کیونکہ مارنے کے لئے کھڑے ہو کر دوڑنا آسان تھا اور اب جب بیٹھ گیا تو انتقام سے ایک درجہ دُور ہوگیا۔ اب بیٹھ کر دوبارہ اُٹھنے سے تھوڑی سی تو کاہلی لگے گی اور اگر لیٹ گیا تو انتقام سے تین درجہ نیچے آگیا۔ کہے گا کہ لیٹ کر بیٹھوں اور بیٹھ کر کھڑا ہوں اور پھر دوڑوں مارنے کے لئے۔ چلو جانے دو۔ (۱؎ مشکوٰۃ ص۴۳۴) (۲؎ کنز الاعمال ص۸۲۸ ج۳)

حدیث کی ترتیب دیکھئے کہ کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ، بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ اس میں حکمتیں پوشیدہ ہیں اور وضو کا بھی حکم فرمادیا تاکہ مزاج ٹھنڈا ہو جائے اور اللہ کے عذاب کو سوچے کہ جتنا غصہ مجھے اس پر آرہا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جاویں تو میرا کہاں ٹھکانہ ہے اور جتنی طاقت مجھے اس پر ہے اس سے زیادہ طاقت و قدرت خدا کو مجھ پر ہے، اس وقت خدا کو یاد کرے اگر اس وقت خدا یاد نہیں آتا اور غصہ کی حالت میں خدا کا عذاب، خدا کی پکڑ کسی کو یاد نہیں رہتی اور غصہ والا کہتا بھی یہی ہے کہ صاحب ہمیں تو کچھ یاد نہیں رہتا یہی دلیل ہے کہ اس وقت وہ شیطان کے قبضہ میں چلا گیا چاہے سید صاحب ہوں، مولوی صاحب ہوں، صوفی صاحب ہوں، واعظ صاحب ہوں یا کوئی صاحب ہوں۔ کیا وجہ ہے کہ مومن ہو کر ہم نے اس وقت خدا کو بھلا دیا اور بنتے ہیں صوفی، تسبیحات بھی ہیں گریہ وزاری بھی ہے۔

ارے ان آنسوؤں کی کوئی قیمت نہیں ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں ڈرتا۔ چاہے اس کو کتنا ہی رونا آئے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق میں وہ خدا کو یاد نہیں رکھتا تو کیا اس کے آنسو ہیں۔ حالتِ غضب

میں سوچے کہ ہم کس کے بندے ہیں اللہ تعالیٰ آسمان سے دیکھ رہا ہے۔ اللہ کی رحمت سے اُمیدوار تو بنے ہوئے ہیں کہ قیامت کے دن خدا ہمیں اپنی رحمت سے بخش دے لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرنا نہیں آرہا ہے یہاں ہم بالکل بے ہوش ہوجاتے ہیں کہ کوئی ذرا سا ستا دے تو بغیر انتقام لئے چین نہیں آتا۔

علامہ ابُوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اِنَّ الْوَلِیَّ لَا یَکُوْنُ مُنْتَقِمًا وَالْمُنْتَقِمُ لَا یَکُوْنُ وَلِیًّا

اللہ کا ولی انتقام لینے والا نہیں ہوتا اور انتقام لینے والا اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔

جو اللہ کے بندوں پر رحم کرنا نہیں جانتا وہ کس منہ سے اللہ کی رحمت کا امیدوار بنتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک آیت نازل فرما دی کہ اگر تم اپنی مغفرت چاہتے ہو، اگر تم مجھ سے میری رحمت چاہتے ہو تو میرے بندوں کی خطاؤں کو معاف کردو۔

لیکن اگر کسی سے بار بار غلطی ہوجاتی ہے تو مایوس ہرگز نہ ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ غصہ اُترنے کے بعد فوراً اس کی تلافی کرے۔

حضرت حکیم الامت مجدّد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب کو جو غصہ سے بار بار مغلوب ہوجاتے تھے یہ علاج تحریر فرمایا کہ جب غصہ اُتر جائے تو جس پر غصہ کیا ہے مجمع عام میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑیئے اس کے پاؤں پکڑیئے بلکہ اس کے جُوتے اپنے سَر پر رکھئے۔ ایک دو بار ایسا کرنے سے ہی نفس کو عقل آجائے گی اور پھر یہ غلطی نہیں کرے گا کہے گا کہ غصہ کے بعد تو بہت ذلّت اٹھانی پڑتی ہے لہٰذا ایسے غصہ سے میں باز آیا۔

یہ چند علاج ہیں کہ جس پر غصہ آرہا ہے اس سے الگ ہو جائے دُور چلا جائے، ٹھنڈا پانی پی لے، وضو کرلے، اور اللہ کے غضب اور اس کی پکڑ کو یاد کرے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کو یہی سکھایا تھا جیسا کہ ابھی حدیث پاک سنائی گئی۔

اور غصہ کے وقت یہ سوچے کہ اگر میری خطاؤں پر اللہ تعالیٰ گرفت فرمانے لگیں تو میں کیا چاہوں گا؟ یہی کہ میری معافی ہو جائے، اللہ مجھے معاف کر دے۔ بس جب میں اپنے لئے معافی کو پسند کرتا ہوں تو مجھ کو بھی اس شخص کو معاف کر دینا چاہئے۔ اور یہ شخص میرا اتنا خطاوار نہیں جتنا میں حق تعالیٰ کا مُجرم اور خطاکار ہوں اور حق تعالیٰ کا میرے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ ان کے حلم نے مجھے بچا رکھا ہے ورنہ اگر وہ چاہیں تو ابھی زمین کو پھاڑ دیں اور زمین کے اندر مجھے دھنسا دیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ عفو و کرم کا یہ معاملہ ہے اور میں ان کی معافی کا ہر وقت محتاج ہوں تو کیوں نہ اس شخص کو معاف کر دوں۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ کوئی وقت مقرر کر کے روزانہ کچھ دیر اپنے عیوب کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے کہ کائنات میں سب سے زیادہ حقیر اور بُرا میں ہوں۔ اس سے تکبّر کی جڑ کٹ جائے گی اور جب تکبّر ختم ہو جائے گا تو غصہ بھی نہ آئے گا۔ کیونکہ غصہ کا سبب تکبّر ہی ہے اور غصہ کے وقت یہ سوچے کہ میں تو سب سے بُرا ہوں اس لئے اپنے سے بہتر پر غصہ کرنے کا مجھے کیا حق ہے۔

ایک وظیفہ بھی ہے جس سے غصہ میں کمی آجاتی ہے۔ ۲۱ مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہر نماز کے بعد پڑھ کر اپنے اُوپر دم کر لے اور کھانا کھانے کے وقت تین تین بار پڑھ کر کھانے پر بھی دم کرلے اور

پانی پر بھی دم کرلے۔ اللہ کی شانِ رحمت کا اس پر ظہور ہو جائے گا کیونکہ مٹی سورج کی شعاعوں سے سفید اور روشن معلوم ہوتی ہے اور جہاں سورج کی شعاع نہیں ہے وہاں تاریک اور بے نور ہوتی ہے۔ اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا آفتاب اس پر اپنی کرن ڈال دے گا، رحمت کی کوئی شعاع آ جائے گی انشاء اللہ اور غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ یہ وظیفہ بزرگوں کا بتایا ہوا ہے۔ جیسا مرض ہو اس کے مناسب اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام انتخاب کرلو حق تعالیٰ کی اسی صفت کا ظہور پڑھنے والے پر ہو جائے گا۔ مثلاً بیمار ہے تو یَاسَلَامُ پڑھے، اس پر سلامتی کا ظہور ہوگا۔ مفلس ہے تو یَا مُغْنِیُ پڑھے، حق تعالیٰ کی صفت غناء کا ظہور ہوگا۔ اسی طرح اللہ کا نام رحمٰن ورحیم ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے سے شانِ رحمت کا ظہور ہوگا اور اس کا غیظ و غضب کم ہو جائے گا۔ بے جا غصہ نہیں آئے گا۔

اسی لئے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم بتاتے ہیں کہ چلتے پھرتے کثرت سے یَا اَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ پڑھتا رہے لیکن اتنا زیادہ نہ پڑھے کہ دماغ گرم ہو جائے بلکہ اپنی طاقت و تحمل کے مناسب پڑھے بس چلتے پھرتے کبھی کبھی کہہ لیا کرے یَا اَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ۔ یہ نہیں کہ مشین کی طرح زبان چلے جا رہی ہے آج کل قویٰ کمزور ہو گئے ہیں زیادتی وظائف سے دماغوں میں خشکی پیدا ہو رہی ہے یہاں تک کہ بعض لوگ پاگل ہو گئے اس لئے اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کوئی وظیفہ بھی ہو طاقت سے زیادہ نہ پڑھیں بلکہ کسی مصلح سے مشورہ بھی کرلیں۔

اچھا ۲۱ مرتبہ بسم اللہ الخ پڑھنا اگر کسی کو مشکل ہوتا ہے تو چلو سات مرتبہ پڑھ لو، سات مرتبہ بھی مشکل لگے تو تین مرتبہ پڑھ لو، کیونکہ آج کل کراچی میں بڑی

مصروفیت ہے۔ دیہاتوں میں تو یہ وظیفہ زیادہ بھی بتادو تو وہ کہیں گے کہ صاحب یہ تو بہت کم ہے کیونکہ ان کے قویٰ بھی مضبوط ہوتے ہیں اور وقت بھی زیادہ ہوتا ہے لیکن کراچی والے کہتے ہیں کہ ۲۱ مرتبہ بھی بہت زیادہ ہے۔ ایک تاجر سے بات ہورہی تھی، کہنے لگے کہ صاحب مجھے تو کراچی میں مرنے کی فرصت بھی نہیں ہے۔ میں نے کہا جی ہاں آپ کو مرنے کی بھی فرصت نہیں ہے موت کا فرشتہ جب آئے گا تو سیٹھ صاحب سے مشورہ کرے گا کہ حضور آپ کو مرنے کی فرصت ہے یا نہیں ؟ جان نکالوں یا نہ نکالوں، ابھی آپ "بزی" تو نہیں ہیں کہیں گے کہ "بزی" ہوں۔ وہ کہے گا اچھا "بزی" ہو مگر میں "بز" ہی بنا کے رہوں گا۔ بُز کے معنی بکری یعنی ابھی رُوح نکالتا ہوں۔ عزرائیل علیہ السلام شیروں کو بکری بنادیتے ہیں۔ رُوح ایسے نکالتے ہیں کہ پہلوان بھی دھڑام سے گر پڑتا ہے، کوئی کتنا ہی بڑا پہلوان ہو موت کے سامنے اس کا کیا داؤ چلے گا ؟

اور یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ بھی چلتے پھرتے پڑھتا رہے جس کو غصہ کی بیماری ہو۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ کتنی ہی زبردست مصیبت کسی کو ہو، کتنی ہی پریشانی ہو، قرضہ کی ہو یا بیٹی کا رشتہ نہ مل رہا ہو، کوئی دشمن ستا رہا ہو یا کوئی بھی مصیبت ہو تو پانچسو مرتبہ یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ پڑھے اوّل آخر دُرود شریف۔ انشاءاللہ چالیس دن بھی نہیں گذریں گے کہ اس کی مصیبت دُور ہوجائے گی اور حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ کہتا ہے یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ اس کے پاس بھیجتے ہیں جو کہتا ہے کہ اے شخص ! ارحم الراحمین اپنی شانِ رحمت سے تیری

طرف متوجہ ہیں بول کیا مانگتا ہے؟ اس وظیفہ سے غصہ بھی ٹھنڈا ہوگا اور دُنیاوی کام بھی بنیں گے، مشکلات دُور ہوں گی۔

اچھا ۵۰۰ بار نہ بن سکے تو ۱۱۱ دفعہ پڑھ لیں ۱۱۱ دفعہ پڑھنا مشکل ہو تو ۷۰ دفعہ پڑھ لیں، ۷۰ دفعہ مشکل ہو تو ۷ دفعہ پڑھ لیں۔ سات دفعہ پڑھنا مشکل ہو تو تین دفعہ پڑھ لیں اور تین دفعہ بھی مشکل ہو تو ایک ہی دفعہ پڑھ لیں بہت بڑا نام ہے ان کا۔ ان کو محبت و اخلاص سے ایک دفعہ پکارنا بھی خالی نہیں جائے گا۔ اب بتاؤ اس سے زیادہ اور کیا آسانی ہوگی بہت ہی ظالم ہوگا وہ شخص جو ایک دفعہ کہنے سے بھی کاہلی کرے۔ کتنا نزول ہے۔

اگر اللہ والوں کی جُوتیاں اختر نے نہ اُٹھائی ہوتیں تو اتنا نزول کرنا مشکل تھا پانچ سو سے کم نہ کرتا۔ لیکن چونکہ اللہ کے فضل سے بزرگوں کی صحبتیں اٹھائیں کان میں ان کی باتیں پڑی ہوئی ہیں۔

میرے شیخ نے سُنایا تھا کہ حکیم الامت مجدد الملت تھانوی ؒ نے مجھے (یعنی حضرت شیخ پھولپوری ؒ کو) لکھا کہ ستّر مرتبہ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا پڑھ لیا کرو۔ اس وقت حضرت شیخ پھولپوری ؒ جون پور میں پڑھاتے تھے۔ تو حضرت نے حضرت حکیم الامت کو لکھا کہ میں تو سولہ سبق پڑھاتا ہوں، بالکل ہی تھک جاتا ہوں،

حضرت حکیم الامت ؒ نے تحریر فرمایا کہ اچھا اگر ستّر مرتبہ نہیں پڑھ سکتے تو آپ سات مرتبہ پڑھ لیا کریں اور ایک پر دس کا وعدہ ہے فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا سات کو دس سے ضرب دو، آپ کو ستّر کا ثواب مل جائے گا۔ بزرگوں کے ارشادات کی روشنی ہی میں یہ پیش کیا ہے کہ پانچ سو مرتبہ نہ سہی تو ۱۱۱ بار سہی۔ ایک سو گیارہ کَافِیْ کا ابجد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک کَافِیْ ہے۔ ایک سو گیارہ مرتبہ اگر پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ کے نام

کَافِیْ کا عدد پورا ہوگیا۔ اس کے لئے اللہ انشاء اللہ کافی ہو جائے گا۔ اور یہ نہ ہو تو ستّر مرتبہ بھی بعض اوراد کا پڑھنا حدیثوں میں آتا ہے اور سات مرتبہ بھی آتا ہے اور کم سے کم تین دفعہ پڑھنا سنّت ہے اس لئے کم سے کم تین دفعہ تو پڑھ ہی لے سنّت کی نیت سے۔

اور بعض نے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ الخ سات مرتبہ پانی پر دم کر کے پی لیا اس آیت کی برکت سے ان کا غصّہ ٹھیک ہوگیا۔ اور درُود شریف پڑھنا بھی بہت مفید ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی شان رحمت کو سوچا کرے کہ ہمیں بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے رحمت لینا ہے اس لئے اللہ کے بندوں کی خطاؤں کو معاف کر دے۔ خود تکلیف اٹھالے اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ دے اور یہ نیک بندوں کی علامات میں سے ہے۔

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ نیک بندے کون ہیں؟ قرآن پاک کی ایک آیت ہے:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ اَبْرَارْ جمع ہے بَرٌّ کی۔ بَرٌّ معنی نیک۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ ابرار کی تفسیر فرماتے ہیں اَلَّذِیْنَ لَایُؤْذُوْنَ الذَّرَّ نیک بندے وہ ہیں جو چیونٹیوں کو بھی اذیت نہ دیں اور وَلَایَرْضَوْنَ الشَّرَّ۔ اور اللہ کی نافرمانی سے ناراض رہیں خوش نہیں ہوتے۔ اگر دُوسرے کو بھی اللہ کی نافرمانی کرتے ہُوئے دیکھ لیں تو دل میں دُکھ پیدا ہو جاتا ہے کہ ہائے یہ میرے اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے۔ نیک بندوں کی دو علامات ہوئیں:

۱: وہ چیونٹیوں کو بھی اذیت نہیں دیتے۔ اور

۲: اللہ کی نافرمانی سے راضی نہیں ہوتے۔

اس لئے اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ ہم سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے خصوصاً غصہ کی حالت میں۔ کیونکہ غصہ میں عقل مغلوب ہو جاتی ہے اس لئے غصہ میں آدمی دُوسرے کو زیادہ اذیت پہنچا دیتا ہے۔

اچھا جس کو طاقت زیادہ ہوتی ہے اسی کو غصہ بھی زیادہ آتا ہے لیکن اگر اس کی طاقت سے زیادہ طاقت والا آجائے تب اس کا سارا غصّہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ کے صاحبزادے ڈاکٹر احسن صاحب ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب میں غصہ میں پاگل ہو جاتا ہوں۔ تو ہنس کر کہنے لگے کہ غصہ بہت چالاک ہے پاگل نہیں ہوتا کیونکہ جس کو غصہ چڑھا ہے اگر اس سے دوگنا طاقت والا آجائے چھُرا یا پستول لئے ہُوئے تو جن کو غصہ چڑھا ہُوا تھا اور جو ابھی کہہ رہے تھے کہ میں غصّہ میں پاگل ہو گیا ہوں ان کو ایسی عقل آجائے گی کہ ایسا تیز بھاگیں گے کہ پوچھو مت، تو یہ غصہ پاگل نہیں ہے بڑا چالاک ہے۔ غصہ اپنے سے کمزوروں پر پاگل ہوتا ہے جب اس سے زیادہ طاقت والا کوئی پہلوان آجائے جس کو دیکھتے ہی یہ سمجھ لے کہ یہ ہمیں گرا دے گا وہاں اس کو ایک دم عقل آجائے گی۔ ہاتھ جوڑے گا، پاؤں پکڑے گا اور رونے بھی لگے گا اور کہے گا کہ معاف کردو، سارا غصّہ غائب، ایسا غائب جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

لیکن جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں وہ حالتِ غضب میں بھی اپنے نفس پر غالب رہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کتنے طاقت ور تھے قرآن میں اعلان ہو رہا ہے کہ آپ نے ایک قبطی کو ایک گھُونسہ مارا فَقَضٰی عَلَیْہِ ایک ہی گھُونسہ میں اس کا کام تمام ہو گیا۔ جس کے گھُونسہ میں اتنی طاقت ہو اس سے ان کی قوت کا اندازہ لگالیں۔ اور ایک بار اللہ کے حکم سے پتھر کی

چٹان پر ڈنڈا مارا تو چٹان اُڑ گئی، دُوسری بار مارا تو دوسری تہہ اُڑ گئی، تیسری بار ان کی لاٹھی کی ضرب سے چٹان جب اُڑی ہے تو دیکھا کہ اس کے اندر ایک کیڑا تھا جس کے منہ میں ایک ہرا پتّہ تھا، وہ اپنا رزق کھا رہا تھا اور تین چٹانوں کے اندر کہیں کوئی سوراخ بھی نہیں تھا اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دکھانا تھا کہ ہم رزق ایسے پہنچاتے ہیں۔

رُوح المعانی میں وَمَا مِنْ دَابَّةٍ الخ کی تفسیر کے ذیل میں علامہ آلوسیؒ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ اللہ ساری دنیا کو رزق کس طرح دیتا ہے؟ یہ شک و شبہ نہیں تھا، انبیاء کو شک و شبہ نہیں آتا ان کا ایمان کامل ہوتا ہے بس ایک خیال آیا تھا تفصیل جاننے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کیسے رزق دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت حکم دیا کہ اس چٹان پر لاٹھی مارو۔ جب تین چٹانیں اُڑ گئیں تو دیکھا کہ اس کے اندر ایک کیڑا ہرا پتّہ کھا رہا ہے اور وہ کیڑا ایک وظیفہ بھی پڑھ رہا ہے۔ ذرا اس کا وظیفہ بھی سُن لیجئے وہ اللہ میاں کو یاد کر رہا تھا تیسرے پتھر کی چٹان کے نیچے چُھپا ہوا کیا کہہ رہا تھا؟ سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ پاک ہے وہ اللہ جو مجھے دیکھ رہا ہے، پاک ہے وہ جو تین چٹانوں کے نیچے چھپے ہوئے ایک کیڑے کو دیکھ رہا ہے وَیَسْمَعُ کَلَامِیْ اور جو میری بات کو سُنتا ہے وَیَعْرِفُ مَکَانِیْ اور جو میرے رہنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے وَیَذْکُرُنِیْ وَلَا یَنْسَانِیْ اور جو ہمیشہ مجھ کو یاد رکھتا ہے اور کبھی مجھ کو نہیں بھولتا کہ کسی وقت روزی نہ ملے۔ (صہ ۲ ج ۱۲)

تو جن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتنی طاقت تھی انہیں کے ریوڑ سے نبوت ملنے سے پہلے ایک بکری بھاگ گئی۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بہت بڑے مفسر ہیں اپنی تفسیر کبیر میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک بکری ان

کے ریوڑ سے بھاگ گئی اس کو پکڑنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام دوڑے۔ وہ بھاگتے بھاگتے میلوں دوڑ گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام لاٹھی لئے پیچھے پیچھے دوڑ رہے ہیں کانٹوں سے آپ کے پاؤں مُبارک لہُولہان ہو گئے اور بکری کا بھی یہی حال ہو گیا۔ تمام کانٹے چُبھ گئے، اس کے پاؤں سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ آخر میں وہ تھک گئی اور کھڑی ہو کر ہانپنے لگی تب آپ نے اس بکری کو پکڑ لیا۔ بتائیے اگر ہم آپ پکڑتے تو کیا کرتے نہ معلوم اس کی کتنی پٹائی کرتے بلکہ چھُری سے ذبح ہی کر ڈالتے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا کیا؟ اپنے کانٹوں سے پہلے اس کے کانٹے نکالے اور اس کے پیر دبانے لگے۔ اس کے بعد اس کو اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا۔ اور جہاں سے وہ بکری بھاگی تھی اس جگہ تک پہنچا دیا۔ اس وقت آپ کو غصہ نہیں آیا بلکہ آپ کے آنسو بہہ رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ اے بکری اگر تجھ کو موسیٰ پر رحم نہیں آیا تو اپنے اُوپر تو رحم کرتی، تُو نے اپنے کو اتنی مصیبت میں کیوں ڈالا؟

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ فرشتوں نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے گذارش کی یا اللہ یہ شخص نبوت کے قابل معلوم ہوتا ہے اتنا صبر، اتنی برداشت، اتنا حلم۔ اے اللہ اپنی رحمت سے آپ اس کو نبی بنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ان کو نبوّت کے لئے منتخب کیا ہُوا ہے یہ ہمارے علم میں نبی ہیں، جن کے درجے بلند ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ قوتِ برداشت عطا کرتا ہے۔ یہ کیا کہ ذرا سا غصہ آیا اور پاگل ہو گئے۔

حضُور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ

نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ (بخاری ص ۹۰۳ ج ۲)

پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔

ایک دیہاتی صحابی جو ابھی نیا نیا اسلام لائے تھے ان کو معلوم ہی نہیں تھا کہ مسجد کے آداب کیا ہیں وہ آئے اور مسجد نبوی میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ دوڑے کہ ہیں ہیں کیا کر رہے ہو اور اس کو ڈانٹنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُزْرِمُوْهُ اس کا پیشاب منقطع نہ کرو یعنی اس کو پیشاب کرنے سے منع مت کرو اسے اس کے حال پر چھوڑ دو جب اطمینان سے وہ فارغ ہوگیا تو آپ نے اس کو اپنے پاس بُلایا اور نرمی سے سمجھایا کہ مساجد اللہ کے ذکر اور نماز اور تلاوتِ قرآن کے لئے ہوتی ہیں۔ مساجد میں پیشاب کرنا اور گندگی پھیلانا بُری بات ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک بالٹی پانی لاؤ اور پیشاب پر بہا دیا۔ (صحیح مسلم ص ۱۳۸ ج ۱ کتاب الطہارۃ)

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ خطباتِ مدراس میں لکھتے ہیں کہ ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے کہ میں نے مسلمانوں کے پیغمبر جیسی برداشت، صبر اور عقلِ کامل کہیں نہیں پائی۔ کیونکہ ایسے وقت میں جب کسی کی مقدس جگہ کوئی پیشاب کرنے لگے تو انسان کی عقل ٹھیک نہیں رہتی لیکن مسلمانوں کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عقل سے میں کافر ہو کر حیران ہوں کہ آپ نے کس طرح اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے اپنی حسنِ تدبیر سے پوری مسجد کو ناپاک ہونے سے بچا لیا۔ اس وقت عقل کا تقاضا بھی یہی تھا کیونکہ اگر اس حالت میں اس کو دوڑا لیا جاتا تو ساری مسجد ناپاک ہو جاتی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحمل سے کام لیا جس سے تھوڑی سی جگہ ہی ناپاک ہوئی جو آسانی سے

پاک ہوگئی۔

اس سے منشاء یہ بتلانا ہے کہ تحمل بہت بڑی چیز ہے۔ اُونٹ چرانے والی قوم کو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے صدقہ میں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

دُر فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خُود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین ہیں۔ ساڑھے دس سال خلافت کی جن کے نام سے عیسائی ملکوں کے بادشاہ کانپتے تھے، قیصر و کسریٰ کے جھنڈے سرنگوں ہو جاتے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ اے عمر! تُو اُونٹ چرایا کرتا تھا، یہ سیدالانبیاء محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جُوتیوں کا صدقہ ہے کہ آج اے عمر تو سلطنت کر رہا ہے، امیر المؤمنین اور مسلمانوں کا خلیفہ بنا ہُوا ہے۔

ایک دن ان سے کسی نے پُوچھا کہ آپ کے غصہ کا کیا حال ہے ؟ آپ تو بہت ہی غصہ والے آدمی تھے۔ فرمایا کہ پہلے ہمارا غصہ اسلام کے خلاف تھا اب کافروں کے خلاف ہے۔ اب تو میں ادنیٰ مسلمان کا بھی اکرام کرتا ہوں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کالے تھے افریقہ کے غلام تھے ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے "یا سیدی بلال" اے میرے سردار بلال ! بھلا بتلائیے سرداران قریش میں سے معزز خاندان کا فرد، نبی کا پیارا وزیر ایک حبشی غلام کو سیدی کہہ رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو وزیر تھے، ایک

حضرت ابوبکر صدیق اور دُوسرے حضرت عمر فاروق۔ یہ دو ایسے وزیر تھے جن سے بارہ بارہ بجے رات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشورے لیتے تھے، کوئی اور صحابی وہاں نہیں رہتا تھا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ سے ایک دن نکل گیا کہ اے بلال تم کالے ہو فوراً خیال آیا کہ میرے منہ سے یہ کیا نکل گیا۔ ایک بات بتادوں کہ جو اللہ کے مقبول ہوتے ہیں۔ اللہ کے پیارے ہوتے ہیں، ان کی خطاؤں پر اللہ تعالیٰ ان کو تنبیہ فرمادیتے ہیں۔ ان کو اپنی خطاؤں کا احساس ہو جاتا ہے یہ احساس ہونا علامت ہے کہ یہ شخص اللہ کے یہاں مقبول ہے۔ لہٰذا فوراً احساس ہُوا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر لیٹ گئے اور فرمایا کہ اے بلال! عمر زمین پر لیٹ گیا ہے تم اپنے پاؤں سے عمر کے جسم پر چلو تاکہ قیامت کے دن عمر کی خطا معاف ہو جائے لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں چلے۔ فرمایا کہ آپ اللہ کے نبی کے پیارے اور خُسر ہیں آپؓ کی بیٹی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اُمّت کی ماں ہے بھلا ایسے معزز کے جسم پر میں پاؤں رکھ سکتا ہوں ؟ بس میں نے اللہ کے لئے معاف کردیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اپنا کام بنا گئے۔

خلافت کے زمانے میں ایک دن خیال آیا کہ اے عمر تُو مسلمانوں کا خلیفہ ہے یہ محض وسوسہ تھا تکبّر نہیں تھا صرف خیال آگیا تھا۔ فوراً ایک مشک اُٹھائی پانی بھر کر کندھے پر لادا اور ایک غریب مسلمان کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ دروازہ کھول دو پردہ کرا لو عُمر پانی بھرنے آیا ہے۔ یہ کون ہیں ؟ خلیفۂ راشد ہیں۔ امیرالمؤمنین ہیں سلطنت ہاتھ میں ہے۔ انہوں نے یہ کام کیوں کیا نفس کو مٹانے کے لئے۔ بزرگوں نے اپنے نفس کو اس طرح سے مٹایا ہے۔

غصہ کے بارے میں یہ واقعات اس لئے سُنا رہا ہوں تاکہ معلوم ہو

جائے کہ اللہ کے مقبول بندوں کی نشانی یہی ہے کہ اگر خطا ہو جاتی ہے تو فوراً معافی مانگتے ہیں استغفار و توبہ میں دیر نہیں کرتے کیونکہ جب کافروں کو بھی استغفار مفید ہے تو مسلمانوں کو کیوں نہ ہوگا۔ کافر لوگ طواف کی حالت میں کہتے تھے غُفْرَانَکَ اے خدا ہم کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت کافروں کے لئے نازل فرمائی:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

اے نبی جب تک آپ ان کافروں میں زندہ ہیں اس وقت تک میں ان پر عذاب نازل نہیں کروں گا۔ اور دُوسری آیت ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے۔ حکیم الامّت مجدّد الملّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ نے کافروں کو جو بشارت دی ہے وہ دُنیا کے لئے ہے کہ اگر کافر بھی استغفار کرتا رہے تو دنیا میں اس پر عذاب نہیں ہوگا لیکن آخرت کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا بوجہ ایمان نہ لانے کے۔

محدّثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اِذَا كَانَ الْاِسْتِغْفَارُ يَنْفَعُ الْكُفَّارَ فَكَيْفَ لَا يُفِيْدُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْاَبْرَارَ یعنی جب استغفار کافروں کو بھی نفع دے رہا ہے اور ان کو دنیا کے عذاب سے بچا رہا ہے تو مسلمان کو کیوں نفع نہ دے گا۔ (مرقاۃ ص۱۲۳ ج ۵)

ملا علی قاریؒ نے اس آیت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ جلد نمبر ۵ کتاب الاستغفار میں نقل فرمایا۔ حضرت علیؓ

فرماتے ہیں کہ اے مُسلمانو، اے اصحابِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اور تابعین سُن لو اور قیامت تک کے لئے سُن لو کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے بچانے کے لئے دو امان نازل فرمائے تھے ۔ فَرُفِعَ اَحَدُهُمَا تو عذاب سے نجات کا ایک ذریعہ تو ہم سے اُٹھ گیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا سے اٹھا لئے گئے وَبَقِيَ ثَانِيهُمَا اور دوسرا باقی ہے یعنی استغفار۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے رہو، گریہ و زاری کرتے رہو تو انشأاللہ تعالیٰ عذاب سے بچ جاؤ گے جس سے بھی کوئی خطا ہو جائے دو رکعات توبہ پڑھ کر اللہ سے رو لو استغفار کر لو۔ جہاں جہاں آنسو لگ جائیں گے دوزخ کی آگ وہاں حرام ہو جائے گی ۔ اللہ تعالیٰ کریم ہیں جب ایک جُز کو جنت میں داخل کریں گے تو پُورا جسم ہی جنت میں داخل کر دیں گے ۔ ان کے کرم سے یہ بعید ہے کہ چہرہ تو جنت میں داخل کر دیں اور باقی جسم دوزخ میں ڈال دیں بس اگر گناہ ہو جائے تو فوراً اللہ سے معافی مانگیں اور بندوں کے حقوق میں کوتاہی ہو جائے تو بندوں سے معاف کرائیں یہ نہیں کہ کسی کا مال مار لیا اور زبان سے کہہ رہے ہیں توبہ یا اللہ توبہ یا اللہ توبہ، اس وقت محض زبانی توبہ سے معافی نہیں ہوگی جب تک کہ اس کا مال واپس نہیں کریں گے ۔ جب اس کا مال اس کو دے دیں گے تب معافی ہوگی ۔ اسی طرح غصہ میں کسی پر زبان یا ہاتھ سے زیادتی ہو گئی تو ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگیں ، جس طرح ہو اس کو راضی کر لیں ورنہ قیامت کے دن پچھتانا پڑے گا اور ہر وقت ہوشیار رہیں کہ کہیں غصہ مجھ پر نہ چڑھ جائے اور غصہ کو استعمال کرنا ہے تو اپنے نفس پر کیجئے ۔ جب دل کسی عورت کو دیکھنے کو چاہے اس وقت اس غصہ کو اپنی آنکھوں پر استعمال کیجئے ، نفس سے کہئے کہ ہرگز نہیں دیکھوں گا چاہے تو مَر

جائے اللہ کی محبّت میں اتنا ارادہ تو کرلو کہ نہ دیکھنے سے چاہے میری جان چلی جائے نہیں دیکھوں گا۔ گناہ نہیں کروں گا چاہے جان رہے یا نہ رہے اس غصہ کو اللہ کی نافرمانی سے بچنے میں اپنے نفس پر استعمال کیجئے اور کبھی جہاد کا موقع ہو تو کافروں کے مقابلہ میں استعمال کیجئے، بزرگانِ دین سے مشورہ کر لیجئے کہ غصہ کہاں استعمال کرنا چاہئے۔

اور آخر میں بس یہی عرض کرتا ہوں کہ نفس کی اصلاح کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے سے اصلاح کا تعلق قائم کر لیجئے اس کو اپنے حالات کی اطلاع اور اس کے مشوروں کی اتباع شروع کر دیجئے پھر دیکھئے کتنی جلدی اصلاح ہوتی ہے پھر آپ بزبانِ حال کہیں گے ؎

تُونے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

بس اب دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

اے اللہ جو کچھ عرض کیا گیا اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما لیجئے۔ میری زبان کو جس نے آپ کی دی ہوئی توفیق سے آپ کی باتیں سُنائی ہیں اور میرے دوستوں کے کان کو جنہوں نے محبّت سے آپ کی باتوں کو سُنا ہے اور میری ماں بہنوں بیٹیوں کو جو گھر کے اندر وعظ کو سنتی ہیں سب کو اپنا پیارا بنا لیجئے اپنا محبوب بنا لیجئے اور قبول فرما لیجئے اور آپ کریم ہیں جب زبان اور کان قبول کرلیں گے تو سارا ہی جسم قبول فرمالیں گے اور ہمارے دلوں کو بھی قبول فرمائیے اور ہماری رُوحوں کو بھی قبول فرمائیے ہم سب کو یا اللہ اولیاء صدیقین میں شامل

فرمائیے۔ ہم سب کو ولی اللہ بنا دیجئے، ہمارے اخلاق کی اصلاح فرما دیجئے ہم سب کو تزکیہ نصیب فرما دیجئے۔ اللہ والی زندگی نصیب فرما دیجئے، اللہ ہر قسم کی بلا اور پریشانی سے اور ہر قسم کی بُری بُری بیماریوں سے ہر قسم کے فکر اور غم کی باتوں سے اور دُکھ سے اللہ ہم سب کو امن اور عافیت نصیب فرمائیے اور ہر وقت اپنی رضا کی حیات نصیب فرمائیے اور اپنی رحمت سے ہر غم اور پریشانی سے بچائیے، یا اللہ اطمینان کی زندگی حیاتِ طیبہ ہم سب کو نصیب فرمائیے۔ جو لوگ حج کے لئے جانا چاہتے ہیں یا اللہ جس کے لئے آپ نے اس طرح سے اعلان فرمایا کہ اللہ کا حق ہے لوگوں پر کہ وہ اللہ کے گھر کی زیارت کریں اور جو استغناء کرے گا اور انکار کرے گا تو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بے نیاز اور مستغنی ہے دُعا کیجئے کہ جن لوگوں نے حج کی درخواستیں دی ہیں اللہ تعالیٰ سب کو آسانی سے حج نصیب فرمائے حج مقبول نصیب فرمائے مشکلات رفع ہو جائیں جنہوں نے حکومت سے اجازت مانگی ہے ان کو اجازت مل جائے آرام اور عافیت کے ساتھ حجِ مبرور نصیب فرمائے اور جنہوں نے سُستی یا مشغولی سے حج فرض ادا نہیں کیا ہے اور جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا اللہ اتنی سخت وعید فرمائی کہ جو سُستی کی وجہ سے حج نہ کرے وہ چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی ہو کر مرے اتنی سخت وعید ہے، اے اللہ جن پر حج فرض ہے ان کو اپنی رحمت سے جلد حج کرنے کی توفیق عطا فرمائیے اور آسانی فرمائیے اور قبول فرمائیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۞

غضب سے متعلق دو احادیث مُبارکہ

معالجۂ غضب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غصہ شیطان سے ہے (یعنی اس کے وسوسہ اور اثر سے ہے) اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو صرف پانی ہی بُجھا سکتا ہے پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آجاوے تو وضو کرلے۔

(مرقاۃ ج ۹ ص ۳۱۲ بحوالہ ابوداؤد شریف)

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ جب غصہ آجاوے تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ لے۔ اور مرقاۃ میں ہے کہ اگر غصہ پھر بھی دُور نہ ہو تو وضو کرلے اور پھر بھی نہ دُور ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔ پس یہ صبر کی دوا ہے جو شیطان پر بہت ناگوار ہے۔ (بحوالہ بالا)

اہلِ غضب کی چار قسمیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو جلد غصہ ہوتا ہے اور جلد رجوع کرتا ہے یہ شخص نہ مدح کا مستحق ہے نہ ذم کا۔ اور وہ شخص جس کو دیر سے غصہ آتا ہے اور دیر سے زائل ہوتا ہے یہ شخص بھی مدح و ذم کا مستحق نہیں اور وہ شخص جس کو دیر سے غصہ آتا ہے اور جلد زائل ہو جاتا ہے تو ایسے لوگ تم میں سب سے بہتر ہیں اور تم میں سب سے بُرے وہ لوگ ہیں جن کو غصہ جلد آتا ہے لیکن دیر سے زائل ہوتا ہے۔

(مرقاۃ - ج ۹ - ص ۳۳۸)

غصہ کا علاج

از افادات حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس وقت غصہ آئے اس وقت یہ سوچو کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی اس طرح غصہ کرنے لگے تو آخر میں بھی چاہوں گا کہ معافی ہو جاوے۔ تو مجھ کو چاہئے کہ اس شخص کو بھی معافی دے دوں اور یہ سوچو کہ یہ شخص میرا اتنا خطاوار تو ہوگا نہیں جتنا میں اللہ تعالیٰ کا گنہگار ہوں۔ پھر جب میں معافی کا آرزومند ہوں تو اس کو کیوں نہ معاف کر دوں۔ دُوسرا کام یہ کرے کہ فوراً وہاں سے جُدا ہو جاوے یعنی اس جگہ نہ رہے جب تک کہ غصہ بالکل فرو (زائل) نہ ہو جاوے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔

تیسرا کام یہ کرے کہ کوئی وقت مُعیّن کر کے اپنے عیوب کا دھیان کیا کرے اور سوچا کرے کہ میں سب سے بدتر ہوں۔ اس سے کبر کی جڑ کٹ جائے گی۔ اور غصہ کا منشاء (سبب) کبر ہی ہے۔ (کبر کے معنی ہیں اپنے کو بڑا سمجھنا اور دُوسرے کو حقیر سمجھنا۔)

اور غصہ کے وقت یہ خیال کر لیا کرے کہ تُو تو سب سے بدتر ہے۔ پس اپنے سے بہتر پر غصہ نہ آنا چاہئے۔ (تربیت السالک ج ۱۔ ص ۲۴۹)

ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ غصہ کے وقت تھوڑی سی ہمت کرنے کی ضرورت ہے کہ جس پر غصہ ہے اس کو اپنے سامنے سے ہٹا دے یا خود علیحدہ ہو جاوے۔ اور اگر پھر بھی غلطی ہو جاوے تو اس کا یہی تدارک جو آپ کا معمول ہے کافی ہے۔ (یعنی معافی مانگنا) اور اس کا شبہ نہ کیا جاوے کہ شاید دل سے معاف نہ کیا ہو کیونکہ انسان اس سے زیادہ کا مکلف نہیں کہ

اپنی طرف سے دل سے (صاحب حق کو) راضی کرنے کی کوشش کرے۔ اس سے آگے اختیار نہیں تو اس کا مکلف بھی نہیں۔ (تربیت السالک ج ا۔ ص۲۴۸)

فرمایا کہ اگر اس کا التزام کریں کہ جب کسی پر غصہ آجاوے تو اس کو کچھ ہدیہ دیا کریں چاہے قلیل ہی مقدار ہو تو زیادہ نفع ہو۔

فرمایا کہ غصہ کا ایک مجرب علاج یہ ہے کہ جس پر غصہ آیا ہے اس کو اپنے پاس سے جُدا کر دیا جاوے یا اس کے پاس سے خود جُدا ہو جاوے اور فوراً کسی شغل میں لگ جاوے۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۲۳ و ص۲۴)

ایک صاحب نے غصہ کے علاج کا مجرب نسخہ دریافت کیا۔ جواب میں تحریر فرمایا کہ جس پر غصہ کیا جاوے تو غصہ زائل ہو جانے کے بعد مجمع میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑیئے پاؤں پکڑیئے بلکہ اس کے جُوتے اپنے سر پر رکھئے۔ ایک دو بار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آجائے گی۔ (تربیت السالک ج ا۔ ص۳۴۲)

غصہ کے متعلق ایک صاحب کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:
سرعتِ غضب (جلدی غصہ آجانا) امرِ طبعی ہے، اختیار سے خارج ہے، نہ اس پر ملامت ہے (یعنی اس میں کوئی مضایقہ نہیں) البتہ اس کے مقتضاء پر عمل جبکہ حدُود سے تجاوز ہو جاوے مذموم ہے (یعنی غصہ کے تقاضے پر عمل اس وقت بُرا ہے جبکہ حد سے تجاوز ہو جاوے۔) اور اس کا علاج بجُز ہمّت کے کچھ نہیں۔ اس ہمت میں مغضوب علیہ (یعنی جس پر غصہ آیا ہے) سے فوراً دُور چلا جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اور اپنی خطاؤں اور حق تعالیٰ کے غضب کے احتمال کو یاد کرنا یہ بہت مُعین ہے اور نرمی وغیرہ مدت تک تکلف سے سوچ سوچ کر اختیار کرنا چاہئے مدت کے بعد ملکہ (حاصل) ہو گا۔ ہمت نہ ہارئیے۔

(تربیت السالک ج ا۔ ص۳۴۶)

نسخہ اکسیر غضب

از حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

حسبِ ذیل اُمور کو دن میں متعدد بار اتنا پڑھے کہ غصّہ کے وقت یاد رہیں۔

۱: پُوری اعوذ باللہ پڑھنا۔

۲: وضو کر لینا۔

۳: کھڑے ہوں تو بیٹھ جانا، بیٹھے ہوں تو لیٹ جانا۔

۴: جس پر غصہ آرہا ہے اس کے سامنے سے ہٹ جانا یا اس کو ہٹا دینا۔

۵: کسی صالح (نیک بندہ) کی صحبت میں بیٹھ جانا۔

۶: ذکر اللہ میں مشغول ہو جانا نیز درُود شریف پڑھنا۔

۷: حتی الوسع بات نہ کرنا۔ اور نہ کوئی معاملہ کرنا اس کے ساتھ جس پر غصہ آرہا ہو۔

۸: یہ سوچنا کہ غصہ ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو۔

۹: یہ سوچنا کہ میں بھی اللہ کا خطاوار ہوں اگر میری خطاؤں پر مواخذہ فرمایا جاوے تو نجات پانا مشکل ہے۔ نیز دُوسروں کی خطاؤں کو درگذر کرنے پر اُمید ہے کہ میری خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ لہٰذا جس پر غصّہ آرہا ہے اس سے درگذر کرنا ہی بہتر ہے۔

۱۰: اگر ہدایتِ مجوّزہ کے خلاف عمل ہو جاوے تو ۵۰ پیسے تا دس روپے تک خیرات کرے اور چار رکعت نفل نماز پڑھے۔

سِلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۵

علاجِ کبر

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نام وعظ : عِلاجِ کبر

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

علاجِ کبر

پیشِ نظر وعظ " علاجِ کبر" حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب اَطَالَ اللّٰہُ بقاءَ ھُمْ وَ اَدَامَ اللّٰہُ فیُوضَھُمْ وَ بَرَکَاتِھِمْ وَ اَنْوَارَ ھُمْ کے چار مواعظ کا مجموعہ ہے جو مختلف تاریخوں اور مختلف اوقات میں حضرت اقدس دامت برکاتہم نے مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں بیان فرمائے۔ پہلا وعظ ۲۲ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۸۸ء بروز جمعرات غالباً بعد فجر بیان فرمایا۔ دوسرا وعظ ۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز منگل بعد عصر اور تیسرا وعظ اگلے دن ۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ مطابق ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز بدھ بعد فجر اور چوتھا وعظ ۳ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز جمعہ ۱۱ بجے صبح ہوا۔ یہ مجموعہ تکبر کی اصلاح کے لئے نہایت عجیب اور کیمیا اثر ہے، جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اور بزرگوں کے واقعات کے ساتھ اس مرض کا علاج نہایت مؤثر اور دلنشیں انداز میں بیان فرمایا گیا ہے موضوع اگرچہ سنگین تھا لیکن حضرت اقدس مدظلہ کے دردِ دل، سوز و گداز اور کیفیتِ عشقیہ نے جو حضرت والا کے کلام کا خاصہ ہے اس کو نہایت اثر انگیز کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو اس سے منتفع فرماوے۔ اور حضرت والا دامت برکاتہم کے لئے اور احقر جامع و مرتب کے لئے صدقۂ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بناوے۔ آمین۔ اس رسالہ کو ابتداء تا انتہا حضرت والا دامت فیوضہم نے خود ملاحظہ فرمایا ہے۔ اس اشاعت میں ضروری حوالہ جات کتب بین القوسین درج کر دیئے گئے ہیں۔

جامع و مرتب: یکے از خدامِ حضرت اقدس دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ ۝ وَقَالَ تَعَالٰی وَلَہُ الْکِبْرِیَاءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ وَقَالَ تَعَالٰی اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا،

اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں سے محبت نہیں فرماتے"

یعنی جو لوگ اپنے کو کسی درجہ میں بڑا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بڑائی آئی اور اللہ کی محبت ٹوٹ گئی۔ سارا معاملہ ختم ہوگیا۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ متکبر سے محبت نہیں فرماتے تو وہ غیر محبوب ہُوا۔ اس قضیہ کا عکس کر لیجئے تو یہ مطلب نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے ناراضگی ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا۔ اس قضیہ کا عکس کیا جائے تو یہ مطلب نکلے گا کہ ناراضگی ہے۔ پس جو لوگ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتے ہیں جب تک کہ توبہ نہ کریں۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نہ تو محبت کرتا ہے اور نہ آئندہ کرے گا جو لوگ کہ متکبر ہیں اور متکبر رہیں گے یعنی جب تک توبہ نہ کریں گے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم رہیں گے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ جو ملفوظات کمالات اشرفیہ میں ہے اس آیت کی بہترین تفسیر ہے۔

فرماتے ہیں کہ جب بندہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے کہ میں دُنیا میں سب سے زیادہ نالائق و گنہگار ہوں، اللہ تعالیٰ کی کسی عبادت کا حق مجھ سے ادا نہیں ہو رہا ہے اور سر سے پیر تک میں قصور وار ہوں تو اُس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں معزز ہوتا ہے، بڑا ہوتا ہے۔ جب اپنی نظر میں وہ بُرا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھلا ہوتا ہے، اور جب اپنی نظر میں بھلا ہوتا ہے تو اللہ کی نظر میں وہ بُرا ہوتا ہے۔ لہٰذا سوچ لینا چاہئے کہ ہم اپنی نظر میں بھلے ہو جائیں تو فائدہ ہے یا ہم اللہ کی نظر میں بھلے ہو جائیں تو ہمارا فائدہ ہے انسان اپنی عقل سے فیصلہ کرلے۔

آگے اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اصل میں بڑائی کا حق بھی تو تم کو نہیں ہے۔ فرماتے ہیں وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ بڑائی اللہ ہی کو زیبا ہے صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہے۔ لام بھی تخصیص کا اور تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر اللہ تعالیٰ کا یہ اسلوبِ بیان خود بتاتا ہے کہ کبریائی اور بڑائی صرف اللہ کا حق ہے جس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں۔ لہٰذا وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہوگا کہ اللہ کے لئے بڑائی ہے بلکہ ترجمہ یہ ہوگا کہ بڑائی صرف اللہ ہی کے لئے ہے، اور کسی مخلوق کے لئے بڑائی نہیں۔ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی کو بڑائی ہے آسمان وزمین میں وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ زبردست طاقت والا اور زبردست حکمت والا ہے۔

اب یہاں ان دو اسماء کے نازل کرنے میں کیا خاص بات ہے۔ ننانوے ناموں میں سے یہاں عزیز و حکیم کیوں نازل فرمایا؟ بات یہ ہے کہ بڑائی کی وجوہ صرف دو ہی ہوتی ہیں۔ زبردست طاقت اور زبردست طاقت کا حُسنِ استعمال۔ یعنی حکمت اور قاعدہ سے طاقت کا استعمال۔ لہٰذا ان ناموں کو نازل

فرما کر اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ میری بڑائی کی وجہ یہ ہے کہ میں زبردست طاقت رکھتا ہوں، جس چیز کا ارادہ کر لوں بس کُن کہتا ہوں اور وہ چیز وجود میں آجاتی ہے کُنْ فَیَکُوْنُ ۔ اور میری زبردست طاقت کے ساتھ ساتھ میری زبردست حکمت، دانائی، سمجھ اور فہم کارفرما ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ وہاں طاقت کا استعمال ہونا چاہئے اُس طریقہ سے میری طاقت حکمت کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔

دیکھئے اگر کسی گھر میں کوئی لڑکا زبردست طاقت والا ہو جائے لیکن ہو بیوقوف تو پھر کسی کی خیریت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو اندازہ ہی نہیں کہ طاقت کو کہاں استعمال کرنا چاہئے کبھی ابّا کو ایک گھونسہ لگا دیا، کبھی چھوٹے بھائی کو لگا دیا۔ کبھی اماں کو پیٹ دیا۔ اس لئے بڑائی کا وہ مستحق ہے جو زبردست طاقت کو زبردست حکمت کے ساتھ استعمال کرے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم زبردست طاقت والے اور زبردست حکمت والے ہیں۔

اور جو احادیث اس کی شرح کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث قدسی یہ ہے جس کو ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ جلد ۹ صـــ۳۰۹ پر مسند احمد، ابوداود و ابن ماجہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنے بندوں سے

اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ رِدَائِیْ قَصَمْتُہٗ

بڑائی میری چادر ہے جو اس میں گھسنے کی کوشش کرے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔

اور تیسری آیت جو حضرت حکیم الامت نے خطبات الاحکام میں عجب و کبر کے بیان میں تلاوت فرمائی وہ ہے :۔

اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا ۔

"اور یاد کرو جب جنگِ حُنین میں اپنی کثرت پر تم کو ناز ہُوا تو وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔"

طائف اور مکہ کے درمیان میں ایک وادی ہے جس کا نام حنین ہے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری (ج ۴۔ ص۱۵۴) میں تحریر فرماتے ہیں کہ غزوہ حُنین میں کافروں کی تعداد چار ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ لہٰذا بعض مسلمانوں کو اپنی کثرت پر کچھ نظر ہوگئی کہ ہم لوگ آج تعداد میں بہت زیادہ ہیں بس آج تو بازی مار لی آج تو ہم فتح کر ہی لیں گے اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ آج ہم کسی طرح مغلوب نہیں ہو سکتے یعنی اسباب پر ذرا سی نظر ہو گئی۔ اپنی کثرت تعداد پر کچھ ناز سا پیدا ہو گیا کہ ہم آج تعداد میں کفار سے بہت زیادہ ہیں، آج تو فتح ہو ہی جائے گی۔ چنانچہ شکست ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری شکست کی وجہ یہی ہے کہ تمہیں اپنی کثرت بھلی معلوم ہوئی اور ہماری نصرت سے نظر ہٹ گئی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب انہوں نے توبہ و استغفار کی تو دوبارہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم آگیا۔ پھر فوراً مدد آگئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے دوبارہ فتح مبین نصیب فرمائی۔

کبھی بڑائی بڑے خفیہ طور سے دل میں آجاتی ہے خود انسان کو پتہ نہیں چلتا کہ میرے دل میں تکبر ہے۔ کبھی آدمی کے دل میں بڑائی ہوتی ہے اور زبان پر تواضع ہوتی ہے کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے منہ سے اپنی خوب حقارت بیان کرتے ہیں کہ میں کچھ نہیں ہوں صاحب۔ حقیر ناچیز بندہ ہوں۔ لیکن اگر کوئی کہہ دے کہ واقعی آپ کچھ نہیں ہیں، آپ حقیر بھی ہیں اور ناچیز بھی ہیں تو پھر دیکھئے ان کا چہرہ فق ہو جاتا ہے کہ نہیں اور دل میں ناگواری محسوس ہو گی۔ یہی دلیل ہے کہ یہ دل میں اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھتا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کی زبانی تواضع بھی تکبر سے پیدا ہوتی ہے

کہ اس کو اپنی بڑائی کا ذریعہ بناتے ہیں تاکہ لوگوں میں خوب شہرت ہو جائے کہ فلاں صاحب بڑے متواضع ہیں اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اس تواضع اور خاکساری کا منشا تکبر اور حب جاہ ہے چنانچہ اگر لوگ اس کی تعظیم نہ کریں تو اس کو ناگواری ہوتی ہے یہی دلیل ہے کہ یہ تواضع اللہ کے لئے نہیں تھی ورنہ لوگوں کی تعظیم اور عدم تعظیم اس کے لئے برابر ہوتی۔

اس لئے یہ بڑائی بہت دن کے بعد دل سے نکلتی ہے، تکبر کا مرض بہت مشکل سے جاتا ہے۔ اسی بڑائی کو نکالنے کے لئے بزرگانِ دین، مشایخ اور اللہ والوں کی صحبت اٹھانی پڑتی ہے۔ شیخ کے ساتھ ایک زمانہ گذارا جاتا ہے پھر وہ رگڑ رگڑ کر بڑائی نکال دیتا ہے اور خصوصاً وہ شیخ جو ذرا تڑا بھی ہو یعنی ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتا ہو پھر تو وہاں بہت جلد بڑائی نکل جاتی ہے۔ جیسے ہمارے میرؔ صاحب کا شعر ہوا ہے، میر صاحب کو پچھلے جمعہ کو بھرے مجمع میں جو ڈانٹ پڑی تو انہوں نے ایک شعر کہا ؎

ہائے وہ خشمگیں نگاہ قاتلِ کبر و عجب و جاہ

بھرے مجمع میں جب شیخ ڈانٹ دیتا ہے، اُستاد ڈانٹ دیتا ہے تو کیسی اصلاح ہوتی ہے جس کو بہت عمدہ تعبیر کیا ہے ماشاء اللہ نظر نہ لگے ان کو

ہائے وہ خشمگیں نگاہ قاتلِ کبر و عجب و جاہ
اس کے عوض دلِ تباہ میں تو کوئی خوشی نہ لوں

شیخ کی غضبناک نگاہیں قاتلِ کبر و عجب و جاہ ہیں، وہ عجب و کبر اور جاہ کو قتل کر دیتی ہیں، اس کے عوض دلِ تباہ یعنی اے دلِ تباہ! اس کے بدلہ میں مجھے دنیا کی کوئی خوشی نہیں چاہیئے۔ یہ بڑی عظیم الشان نعمت ہے کہ جس کا نفس مٹ جائے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب حاضر ہُوئے تو ایک پرچہ پر اپنی حاضری کا مقصد ایک شعر میں لکھ کر بھیج دیا وہ شعر یہ تھا ؎

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے دَر پر میں لایا ہوں
مٹا دیجے مٹا دیجے میں مِٹنے ہی کو آیا ہوں

اپنے نفس کو مٹانا یہی سلوک کا حاصل ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ کا علم معمولی نہیں تھا۔ مشرقِ وسطیٰ میں جس کو آپ مِڈل ایسٹ کہتے ہیں ان کے علم کا غلغلہ مچا ہُوا تھا۔ زبردست خطیب، بہترین ادیب، بہترین عربی داں، عربی ان کے لئے ایسی تھی جیسی ہماری آپ کی اُردو، بلکہ ان کی اُردو سے بھی زیادہ ان کی عربی اچھی تھی۔ اس کے باوجود جب حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت تصوف کس چیز کا نام ہے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ آپ جیسے فاضل کو مجھ جیسا طالب علم کیا بتا سکتا ہے البتہ جو اپنے بزرگوں سے سُنا ہے اسی سبق کی تکرار کرتا ہوں یعنی اسی کو دوبارہ دُہرا دیتا ہوں۔ دیکھئے یہ تھی حضرت کی شانِ فنائیت و تواضع، فرمایا کہ آپ جیسے فاضل کو مجھ جیسا طالب علم کیا بتا سکتا ہے اتنا بڑا مجدّدِ زمانہ اور آفتابِ علم اکابر علماء کا شیخ اپنے کو طالب علم کہہ رہا ہے۔

تکرار کے معنی اُردو میں جھگڑے کے آتے ہیں، اگر آپ کسی گاؤں میں جائیں تو آپ یہ کبھی نہ کہئے کہ میں تکرار کرنا چاہتا ہوں۔ طالب علم تو اپنی کتاب کے سبق کو دوبارہ دُہرانے کو تکرار کہتے ہیں، تکرار کے معنی ہیں بار بار۔ لیکن کیونکہ جھگڑے میں بھی بار بار ایک دُوسرے کو وہی ایک بات کہتا ہے کہ تو اُلّو گدھا، دُوسرا کہتا ہے تو اُلّو گدھا۔ کیونکہ ایک لفظ کا بار بار تکرار ہوتا ہے اس لئے جھگڑے کا نام بھی تکرار رکھ دیا۔ کہتے ہیں کہ صاحب آج تو لالو کھیت میں دو آدمیوں میں تکرار ہو گئی۔ لیکن علمی ماحول میں تکرار کے معنی ہیں سبق کا دُہرانا۔

توحضرت نے فرمایا کہ میں اسی سبق کو دُہراتا ہوں ، وہ کیا سبق ہے؟ اس سبق کا حاصل اور خلاصہ کیا ہے ؟ اپنے کومٹا دینا۔ فرمایا تصوّف نام ہے اپنے کو مٹا دینے کا۔ جس دن یہ یقین ہوجائے کہ میں کچھ نہیں بس اُس دن وہ سب کچھ پاگیا۔ جس کو یہ احساس ہُوا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں اس کو سب کچھ مل گیا اور یہ کب ہوتا ہے؟ جب دل میں اللہ کی عظمت کا آفتاب بلند ہوتا ہے تب تکبر کے ستارے فنا ہوتے ہیں۔ جب شیر سامنے آتا ہے تب جنگل کی لومڑیوں کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ کبروعجب لومڑیاں ہیں جب شیر سامنے نہیں ہوتا تو اکڑتی پھرتی ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی محبّت کا شیر دل میں غرّائے اور اللہ اپنی محبت کا سُورج دل میں چمکائے اس وقت میں بندہ کیسے اترائے! جس دل پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا انکشاف ہوجاتا ہے پھر وہ تکبر نہیں کرسکتا۔

مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانویؒ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ ان کی مجلس کو جن لوگوں نے دیکھا ہے بتاتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت کی مجلس کی بالکل نقل تھی وہ فرماتے ہیں کہ دیکھو حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا

کہ جب بادشاہ کسی بستی میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو اس کو برباد کر دیتے ہیں

وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً ۚ

اور اس کے معزز لوگوں کو گرفتار کرلیتے ہیں ذلیل کر دیتے ہیں۔ یعنی بڑے بڑے لوگوں کو، بڑے بڑے سرداروں کو گرفتار کرلیتے ہیں تاکہ کبھی بغاوت نہ کرسکیں۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جس کے قلب میں اپنی عزت کا اور اپنی عظمتوں کا جھنڈا لہراتے ہیں، جس کے دل کی بستی کو اپنے لئے قبول فرماتے

ہیں اس دل کے کبر کے چوہدری کو عجب کے چوہدری کو ریاء کے سردار کو گرفتار کر لیتے ہیں۔ اس کے نفس کو مٹا دیتے ہیں۔ لہٰذا کبر اور نسبت مع اللہ جمع نہیں ہو سکتے۔ وہ شخص ہرگز صاحبِ نسبت نہیں ہو سکتا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو۔

اس لئے حضرت حکیم الامّت مجدّد الملّت حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ اشرف علی تمام مسلمانوں سے ارذل ہے، سارے مسلمانوں سے کمتر ہے فی الحال۔ یعنی اس حالت میں بھی سب مسلمان مجھ سے اچھے ہیں کیونکہ کیا معلوم کہ کس کی کیا خوبی اللہ کے یہاں پسند ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے اور فرمایا کہ تمام کافروں سے اور جانوروں سے میں بدتر ہوں فی المآل یعنی انجام کے اعتبار سے۔ یہ دو جملے خُوب یاد کر لیجئے کہ میں تمام مسلمانوں سے بدتر ہوں فی الحال۔ اس موجودہ حالت میں مَیں تمام مسلمانوں سے بُرا ہوں۔ دلیل کیا ہے؟ دلیل یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کے کسی ادنیٰ فعل سے خوش ہو جائے اور اس کے تمام بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر دے۔ اور دُوسری دلیل کیا ہے کہ ہو سکتا ہے میری کسی بات سے اللہ ناراض ہو اور میری تمام نیکیوں پر پانی پھیر دے۔ یہ دو جملے بہت عجیب ہیں۔ ان میں تکبر کا علاج بھی ہے جو اپنے آپ کو اتنا حقیر سمجھے گا اس میں کبر نہیں آسکتا کہ تمام مسلمانوں سے بدتر ہوں فی الحال اور تمام کافروں سے اور جانوروں سے بدتر ہوں فی المآل۔ یعنی انجام کے اعتبار سے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی کا خاتمہ خراب ہو جائے اور جس کا خاتمہ خراب ہو گیا کفر پر مر گیا تو جانور بھی تو اس سے اچھا ہُوا کیونکہ جانور سے کوئی حساب کتاب نہیں اور موت سے پہلے اپنے کو کافر سے بدتر کیسے سمجھیں؟ اس کا طریقہ کیا ہے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کافر جس کو ہم حقیر سمجھتے ہیں اس کا ایمان پر خاتمہ ہو جائے۔ آخر میں وہ کلمۂ اسلام قبول کر

لے۔ اس لئے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں بودنش باشد اُمید

کسی کافر کو بھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو کیونکہ مرنے سے پہلے ابھی اس کے مسلمان ہونے کی امید باقی ہے۔ لیکن حقیر نہ سمجھنے کے معنی یہ نہیں کہ اس کے کفر سے نفرت نہ کی جائے، حقیر سمجھنا اور ہے لیکن کفر سے نفرت کرنا واجب ہے۔ کفر سے، فسق سے، اللہ کی نافرمانی سے نفرت کرنا ہر مسلمان کے لئے واجب ہے، لیکن کافر اور فاسق کو حقیر سمجھنا حرام ہے، نفرت کرنا واجب اور حقیر سمجھنا حرام۔ کوئی کہے کہ صاحب یہ تو مشکل مسئلہ ہے۔ نہیں! بالکل آسان ہے۔ اگر کوئی شہزادہ منہ پر روشنائی لگالے تو آپ شہزادہ کو حقیر سمجھیں گے یا روشنائی سے نفرت کریں گے۔؟ ظاہر بات ہے کہ روشنائی سے نفرت کریں گے، کیونکہ ممکن ہے کہ ابھی صابن سے منہ دھو کر پھر روشن چہرہ کے ساتھ آسکتا ہے۔ ایسے ہی کافر کے کفر سے تو ہم کو نفرت ہے لیکن اس کو حقیر سمجھنا حرام ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ابھی کلمہ پڑھ کر یہ ولی اللہ ہو جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ جو صاحبِ نسبت ہیں وہ تو سارے جہان سے اپنے کو بدتر سمجھتے ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر (ج ۱۶ صـــ۱۷۴) میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ اچانک حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے ہوئے دکھائی دئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذَا اَبُوْذَرٍّ قَدْ اَقْبَلَ یہ جو آرہے ہیں ابو ذر غفاری ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَوَتَعْرِفُوْنَهٗ ؟ کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟ آپ تو آسمانی مخلوق ہیں، مدینہ کے لوگوں کو آپ

کیسے جان گئے ؟ ابوذر غفاری کو آپ نے کیسے پہچان لیا ؟ عرض کیا هُوَ اَشْهَرُ عِنْدَ نَا مِنْهُ عِنْدَ كُمْ مدینہ میں ان کی جتنی شہرت ہے اس سے زیادہ یہ آسمان میں ہم فرشتوں کے درمیان مشہور ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بِمَا ذَا نَالَ هٰذِهِ الْفَضِيْلَةَ ؟ یہ فضیلت ان کو کیسے ملی ؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان کو یہ فضیلت دو اعمال سے ملی ہے ایک تو قلبی ہے اور ایک قالبی۔ ایک دل کا عمل ہے اور ایک جسم کا عمل ہے۔ دل کا عمل کیا ہے ؟ لِصِغَرِهٖ فِیْ نَفْسِهٖ یہ دل میں اپنے کو بہت حقیر سمجھتے ہیں، اللہ کو یہ ادا بہت پسند ہے، جو بندہ اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے حقیر سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آتی ہے کہ میرا بندہ بندگی کا حق ادا کر رہا ہے، بندہ ہو کر اکڑے، غلام ہو کر اکڑے یہ بات بندگی کے خلاف ہے۔

اور دُوسرا عمل ان کا یہ ہے وَكَثْرَةِ قِرَاءَتِهٖ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ؕ کہ یہ قل ہو اللہ (سُورۃ اخلاص) کی تلاوت بہت کرتے ہیں۔ ان دو اعمال کی برکت سے ان کی آسمان کے فرشتوں میں شہرت ہے۔

حضرت جُنید بغدادیؒ مسجد میں تھے۔ کسی نے اعلان کیا کہ اس مسجد میں جو سب سے زیادہ نالائق بدترین گنہگار اور سب سے بُرا انسان ہو وہ جلدی سے مسجد کے باہر آجائے۔ اس مسجد میں جتنے نمازی تھے ان میں جو سب سے بڑے بزرگ تھے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے وہ باہر آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں مَیں ہی بدترین مسلمان ہوں۔ اللہ اکبر! یہ شان تھی !۔ آج ہم دو رکعت پڑھ لیں، ذرا سی تلاوت کر لیں، تھوڑی سی نفلیں پڑھ لیں، بس سمجھ گئے کہ ہم ٹھیکیدار ہیں جنت کے اور سب کو حقیر سمجھنے لگے کہ ہمارے مقابلہ میں کوئی کچھ نہیں۔ ایک یہ اللہ والے تھے کہ سب سے زیادہ اپنے کو حقیر سمجھتے تھے

اس وقت کے بزرگ حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خبر دی کہ آج جنید نے یہ کام کیا ہے۔ فرمایا کہ اسی چیز نے تو جنید کو جنید بنایا ہے یعنی اپنے کو سب سے حقیر سمجھتے ہیں جب ہی تو وہ اس مرتبہ کو پہنچے ہیں۔ ؎

ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اولیاء اللہ فرشتوں سے اس وجہ سے بازی لے جاتے ہیں، فرشتوں سے زیادہ ان کو عزت اس لئے ملتی ہے کہ اپنے کو کتوں سے بھی بہتر نہیں سمجھتے. یہ کون کہہ رہا ہے؟ شیخ شہاب الدین سُہروردی کا پہلا خلیفہ، سلسلۂ سُہروردیہ کا پہلا خلیفہ حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اور فرمایا کہ میرے شیخ، سُہروردیہ سلسلہ کے شیخ اوّل حضرت شہاب الدین سہروردیؒ مجھے دو نصیحت فرماتے تھے ؎

مرا شیخ دانائے فرخ شہاب
دو اندرز فرمود از رُوئے تاب

میرے عقلمند شیخ فرخ شہاب نے مجھے دو موتی نصیحت کے عطا فرمائے۔

یکے آں کہ بر غیر بد بیں مباش

پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ کسی کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو، کسی کو حقیر مت سمجھو۔

دوم آں کہ بر خویش خوش بیں مباش

دُوسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے اُوپر استحسان کی نظر مت ڈالو کہ میں اچھا ہوں، اپنے کو اچھا مت سمجھو، یہ دو قیمتی نصیحت فرمائی کہ دُوسروں پر بُرائی کی نظر نہ ڈالو، اور اپنے پر بھلائی کی نظر نہ ڈالو، یعنی دُوسروں کو بُرا نہ سمجھو اور اپنے کو اچھا نہ سمجھو۔

سید الطائفہ سید الاولیاء، امیر الاولیاء حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے تھے کہ اس وقت جتنے اولیاء ہیں سب کی گردن پر میرا قدم ہے۔ وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ اللہ نے ان کو وہ درجہ دیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں ؎

گہے فرشتہ رشک برد بر پاکئ ما
گہ خندہ زند دیو بہ ناپاکئ ما

کبھی تو میں اپنے کو فرشتوں سے افضل پاتا ہوں، فرشتہ میری پاکی پر رشک کرتا ہے اور کبھی میری نالائقی پر شیطان بھی ہنستا ہے۔

ایماں چو سلامت بہ لبِ گور بریم
اَحْسَنْتُ بریں چُستی و چالاکئ ما

جب میں ایمان کو سلامتی کے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا تب اپنی چستی و چالاکی کی تعریف کروں گا۔ اس وقت اپنی تہجد و نوافل پر خوش ہوں گا کہ اَلحمدُللہ میں کامیاب ہوگیا۔ نتیجہ نکلنے سے پہلے، رزلٹ آؤٹ ہونے سے پہلے جو طالب علم غرور و شیخی کرتا ہے انتہائی بے وقوف ہے، جب خاتمہ ایمان پر ہو جائے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمادیں کہ جاؤ جنت میں، میں تم سے راضی ہوں، خوش ہوں، پھر جتنا چاہو اُچھلو کودو، اور اُچھلتے کودتے جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ لیکن ابھی کیا پتہ ہے کہ ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے۔ ابھی کس بات پر اپنے کو بڑا سمجھیں، ابھی کس منہ سے اپنی تعریف کریں، کیا منہ ہے ہمارا کہ دُنیا میں اپنی تعریف کریں۔ ابھی تو فیصلہ کا انتظار ہے۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

تکبر کے علاج کے لئے حضرت حکیم الامتؒ کا ایک ہی جُملہ کافی ہے۔ حضرت حکیم الامت کا وہ جملہ یاد کرلیجئے کہ اتنا بڑا مجدّدِ زمانہ، ڈیڑھ ہزار کتابوں کا

مصنف، بڑے بڑے عُلماء کا شیخ، فرماتا ہے کہ اشرف علی ہر وقت غمگین رہتا ہے کہ نہ جانے قیامت کے دن اشرف علی کا کیا حال ہوگا؟

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام فخرالدین رازی نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کا انتقال ہو رہا تھا۔ لوگ انہیں کلمہ کی تلقین کر رہے تھے کہ کلمہ پڑھ لیں۔ اتنے میں انہوں نے کہا کہ ابھی نہیں، ابھی نہیں، جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ حضرت ہم تو آپ کو کلمہ پڑھا رہے تھے لیکن آپ ابھی نہیں، ابھی نہیں، کیوں کہہ رہے تھے، فرمایا کہ شیطان مجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ تو نجات پا گیا، میرے ہاتھ سے نکل، میں یہ کہہ رہا تھا کہ ابھی تو رُوح جسم میں ہے ابھی میں نے تجھ سے نجات نہیں پائی، جب کلمہ پر میرا خاتمہ ہو جائے اور رُوح کلمہ لے کر ایمان کے ساتھ جسم سے الگ ہو جائے اس وقت میں تجھ سے نجات پاؤں گا۔ تو میں شیطان سے کہہ رہا تھا کہ ابھی نہیں، ابھی نہیں، ابھی جسم میں جان باقی ہے، ابھی تُو مجھ کو بہکا سکتا ہے۔

اور ایک عالم سے کہا کہ تم اپنے علم سے بچ گئے۔ اس اللہ والے عالم نے کہا کہ ارے اپنے علم سے نہیں اللہ کی رحمت سے بچ گیا۔ کہا کہ کمبخت جاتے جاتے بھی مجھے چکّر دے رہا ہے کہ اپنے علم سے بچ گئے تاکہ میری نظر اپنے علم پر ہو جائے اور اللہ پر نہ رہے، دیکھئے اس طرح یہ خبیث خاتمہ خراب کرانا چاہتا ہے فوراً فرمایا کہ میں علم سے نہیں بچا اے خدا آپ کی رحمت سے بچا ہوں اور شیطان سے کہا کہ مردُود بھاگ جا یہاں سے، جس پر اللہ کا کرم ہو شیطان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اور یہ کرم انہیں کو ملتا ہے جو سارے جہان سے زیادہ اپنے کو حقیر سمجھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مُبارک ہے جس کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نے خطبات الاحکام میں حضرت امام بیہقیؒ سے نقل فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ صَغِیْرٌ وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ ہ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَّ فِیْ نَفْسِہٖ کَبِیْرٌ حَتّٰی لَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ ہ (مشکوٰۃ ص۴۳۴)

فرماتے ہیں مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ جو اللہ کے لئے اپنے نفس کو مٹاتا ہے جس نے اللہ کے لئے تواضع اختیار کی، اپنے نفس کو مٹایا۔ رَفَعَہُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ اس کو بلندی دیتا ہے فَھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ صَغِیْرٌ بس وہ اپنے نفس میں حقیر ہوتا ہے تواضع کی وجہ سے اپنے دل میں تو اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے، لیکن اس فنائیت کی برکت سے اللہ اس کو لوگوں کی نظر میں عظیم کر دیتا ہے، عزت دیتا ہے تمام مخلوق میں اس کی عظمت اور بڑائی ڈال دیتا ہے وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ اپنے نفس میں تو اپنے کو حقیر سمجھا مگر اس تواضع کا کیا انعام ملا؟ تمام لوگوں میں اس کو عظمت عطا ہو گئی ساری دُنیا کے انسانوں میں اللہ تعالیٰ اس کو عظمت دیتے ہیں۔

وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ اور جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں اور جس کو خدا گرائے اس کو کون اٹھائے، ہے کسی میں دم کہ جس کو خدا گرا دے پوری کائنات میں اس کو کوئی اُٹھا دے، جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو پوری کائنات میں کوئی عزت نہیں دے سکتا کیونکہ جو بندہ اپنے کو بڑا سمجھتا ہے حقیقت میں وہ بڑا نہیں ہے جس کا مادۂ تخلیق باپ کی منی اور ماں کا حیض ہو وہ کیسے بڑا ہو سکتا ہے؟ اس لئے وَمَنْ تَکَبَّرَ فرمایا۔ تکبر باب تفعّل سے ہے جس میں خاصیت تکلّف کی ہوتی ہے یعنی وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے بڑا

نہیں ہے بہ تکلف بڑا بن رہا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں، ذلیل کر دیتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے جب یہ صفت آتی ہے تو وہاں اس کے یہ معنی نہیں ہوں گے۔ قرآن پاک میں ہے " اَلْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ " عزیز معنی طاقت والا، جبّار کے معنی ظالم کے نہیں ہیں جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں بڑا ظالم ہے جابر ہے، جبّار کے معنی ہیں ٹوٹی ہڈی کو جوڑنے والا اور اپنے بندوں کی بگڑی بنانے والا (رُوح المعانی پ۲۸ ص۶۳) اَلَّذِیْ یُصْلِحُ اَحْوَالَ خَلْقِہٖ بِقُدْرَتِہِ الْقَاہِرَۃِ، جو اپنے بندوں کی ہر حالت کو بنانے پر قادر ہو۔ انتہائی خراب حالت کسی بندہ کی ہو تو اس کی منتہائے تباہی اور منتہائے تخریب کو اللہ تعالیٰ کے ارادۂ تعمیر کا نقطۂ آغاز کافی ہے بس وہ ارادہ فرمالیں کہ مجھے اپنے اس بندہ کو سنوارنا ہے وہ اسی وقت اللہ والا بن جائے گا۔

علامہ آلوسی تفسیر رُوح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت مُبارکہ میں متکبر کے معنی صاحبِ عظمت کے ہیں۔ اگرچہ یہ باب تفعّل سے لیکن تکلّف کی خاصیت جو کہ عموماً باب تفعّل کا خاصہ ہے یہاں ہرگز جائز نہیں ہوگی بلکہ یہاں نسبت الی الماخذ ہے یعنی صاحبِ عظمت (پ۲۸ ص۶۳) اللہ تعالیٰ عظمت والے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ متکبر کا ترجمہ ہمیشہ صاحبِ عظمت کیا جائے گا کیونکہ بڑائی صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہے سوائے اللہ کے کوئی بڑا نہیں ہے اور جو بندہ اپنے کو بڑا بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کو گرادیں گے۔

میرے دوستو! جسے خدا گرائے اُسے کون اٹھا سکتا ہے، ہاتھی خدا کی ایک مخلوق ہے وہ اگر کسی انسان کو سُونڈ میں لپیٹ لے اور اسے گرانا چاہے تو محمد علی کلے بھی گریں گے، رُستم بھی گرے گا، بڑے سے بڑا پہلوان بھی گرے گا

جب ایک مخلوق کی طاقت کا یہ حال ہے تو حق تعالیٰ کی قدرت کا کیا عالم ہو گا ! پس جس کو خدا گرائے اس کو کون اُٹھائے اور جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے اور جس کو اللہ نہ رکھے اس کو ساری دُنیا چکھے، یہ آخری جملہ میرا اضافہ ہے، پُرانا محاورہ یہ ہے کہ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے، اختر نے یہ اضافہ کر دیا کہ جس کو اللہ نہ رکھے ساری دُنیا اس کو چکھے یعنی جس کی حفاظت خدا نہ کرے وہ ساری دُنیا کے لات گھونسے کھائے گا۔ جہاں جائے گا ذلیل ہو گا۔ جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے، تکبر کرتا ہے اکڑ کے چلتا ہے اللہ اس کو گراتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، تکبر چُھپا نہیں رہتا۔ کبر جب دل میں ہوتا ہے تو اس کی چال، اس کی رفتار، اس کی گفتار، اس کی زندگی کے ہر شعبہ میں اس کا تکبر شامل ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ متکبر انسان لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ " فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ " تمام دُنیا کے انسانوں میں اللہ اس کو ہلکا چھوٹا اور حقیر کر دیتا ہے، لوگ ہر طرف اسے کہتے ہیں کہ بہت ہی نالائق ہے۔ بڑا متکبر ہے، اینٹھ کے چلتا ہے، "وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ " مگر اپنے دل میں وہ اپنے کو خوب بڑا سمجھتا ہے کہ میری عظمتوں سے لوگ واقف نہیں ہیں۔ میری عظمتوں کی لوگ قدر نہیں کرتے، میرے علم وعمل کو نہیں پہچانتے، اس قسم کی باتیں شیطان اس کے دل میں ڈال دیتا ہے سمجھتا ہے کہ بس "ہم چنیں ما دیگرے نیست "، مجھ جیسا کوئی دُوسرا نہیں ہے، ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ جو کہتا ہے کہ ہم چنیں ما دیگرے نیست۔ وہ دراصل یہ دعویٰ کرتا ہے کہ " ہم چنیں " ڈنگرے "، نیست " کہ مجھ جیسا کوئی ڈنگر یعنی جانور نہیں ہے۔

تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ جو شخص اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اللہ اس کو گرا دیتا ہے پس وہ لوگوں کی نظروں مین ذلیل اور اپنے دل میں کبیر ہوتا ہے، یعنی اپنے دل میں وہ اپنے کو بڑا سمجھتا ہے لیکن ساری دُنیا کی نظروں میں

حقیر اور ذلیل ہو جاتا ہے، حَتّٰی لَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی نظروں میں کتے اور سؤر سے بھی زیادہ ذلیل کر دیتا ہے، ایسی خطرناک بیماری ہے یہ تکبر، اس کو سوچئے کہ یہ تو سمجھ رہا ہے کہ میں بہت بڑا ہوں، بڑی عزّت والا ہوں، لیکن لوگوں کی نگاہوں میں کتے اور سؤر سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

اس لئے متکبر کے ساتھ تکبر صدقہ ہے، یعنی متکبر کے سامنے زیادہ تواضع اور خاکساری مت دکھائیے، دل میں تو اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ اس وقت بھی دل میں اپنی ہی حقارت پیشِ نظر ہو لیکن بظاہر اس کا زیادہ اکرام نہ کیجئے کیونکہ اگر اس کا زیادہ اکرام کیا جائے گا تو اس کا مرض تکبر اور بڑھ جائے گا۔

بادشاہ تیمور لنگ جو لنگڑا تھا جب تختِ شاہی پر بیٹھتا تھا تو مجبوراً ایک پیر پھیلا لیتا تھا۔ علامہ تفتازانیؒ جب اس کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے اپنی ٹانگ ان کی طرف کی ہوئی تھی وہ تو مجبور تھا لیکن یہ جب بیٹھے تو انہوں نے بھی اپنی ٹانگ بادشاہ کی طرف کر دی تیمور نے کہا کہ میں تو معذور ہوں مرا لنگ است یعنی میری ٹانگ میں لنگ ہے تو علامہ نے فرمایا کہ مرا ننگ است مجھے ننگ ہے یعنی مجھے غیرت آتی ہے کہ ایک جاہل میری طرف پاؤں پھیلائے اس میں میرے علم کی توہین ہے، بادشاہوں کے ساتھ یہ معاملہ تھا۔ علماء ایسے مستغنی ہوتے تھے۔

اور ایک بادشاہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بزرگ لیٹے ہوئے تھے، اُٹھ کے بھی نہیں بیٹھے، ایسے ہی لیٹے لیٹے اس سے ہاتھ ملا لیا۔ اس بادشاہ کا خادم شیعہ تھا۔ اس نے کہا کہ یہ آپ نے پیر پھیلا کر لیٹنا کب سے سیکھ لیا۔ فرمایا کہ جب سے میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا تو پیر پھیلانا سیکھ لیا۔ یعنی مخلوق کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا اس لئے اس کی خوشامد اور چاپلوسی سے مستغنی ہوں۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیماری بہت خطرناک ہے اور اس کے علاج کے لئے خانقاہوں کی ضرورت ہے ، بڑے بڑے علماء نے اہل اللہ سے تعلق جوڑا کہ ہمارا نفس مِٹ جائے اور مٹنے سے جو پھر ان کو مقبولیت عطا ہُوئی، ایسی شہرت و عزت اللہ نے دی کہ قیامت تک ان کا نام زندہ رہے گا۔ تکبر سے عزت نہیں ملتی اور تکبر کا مقصد عزت حاصل کرنا ہی تو ہے لیکن اس راستہ سے خدا عزت نہیں دیتا بلکہ گردن مروڑ دیتا ہے اگر کسی کو عزت ہی لینی ہے تو اپنے کو مٹائے پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کیسی عزت دیتا ہے لیکن یہ مٹانا عزت کے لئے نہ ہو بلکہ اللہ کے لئے ہو۔ مَنْ تَوَاضَعَ کے بعد لِلّٰہِ فرمایا اس کے بعد رَفَعَهُ اللّٰهُ ہے۔ معلوم ہُوا کہ تواضع پر رفعت و عزت اس وقت ملے گی جب یہ تواضع اللہ کے لئے ہو۔ جس نے اللہ کے لئے اپنے کو گرا دیا اللہ اس کو عزت دیتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یہ نعمت صُوفیاء کے اندر خاص ہوتی ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اپنے نفس کو مٹاتے چلے جاتے ہیں۔ بہت کچھ ہوتے ہیں لیکن اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کا شعر ہے ؎

کچھ ہونا مرا ذلّت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ فرماتے ہیں ؎

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

ہمارے بزرگوں نے اپنے کو مِٹا کر دکھا دیا اور ہم کو بندگی و عبدیت کا سبق دے گئے۔ حضرت حکیم الامت مجدّد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ میں تشریف لے جا رہے تھے ، حضرت حکیم الامت کے خلیفہ حکیم مصطفیٰ صاحب

نے دوڑ کر بھنگی سے کہا کہ میرا پیر آرہا ہے جھاڑو مت لگاؤ گرد لگ جائے گی، حضرت نے دیکھ لیا، بہت ڈانٹا۔ فرمایا کہ حکیم مصطفےٰ صاحب! میں کوئی فرعون نہیں ہوں، وہ میونسپلٹی کا ملازم ہے، اپنی سرکاری ڈیوٹی پر ہے آپ کو شرعاً ہرگز جائز نہیں کہ اشرف علی کے لئے اس کو سرکاری ڈیوٹی سے منع کریں۔ وہ اپنی سرکاری ڈیوٹی کی تنخواہ لیتا ہے، ہمارا ہرگز حق نہیں بنتا کہ اس کے کام میں خلل ڈالیں، دیکھئے یہ تھے اللہ والے، سُبحان اللہ! سُبحان اللہ!

یہ عرفانِ محبّت ہے، یہ بُرہانِ محبت ہے
کہ سُلطانِ جہاں ہوکر بھی بے نام ونشاں رہنا

اور ایک شخص نے حضرت کو عبا پیش کیا۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ عبا کیا ہے؟ وہ جُبّہ جو عُلماء جمعہ کے دن پہنتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے بھائی یہ بڑے لوگوں کا لباس ہے میں نہیں پہنوں گا، میرا کُرتا پاجامہ ہی ٹھیک ہے اس نے کہا کہ حضرت آپ بھی تو بڑے ہیں، فرمایا میں کیا بڑا ہوں ابھی تو میرے ایک خُلق کی بھی اصلاح نہیں ہوئی، یہ ہیں اللہ والے جو اپنے کو اتنا حقیر سمجھتے ہیں اور یہی ان کی بڑائی کی دلیل ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک ہندو چمار کو جو ہندوستان میں زمینداروں کی زمین پر کاشتکاری کرتے ہیں غصہ میں کچھ زیادہ بات کہہ دی پھر جاکر اس کافر سے معافی مانگی کہ قیامت کے دن کیا پتہ کیا حال ہوگا۔ زمینداروں نے کہا کہ آپ زمینداری نہیں کرسکتے یہاں تو چماروں کو ماں بہن کی گالی دی جاتی ہے ان کو تو بے گناہ دس ڈنڈے لگاؤ تب یہ ٹھیک رہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں ایسی زمینداری نہیں کرسکتا کہ کل قیامت کے دن میرا حال بگڑ جائے۔

لوگوں نے یہاں تک ستایا کہ آخر میں حضرت نے ترکِ وطن فرمایا۔ اپنا گاؤں ہی چھوڑ دیا اور آکر اعظم گڈھ کی تحصیل پھولپور میں رہنے لگے اور جب مدرسہ قائم کیا تو حضرت کے پاس کچھ نہیں تھا۔ آٹھ دس فٹ کا ایک گڑھا کھودا اور اس میں بال بچوں کو لے کر رہے، دوپہر کو اس کے اُوپر چٹائی ڈال لیتے تھے۔ پیشاب پاخانے کے لئے کھیت میں جاتے تھے کوئی مکان نہیں تھا۔ سوچئے کتنا مجاہدہ کیا ہوگا۔ جب ان بزرگوں کے مجاہدات سامنے آتے ہیں تو رونا آجاتا ہے۔ جب بارش ہُوئی تو گڑھے میں پانی بھر گیا۔ جو نشیمن تھا وہ بھی اُجڑ گیا، پھر قصبہ میں جا کر دو چار روز پناہ لی۔ اس طرح ابتدا ہوتی ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ پہلے ہی روز قالین آجائے، پہلے ہی سب کچھ بن جائے، مدرسہ چٹائیوں سے شروع ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ بنوا دیتا ہے، اخلاص کے ساتھ ٹوٹی ہُوئی چٹائیاں بھی اللہ کے یہاں قبول ہیں اور اخلاص نہ ہو تو بڑی بڑی عمارتیں بے کار ہیں اللہ کے یہاں ان کی کوئی قیمت نہیں۔

تو ہمارے بزرگوں نے ایسے ایسے مجاہدات کئے اپنے کو مٹایا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے کیسا نوازا۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ کے بارے میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا تھا کہ ہمارے مولوی عبدالغنی صاحبؒ کو ذکر اللہ نے بالکل مٹا دیا ہے کوئی ان کو دیکھے تو پہچان نہیں سکتا کہ یہ عالم بھی ہیں۔ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ صُوفیا کی یہی ادا خاص ہے کہ وہ اپنے نفس کو مٹاتے ہیں بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے، جیسا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں ؎

یہ فیضانِ محبت ہے یہ احسانِ محبت ہے
سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہنا

قیامت ہے ترے عاشق کا مجبورِ بیاں رہنا
زباں رکھتے ہوئے بھی اللہ اللہ بے زباں رہنا

کیا شعر ہے سبحان اللہ! اور فرمایا ؎

نہیں رہتے ہیں ہم کیوں چاہئے ہم کو جہاں رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہاں رہنا وہاں رہنا

ہوٹل میں چائے پی لی، اخبار پڑھ لیا۔ یہاں بیٹھ گئے، وہاں بیٹھ گئے یہ تو زندگی ضایع کرنا ہے، ارے رہنا وہ ہے جو اللہ کے ساتھ رہنا ہو، ہر وقت باخدا رہنا ہو، خدائے تعالیٰ کے ساتھ ہماری جان اور ہمارا دل چپکا رہے، کسی وقت ان سے غفلت نہ ہو۔ یہ شعر میں نے لندن کے ایک مہمان حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے برادرِ نسبتی ڈاکٹر محمود شاہ کو سُنایا جو ہردوئی آئے ہُوئے تھے فرمایا کہ دو گھنٹے کے وعظ کا جو اثر ہوتا ہے اس شعر نے مجھ پر وہ اثر کیا ہے۔ ؎

نہیں رہتے ہیں ہم کیوں چاہئے ہم کو جہاں رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہاں رہنا وہاں رہنا

جہاں رہنے کا کیا مطلب ہے؟ یعنی اللہ والا بن کر رہو، جو سانس خدا کی یاد میں گذر جائے اسی کو زندگی سمجھو، میرا ایک شعر ہے ؎

وہ مرے لمحات جو گذرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

جو سانس اللہ کی یاد میں گذر جائے وہی زندگی کا حاصل اور نچوڑ ہے ورنہ سب ختم، باقی ساری چیزیں فانی ہیں، یہ بڑی بڑی وزارتیں، کمشنریاں، یہ بڑے بڑے تاج و سلطنت جب قبر کے نیچے جنازہ اُترے گا تب ان کی حقیقت کھُلے گی، تب پتہ چلے گا کہ ساتھ کیا لے کر آئے، وہی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

سلاطینِ مُغلیہ کو خطاب کرتا ہے، یہ تھے اللہ والے جو بادشاہوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ فرماتے ہیں ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش

اے تخت وتاج کے مالکان! اے سلطنتِ مُغلیہ کے وارثو! سُن لو کہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سینہ میں ایک دل رکھتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے جواہر پارے اور موتی چھُپے ہوئے ہیں

کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

ولی اللہ جو سلطنت رکھتا ہے اس کے مقابلہ میں تمہاری کیا سلطنت ہے، آسمان کے نیچے مجھ سے بڑا رئیس اور مجھ سے بڑا سلطنت والا کوئی ہو تو آئے۔ دہلی کی جامع مسجد میں سلاطین مغلیہ کے سامنے یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔ دوستو! غریبوں کو ہم خطاب کرلیں یہ بات کچھ مشکل نہیں۔ لیکن ایک مولوی منبر پر بیٹھ کر بادشاہوں کو اس طرح سے خطاب کرے یہ بات اس وقت نصیب ہوتی ہے جب کوئی دولت سینہ میں ہوتی ہے، جس کے سامنے بادشاہوں کے تخت وتاج ہیچ نظر آتے ہیں تب یہ توفیقِ خطابت ہوتی ہے۔

حاصل اس شعر کا یہ ہے کہ مرنے کے بعد تمہارے تخت وتاج کہیں ہوں گے تمہارے سر کے بال کہیں ہوں گے، کان کہیں ہوں گے جسم کہیں ہوگا۔ دُنیا والوں کی کمائی دنیا ہی میں کام آتی ہے حالانکہ پردیس کی کمائی وطن میں کھائی جاتی ہے، دُنیا کے پردیس سے نیک اعمال کی کرنسی وطنِ آخرت بھجوا دی جائے اصل کمائی یہ ہے، باقی سب فکر چھوڑ دو کہ بچوں کا کیا ہوگا۔ بچوں کی فکر میں اتنا غمگین مت ہو جاؤ کہ اللہ کی یاد میں اور اللہ والوں کی صحبت میں کم بیٹھو، اس لئے کہ اگر اللہ کو منظور نہیں ہے تو ہماری کمائی نیلام ہو جائے گی اور بچے مقروض کے مقروض رہیں گے،

آپ نے نہیں دیکھا کہ بہت سے لوگ بچّوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے لیکن وہ بچے اپنی نالائقی اور نافرمانی کی وجہ سے شراب وکباب اور بد معاشیوں کی وجہ سے ایسی بلا میں مبتلا ہُوئے کہ جو کچھ ان کے پاس تھا سب ختم ہو گیا، باپ کی محنت والی کمائی مفت میں گنوائی۔

اس لئے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اولاد کا غم مت کرو اپنے اللہ کو راضی کرو اور اولاد کو نیک بنانے کی کوشش کرو، اگر یہ نیک ہوں گے تو اللہ خود ان کی مدد کرے گا اور اگر نافرمان ہوں گے تو تمہاری کمائی ان کے کچھ کام نہ آئے گی اور بُرے مصرف میں جائے گی اور اگر تم محنت کر کے اللہ والے بن گئے تو تمہاری نیکیوں سے تمہاری اولاد پر بھی رحمت ہو گی۔

مفتی محمد حسن صاحب امر تسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور نے فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ
وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا

اور وہ دیوار جو دو یتیم بچّوں کی تھی اور اس کے نیچے خزانہ چھپا ہوا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم دیا کہ یہ دیوار سیدھی کر دو کہیں گر نہ جائے۔

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا

پس آپ کے رب نے ارادہ کیا کہ یہ دیوار اس وقت تک قائم رہے جب تک یہ بچے بالغ نہ ہو جائیں اور اپنا خزانہ لے لیں۔ دیکھئے یہ رعایت ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ غیب سے ان یتیم بچّوں کی مدد کر رہا ہے، تو فرماتے ہیں کہ میں نے ان بچّوں کی مدد کیوں کی وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا کیونکہ ان کا باپ نیک تھا اور باپ کون سا تھا كَانَ الْاَبُ السَّابِعُ (روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۳) ساتواں باپ تھا۔ اللہ تعالیٰ

ایسے کریم باوفا ہیں کہ جو اُن کا بن جائے اس کی سات پُشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں۔ اس لئے دوستو! سب سے مُبارک مسلمان وہ ہے جو اپنے اللہ کو راضی کر لے اور ہر وقت اس غم اور فکر میں مبتلا رہے کہ سر سے پیر تک میرا کوئی شعبۂ حیات اللہ کی نافرمانی میں نہ ہو۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ تکبر کا مرض اتنا خطرناک مرض ہے کہ ایک شخص تہجّد پڑھتا ہے، اشراق پڑھتا ہے، تبلیغ میں چلّے لگاتا ہے، بخاری شریف پڑھاتا ہے مگر جب مَرا تو دل میں تکبر لے کر گیا قیامت کے دن اس کا کیا حال ہوگا وہ حدیث سُن لیجئے، مُسلم شریف کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ

(صحیح مسلم ج ۱۔ ص۶۵)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ یعنی جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی بڑائی ہوگی ایسا شخص جنت میں نہ جائے گا۔

یہ وہ زبردست ایٹم بم ہے کہ سو برس کا تہجد، سو برس کی زکوٰۃ، سو برس کے حج اور عُمرے، سو برس کی نفلیں اور تلاوت، سو برس کی عبادت، ساری زندگی کے اعمال کو ہیروشیما کر دیتا ہے جیسے ایٹم بم کا وہ ذرّہ جس نے جاپان کے ہیروشیما کو تباہ کیا تھا یہ تکبر کا ذرّہ تمام عبادات کو ضایع کر دیتا ہے یہ ایسا ایٹم بم ہے کہ سارے اعمال ضایع۔

اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل نہیں فرمائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا جب کہ اس کی خوشبو میلوں دُور تک جائے گی۔ اتنا خطرناک مرض ہے!۔

کیوں صاحب اگر معلوم ہو جائے کہ ہمارے گھر میں بم رکھا ہُوا ہے تو آپ کیا کرتے ہیں؟ بم کو ناکارہ کرنے کے لئے آپ کس سے مدد لیتے ہیں؟ پولیس کے اس دستہ کا کیا نام ہے؟ بم ڈسپوزل اسکواڈ! آپ تھانہ میں فون کرتے ہیں، ایس پی کو فون کرتے ہیں کہ ہمارے گھر میں بم ہے لہٰذ جلدی سے بم ڈسپوزل اسکواڈ یعنی بم کو ناکارہ کرنے والا پولیس کا دستہ جلدی بھیجئے۔ تو آپ بم ڈسپوزل اسکواڈ کو کیوں تلاش کرتے ہیں اس لئے کہ اس کے پاس ایسے اسلحے اور ہتھیار ہوتے ہیں جس سے اس کو ناکارہ کر دیتے ہیں۔

اب یہ بتائیے کہ جس کے دل میں تکبر کا بم رکھا ہُوا ہے اس کو کیا کرنا چاہئے دل سے تکبر کے بم کو نکالنے والا دستہ کون ہے؟ اہل اللہ، مشایخ اور بزرگانِ دین ہیں۔ ان کو تلاش کیجئے، ان کو اپنا دل دِکھائیے، اپنے کو پیش تو کیجئے کہ کہیں ہمارے دل میں یہ بم تو چُھپا ہوا نہیں ہے اگر ہو گا تو وہ نکال دیں گے ان کے پاس اس کے علاج اور ترکیبیں ہیں جن پر عمل کرنے سے دل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بصیرت عطا فرماتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی تھانہ بھون کی خانقاہ میں کوئی داخل ہوتا ہے تو پہلی نظر جب اس پر پڑتی ہے اس کی سب بیماری سمجھ میں آجاتی ہے یہ علم غیب نہیں تجربہ ہے، عالم الغیب تو صرف خدائے تعالیٰ کی ذات ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس کی چال سے اور چہرے سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس میں فلاں بیماری ہے، ارے بھائی اس میں تعجب کی کیا بات ہے حکیم لوگ بھی بتا دیتے ہیں آنکھ پیلی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ اس کو

یرقان ہے، چہرہ زیادہ لال ہے تو سمجھ جاتے ہیں کہ اس کو فالج گرنے والا ہے بہت زیادہ خون بڑھ گیا ہے ہائی بلڈ پریشر والا مریض چہرہ سے پہچان لیا جاتا ہے۔

سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بدنگاہی کر کے ایک شخص آیا تھا، دیکھتے ہی فرمایا۔

مَابَالُ اَقْوَامٍ یَتَرَشَّحُ مِنْ اَعْیُنِهِمُ الزِّنَا

کیا حال ہے ایسی قوم کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے تو سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسے سمجھ لیا۔ ہر گناہ کا اثر اس کی آنکھوں پر، چہرہ پر، اس کی چال پر پڑتا ہے اور تکبر والے کی تو چال ہی عجیب ہوتی ہے اُس کی چال ہی سے آپ سمجھ لیں گے کہ یہ شخص متکبر ہے۔

اور اللہ والوں کی کیا شان ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا

میرے خاص بندے زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، اپنے کو ذلیل کر کے مٹا کر، ان کی چال بتاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے دبے جا رہے ہیں اور متکبر کی چال بتاتی ہے کہ اس کے دل میں بڑائی ہے، اکڑ کے چلتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے متکبرو! تم اتنی زور سے زمین پر پاؤں رکھتے ہو لیکن تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے ہو اور نہ پہاڑ سے زیادہ لمبے ہو سکتے ہو جو گردن تان کر چل رہے ہو۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ
وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ،

زمین پر اتراتا ہوا مت چل کیونکہ تو زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور بے وقوف ہے جو اتنی گردن تان رہا ہے تو پہاڑوں کی لمبائی کو نہیں پہنچ سکتا۔ تو اپنے کو پہاڑ

سے زیادہ اُونچا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو تکبر انتہائی ناپسند ہے کہ قرآن میں اس بیماری کو کس انداز سے بیان فرمایا۔

اس لئے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ مجھے دو آدمیوں سے کبھی مناسبت نہیں ہوتی ایک متکبر اور ایک چالاک، میرے شیخِ اوّل حضرت پھولپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ تکبر کی بیماری ہمیشہ احمقوں کو ہوتی ہے اور حماقت خدائی قہر ہے، مثنوی میں مولانا رُومؒ نے یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیزی سے بھاگ رہے تھے ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کیوں اس طرح بھاگ کر تشریف لے جا رہے ہیں فرمایا کہ میں ایک احمق سے بھاگ رہا ہوں اور اس کی صحبت سے اپنے کو جلد از جلد خلاصی دینا چاہتا ہوں، آپ کے اس اُمتی نے عرض کیا کہ آپ تو اللہ کے رسول اور مسیحا ہیں آپ کی برکت سے تو اندھے اور کوڑھ کی بیماری والے شفا پاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حماقت کی بیماری خدائی قہر ہے اور اندھاپن اور کوڑھ قہرِ خداوندی نہیں ابتلاء ہے اور ابتلاء ایسی بیماری ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت لاتی ہے اور حماقت ایسی بیماری ہے جو قہرِ الٰہی لاتی ہے لہٰذا احمق سے بچنا چاہئے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ گریز امت کی تعلیم کے لئے تھا اپنے ضرر کے خوف سے نہ تھا کیونکہ نبی ہونے کی وجہ سے آپ تو معصوم اور محفوظ تھے۔

اسی طرح بعضے بڑے چالاک ہوتے ہیں اپنے ہی مطلب کی ہر وقت سامنے رکھتے ہیں، مطلب ختم اور بس رفو چکر، چالاکی اسی کا نام ہے چالاک آدمی مخلص نہیں ہوتا۔ وہ آپ کے ساتھ خلوص سے محبت نہیں کرتا اپنے مطلب کی محبت کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت نے فرمایا کہ مجھے چالاک اور متکبر دونوں سے مناسبت

نہیں ہوتی۔

تو دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ تکبر کا مرض بہت خطرناک ہے اس کی فکر کیجئے۔ کیونکہ ساری نیکیاں ضایع ہوجائیں گی جس کے دل میں ایک ذرّہ برابر بڑائی ہوگی۔ اگر گھر میں ایک کروڑ روپیہ رکھا ہو لیکن کسی نے ایک بم بھی رکھ دیا ہو تو کیا آپ کو چین آئے گا جب تک کہ بم ڈسپوزل اسکواڈ سے رابطہ نہ کریں۔ ہمارے دل میں کیا معلوم کہ کوئی ذرّہ تکبر کا پڑا ہو یا ریا کا پڑا ہو لہٰذا بزرگانِ دین میں جن سے آپ کی مناسبت ہو ان سے تعلق قائم کیجئے، جب میں یہ کہتا ہوں کہ کسی سے تعلق قائم کیجئے تو بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ اختر یہ چاہتا ہے کہ ساری دُنیا مجھی سے بیعت ہوجائے، استغفراللہ یہ میں نے کب کہا بھائی۔ ملتان میں میرا بیان سُن کر ایک صاحب نے کہا کہ آپ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ سارا ملتان آپ کے قدموں میں آجائے، میں نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہو، بُہتان لگاتے ہو، جب میں بار بار یہ کہتا ہوں کہ جس خادم دین سے، اہل اللہ کے اجازت یافتہ سے تم کو مناسبت ہو اس سے رجوع کرو، تو پھر یہ الزام لگانا کیسے جائز ہے۔ اگر ایک ڈاکٹر کہتا ہے کہ مجھے نظر آرہا ہے کہ بعض لوگوں کو یہاں کینسر ہے لہٰذا جس ڈاکٹر پر تمہیں اعتماد ہو اس سے رجوع کرلو، تو جو بے چارہ یہ تقریر کر رہا ہے اس پر یہ الزام لگانا کہ بس آپ یہ چاہتے ہیں کہ سارے مریض آپ کی ڈسپنسری میں پہنچ جائیں بتاؤ یہ الزام ہے یا نہیں؟ جب میں بار بار یہ اعلان کرتا ہوں کہ مولانا تقی عثمانی صاحب، حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ کے خلیفہ بیت المکرم میں ان کا بیان اور مجلس ہوتی ہے، ناظم آباد میں مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم ہیں۔ دارالعلوم میں مفتی عبدالرؤف صاحب ہیں یہ سارے عُلماءِ شیخ ہیں اسی طرح سکھر میں بعض بزرگانِ دین ہیں جہاں مناسبت ہو وہاں جاؤ، پھر یہ الزام لگانا ظلم ہے یا نہیں۔ اب یہ کہنا کہ تیرے

بعضے شعر میں ایسا اشارہ ہے مثلاً ؎

دامنِ فقر میں مرے پنہاں ہے تاجِ قیصری
ذرۂ دردِ غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

اب کوئی اعتراض کردے کہ آپ نے تو اس میں دعویٰ کیا ہے کہ میں ولی اللہ ہوں، میرے دامنِ فقر میں تاجِ قیصری پوشیدہ ہے، تو میں ان سے یہ کہوں گا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے بھی یہ کہہ دو، انہوں نے بھی تو کہا تھا جامع مسجد دہلی میں کہ ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

ولی اللہ اپنے سینہ میں ایک دل رکھتا ہے جس میں اللہ کی محبت کے جواہرات ہیں۔ اے سلاطینِ مُغلیہ مجھ سے بڑا میرِ ساماں اور دولت مند کون ہو گا؟ اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اپنی تعریف کی جارہی ہے بلکہ مُراد اہل اللہ کی تعریف کرنا ہے، ایسے اشعار میں اللہ والوں کی تعریف کرنے کی نیت ہوتی ہے شعر فہمی بھی تو ایک چیز ہے، اور اگر سمجھ میں نہ آئے تو پُوچھ ہی لو کہ اس کا کیا مطلب ہے تاکہ بدگمانی کی نوبت نہ آئے۔

تو یہ ارشاد مبارک جب صحابہ نے سُنا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ذرہ کے برابر تکبر ہو گا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص پسند کرے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جُوتا بھی اچھا ہو، مثلاً ایک شخص خُوب اچھا دُھلا ہوا عمدہ لباس پہنتا ہے اور مان لو کہ جوتا بھی سلیم شاہی پہنتا ہے، ایک صحابی سوال کر رہے ہیں، مطلب یہ تھا کہ کہیں یہ تکبر تو نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ "اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ"

اللہ تعالیٰ جمیل ہیں جمال کو پسند کرتے ہیں، میلا کچیلا رہنا کوئی اچھی بات نہیں انسان صاف ستھرا رہے، جتنا ہوسکے اچھے لباس میں رہے یہ تکبر نہیں ہے کبر کی حقیقت اور اس کا مادّہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ تکبر کا بم دو جُزء سے بنتا ہے۔

۱: بَطَرُ الْحَقِّ، حق بات کو قبول نہ کرنا، سارے عُلماء کہہ رہے ہیں کہ یہ مسئلہ ایسا ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ ہم نہیں جانتے، ہم مفتیوں کو مانتے ہی نہیں، میں نے ایسے متکبر بھی دیکھے ہیں جو کہتے تھے کہ اگر ساری دنیا کے مفتی مل جائیں تو بھی ہم نہیں مانیں گے، ارے بھائی ساری دُنیا کے عُلماء گمراہی پر کیسے جمع ہو سکتے ہیں مگر متکبر کی سمجھ میں یہ بات کہاں آتی ہے۔ بس حق معلوم ہو جانے پر اس کو قبول نہ کرے یہی کبر ہے۔

ہماری مسجد کے ایک امام صاحب تھے، دورانِ جماعت ان کا وضو ٹوٹ گیا۔ فوراً جماعت چھوڑ کر مسجد سے نکل گئے اور جا کر وضو کیا، اگر متکبر ہوگا تو مارے شرم کے بے وضو ہی نماز پڑھا دے گا۔ کیونکہ سوچے گا کہ اب نِکلوں گا تو لوگ کہیں گے کہ جناب کی ہوا نِکل گئی، لیکن اگر تکبر نہیں ہے تو سوچے گا کہ مسلمانوں کی نماز کو کیسے ضایع کردوں اور عذاب کا بار اپنی گردن پر کیسے لے لوں؟

اور تکبر کا دُوسرا جُز ہے غَمْطُ النَّاسِ لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ کسی کو دیکھا تو اس کے سامنے آہاہا! آئیے تشریف لائیے چائے پیجئے، ایک پیالی چائے پلائی اور جب بے چارہ چلا گیا تو کہتے ہیں کہ بُدھو ہے، بے وقوف ہے، عقل نہیں ہے۔ آج کل لوگوں میں یہ عام مرض ہے۔ مخلص بندہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی اخلاص ہو اور اللہ کی مخلوق کا بھی مخلص ہو۔ آپ خود سوچئے کہ جو شخص آپ کے بچّوں کا مخلص نہیں ہوتا کیا آپ اسے دوست بنانے کے لئے

تیار ہوں گے ؟ ایک شخص باپ کی تو ہر وقت خدمت کر رہا ہے، اس کو شامی کباب اور بریانی کھلا رہا ہے، پیر بھی دبا رہا ہے لیکن اس کے بچوں کے ساتھ مخلص نہیں، ہر ایک کے ساتھ بُرائی سے پیش آرہا ہے، ہر ایک کی غیبت کر رہا ہے۔ باپ ہرگز ایسے کو دوست نہیں بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا بھی معاملہ یہی ہے۔ ایک شخص خُوب عبادت کرتا ہے، تہجد بھی، اشراق بھی، چاشت بھی لیکن اللہ کے بندوں کو حقیر سمجھتا ہے ان کی غیبت کرتا ہے، ان کو ستاتا ہے، یا کسی کو بُری نگاہ سے دیکھتا ہے اور دل میں بُرے بُرے خیال پکاتا ہے یہ اللہ کے بندوں کے ساتھ مخلص نہیں تو ایسے کو اللہ تعالیٰ ہرگز اپنا ولی نہیں بناتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ ۔ پُوری مخلوق اللہ کی عیال ہے فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ (مشکوٰۃ ص۴۲۵)، اللہ کا سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کرے، ان کا مخلص رہے، خیر خواہ رہے، دُعاگو رہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنا حال بیان فرماتے ہیں۔ کبھی کبھی اولیاء اللہ اپنا حال ظاہر کر دیتے ہیں مخلوق کی ہدایت کے لئے۔ فرماتے ہیں کہ میرا حال یہ ہے کہ میں مؤمنوں کے لئے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کو تقویٰ دے دے، عافیت سے رہیں اور کافروں کے لئے بھی دُعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کو ایمان دے دے، اور چیونٹیوں کے لئے بھی دُعا کرتا ہوں کہ اے خدا چیونٹیاں بھی بلوں میں آرام سے رہیں اور سمندر کی مچھلیوں کے لئے بھی دُعا مانگتا ہوں اور ساری کائنات کے لئے رحمت کی درخواست کرتا ہوں۔ ان کو کہتے ہیں اولیاء اللہ جو اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات پر رحمدل ہوں اور خدا کی مخلوق کی بھلائی چاہتے ہوں، ولایت اس کا نام ہے، یہی لوگ ہیں کہ اللہ کے یہاں ان کا کیا درجہ ہوگا۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ذرّہ درد عطا فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا

لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی

تو اس بات کو خوب سمجھ لیجئے کہ تکبر دو جُزء سے بنتا ہے۔

۱: بَطَرُ الْحَقِّ حق بات کو قبول نہ کرنا اور

۲: غَمْطُ النَّاسِ دُنیا کے کسی بھی انسان کو حقیر سمجھنا۔ النّاس فرمایا اَلْمُسْلِمْ نہیں فرمایا۔ اسی سے نکلتا ہے کہ کسی کافر کو بھی حقیر مت سمجھو، اس کے کُفر سے تو نفرت کرو اس کی ذات سے نہیں۔ معاصی سے تو نفرت کرو لیکن دوستو عاصی سے نفرت نہ کرو، معاصی سے نفرت واجب، عاصی سے نفرت حرام، نکیر واجب تحقیر حرام، یعنی کسی بُری بات پر سمجھانا تو واجب ہے لیکن اس کو حقیر سمجھنا حرام ہے۔ اس لئے حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی کے نفس میں اتنی صلاحیت نہ پیدا ہو جائے کہ نصیحت کرنے والا جس کو نصیحت کر رہا ہے اس کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہُوئے نصیحت کرے اس وقت تک اس کو نصیحت کرنا جائز نہیں۔ اگر وہ اپنے کو بڑا سمجھ کر اور دُوسرے کو حقیر سمجھ کر نصیحت کر رہا ہے تو ایسی تبلیغ اس پر حرام ہے۔ جس کو نصیحت کیجئے تو پہلے یہ مراقبہ کیجئے کہ یا اللہ یہ بندہ مجھ سے بہتر ہے لیکن آپ کا حکم سمجھ کر اس کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے نصیحت کر رہا ہوں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ابا کے گال پر کہیں تھوڑی سی روشنائی لگ گئی تو ابا کو آپ نصیحت کریں گے کہ ابا آپ کے چہرہ پر روشنائی لگی ہے لیکن کیا ابا کو آپ حقیر سمجھیں گے ؟ اپنے بابا کو کوئی حقیر سمجھے گا؟ بس اسی طرح اللہ کے تمام بندوں کا اکرام چاہئے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے مکہ شریف میں فرمایا کہ جو لوگ حج کرنے آئے ہیں مقامی لوگ ان کا اکرام کریں اور یہ سمجھیں کہ یہ مہمانِ سرکار ہیں اور یہاں کے لوگوں سے اگر حاجیوں کو اذیت پہنچ جائے تو حاجی یہ سمجھیں کہ یہ اہلِ دربار ہیں۔ میں نے مکہ شریف اور مدینہ شریف میں اپنے

دوستوں سے خاص طور سے عرض کیا کہ اگر کبھی اچانک کوئی عورت یا لڑکی سامنے آ جائے تو سمجھ لو کہ یہ ہماری ماں سے زیادہ محترم ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ کی مہمان ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان ہے، ایسے ہی کوئی لڑکا نظر آئے تو سمجھ لو کہ یہ بھی اللہ کا مہمان ہے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے اپنے باپ سے زیادہ عزت کرو، وہاں یہ مراقبہ ضروری ہے ورنہ نفس وہاں بھی بدنگاہی کرادے گا بہت ہی احتیاط چاہئے، خصوصًا ایسی مقدس جگہوں پر۔

غرض ہر ایک کا اکرام کرے اور دُنیا کے کسی انسان کو حقیر نہ سمجھے۔ گناہوں سے نفرت تو واجب ہے لیکن گنہگار سے نفرت جائز نہیں۔ ایک شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ صاحب یہ تو بہت مشکل ہے کہ ایک شخص کو ہم گناہ کرتے دیکھ رہے ہیں تو صرف گناہ ہی سے نفرت ہو اور گناہ گار سے نفرت نہ ہو یہ تو بہت مشکل لگتا ہے۔ فرمایا کہ کچھ بھی مشکل نہیں اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ ایک شہزادہ آیا نہایت حسین، چاند جیسا چہرہ مگر چہرہ پر روشنائی لگا کر آیا تو روشنائی سے نفرت کرو گے شہزادہ سے نفرت نہیں کرو گے، کیونکہ جانتے ہو کہ ابھی صابن سے دھولے گا تو پھر چاند سا چہرہ نکل آئے گا اور اسے حقارت سے کچھ کہتے ہُوئے بھی ڈرو گے کہ شہزادہ ہے کہیں بادشاہ سے درّے نہ لگوا دے۔ اچھا کبھی چاند بھی تو بدلی میں چھُپ جاتا ہے اور ذرا ذرا سا نظر آتا ہے تو کیا کوئی چاند کو حقیر سمجھتا ہے کیونکہ جانتا ہے کہ ابھی بادل ہٹ جائے گا تو پھر ویسا ہی روشن ہو جائے گا اسی طرح گنہگار بندہ ابھی تو مبتلا ہے لیکن ابھی توبہ کرے، چند آنسو گرائے ایک آہ کرے، تو بعض وقت بڑے بڑے نیکوں سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
ناگہہ بیک خروش بہ منزل رسیدہ اند

فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کو حقیر مت سمجھو، کبھی ایک آہ انہوں نے ایسی کی ہے کہ ایک ہی آہ میں منزل تک پہنچ گئے، ندامت پیدا ہوئی اور اسی وقت کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جون پور کے ایک شاعر تھے حفیظ نام تھا۔ ان کے اشعار کا مجموعہ دیوانِ حفیظ شایع ہو چکا ہے۔ شراب پیتے تھے۔ داڑھی منڈاتے تھے۔ لوگوں سے پُوچھا کہ ہماری اصلاح کیسے ہوگی، حفیظ صاحب کو بتایا گیا کہ جاؤ خانقاہ تھانہ بھون جاؤ، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔ فوراً چل دئے، راستہ میں تھوڑی سی داڑھی بڑھ گئی۔ خانقاہ میں بیٹھ کر حجام کو بُلایا اور وہ بھی صاف کرادی۔ حضرت سے کہا کہ حضرت بیعت کر لیجئے، فرمایا کہ جناب کل میں نے دیکھا تھا جب آپ جون پور سے آئے تھے تو چہرہ پر ذرا ذرا سا نور تھا آج آپ نے وہ بھی ختم کر دیا۔ جب بیعت ہونے کا ارادہ تھا تو پھر یہ حرکت کیوں کی؟ حفیظ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ حکیم الامت ہیں، میں مریض الامت ہوں مریض کو چاہیئے کہ اپنی پُوری بیماری پیش کر دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب کبھی اُسترا نہیں لگے گا حالانکہ ان کے لئے یہ جائز نہیں تھا لیکن کیونکہ ان کا منشا اصلاح تھا اس لئے حضرت نے ان کے خلوص کو قبول فرما لیا اور خاموش ہو گئے، اس کے سال بھر بعد حضرت جون پور تشریف لے گئے، جون پور میں حضرت کا وعظ ہوا تھا اس میں میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب بھی موجود تھے اور وعظ سے پہلے ایک شخص نے حضرت کو پرچہ دیا تھا جس میں لکھا تھا کہ

۱: تم کافر ہو۔ ۲: تم جولاہے ہو ۳: ذرا سنبھل کر بیان کرنا۔

حضرت نے فرمایا کہ ایک شخص نے مجھے لکھا ہے کہ میں کافر ہوں لہٰذا میں کلمہ

پڑھتا ہوں اور آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

دُوسرا اعتراض ہے کہ میں جولاہا ہوں۔ تو بھائی جولاہا ہونا کوئی حقارت کی بات نہیں، وہ بھی اللہ کے بندے ہیں اور اپنے مسلمان بھائی ہیں لیکن میں فاروقی النسب ہوں میرا نسب نامہ حضرت فاروقِ اعظمؓ سے ملتا ہے، تھانہ بھون جاکر تحقیق کرلو میرے والدین کے نکاح کے گواہ اب بھی موجود ہیں۔

اور تیسری بات یہ لکھی ہے کہ ذرا سنبھل کر بیان کرنا تو اس کو نہیں مانوں گا۔ حق پیش کروں گا اشرف علی اس سے نہیں ڈرتا۔ اہلِ بدعت سے خطاب تھا، پھر حضرت نے ایسی تقریر کی کہ سارے اہل بدعت تائب ہوگئے، انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عظمتیں اور محبتیں آپ لوگ رکھتے ہیں اس کا ہمیں پتہ ہی نہیں تھا۔ ہم تو آپ کو دشمنِ رسُول سمجھتے تھے لیکن آج پتہ چلا کہ اصلی عاشقِ رسُول تو آپ ہی لوگ ہیں۔ اسی جون پُور کے حفیظ صاحب تھے حضرت نے فرمایا کہ یہ سفید داڑھی والے بڑے میاں کون ہیں؟ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت یہ بڑے میاں وہی ہیں حفیظ جون پُوری شاعر جو آپ کے پاس کس حالت میں گئے تھے، حضرت بہت خوش ہوئے۔

دیکھئے کسی کو کوئی کیا حقیر سمجھے، جب ان کا انتقال ہونے لگا تو تین دن تک مسلسل روتے رہے۔ بس نماز پڑھتے تھے اور زمین پر تڑپ تڑپ کر رونے لگتے تھے، اللہ کا خوف طاری ہوگیا۔ اپنے گھر میں اِس دیوار سے اُس دیوار تک۔ اُس دیوار سے اِس دیوار تک تڑپتے تھے۔ اور بس روتے تھے کہ یا اللہ مجھ کو معاف کردے، عجیب کیفیت تھی اور اسی حال میں زمین پر تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ دیکھئے گنہگاروں کی رُوح میں کیسا انقلاب آیا، حالت بدل گئی۔ ایک

اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر توبہ کرکے پاک صاف ہو کر چلے گئے اور اپنے دیوان میں دو شعر بڑھا گئے فرمایا کہ ؎

مری کھل کر سیہ کاری تو دیکھو
اور ان کی شانِ ستّاری تو دیکھو
گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمیں میں
گناہوں کی گراں باری تو دیکھو
ہُوا بیعت حفیظ اشرف علی سے
بہ ایں غفلت یہ ہشیاری تو دیکھو

ہمارے یہاں نعمانی صاحب تھے مولانا شبلی نعمانی کے سگے بھتیجے۔ انتقال سے تین چار دن پہلے میرے پوتوں کو چھوٹے چھوٹے بچّوں کو بُلاتے تھے کہ یہاں آؤ، ہاتھ اٹھاؤ، میرے لئے دُعا مانگو، یہ دُعا مانگو کہ اللہ اس بڈھے کو معاف کر دے، بس یہی ایک جُملہ ان کا تھا، بار بار کہتے تھے ہر چھوٹے بچّے سے دُعا کراتے تھے کہ یہ دُعا کرو کہ اللہ اس بُڈھے کو معاف کر دے اور کلمہ پڑھتے ہُوئے ماشاء اللہ چلے گئے۔ ان کے انتقال کے بعد لوگوں نے خواب میں اُن کو سفید لباس میں دیکھا جو اچھی علامت ہے۔ کسی کے محتاج بھی نہ ہُوئے۔ یہی دعا کرتے تھے کہ یا اللہ آپ مجھے کسی کا محتاج نہ کیجئے۔

اب آخر میں ایک واقعہ سُنا کر یہ مضمون ختم کرتا ہوں جو بہترین علاج ہے کبر کا۔ اور یہ واقعہ میرے شیخ اوّل حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سُنایا تھا۔ بات یہ ہے کہ بزرگ ایسے واقعات پیش کر دیتے ہیں جس سے اس دَور کے لوگوں کی سمجھ میں بات جلدی آجاتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک لڑکی

کی شادی ہو رہی تھی سارے محلہ کی سہیلیوں نے اسے سجایا۔ پہلے زمانہ میں رواج تھا کہ محلہ کی لڑکیاں آتی تھیں اور اپنی سہیلی کو سجاتی تھیں کوئی ناک میں نتھ پہنا رہی ہے، کوئی کان میں ایرن (بُندے) پہنا رہی ہے، کوئی سَر میں جھومر لگا رہی ہے، کوئی بالوں میں تیل لگا کر کنگھا کر رہی ہے، کوئی سُرمہ لگا رہی ہے۔ اسے خُوب سجا کر محلّہ کی لڑکیوں نے کہا کہ بہن مُبارک ہو، بہت اچھی لگ رہی ہو۔ تمہارے اندر تو بڑا حُسن و جمال آگیا۔ یہ سُن کر وہ لڑکی رونے لگی۔ سہیلیوں نے پوچھا کہ تم کیوں رو رہی ہو، تمہیں تو خوش ہو جانا چاہئے۔ کہا کہ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ تمہاری تعریف سے میرا بھلا نہیں ہوگا جب شوہر دیکھ کر مجھ کو پسند کر لے، جس کے ساتھ زندگی گذارنا ہے وہ دیکھ کر کہہ دے کہ تم مجھے اچھی لگ رہی ہو تب مجھے خوشی ہوگی ابھی تو پتہ نہیں کہ میں اسے پسند آؤں گی یا نہیں، تمہاری نظر میں اچھی لگنے سے میرا کوئی فائدہ نہیں۔ ایک دیہاتی مثل ہے۔ جھلنی تو گڑھایوں پیا اپنے مناں سے پیا من بھاوا لاکہ نائیں۔ یہ ہندی زبان کا ایک محاورہ ہے کہ یہ زیور تو میں نے اپنی پسند سے بنایا لیکن نہ معلوم شوہر کو پسند آئے گا کہ نہیں۔

اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ رونے لگے کہ ایسے ہی دنیا بھر کے لوگ کسی انسان کی تعریف کریں کہ ارے حضرت آپ کا کیا کہنا، آپ کے چہرہ سے تو انوار ٹپک رہے ہیں اور آپ کی آنکھوں میں تو بجلی کی دکان ہے جس کو آپ دیکھ لیتے ہیں اللہ والا ہو جاتا ہے اور میں نے خواب میں آپ کو دیکھا کہ آپ آسمان میں اُڑ رہے تھے اور آپ تقریر کرتے ہیں تو کیا کہنا بجلی گراتے ہیں ہر طرف سے تعریفیں سُن سُن کر آدمی پھُول جاتا ہے۔ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ گدھا موٹا ہوتا ہے بھُوسہ سے اور آدمی کان کے راستہ سے موٹا ہوتا ہے۔ کان کے راستہ سے اس کی تعریف آئے تو وہ موٹا ہو جائے گا چاہے اس کو فاقہ ہو

رہا ہو، ایسے لیڈر میں نے دیکھے کہ چپل پھٹی ہوئی۔ بالکل غریب لیکن الیکشن میں جیت گئے، ہر طرف سے تعریف ملی کچھ دنوں میں خوب موٹے ہو گئے، مولانا رُومی فرماتے ہیں ؎

جانور فربہ شود از ناؤ نوش

جانور موٹا ہوتا ہے بھوسہ کھا کر۔ اور

آدمی فربہ شود از راہِ گوش

آدمی کا نفس کانوں سے اپنی تعریف سُن سُن کر پھول جاتا ہے۔

لہٰذا حضرت شاہ عبد الغنی صاحبؒ یہ واقعہ سُنا کر رونے لگے اور آنکھوں میں آنسو بھر کر فرمایا کہ ساری دُنیا تعریف کرے لیکن سوچو کہ قیامت کے دن مخلوق کی یہ تعریف کام آئے گی یا کہ اللہ کی نظر کام دے گی۔ جب قیامت کے دن اللہ کی نظر میں ہماری نماز، ہمارے سجدے ہمارا وعظ، ہماری پیری مُریدی، ہمارے حج، ہمارے عُمرے، ہماری نیکیاں پسند آجائیں اور اللہ تعالیٰ فرمادیں کہ ہم نے قبول کیا تب خوش ہونا۔ ابھی کیا پتہ ہے کہ ان کی نظر میں ہم کیسے ہیں کیا کوئی خبر آئی ہے؟ عشرۂ مبشرہ اور صحابہ جن کو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کریں ان سے راضی ہوں وہ مستثنیٰ ہیں مگر ہم لوگوں پر تو کوئی آیت نازل نہیں ہوئی لہٰذا ڈرتے رہیئے اپنی قیمت خود نہ لگائیے۔ وہ غلام نہایت بیوقوف ہے جو اپنی قیمت خود لگالے، بھائی غلام کی قیمت مالک لگاتا ہے یا وہ خود لگاتا ہے؟ غلام کی قیمت تو مالک لگاتا ہے بس جب قیامت کے دن مالک تعالیٰ شانہٗ ہماری قیمت لگادیں اور فرمادیں کہ میں تم سے راضی ہوں پھر جتنا چاہو اُچھلو کودو، بڑے پیر صاحب شاہ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے تھے کہ جب ایمان کو سلامتی سے قبر میں لے جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ فرمادے گا کہ میں تم سے خوش ہوں تب میں وہاں خوب خوشی مناؤں گا

ابھی تو روتے ہی رہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور عمل بھی کرتے رہو۔ لیکن اتنا خوف بھی نہ ہو کہ نا اُمید ہو کر عمل ہی چھوٹ جائے۔ خوف بس اتنا ہی مطلوب ہے کہ آدمی گناہوں سے بچ جائے، خوف اور اُمید کے درمیان میں ایمان ہے۔ میرے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔

دیکھئے جب یہ آیت نازل ہُوئی

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ

وہ لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں۔ یہاں اسم موصول "ما" بلاغت کے لئے ہے، اسم موصول میں ابہام ہوتا ہے جس سے بلاغت مقصود ہوتی ہے یعنی صحابہ اللہ کے راستہ میں خوب خرچ کرتے ہیں لیکن اس سے ان کے دل میں اکڑ نہیں آتی بلکہ ڈرتے رہتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یارسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی کیا تفسیر ہے یعنی خوب خرچ کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کے راستہ میں، جہاد میں مال دیتے ہیں پھر کیوں ڈرتے ہیں اَهُوَ الرَّجُلُ يَسْرِقُ وَيَزْنِيْ وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ کیا یہ چوری کرتے ہیں، زنا کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں، ایسا نہیں ہے، وَلٰكِنَّهُ الرَّجُلُ يَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُ وَيُصَلِّيْ یہ روزہ رکھتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ اَنْ لَّا يَتَقَبَّلَ مِنْهُ معلوم نہیں قبول بھی ہے یا نہیں۔

(تفسیر کبیر صـ۱۰۸ ج ۱۲ و رُوح المعانی پ ۱۸، صـ۴۴)

دیکھئے نص قرآنی سے یہ علاج ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ علاج فرما رہے ہیں۔ قیامت تک کے لئے یہ سبق مل گیا کہ عمل کرنے کے بعد دل میں ڈر آنا چاہئے کہ معلوم نہیں قبول ہے یا نہیں۔

اور اگر تسبیحات سے، تہجد سے، چلّے لگانے سے پیٹ میں اور بھی زیادہ تکبر کے پلّے پیدا ہوجائیں تو بتاؤ یہ چلّے قبول ہوں گے؟ رائے ونڈ میں اکابر تبلیغ سے بھی یہ بات سُنی کہ جس عمل کے بعد اکڑ آجائے تو سمجھ لو قبول نہیں ہُوا حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام سے بڑھ کر کس کا اخلاص ہوسکتا ہے کہ اللہ کا گھر بنایا۔ لیکن کعبہ بنانے کے بعد اکڑ نہیں آئی کہ ہم نے اللہ کا گھر بنایا ہے، اپنے اخلاص پر ناز نہیں کیا کہ اب تو قبول کرنا ہی پڑے گا۔ بلکہ گڑگڑا رہے ہیں، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ کہ اے خدا ازراہ کرم قبول فرمالیجئے۔

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں وَفِيْ اخْتِيَارِ صِيْغَةِ التفعل اِعتراف بالقصور (روح المعانی ص۳۸۴ ج ۱) تقبل باب تفعل سے ہے اور تفعل میں خاصیت تکلّف کی ہے پس تَقَبَّلْ کہنے میں اپنے عجز و قصور کا اعتراف ہے اس کا مطلب یہ ہُوا کہ اے خدا ہماری تعمیر اس قابل نہیں ہے کہ آپ قبول فرمادیں لیکن آپ بہ تکلّف قبول فرمالیجئے، ہمیں حق نہیں پہنچتا۔ آپ ازراہِ کرم ازراہِ رحمت قبول فرمالیجئے۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ یعنی سَمِيْعٌ بِدَعْوَاتِنَا وَ عَلِيْمٌ بِنِيَّاتِنَا آپ ہماری دُعا کو سُن رہے ہیں اور ہماری نیت سے باخبر ہیں کہ ہم نے آپ ہی کے لئے یہ تعمیر کی ہے۔

دونوں نبیوں کی یہ دُعا قیامت تک کے لئے ہمارے واسطے ہدایت ہے۔ دونوں پیغمبروں کا یہ عمل اللہ نے قرآن میں نازل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو آگاہ فرمادیا کہ جب کبھی نیک عمل کی توفیق ہوجائے، چاہے حج کی توفیق ہو، عُمرہ کی توفیق ہو، تلاوت کی توفیق ہو، تہجد کی توفیق ہو، روزوں کی توفیق ہو، جس نیک عمل کی بھی توفیق ہوجائے تو اکڑو مت، ناز نہ آئے کہ اوہ! میں نے آج اتنا کرلیا۔

آج میں نے اتنی تلاوت کرلی، آج میں نے اتنے نوافل پڑھ لئے۔ آج میں اللہ کا مقرب ہوگیا۔ باقی سب لوگ تو غافل اور نافرمان ہیں اور اگر کچھ عبادت گذار ہیں بھی تو ایسے کہاں جیسا میں ہوں۔ بس جہاں یہ "میں" آئی تو سمجھ لو کہ وہ بکری ہوگیا۔ وہ بھی میں میں کرتی ہے۔ یہ "میں" ہی تو انسان کو تباہ کردیتی ہے۔

لہٰذا یہ آیت تکبر و عجب کا علاج ہے کوئی نیک عمل ہوجائے تو اکڑو مت بلکہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا کہو جو شخص کہہ دے گا رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؕ کبر سے پاک ہوجائے گا۔ جب اللہ سے گڑگڑا رہا ہے تو اب اس میں تکبر کہاں رہا۔ جس میں بڑائی ہوتی ہے وہ کہاں گڑگڑاتا جاتا ہے، وہ تو اکڑتا جاتا ہے، اِدھر اُدھر اپنی ڈینگیں ہانکتا ہے لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ آج تو ماشاء اللہ بہت سویرے آنکھ کھل گئی۔ نوافل کے بعد رونے کی بھی توفیق ہوئی۔ میری آنکھیں نہیں دیکھتے ہو کیسی لال لال سی ہورہی ہیں۔

حضرت حکیم الامت ؒ فرماتے ہیں کہ ایک ڈبل حاجی کے پاس ایک آدمی مہمان ہوا۔ اس حاجی نے دو حج کئے تھے اس نے اپنے نوکر سے کہا کہ ارے فلانے! میرے مہمان کو اس صراحی سے پانی پلاؤ جو میں نے دوسرے حج میں مدینہ شریف سے خریدی تھی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس ظالم نے ایک جملہ میں دونوں حج ضایع کر دئے۔ ہزاروں روپیہ کا خرچہ، آنے جانے کی محنتیں، طواف اور سعی، منیٰ اور عرفات کا ثواب، سب ضایع ہوگئے کیونکہ اپنے عمل کا اظہار کردیا۔

بس اب دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ عجب و کبر سے، ریا سے اور جملہ رذائل سے ہمارے قلوب کو پاک فرمادے۔ اور اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ؕ

کمالاتِ اشرفیہ سے مجدد الملت حکیم الامت تھانویؒ کے ارشادات

تکبر کی تعریف اور اس کا علاج

فرمایا کہ تکبر کا حاصل یہ ہے کہ کسی کمال دُنیوی یا دینی میں اپنے کو دُوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کو حقیر سمجھے پس اپنے کو بڑا سمجھنا اور دُوسرے کو حقیر سمجھنا یہ تکبر کی حقیقت ہے جو حرام ہے اور معصیت ہے اس لئے جب اپنے کسی کمال پر نظر جائے تو یہ مراقبہ کر لیا کریں جس سے انشاء اللہ تعالیٰ تکبر سے حفاظت رہے گی وہ مراقبہ یہ ہے :

(الف) اگرچہ میرے اندر یہ کمال ہے مگر میرا پیدا کیا ہوا نہیں۔ حق تعالیٰ کا عطا فرمایا ہُوا ہے۔

(ب) اور عطا بھی میرے کسی استحقاق سے نہیں ہُوا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور رحمت ہے۔

(ج) پھر عطا کے بعد اس کا بقاء (باقی رہنا) میرے اختیار میں نہیں بلکہ حق تعالیٰ جب چاہیں چھین لیں۔

(د) اور اگرچہ اس دُوسرے شخص میں فی الحال یہ کمال نہیں ہے مگر آئندہ ممکن ہے کہ میرے کمال سے زیادہ اس کو یہ کمال اس طرح حاصل ہو جاوے کہ میں اس کمال میں اس کا محتاج ہو جاؤں۔

(ہ) یا فی الحال ہی اس شخص میں کوئی کمال ایسا ہو جو مجھ سے مخفی (پوشیدہ) ہو اور دُوسروں پر ظاہر ہو یا سب ہی سے مخفی ہو اور حق تعالیٰ کو معلوم ہو جس کے اعتبار سے اس کے اوصاف کا مجمُوعہ میرے اوصاف کے مجمُوعہ

سے زیادہ ہو۔

(س) اگر کسی کا کوئی کمال بھی ذہن میں نہ آوے تو یہ احتمال قائم کرے کہ شاید یہ شخص اللہ کے نزدیک مقبول ہو اور میں غیر مقبول ہوں یا اگر میں بھی مقبول ہوں تو یہ مجھ سے زیادہ مقبول ہو۔ تو مجھ کو کیا حق ہے کہ اس کو حقیر سمجھوں۔

(و) اور اگر بالفرض سب باتوں میں یہ مجھ سے کم ہی ہے تو ناقص کا کامل پر حق ہوتا ہے، مریض کا صحیح پر، ضعیف کا قوی پر، فقیر کا غنی پر، لہٰذا مجھ کو چاہئے کہ اس پر شفقت اور رحم کروں۔ اس کی تکمیل میں کوشش کروں اور اگر اس کی طاقت نہ ہو یا فرصت نہ ہو تو دعائے تکمیل ہی سہی۔ اس خیال کے بعد اس کی تکمیل کے لئے کوشش شروع کر دے۔ اس تدبیر سے اس شخص کے ساتھ تعلق شفقت کا پیدا ہو جائے گا اور یہ بات کا خاصہ ہے کہ جس کی تکمیل اور تربیت میں کوشش کرتا ہے اس سے محبّت ہو جاتی ہے اور محبت کے بعد تحقیر نہیں ہوتی۔

(ز) اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کبھی کبھی اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے بات چیت کر لیا کرے، اس کا مزاج پوچھ لیا کرے۔ اس سے ایک دوسرے سے تعلق ہو جاتا ہے اور ایسے تعلق کے بعد تحقیر جاتی رہتی ہے۔

(خلاصۂ ملفوظ صـ ۹۴)

تکبر کا ایک پائیدار علاج

فرمایا کہ تکبر کا ایک علاج یہ ہے کہ عادات قلیل الجاہ لوگوں کے اختیار کئے جاویں (یعنی ان لوگوں کی عادتیں اختیار کی جائیں جن کو زیادہ عزّت و شہرت حاصل نہیں) مثلاً کپڑے میں پیوند لگا کر پہنے بلکہ غیر میل کا پیوند لگائے اگر

اتنا اور کرے کہ ایک ہفتہ یا ایک مہینہ تو ایسا لباس پہنے اور ایک ہفتہ یا ایک مہینہ عُمدہ لباس پہنے تو اس طرح چونکہ نفس کو زیادہ انقباض اور تکلیف ہو گی اس لئے زیادہ مجاہدہ اور جلد اصلاح ہو گی۔ (ص۱۱۸)

تکبر کے مفاسد اور مُعالجات

فرمایا کہ صاحبو اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ایسا فعل ہے جس میں مفاسد ہی مفاسد (بُرائیاں ہی بُرائیاں) ہیں آدمی اپنے کو کبھی بڑا نہ سمجھے۔ اگر یُوں ذہن میں نہ آوے تو چاہئے بہ تکلف اس کی مشق کرے اہل اللہ نے اس کی تدابیر لکھی ہیں وہ یہ ہیں کہ اگر اپنے سے چھوٹے کو دیکھے تو اس وقت یہ خیال کرے کہ یہ مجھ سے عُمر میں چھوٹا ہے اس نے گناہ کم کئے ہیں میری عُمر زیادہ ہے گناہ بھی میرے زیادہ ہوں گے اور اپنے سے بڑے کو دیکھے تو یُوں خیال کرے کہ اس کی عُمر زیادہ ہے اس نے نیکیاں مجھ سے زیادہ کی ہوں گی۔ لوگ ان باتوں کو توہمات سمجھتے ہیں لیکن یہ توہمات ہی کام دینے والے ہیں۔ (ص۲۸۴)

فرمایا کہ بڑے بننے میں لوگوں کو مزہ آتا ہے حالانکہ چھوٹے ہونے میں مزہ ہے کیونکہ بڑے بننے میں سارے بار اس پر آجاتے ہیں۔ ہاں اگر منجانب اللہ کوئی خدمت اس کے سپُرد ہو جائے تو اس کی مدد ہوتی ہے اور خود بڑا بننے میں مدد نہیں ہوتی۔

اور جبکہ وہ بڑائی بھی جو بلا قصد خود بخود ملے وہ بھی خطرہ سے خالی نہیں تو خود بڑا بننے کا تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ اور ایسے لوگ کم ہیں کہ سامان بڑائی کا ہو اور گمان بڑائی کا نہ آوے یہ صدّیقین (بڑے درجہ کے اولیاء) کا کام ہے۔

(ص۱۲۹)

تکبر کا علمی و عملی علاج

فرمایا کہ بعض سمجھ دار ایسے ہوتے ہیں کہ باوجود امارت اور دولت کے نہایت متواضع ہیں (یعنی اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے) مگر اکثروں کی حالت اس کے خلاف ہی ہے ان متکبروں کو سمجھنا چاہئے کہ ہم ایسی چیز پر تکبر کرتے ہیں جس کا حصول ہمارے اختیار میں نہیں اور حصول تو کیا اختیار میں ہوتا اس کا بقا (باقی رکھنا) بھی تو اختیار میں نہیں پھر ایسی چیز پر تکبر کرنے سے کیا فائدہ یہ تو تکبر کا علمی علاج ہے اور عملی علاج یہ ہے کہ غُربا کی تعظیم و تواضع کریں۔ خوشی سے نہ ہوسکے تو بہ تکلّف ہی کریں۔ ان سے خوش خلقی اور نرمی اور شیریں کلامی سے پیش آئیں وہ جب ملنے آئیں تو کھڑے ہو جایا کریں۔ ان کی دلجوئی کریں۔ (ص۲۶۵)

فرمایا کہ اگر خدا کسی کو بے فکری سے کھانے کو دے تو یہ نعمت ہے لیکن اس میں ایک نقصان بھی ہے کہ کبر، ناز و عجب، غرور، غفلت، غریبوں کی تحقیر، کمزوروں پر ظلم اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا علاج اور تدارک یہ ہے کہ تدبّر اور تفکّر سے کام لے اور سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل فرمایا ہے ورنہ میں بالکل نااہل تھا۔ مجھ میں کوئی کمال بھی نہ تھا۔ بلکہ اپنے گناہوں پر نظر کرکے سوچے کہ میں تو سزا کا مستحق تھا اور اگر بالفرض مجھ میں کوئی کمال بھی تھا تو مجھ سے زیادہ کمال رکھنے والے پریشان حال پھرتے ہیں پھر اس کا فضل ہی تو ہے جو اس نے مجھے ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا اب میں ناز کس بات پر کروں۔ (ص۲۶۴)

تکبر بصُورت تواضع

فرمایا کہ کبھی تکبر بصُورت تواضع بھی ہوتا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ جو

تواضع (خاکساری) بقصدِ تکبر (تکبر کی نیت سے) ہوتی ہے اس کے بعد فخر ہوتا ہے اور اس تواضع و خاکساری کے بعد کوئی تعظیم نہ کرے تو بُرا مانتا ہے اور جو تواضع بقصدِ تواضع ہو اس میں خوف ہوتا ہے اور کسی کی تعظیم نہ کرنے سے بُرا نہیں مانتا اور اپنے کو عدم تعظیم ہی کا مستحق سمجھتا ہے۔ (صـــ۱۶۹)

شکر اور کبر کا فرق

فرمایا کہ جو شخص حق پر ہو (یعنی صحیح عقیدہ و صحیح عمل والا ہو) اس میں بھی لوگوں کی دو حالتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس کو نعمت سمجھ کر اس پر شکر کرے یہ تو مطلوب ہے۔ اور ایک یہ کہ اس پر ناز ہو یہ جہل ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے مثلاً ایک شئے ہے کہ دو شخص اس پر قابض ہیں مگر ایک تو مالک ہے اور دُوسرا محض تحویلدار، سو مالک تو ناز کر سکتا ہے مگر تحویلدار نہیں کر سکتا بلکہ اس کو بھی یہی اندیشہ لگا رہے گا کہ کہیں مجھ سے چھین نہ لے۔ اسی طرح اگر کسی نعمت پر بندہ میں خوف کی کیفیت ہے کہ کہیں مالکِ حقیقی اس نعمت کو سلب نہ کر لے تو یہ شکر ہے کہ یوں سمجھ رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے ورنہ کبر ہے۔ پس اہلِ حق کو چاہئے کہ ترساں و لرزاں رہیں اہلِ باطل کو حقیر اور اپنے کو بڑا نہ سمجھیں۔

(صـــ۱۳۸)

عجب کا علاج اور نعمتوں پر خوش ہونا

فرمایا کہ اگر استحضارِ نعم (نعمتوں کے دھیان) کے ساتھ اس کا استحضار بھی کر لیا جاوے کہ یہ نعمتیں میرے استحقاق کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ موہبتِ الٰہیہ (عطائے الٰہی) ہیں وہ اگر چاہیں ابھی سلب کر لیں اور یہ ان کی رحمت ہے کہ بلا استحقاق عطا

فرمارکھی ہیں اور دُوسروں کے متعلق اس کا استحضار کرلیا جاوے کہ اگرچہ یہ لوگ ان خاص فضیلتوں سے خالی ہوں لیکن ممکن ہے کہ ان کو ایسی فضیلتیں دی گئی ہوں کہ ہم کو ان کی خبر نہ ہو اور ان کی وجہ سے ان کا رُتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہو تو ان دونوں استحضار کے بعد جو سرُور رہ جائے گا وہ عُجب نہ ہوگا یا تو فرحت طبعی ہوگی جو مذموم نہیں یا شکر ہوگا جب منعم کے استحسان کا بھی استحضار ہو جس پر اَجر ملے گا۔ (ص۲۷۹)

عِلاجِ تکبر

المارئ اسرار کے تالے کو ذرا کھول
ظاہر ہُوا جاتا ہے ترے ڈھول کا سب پول
اے نُطفۂ ناپاک تُو آنکھیں تو ذرا کھول
زیبا نہیں دیتا ہے تکبر کا تجھے بول

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۶

تسلیم و رضا

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نام وعظ : تسلیم و رضا

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مُرشدنا مَولانا
محی السُنّہ حضرتِ اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃُ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مَولانا شاہ عَبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃُ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مَولانا شاہ مُحمّد احمد صاحِب رحمۃُ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجمُوعہ ہیں۔

محمّد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مُرشدی و مولائی حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب اطال اللہ بقاءہم وادام اللہ برکاتہم و انوارہم ۳؍ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۰؍ اپریل ۱۹۸۹ء بروز دوشنبہ سفرِ ہندوستان سے واپس، کراچی تشریف لائے، یہاں آکر معلوم ہوا کہ حفیظ الرحمٰن صاحب جو حضرت والا کے ہم وطن ہیں یعنی پرتاپ گڑھ کے رہنے والے ہیں اور پڑوس میں قریب ہی رہتے ہیں ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور صبح ہی تدفین ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؁

اگلے دن ۴؍ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۱؍ اپریل ۱۹۸۹ء صبح تقریباً گیارہ بجے حضرت والا اُن کے گھر تعزیت کے لئے تشریف لے گئے اور گھر والوں کی تسلّی کے لئے کچھ کلمات فرمائے سُننے والے جانتے ہیں کہ حضرت والا کے کلام میں اللہ تعالیٰ نے عجیب تاثیر عطا فرمائی ہے وہ یقیناً ایک سحر حلال اور از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق اور غمزدہ و شکستہ دلوں کے لئے ایک مرہم و تسکین ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی نے آگ پر پانی ڈال دیا اور سامعین اپنے تمام غموں کو بھول کر اللہ کی محبت سے مست اور تسلیم و رضا کی کیفیت سے سرشار ہو جاتے ہیں اور بزبان حال کہتے ہیں ؎

خوشا حوادث پیہم خوشا یہ اشک رواں
جو غم کے ساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ حالت ہو جاتی ہے ؎

اُس خنجرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لُوٹ رہی ہے

یہ حضرت مُرشدی دامت برکاتہم ہی کا شعر ہے۔ غرض حضرت والا کی تقریر کی لذت کو کیا بیان کروں کانوں میں رَس گھُلتا جاتا ہے اور دل میں اُترتا جاتا ہے، اور افسردہ دلوں کو بادۂ عشقِ حق سے سرمست کر دیتا ہے ؎

خُدا رکھے میرے ساقی کا مے کدہ آباد
یہاں پہ جامِ محبت پلائے جاتے ہیں
خُدا گواہ کہ نا آشنائے درد یہاں
نگاہِ عشق سے بسمل بنائے جاتے ہیں
یہ وہ چمن ہے جہاں طائرانِ بے پَر و بال
بسُوئے عرش بیک دم اُڑائے جاتے ہیں
یہ اہلِ دل کی ہے مجلس یہاں پہ دل والے
اسیر دردِ محبت بنائے جاتے ہیں

(جامع)

اللہ تعالیٰ خانقاہِ اِمدادیہ اشرفیہ کا فیض سارے عالم میں عام و تام فرمائے اور حضرت والا دامت برکاتہم کو طویل عمر صحت و عافیت اور دین کی عظیم خدمت کے ساتھ عطا فرمائے اور قیامت تک حضرتِ اقدس کے فیوض و برکات جاری رکھے اور دین کے ایسے عظیم الشان کام لے لے کہ تا ابد ان کے نشانات نہ مٹ

سکیں۔ آمین یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

وعظ کے بعد حفیظ الرحمٰن صاحب اور ان کے والد صاحب نے فرمایا کہ حضرت کے بیان سے دل میں ٹھنڈک پڑگئی۔ اور تمام سامعین کو انتہائی نفع ہُوا اور خواہش ظاہر کی کہ اس کو شایع کر دیا جائے۔

لہٰذا بفضلہٖ تعالیٰ اس کو کیسٹ سے نقل کر کے مرتب کر دیا گیا اور اس کا نام تسلیم و رضا تجویز کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں اور امتِ مُسلمہ کے لئے نافع اور غمزدہ لوگوں کے لئے باعثِ تسلّی اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ بنادیں۔ آمین

اس اشاعت میں ضروری حوالہ جات کتب بین القوسین درج کر دئے گئے ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؕ

جامع ومرتب

(یکے از خدام حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

انہیں ہر لحظہ جانِ نو عطا ہوتی ہے دُنیا میں

جو پیشِ خنجرِ تسلیم گردن ڈال دیتے ہیں

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب)

تسلیم و رضا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ
وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی
(مشکوٰۃ شریف ص۱۵۰)

حضرات سامعین! اس وقت میں آپ کے گھر پر جو حاضر ہوا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ حبیب الرحمٰن صاحب کی اہلیہ (والدہ حفیظ الرحمٰن) کا انتقال ہوا اور اس کے دو چار گھنٹہ کے بعد میں بمبئی سے واپس ہوا۔

اس وقت مجھے علم ہوا، جس کے یہاں کوئی صدمہ اور غم پہنچ جائے وہاں حاضر ہونا اور کچھ تسلی کے کلمات پیش کرنا اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنّت قرار دیا ہے۔ تعزیت کے معنی ہیں تسلّی دینا۔ اس لئے تعزیت سنّت ہے۔ اور سنّت کی برکت سے اللہ تعالیٰ غمزدہ دلوں پر سکون و تسلی کا مرہم عطا فرماتے ہیں لہٰذا اس سنت کا ثواب لینے کے لئے اور اس

سُنّت کو زندہ کرنے کے لئے ، اور اس سُنت کو ادا کرنے کے لئے مجھے اللہ تعالیٰ نے حاضری کی توفیق عطا فرمائی اور چونکہ یہ حضرت میرے ہم وطن ہیں پرتاپ گڈھ کے رہنے والے ہیں ، یوں تو ہر مسلمان کے ذمہ ہر مسلمان کا حق ہے لیکن بعضے تعلقات کی وجہ سے اس محبت میں اور اضافہ ہوجاتا ہے پھر پڑوسی کا حق بہت ہے، میرے تو آپ پڑوسی بھی ہیں ایسے وقت میں لوگوں کو تسلی دینے سے اگر نفع نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو مسنون نہ فرماتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے وہی کام تجویز فرماتے ہیں جس میں ان کے بندوں کا فائدہ ہو شریعت کے جتنے احکام ہیں سب میں ہمارا ہی فائدہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کا محتاج نہیں اگر ساری دُنیا ولی اللہ ہوکر، یورپ کے تمام کافر ممالک امریکہ ، رُوس ، جرمن ، جاپان وغیرہ ساری دُنیا کے سلاطین مع رعایا مسلمان ہوکر سجدہ میں گر جائیں تو اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ایک ذرہ اضافہ نہیں ہوگا۔ ان کی شان میں ہمارے سجدوں سے، ہماری عبادتوں سے اضافہ نہیں ہوتا اور اگر ساری دُنیا بغاوت کر جائے مان لیجئے کہ دُنیا میں ایک مومن بھی نہ رہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ پاک کی عظمتِ شان ہماری عبادتوں سے اور بغاوتوں سے بے نیاز اور بالاتر ہے ، سُبحان اللہ ! مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں ؎

من نہ گردم پاک از تسبیح شاں

میں اپنے بندوں کے سبحان اللہ کہنے اور پاکی بیان کرنے سے پاک تھوڑا ہی ہوتا ہوں، میں تو پہلے ہی سے پاک ہوں ، بلکہ ؎

پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں

جو سُبحان اللہ کہتے ہیں اور میری پاکی بیان کرتے ہیں اس کی برکت سے میرے وہ بندے خود پاک ہو جاتے ہیں جب تم کہتے ہو سُبحان اللہ کہ اللہ پاک ہے تو ہماری پاکی بیان کرنے کے صدقہ میں تم خود پاک ہوتے ہو تم ہمیں کیا پاک کرو گے ، ہم نے تمہیں منی سے پیدا کیا، ناپاک قطرہ سے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے دستور اور قانون کا یہ راز بتا رہا ہوں کہ رمضان کے روزے ہوں یا نماز ہو یا حج ہو یا زکوٰۃ ہو جتنے بھی احکام ہیں سب میں ہمارا ہی فائدہ ہے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندے عزت کے ساتھ رہیں لہٰذا جن چیزوں سے منع فرمایا وہ ہمارے اُوپر ظلم نہیں ہے بلکہ اس میں ہماری عزت ہے مثال کے طور پر جھوٹ بولنا ہے جب آدمی کو پتہ چل جاتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے تو ہمیشہ کے لئے دُوسرے کی نظر میں اس کی عزت ختم ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ یہ ہماری غیبت کرتا ہے، پیٹھ پیچھے بُرائی کرتا ہے تو ہمیشہ کے لئے اس کی عزت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح بدنظری کی ممانعت ہے کہ کسی نامحرم عورت کو مت دیکھو اس میں بھی ہماری عزت ہے کیونکہ عورت جب دیکھتی ہے کہ یہ لوگ نیچی نظر کر کے گذر گئے تو کہتی ہے کہ بڑے شریف آدمی معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے ہمیں نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا۔

مُلکِ شام جب فتح ہو رہا تھا تو عیسائیوں نے اپنی نوجوان لڑکیوں کو دور دیہ کھڑا کر دیا تھا تاکہ یہ مُسلمان گناہ میں مُبتلا ہو جائیں تو پھر فتح نہیں ہو سکتی، اللہ کی رحمت ہٹ جائے گی ، لیکن صحابہؓ کے سپہ سالار نے فوراً آیت پڑھی۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ۚ

اے نبی آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کر لیں نامحرموں پر نہ ڈالیں لہٰذا سارے لوگ نگاہیں نیچی کر کے گذر گئے عیسائی لڑکیوں

نے اپنے والدین سے جاکر کہا کہ آپ نے جو ہم کو ان لوگوں کے لئے جال بنایا تھا تو وہ لوگ ہمارے جال میں نہیں پھنسے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی شان ہم نے دیکھی وہ فرشتے ہیں انسان نہیں معلوم ہوتے اور جنگ فتح ہو گئی۔

تو ہمارے لئے شریعت میں جتنے بھی کرنے کے کام ہیں اور جتنے نہ کرنے کے کام ہیں دونوں میں ہمارا ہی فائدہ ہے، ہمارے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دُنیا کے لوگ جب کام لیتے ہیں تو کام کرا کے پھر مزدُوری دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ایسے کریم مالک ہیں کہ بہت سے کاموں کو کہتے ہیں کہ نہ کرو اور نہ کر کے مجھ سے مزدوری لو، وہ کام کیا ہیں مثلاً جھوٹ نہ بولو، جھوٹ بولنا بھی تو ایک کام ہے یہ کام نہ کرو مزدوری لو ثواب لو، غیبت نہ کرو اور مزدوری لو، عورتوں کو بُری نظر سے مت دیکھو، گانا مت سُنو، چوری نہ کرو جتنے بھی گندے کام ہیں خلافِ شریعت کام ہیں ان کاموں کو نہ کر کے مجھ سے مزدوری لے لو۔

حضرت فرماتے تھے کہ دُنیا میں کوئی فیکٹری مالک ایسا نہیں ہے جو اپنے مزدوروں سے کہہ دے کہ بھائی تم لوگ یہ یہ کام نہ کرو اور کام نہ کر کے مزدوری لے لو کام نہ کرا کے انعام دینا یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی نظر بچاتا ہے اللہ کے خوف سے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کے دل میں ایمان کی مٹھاس پیدا کر دیتے ہیں یعنی حلاوتِ ایمانی عطا فرما دیتے ہیں (کنز العمال ص۲۳۵ ج ۵) یہ کتنی بڑی نعمت ہے، بصارت کی لذت لے کر بصیرت اور قلب کی لذت دے دی۔

اس وقت جو میری حاضری ہوئی ہے یہ تعزیت مسنون ہے اور اس سُنّت

کے اندر بھی راز ہے کہ اس سے تسلّی ہوتی ہے کیونکہ جس کی ماں یا باپ یا کوئی عزیز مرتا ہے اس کے قلب پر ایک زخم ہوتا ہے اور تسلّی دینے سے اس میں کمی آتی ہے تسلی دینے سے تسلی ہوتی ہے جیسے زخم پر کوئی مرہم رکھ دے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اُوپر رحم فرماتے ہُوئے ایسے وقت ایک دوسرے کے گھر جانا اور تسلّی دینا سنّت قرار دے دیا اور تسلّی (تعزیت) کو تین روز تک کے لئے سنت قرار دیا۔ اس سے معلوم ہُوا کہ تین دن کے بعد غم گھٹنے لگتا ہے تین دن تک غم اپنے جوش پر ہوتا ہے لہٰذا تین روز تک تسلی دینا سنت ہے اس کے بعد مسنون نہیں تین دن کے بعد یہ غم آہستہ آہستہ ہلکا ہوتے ہُوئے سال دو سال کے بعد آپ کو یاد بھی نہیں آئے گا کہ دل پر کیا سانحہ گذرا تھا تصوّر میں تو آئے گا کہ میری ماں نہیں ہے لیکن ایسا غم نہیں ہوگا جیسا اس وقت ہے۔

میری والدہ کا ناظم آباد میں جب انتقال ہُوا تقریباً پندرہ سال پہلے تو مجھے اتنا صدمہ ہُوا کہ بس ان کی کوئی چیز دیکھنے کی ہمّت نہیں ہوتی تھی ان کی چارپائی دیکھ کر ان کا پاندان دیکھ کر دل رونے لگتا تھا۔ لہٰذا میں اپنے دوستوں میں دل بہلانے کے لئے ٹیکسیلا وغیرہ چلا گیا لیکن آج غم کا کوئی ایک ذرہ معلوم نہیں ہوتا۔ بس ایک ہلکا سا خیال تو ہوتا ہی ہے ماں باپ کا، بھائی ماں باپ کی محبّت کو تو کوئی شخص بھول سکتا ہی نہیں۔ اس لئے کہ ماں باپ کے لئے اللہ تعالیٰ دُعا سکھا رہے ہیں۔ قرآن مجید میں آیت نازل کر دی کہ تم اللہ سے یوں کہو:

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا

اے میرے رب میرے ماں باپ پر رحمت نازل فرما جیسا کہ اُنہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔ اللہ تعالیٰ سکھا رہے ہیں کہ اپنے ماں باپ کے

لئے دُعا کرتے رہو۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ماں باپ کا اکرام کرو اگر عزت کے ساتھ محبت و اکرام کے ساتھ تم اپنے ماں باپ پر نظر ڈال دو تو ایک حج مقبول کا ثواب ملے گا۔

مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً ؕ

(مشکوٰۃ شریف ص۴۲۱)

اور اگر تم نے ماں باپ کو ستایا تو موت نہ آئے گی جب تک کہ دُنیا میں اس کا عذاب نہ چکھ لوگے

كُلُّ الذُّنُوْبِ يَغْفِرُ اللّٰهُ مِنْهَا مَا شَاءَ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّهٗ يُعَجِّلُ لِصَاحِبِهٖ فِى الْحَيٰوةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ ؕ (مشکوٰۃ شریف ص۴۲۱)

اس حدیث کی شرح میں محدّثین فرماتے ہیں کہ اور گناہوں کی سزا تو آخرت میں ہے لیکن ماں باپ کا دل دُکھانے والوں کی سزا دُنیا ہی میں آئے گی اور اس وقت تک موت نہیں آسکتی جب تک کہ اس کا بدلہ نہ مل جائے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کے گلے میں رسّی باندھی اور اس کو گھسیٹ کر بانس کے درختوں تک لے گیا جو سامنے دس بیس گز پر تھے باپ نے بیٹے سے کہا کہ بیٹا اب اس کے آگے مت کھینچنا ورنہ تُو ظالم ہو جائے گا۔

اُس نے کہا کہ بابا کیا ابھی تک ظالم نہیں ہوں یہ جو بیس گز تک رسّی باندھ

کر کھینچا ہے باپ نے کہا کہ ہاں تو ابھی تک ظالم نہیں ہُوا کیونکہ میں نے بھی اپنے بابا کو یعنی تیرے دادا کو یہاں تک کھینچا تھا۔ لہٰذا ابھی تک تو مجھے اس کا بدلہ ملا اب اس جگہ سے اگر تُو آگے بڑھے گا تو ظالم ہو جائے گا۔

حضرت فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے ماں باپ کا اکرام کیا تو ان کے بچّوں نے ان کا اکرام کیا اور جنہوں نے اپنے ماں باپ کی عزّت نہیں کی تو جب ان کے بچّے بڑے ہُوئے تو ان سے ویسا ہی بدلہ ملا ان کو۔ ایک ہاتھ سے دو دُوسرے ہاتھ سے لو۔

تو ماں باپ کی محبّت ایک فطری چیز ہے۔ لیکن مولانا رُومی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں

مادراں را مہر من آموختم

اے لوگو اور ماؤں کی محبّت پر ناز کرنے والو! ماں کی محبت میں نے ہی تو پیدا کی ہے، ان کے جگر میں مامتا میں نے ہی تو رکھی ہے لہٰذا میری محبّت کا کیا عالم ہوگا۔ تھوڑا سا اس کو قیاس کرو ماؤں کی محبّت پر ناز کرنے والو میری محبت کو بھی سوچو کہ جس کی مخلوق میں یہ اثر ہے کہ ماں اپنے بچّوں کی تکلیف سے بے چین ہو جاتی ہے چھوٹے بچّے بستر پر پیشاب کر دیتے ہیں ماں سُوکھی جگہ پر بچّہ کو سُلا دیتی ہے اور گیلی جگہ پر خُود لیٹ جاتی ہے رات بھر سردی میں کانپ رہی ہے لیکن اپنے بچّہ کو وہاں نہیں سونے دیتی۔ اگر بچّے ذرا بیمار ہو جاتے ہیں تو رات بھر اس کی نیند حرام ہو جاتی ہے ڈاکٹروں کے یہاں دوڑ رہی ہے، بزرگوں سے دُعائیں کرا رہی ہے تعویذات لا رہی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ماؤں کی محبّت پر ناز کرنے والو! ہماری محبت کو بھی سوچا کرو کہ جب ہماری مخلوق میں یہ اثر ہے تو ہم تمہارے ساتھ کتنی محبت

کرتے ہیں لیکن تم محبت کا یک طرفہ ٹریفک چلارہے ہو کہ ہم تو تمہارے ساتھ محبّت کرتے ہیں اور تم ہماری یاد میں غفلت کرتے ہو۔ تم نے ہماری کوئی قدر نہ کی

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ

مولانا رُومی نے فرمایا کہ دیکھو اگر کوئی حاجی تمہیں ایک ٹوپی پہنا دیتا ہے تو تم تین دفعہ اس کا شکریہ ادا کرتے ہو کہ حاجی صاحب اللہ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے ہمیں مکّہ شریف کی ٹوپی پہنادی جس نے اللہ کا شہر دیکھا مدینہ پاک کی ٹوپی آپ نے ہمیں دے دی۔ لیکن فرماتے ہیں کہ جس نے سر بنایا اس کا بھی کبھی شکر ادا کیا اگر خدا سر نہ دیتا تو تم ٹوپی کہاں رکھتے۔ گردن پر رکھتے ؟

لہٰذا ذرا اس کا بھی خیال کیا کرو کہ جس نے سر عطا فرمایا اس کا کتنا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اس سر کا شکریہ ادا کرو یعنی سجدہ کرو نمازیں پڑھو۔ جو شخص نماز میں سر سجدہ میں رکھتا ہے، سر کا شکریہ ادا کرتا ہے جب اللہ کے سامنے جُھک گیا آدھے دھڑ کا شکریہ ادا ہو گیا اور جب سجدہ میں سر رکھ دیا تو پُورے اعضاء ہی بچھ گئے سجدہ میں پُورا شکر ادا ہوتا ہے اس لئے اتنا قُرب بندہ کو کہیں نہیں مِلتا جتنا سجدہ میں مِلتا ہے۔

شاعر کہتا ہے جس نے سجدہ کا عجیب نقشہ کھینچا ہے ؎

پردے اُٹھے ہُوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

سنگِ در دروازہ کی چوکھٹ کو کہتے ہیں جہاں سجدہ میں سر ہوتا ہے اللہ کی چوکھٹ ہے وہ۔ اور فرماتے ہیں ؎

دن میں اسی کی روشنی شب میں اسی کی چاندنی
سچ تو یہ ہے کہ رُوئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

اگر چاند سُورج کو اللہ روشنی نہ دیتا تو یہ کہاں سے لاتے سُورج کی روشنی بھیک ہے اللہ کی۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں ؎

گر تو ماہ و مہر را گوئی خِفاء

اے خدا سُورج اور چاند کو اگر آپ فرمادیں کہ تم اندھیرے ہو بے نُور ہو اور

گر تو قدِ سرو را گوئی دوتا

اے اللہ اگر آپ قدِ سرو کو جو بالکل سیدھا ہوتا ہے اور شاعر لوگ اپنے محبوبوں کے قد سے تعبیر کرتے ہیں لیکن اے اللہ آپ قد سرو کو یعنی سرو کے درخت کے قد کو کہہ دیں کہ تُو ٹیڑھا ہے اور

گر تو کان و بحر را گوئی فقیر

اگر سونے اور چاندی کی کانوں کو اور سمندروں کو جہاں کروڑوں کروڑوں کے موتی ہوتے ہیں آپ فقیر فرمادیں اور

گر تو چرخ و عرش را گوئی حقیر

اگر آسمانوں کو اور عرشِ اعظم کو آپ کہہ دیں کہ تم حقیر مخلوق ہو ؎

ایں بہ نسبت باکمال تو رواست

ملک و اقبال و غنا ہا مر تو راست

تو یہ آپ کی عظمت کے لئے زیبا ہے اور عزت و اقبال و بلندی آپ ہی کی شان کے لائق ہے کیونکہ آپ خالق ہیں۔ آپ ان کو حقیر کہہ سکتے ہیں کیونکہ آپ ہی نے ان کو روشنی دی۔

اس لئے شاعر نے کیا خُوب کہا ہے ؎

دن میں اسی کی روشنی شب میں اسی کی چاندنی
سچ تو یہ ہے کہ رُوئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

چاند سُورج بھی بھک منگے ہیں اللہ کے۔ اللہ سے مانگا ہے انہوں نے، اللہ سے پایا ہے یہ نور۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نام میں دونوں جہان کی لذّت ہے اللہ کا نام دونوں جہان کی لذتوں کا کیپ سول ہے۔ جن کو اللہ کے نام کا مزہ مل گیا انہوں نے سلطنتیں لُٹا دیں۔ سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے سلطنتِ بلخ کو لُٹا دیا، اللہ کے نام میں وہ مزہ پایا کہ سلطنت ان کو تلخ پڑگئی اور آدھی رات کو گدڑی پہن کر اپنی حدودِ سلطنت سے نکل گئے اور دس سال نیشاپور کے جنگل میں دریائے دجلہ کے کنارے عبادت کی اور اللہ نے ان کو کس مقام پر پہنچایا کہ قرآن پاک کی تفسیروں میں ان کا تذکرہ آرہا ہے۔ رُوح المعانی جو پندرہ جلدوں میں ہے عربی زبان میں ہے جس کا کوئی ترجمہ نہیں۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی مفتی بغداد نے چوتھے پارے کی ایک آیت کی تفسیر کے ذیل میں ان کا قصہ بیان فرمایا ؎

اب میرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

کتنے بادشاہ مرگئے لیکن کیا قرآن کی تفسیر میں کسی کا ذکر آیا؟ ایک یہ بادشاہ ہے جس نے اللہ کی محبت میں سلطنت لُٹادی آج اس کا ذکر قرآن کی تفسیروں میں ہورہا ہے۔

دوستو! جو اللہ پر مرتا ہے تو اللہ کے نام کے ساتھ اس کا نام بھی مخلوق کی زبان پر آتا ہے، جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہاں اللہ کے عاشقوں کا ذکر بھی ہوتا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ترجمہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے آپ کے نام کو بلند کر دیا۔ اس کی تفسیر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيَ (روح المعانی ط۱۶۹ ج ۳۰)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب بندے میرا نام لیں گے تو تیرا نام بھی لیں گے، جب مؤذن اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے گا تو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی کہے گا۔ میرے نام سے تو اب الگ نہیں ہو سکتا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ میں نے آپ کے نام کو بلند کر دیا۔ جب میں عالم اور کائنات میں یاد کیا جاؤں گا تو میری یاد کے ساتھ تیرا نام بھی لیا جائے گا۔ اللہ اللہ کیا شان ہے۔ کیا عزت ہے۔ اس کو عزت کہتے ہیں۔

تو دوستو! ایک دن قبر میں اُترنا ہے اور سب کو جانا ہے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جو دُنیا میں آیا ہو اور نہ جائے۔ ہم لوگ دُنیا کے نیشنل نہیں ہیں یہاں کا قیام ایک عارضی نیشنلٹی ہے لیکن حقیقت میں ہم یہاں کے نیشنل نہیں ہیں پردیسی ہیں اور یہی دلیل ہے کہ ہمارے جو عزیز جاتے ہیں اس کا ثبوت پیش کر کے جاتے ہیں کہ دیکھو دُنیا پردیس ہے اس سے دل نہ لگانا۔

اللہ تعالیٰ نے غمزدہ دلوں کے لئے ارشاد فرمایا کہ جب تم کو کوئی صدمہ اور غم پہنچے جب کوئی مصیبت کا واقعہ پیش آجائے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسے لوگوں کو بشارت دے دیجئے خوش خبری سُنا دیجئے جو کسی مصیبت کے وقت میں اپنے رب کی مرضی پر راضی رہتے ہیں اور ان کو اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ سے کوئی اعتراض اور شکایت نہیں ہوتی اور کہتے ہیں

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ؕ میں زبردست تسلّی کا مضمون بیان فرمایا ہے۔ اس آیت میں دو جملے ہیں ایک اِنَّا لِلّٰہِ دُوسرا وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ؕ۔

اِنَّا لِلّٰہِ کے معنی ہیں کہ ہم سب اللہ کے مملوک ہیں غلام ہیں۔ لام ملکیت کے لئے آتا ہے یعنی ہم اپنی ذات کے مالک نہیں ہیں اگر اپنی ذات کے مالک ہوتے تو خودکشی جائز ہوتی۔ کیونکہ اپنی چیز میں آدمی کو تصرّف کا حق ہے اگر ہم اپنی چیز ہوتے تو گلے میں پھندا ڈالنا جرم نہ ہوتا لیکن خودکشی اس لئے حرام ہے کہ تم اپنے مالک نہیں ہو تم ہماری امانت ہو ہماری چیز ہو تمہیں اپنا گلا گھونٹنے کا کیا حق ہے۔ یعنی خودکشی کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم خود اپنے مالک نہیں ہیں ہمارے جسم و جان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ کے معنی ہیں کہ ہم سب اللہ کی ملکیت میں ہیں۔ لہٰذا اس جملہ میں ایک تسلّی تو یہ ہے کہ جب ہم مملوک اور غلام ہیں تو مالک کو ہمارے اندر ہر تصرّف کا حق حاصل ہے جو چیز چاہے ہم کو دے۔ جس کو چاہے ہم سے لے لے۔ کیونکہ صدمہ کے وقت میں دو خیال آتے ہیں ایک تو یہ کہ ہماری ماں، باپ یا شوہر کو جلدی بلا لیا ہم سے چھین لیا۔ اس کا جواب اِنَّا لِلّٰہِ ہے کہ تمہاری ماں، باپ، شوہر یا بیٹا بھی ہماری ملکیت، تم بھی ہمارے غلام۔ اور مالک کو اپنی ملکیت میں تصرّف کا حق حاصل ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک عمر ساتھ رہنے سے محبت ہو جاتی ہے۔ اب اس عزیز کی جُدائی سے جو غم ہو رہا ہے اس کا کیا علاج ہے۔ تو اس کے لئے تسلّی کا دُوسرا مضمون وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ؕ میں نازل فرما دیا کہ اللہ ہی کی طرف ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ یہ

جُدائی دائمی تھوڑی ہے عارضی جُدائی ہے۔آج تمہاری ماں گئی ہے ایک دن تم بھی ہمارے پاس واپس ہو گے۔

آج وہ کل ہماری باری ہے

اور وہاں سب اعزاء و اقرباء پھر مل جائیں گے اور پھر کبھی جُدائی نہ ہوگی لہٰذا کیوں گھبراتے ہو۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت اِنَّا لِلّٰہِ الخ کی تفسیر کے ذیل میں اس حقیقت کو ایک عجیب مثال سے سمجھایا فرماتے ہیں کہ مثلاً کسی شخص نے ایک الماری خریدی جس میں دو خانے ہیں نیچے کے خانے میں اس نے ایک درجن گلاس اور ایک درجن چائے کی پیالیاں لاکر رکھ دیں، سال بھر تک اسی خانے میں وہ گلاس اور چائے کی پیالیاں رکھی رہیں پھر اس الماری کے مالک نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ سال بھر پہلے جو چائے کی بارہ پیالیاں اور بارہ گلاس میں نے نیچے کے خانے میں رکھے ہیں تم اس نیچے والے خانہ سے ایک گلاس اور ایک پیالی اُٹھا کر اُوپر والے خانہ میں رکھ دو، ملازم نے کہا حضور آپ ایسا حکم کیوں دے رہے ہیں، مالک کہتا ہے کہ نالائق یہ الماری میری، اس کے دونوں خانے میرے، گلاس اور چائے کی پیالیاں میری اور تم بھی میرے نوکر۔ تم کو اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں جو میں کہتا ہوں ویسا کرو۔ لہٰذا اس نے ایک پیالی اور ایک گلاس اُٹھا کر اُوپر والے خانہ میں رکھ دیا پھر نوکر نے کہا کہ حضور اب بات سمجھ میں آگئی کہ آپ الماری کے مالک ہیں اور اس کے دونوں خانوں کے بھی مالک ہیں اور گلاس اور چائے کی پیالیوں کے بھی مالک ہیں جس گلاس اور پیالی کو چاہیں آپ نیچے والے خانے سے اُوپر والے خانے میں رکھنے کا حکم دے دیں۔

لیکن حضور مجھے ایک اشکال ہے وہ بھی آپ حل فرمادیں اور وہ اشکال یہ ہے کہ یہ بارہ پیالیاں اور بارہ گلاس جو ایک سال سے آپس میں ساتھ تھے ان کی آپس میں محبت ہو چکی تھی اب ایک گلاس اور ایک پیالی کو ان سے جدا کر کے آپ نے اُوپر کے خانہ میں رکھ دیا تو یہ گیارہ پیالیاں اور گیارہ گلاس رو رہے ہیں جو ساتھ رہتے تھے اس کا کیا علاج ہے، مالک نے کہا گھبراؤ مت یہ گیارہ پیالیاں اور گیارہ گلاس جو نیچے والے خانہ میں ہیں ان سب کو ہم یکے بعد دیگرے اُوپر والے خانہ میں لے جانے والے ہیں۔

لہٰذا یہ غم عارضی غم ہے یہ ان کا دائمی غم نہیں ہے۔ اب حکیم الامت فرماتے ہیں کہ یہ دُنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ کی ایک الماری ہے ایک خانہ آسمان کے نیچے ہے اور ایک خانہ آسمان کے اُوپر ہے۔ آسمان کے نیچے والے خانہ کا نام دُنیا ہے اور آسمان کے اُوپر والے خانہ کا نام آخرت ہے۔ ہم لوگ اللہ کے گلاس اور پیالیوں کی طرح ہیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ جب تک چاہتے ہیں ہمیں نیچے والے خانہ میں رکھتے ہیں اور جب ان کا حکم ہو جاتا ہے کہ اب اس کا وقت پُورا ہو گیا تو اس خانہ سے اُٹھا کر آسمان کے اُوپر والے خانہ میں اپنے پاس بُلا لیتے ہیں۔

تو دوستو! آپ کی والدہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس خانہ سے اُٹھا کر دُوسرے خانہ میں منتقل کر دیا ہے الماری بھی اللہ کی، نیچے والا خانہ بھی خدا کا آسمان سے اُوپر والا خانہ بھی اللہ کا اور ہم لوگ بھی اللہ کے، ہمارے ماں باپ بھی اللہ کی ملکیت۔ اللہ کو اختیار ہے۔ اتنے ہی دن کا ویزا دیا تھا اس کے بعد ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا تھا ساری دُنیا کے ڈاکٹر بھی جمع ہو جائیں تو کسی کو روک نہیں سکتے جب کوئی مرتا ہے تو سمجھ لو کہ یہی وقت تھا اس کے جانے کا۔

حتیٰ کہ جب وقت آجاتا ہے تو خود ہارٹ اسپیشلسٹ بھی اپنے کو نہیں روک سکتا اور اپنے دل کی رفتار جاری نہیں رکھ سکتا دل کے ماہر ڈاکٹر جمعہ کا ہارٹ فیل ہوا۔ دُوسرے کے دل کی رفتار گِن رہا ہے، دل کی حرکت کا شمار کر رہا ہے اور خُود کے دل کی حرکت بند ہوگئی۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ پیاروں کی جُدائی کا غم تو ہوتا ہے میری ماں کی جُدائی کا کیا علاج ہے اسی طرح باپ یا بیوی یا کسی کا شوہر چلا گیا تو ان کے غم کا کیا علاج ہے اس کا علاج ارشاد فرمایا گیا وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ کہ یہ جُدائی عارضی ہے اور اس اُوپر والے خانہ میں ہم لوگ بھی یکے بعد دیگرے جانے والے ہیں اور ہمارا زیادہ خاندان تو وہیں ہے ہمارے دادا اور نانا، اور دادا کے دادا اور نانا کے نانا، جن کو ہم نے دیکھا بھی نہیں سب اُوپر ہیں۔ زیادہ رشتہ دار تو وہیں ہیں آپ سوچئے وہاں کتنا بڑا خاندان ہے، جو پردیس سے وطن چلے گئے سب خاندان والوں نے ان کا استقبال کیا ہوگا!

تو غمزدہ دلوں کے لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تسلّی کا زبردست مضمون نازل فرمایا ہے اور اس سے قبل ہی صبر کرنے والوں کو یہ بشارت بھی سُنا دی کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ یعنی ہم صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں پس کسی کے انتقال پر یا مصیبت پر جو اجر و ثواب ہم نے تمہارے لئے رکھا ہے وہ تو ہے ہی لیکن اگر تم سے تمہاری کوئی چیز کھو گئی تمہاری اولاد ماں باپ، بیوی یا شوہر کا انتقال ہوگیا تو اس کے بدلہ میں ہم تمہیں اپنی معیتِ خاصہ اپنا قربِ خاص عطا کرتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے۔

آپ سوچئے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوں اس کی کیا قِسمت ہے

اور اس کے لئے کتنی بڑی دولت کی بشارت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مکہ کے نومُسلم قریش نوجوانوں کو کچھ بکریاں کچھ بھیڑ کچھ اُونٹ زیادہ دے دئے تو شیطان نے بعض انصاری نوجوانوں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ دیکھو ابھی تک رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ والوں سے زیادہ اُنس ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ مکہ والوں کو دیا اور ہم لوگوں کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے اس خطرناک زہریلے مکر سے مُطلع فرمایا۔ آپ نے سارے صحابہ کو جمع کر کے فرمایا کہ اے مدینہ کے انصار تمہیں شیطان نے بہکانے کی کوشش کی ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ یہ نہ سمجھو کہ چند بھیڑ اور بکریاں اہلِ قریش کو دینے کی وجہ سے میری محبت تمہارے ساتھ کم ہے جو نومُسلم ہیں ابھی جلد اسلام لائے ہیں میں نے ان کی دلجوئی اور ان کو خُوش کرنے کے لئے یہ چند بھیڑیں اور بکریاں دے دی ہیں لیکن خُوب غور سے سُن لو۔ یہ قریشِ مکہ ابھی جب مکہ شریف کو واپس ہوں گے تو میری دی ہُوئی چند بھیڑیں، چند بکریاں اور چند اُونٹ لے کر جائیں گے اور اے مدینہ والو! تم جب مدینہ واپس ہو گے تو اللہ کے رسُول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ گے۔ میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہے رسُولِ خدا کی عظمت و قیمت تمہارے قلوب میں کیا ہے۔ بس صحابہ اس خوشی میں اتنا روئے کہ آنسو اِن کی داڑھیوں سے بہہ رہے تھے۔ (بخاری ص۶۲۰ و ۶۲۱ ج ۲ و سیرت المصطفیٰ ص۶۷ ج ۲ بحوالہ تاریخ ابن اثیر)

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بشارت دی کہ اگر تم سے کوئی چیز چِھن گئی، تمہارے باپ چِھن گئے، بیٹے کا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ تو تمہارے ساتھ ہے جس پر ہزاروں جانیں قربان ہوں اولاد قربان ہو ایسی ذات پاک نے کیسی بشارت دی ہے۔

اور جُدائی کا طبعی غم تو ہوتا ہی ہے ظاہر بات ہے کہ ساتھ رہنے سے محبّت ہو جاتی ہے جس سے ہم رونے لگتے ہیں اور رونے کی اجازت بھی ہے مگر ایسی بات نہ نکالے کہ ہائے میری ماں کیوں مرگئی اور اللہ نے کیوں اُٹھالیا۔ کیوں نہ لگاؤ بس یہ کہو کہ اللہ مجھے اپنی ماں کی جُدائی کا غم ہے۔ یہ کہنا بھی سُنّت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے کا جب انتقال ہُوا تو فرمایا اے ابراہیم تمہاری جُدائی سے نبی غمگین ہے (ابوداود ص۹ ج۲) اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے تو معلوم ہُوا کہ آنکھوں سے آنسو بہہ جانا بھی سُنّت ہے اور اظہارِ غم بھی سُنّت ہے کہ مجھے اپنی والدہ کا صدمہ ہے اور یہ کہہ کر اگر آنسو بہہ جائیں تو یہ سُنّت کے خلاف نہیں بلکہ رو لینا چاہئے کیونکہ بعض لوگوں نے بہت ضبط کیا تو ان کو ہمیشہ کے لئے دل کی بیماری لگ گئی۔ پھر کوئی خمیرہ کام نہ آیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اُوپر رحمت فرمائی کہ رونے کی اجازت عطا فرمادی کیونکہ تھوڑا سا رو لینے سے دل کا غم پانی بن کر بہہ جاتا ہے ایسے وقت میں بعض لوگوں نے سوچا کہ ہم کو نہیں رونا چاہئے یا تو ان کو سُنّت کا علم نہیں تھا یا کسی حال کا غلبہ ہو گیا۔ ایک دم آنسوؤں کو ضبط کیا نتیجہ یہ ہُوا کہ ہارٹ فیل ہو گیا۔ اس لئے یہ تھوڑا سا رو لینا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سکھایا خود رو کر کے۔ اب نبی سے بڑھ کر کون صبر والا ہو سکتا ہے۔ معلوم ہُوا کہ رونا صبر کے خلاف نہیں۔ ورنہ سُنّت کیوں ہوتا۔ نبی سے بڑھ کر کِس کا ظرف ہو سکتا ہے جنہوں نے طائف کے بازار میں ہزاروں پتھر کھا کر اُف نہیں کی، اُحد کے دامن میں کافروں کے تیروں سے جو خُون مبارک بہا آپ اپنے اس خون کو پوچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس اُمت کا کیا حال ہو گا جو اپنے پیغمبر کو لہُو لہان کرتی ہے لیکن اسی خونِ مُبارک کے صدقہ میں

ہم آج عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں ورنہ رام چند اور گنیش سنگھ اور رام پرشاد ہوتے۔ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی خون کا صدقہ ہے جس کی برکت سے ہم مسلمان ہیں اسلام آپ کے خونِ مُبارک کے صدقہ میں پھیلا ہے، صحابہ کی گردنیں کٹی ہیں، ستر ستر شہید اُحد کے دامن میں سوئے ہُوئے ہیں ان کی وفاداریوں کی برکت سے آج اللہ نے ہم کو اسلام دیا کلمہ عطا فرمایا ورنہ ہم لوگ ایمان سے محرُوم رہتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ہمارے ایمان اور اسلام کی خاطر اپنے پیاروں کا خون بہانا گوارا فرمایا۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ موت سے آدمی فنا نہیں ہوتا، دنیا سے آخرت میں منتقل ہوتا ہے۔ موت دراصل انتقال ہے پردیس سے اپنے وطن کی طرف جہاں وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔

ہمارے سلسلہ کے بزرگوں میں دہلی میں ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں جن کا نام مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ تھا جب ان کا انتقال ہُوا تو انہوں نے پہلے ہی اپنی ڈائری میں ایک شعر لکھ دیا تھا۔ اس شعر کو پڑھ کر گھر والوں کو تسلّی ہوگئی وہ شعر کیا تھا؟ فرماتے ہیں ؎

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا
اور مظہر درحقیقت گھر گیا

اللہ اکبر کیا شعر ہے۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ مظہر مر گیا اور مظہر تو اپنے گھر گیا پردیس سے اپنے وطن چلا گیا جہاں سے آیا تھا اللہ میاں کے پاس۔ یہ مرنا نہیں ہے یہ تبدیلی ہے جیسے ایک شہر سے دُوسرے شہر آدمی منتقل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کوئی اپنے گھر جائے تو آپ کیوں اتنا زیادہ روتے ہیں۔

میں نے جہاں جہاں بیان کیا اس شعر کو سُنتے ہی لوگوں کو بڑی تسلّی ہُوئی

ابھی اِلٰہ آباد میں بھی بیان کیا تھا ایک صاحب بڑے رئیس زمیندار تھے ان کو ڈاکوؤں نے فائر کرکے شہید کردیا، ان کے برادرِ نسبتی انیس صاحب الٰہ آبادی ہمارے دوست ہیں وہ کہنے لگے کہ بڑا حادثہ پیش آگیا سارے گھر والے بے چین ہیں، میں ان کے یہاں گیا اور تقریر کی سب نے کہا کہ صاحب دل میں ٹھنڈک پڑگئی۔ ایسی تسلّی ہُوئی کہ غم بالکل ہلکا ہوگیا جیسے ہے ہی نہیں۔ الحمدُ للہ تعالیٰ اور تھوڑا سا غم ہونا بھی اللہ کی مصلحت ہے۔ یہ محبّت کا حق ہے۔ مرنے والے کی محبت کا حق ہے لہٰذا غم تو ہوگا وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ ہلکا ہو جائے گا تب ہی تو تسلّی دینا سُنّت قرار دیا غم نہ ہوتا تو تسلّی دینا سُنت ہی نہ ہوتا۔ کسی ایسے شخص کو جاکر تسلّی دیجئے جس کو غم نہ ہو تو وہ کہے گا آپ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہیں کہیں زخم نہ ہو اور مرہم لگائیے تو کہے گا کہ بھائی آپ مجھے بے وقوف سمجھ رہے ہیں ارے زخم تو ہے ہی نہیں پھر مرہم سے کیا فائدہ۔

تو تسلّی سنت جب ہے جب غم ہو۔ معلوم ہُوا کہ پیاروں کے انتقال سے غم ہوتا ہے اس لئے غم کو ہلکا کرنے کے لئے تعزیت کو سُنّت قرار دیا۔ اللہ سے زیادہ کون جانے گا جس نے ہمیں زندگی دی جو غم اور خُوشی کا خالق اور مالک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب انتقال ہُوا تو بہت لوگوں نے تعزیت کی لیکن ایک بدوی (دیہاتی) بزرگ آئے اور اُنہوں نے ایسی تعزیت کی جس سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بہت تسلّی ہُوئی انہوں نے کہا کہ اے عبداللہ ابن عباس تمہارے والد کا انتقال ہوگیا۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے والد کے لئے تم زیادہ

بہتر ہو یا عباس کا اللہ زیادہ بہتر ہے اور عباس کی وفات سے جو تمہیں غم پہنچا اور اس مصیبت پر صبر کے بدلہ میں جو تمہیں اجر و ثواب ملا بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ مل گیا تو یہ بتاؤ کہ یہ انعامِ عظیم تمہارے لئے کیا عباس سے بہتر نہیں ہے۔ سُبحان اللہ کیا عنوان ہے دیہات کے تھے وہ۔ لیکن اللہ جس کو چاہے مضمون عطا فرماتا ہے جیسا کہ حضرت پرتاپ گڈھی دامت برکاتہم فرماتے ہیں ؎

جو آ سکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پا سکیں لفظ و معانی
کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کر دیا رُوح المعانی

عجب تسلّی کا مضمون ان کے مُنہ سے نکلا۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنے ابّا کے لئے رو رہے ہو اور تمہارے ابّا اپنے ربّا کے پاس چلے گئے جو ارحم الرّاحمین ہے پس ان کا رب تم سے بہتر ہے اور ان کی جُدائی پر صبر کے بدلہ میں تمہیں اللہ مل گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۞ اور اجر و ثواب ملا تو یہ انعام تمہارے لئے تمہارے ابا سے بہتر ہے اللہ تمہارے ساتھ ہے اور جُدائی بھی عارضی ہے۔ سب چند دن کی باتیں ہیں پھر سب کو وہیں جانا ہے وہاں سب سے پھر ملاقات ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ گھر میں کسی کی موت آجانا یہ بھی اللہ کی رحمت ہے اس لئے کہ آج آپ اپنی اماں کے انتقال کو نہیں چاہتے، دل سے یہی چاہتے ہیں کہ میری اماں ابھی کچھ دن اور زندہ رہتی۔ تو آپ کی اماں بھی یہی چاہتی کہ میری اماں بھی نہ مریں یعنی نانی۔ اور نانی بھی یہی چاہتی کہ میری اماں بھی نہ مریں تو اگر سب کی آرزو اللہ پُوری کر دیتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک گھر میں

زیادہ نہیں صرف پانچ نانے اور پانچ نانیاں لیٹی ہوں اور پانچ دادے اور پانچ دادیاں لیٹی ہوں کوئی پانچ سو برس کا ہے کوئی تین سو برس کا سب کے چارپائی پر پاخانے ہو رہے ہیں تو آپ نہ تو نوکری کر سکتے نہ اپنے بال بچوں کی پرورش کر سکتے۔ یہ ہمارے دو سو چالیس گز کے پلاٹ کیا ارے ہزار گز کے پلاٹ بھی ناکافی ہو جاتے پھر آپ تعویذ دباتے اور دُعائیں کرتے کہ یہ جلدی سے مریں، اس لئے یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ لوگوں کو اپنے اپنے وقت پر پردیس سے وطن اصلی کی طرف منتقل فرماتے رہتے ہیں جب بال سفید ہو گئے سمجھ لو کھیتی پک گئی اور کھیتی پک جانے کے بعد کسان کہاں کھیت میں چھوڑتا ہے۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جب بال سفید ہو جائیں تو ہوشیار ہو جاؤ کہ تمہاری زندگی کی کھیتی پک چکی ہے لہٰذا تیار رہو اب کسی بھی وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام درانتی لے کر آئیں گے اور تمہاری زندگی کی کھیتی کاٹ لیں گے۔

مولانا رُومی کا بھی کیا اندازِ بیان ہے فرماتے ہیں کہ جلدی جلدی تیاری کر لو کٹائی کا وقت قریب آچکا ہے۔

یہ تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کی تفسیر بیان ہو گئی۔ اور جو حدیث شریف میں نے پڑھی اس کا ترجمہ یہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اِنَّ لِلّٰہِ مَآ اَخَذَ وَلَہٗ مَآ اَعْطٰی

اللہ جو چیز ہم سے لیتا ہے وہ ہماری نہیں اللہ ہی کی ہے اس کا مالک اللہ ہے جو چیز اس نے لے لی ہے وہ اسی نے عطا فرمائی تھی اگر کوئی اپنی امانت واپس لے لے تو آپ اس پر زیادہ غم نہیں کرتے کیونکہ وہ آپ کی چیز ہی نہیں تھی جس کی تھی اس نے لے لی وہ اس کا مالک ہے۔ ہم کو جو حد سے زیادہ غم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے

کہ ہم لوگ غلطی سے اس کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں حالانکہ الفاظِ نبوت یہ ہیں اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ جو کچھ اللہ نے تم سے لے لیا، جس کو اللہ نے اپنے پاس بُلا لیا وہ اللہ ہی کا تھا اُسے تم کیوں اپنا سمجھتے ہو اگر آپ کو کوئی شخص اپنی گھڑی دے دے کہ آپ دو مہینے اس کو استعمال کر لیجئے پھر دو مہینے کے بعد وہ آپ سے گھڑی مانگے کہ میری گھڑی واپس کر دیجئے تو آپ روئیں گے نہیں، آپ یہی کہیں گے کہ ٹھیک ہے صاحب لیجئے یہ آپ کی گھڑی ہے بلکہ آپ کا شکریہ کہ اتنے دن تک آپ نے اپنی گھڑی مجھے دی تھی۔ تو آپ بھی شکر کریں کہ ہماری والدہ کو اللہ نے اتنی زندگی دی ورنہ اس سے پہلے بھی تو اللہ تعالیٰ ان کو اُٹھا سکتے تھے۔ بچپن ہی میں آپ کو چھوٹا سا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اُٹھا سکتے تھے یہ ان کا احسان ہے کہ آپ لوگ بڑے ہو گئے ماشاء اللہ بال بچّے دار ہو گئے تب بُلایا اتنے روز تک آپ کے پاس رکھا لہٰذا شکر ادا کیجئے کہ اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہماری والدہ کو اتنے عرصہ ہمیں دیئے رکھا جیسے وہ شخص کہتا ہے جس کو آپ نے گھڑی دی کہ ہم آپ کے شکر گذار ہیں کہ اتنے عرصہ تک اپنی گھڑی آپ نے ہمیں دی ہوئی تھی جو کچھ لے لیا وہ بھی اللہ کا وَلَہٗ مَا اَعْطٰی اور جو کچھ عطا فرمایا وہ بھی اللہ ہی کا ہے جو چیزیں دی ہیں ان کا بھی شکر ادا کیجئے ان کا شکر کیا ہے کہ یا اللہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے میرے والد کا سایہ میرے سر پر عطا فرمایا ہُوا ہے اور کتنی نعمتیں دی ہُوئی ہیں۔ میری اولاد ہے، بیوی بچے ہیں، مکان ہے ہزاروں نعمتیں دی ہُوئی ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا اُن کا شکر ادا کیجئے کہ اے اللہ آپ کی بے شمار نعمتوں کا بے شمار زبانوں سے شکر ادا کرتا ہوں۔

وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى

اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے جو کچھ اللہ لیتا ہے اور جو کچھ عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں پہلے ہی سے مقدر ہے یہاں تک کہ برتنوں کا وقت بھی مقرر ہے مثلاً آپ مدینہ شریف سے ایک گلاس لائے لیکن اچانک کسی بچہ سے وہ گر گیا تو سمجھ لیجئے کہ اس کا یہی وقت مقرر تھا حدیث پاک میں ہے کہ برتنوں کی بھی ایک عمر ہوتی ہے اس لئے اپنے بچوں کی بے طرح پٹائی نہ کرو کہ نالائق تُو نے مدینہ شریف کا گلاس کیوں توڑ دیا۔ مار پٹائی کر رہے ہیں گھر میں ایک شور مچا ہُوا ہے اکثر لوگ اس معاملہ میں بچوں پر زیادتی کر جاتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے نرمی سے سمجھا دو کہ بیٹے گلاس کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑا کرو لیکن زیادہ پٹائی نہ کرو بلکہ کہو

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ اس کی زندگی کا وقت ختم ہو گیا تھا اور اس کا یہی وقت مقرر تھا۔ جس کے گھر میں کوئی غمی ہو جائے تو ایسے وقت میں اس کے ذمہ دو کام ہیں ایک تو یہ کہ جانے والے کے لئے ثواب پہنچائیے کیونکہ جو چلا گیا اب وہ بے عمل ہو گیا، اس کی عمل کی فیلڈ ختم ہو گئی اب وہ خود کوئی عمل نہیں کر سکتا لہٰذا اس کو صبح و شام ثواب کا پارسل بھیجنا چاہئے یعنی زیادہ سے زیادہ ایصالِ ثواب کیجئے بدنی عبادت اور مالی عبادت دونوں کا ثواب پہنچانا چاہئے۔ بدنی ثواب تو اس طرح سے کہ تلاوت کر لی مثلاً سُورہ یٰسین پڑھ کر بخش دیا یا تین مرتبہ قُل ھُوَاللہ پڑھ کر ہمیشہ صبح و شام بخش دیا تین بار قل ھُوَاللہ پڑھنے سے ایک قرآن کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اللہ سے کہہ دیا کہ یا اللہ یہ جو میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب میری والدہ کو پہنچا دیجئے اس طرح روز کا روز صبح و شام آپ کی طرف سے ثواب کا پارسل پہنچتا رہے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ ثواب پہنچتا ہے تو وہ مرنے والے پُوچھتے

ہیں کہ اللہ میاں یہ ہماری نیکیاں کہاں سے بڑھ رہی ہیں ہم تو مر گئے ہیں اب عمل نہیں کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہاری اولاد تمہیں ثواب بھیج رہی ہے دیکھئے زمین پر دُوسروں کا عمل اور آخرت میں مرنے والوں کے اعمال نامہ میں لکھا جا رہا ہے اس طرح ان کے عمل کا میٹر چل رہا ہے کیونکہ اب وہ عمل نہیں کر سکتے لہٰذا ہمارے پارسلوں کا انتظار کرتے ہیں کہ ہماری اولاد ہمیں کچھ بھیجے۔

حدیث شریف میں ہے کہ یہ ثواب کا تحفہ ان کو دُنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا معمول بنا لیجئے کہ روزانہ ہمیشہ کچھ پڑھ کر اپنے اعزاء و اقرباء کو جو مر گئے ہیں بخش دیا کریں کم از کم صبح و شام تین مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ شریف تین مرتبہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ تین مرتبہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر بخش دیا اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مخلوق کے ہر شر سے حفاظت رہے گی کسی قسم کا کالا جادو یا جنّات یا شیطان کوئی پڑوسی اور کوئی حاسد آپ کو ایک ذرّہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ الفاظِ نبوّت ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے کہ

تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ (مشکوٰۃ ص۱۸۸)

یعنی یہ تینوں سُورتیں ہر شر سے حفاظت کے لئے کافی ہیں نبی کی بات کو اللہ نہیں ٹالتا کیونکہ نبی وہی کہتا ہے جو اللہ کہلاتا ہے نبی اپنی طبیعت سے کوئی بات کہتا ہی نہیں۔ صبح کو پڑھ لیا تو شام تک حفاظت ہو گئی اور شام کو پڑھ لیا تو رات بھر حفاظت رہے گی۔

اگر کوئی حاسد جادُو یا سفلی عمل کرے گا تو اس عمل کی برکت سے اُلٹا اسی پر پڑ جائے گا۔ کوئی دشمن آپ کے خلاف اسکیم بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ناکام کر دیں گے۔ اس لئے صبح و شام یہ تینوں سُورتیں آپ بھی پڑھئے اور

اپنے بیوی بچوں کو بھی پڑھائیے اور اسی کو اپنی والدہ کو بخش دیجئے ان کو ثواب بھی پہنچ جائے گا اور آپ لوگ حاسدین اور شیاطین کے شر سے اور جنات اور کالا عمل کرانے والوں کے شر سے غرض ساری مخلوق کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ آج کل تو بس ذرا ذرا سی دشمنی پر جادو اور کالا عمل کرا دیتے ہیں پھر ہم لوگ عاملوں کی طرف دوڑتے ہیں تو عاملوں کے پاس جانے کی بجائے ہم یہ عمل کیوں نہ کرلیں جو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے جس کے بعد کسی عامل کے پاس جانے کی کبھی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ آجکل ننانوے فیصد عامل ٹھگ بیٹھے ہیں۔

میرے پاس نواب قیصر صاحب ایک بڑے میاں کو لے کر آئے وہ ہمارے بڑے معزز اللہ والے دوست ہیں۔ نواب قیصر صرف نواب نہیں ہیں میرے گمان میں وہ ایک ولی اللہ شخص ہیں آپ ان کے تہجد اور عبادت کو دیکھئے آپ حیران رہ جائیں گے اور تواضع کی بھی عجیب شان ہے مولانا فقیر محمد صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ بھی ہیں۔ وہ لے کر آئے کہ صاحب ان کا کاروبار ٹھپ ہے یہ چاہتے ہیں کہ آپ کوئی تعویذ دے دیں۔ میں نے پُوچھا کہ اس سے پہلے کہیں گئے تھے۔

ان صاحب نے کہا کہ ہاں ناظم آباد میں ایک عامل کے پاس گیا تھا اس نے پُوچھا کہ کیا شکایت ہے۔ میں نے کہا کہ میرا کاروبار ٹھپ ہے۔ اس نے کہا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ پھر میری اماں کا نام پُوچھا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ تین دن کے بعد آنا۔ میرا جو مؤکل ہے وہ جادو یا کالا عمل جو ہوگا تلاش کرلائے گا لیکن اس کی فیس پانچ سو روپے ہے انہوں نے پانچ سو روپے دے دئے اور تین دن کے بعد گئے کہا کہ جب میں وہاں گیا تو اس نے مٹی میں لگا ہُوا ایک

کاغذ اور کتھا چُونا لگا ہُوا ایک کپڑا مجھے دیا جس میں گیارہ سُوئیاں چُبھی ہوئی تھیں اور اس کے اندر ایک کاغذ تھا جس میں تین مرتبہ لکھا تھا کاروبار ٹھپ۔ کاروبار ٹھپ۔ کاروبار ٹھپ اور میرا نام بھی لکھا ہُوا تھا اور صاحب میری اماں کا نام بھی لکھا ہُوا تھا۔ میں نے کہا کہ پانچ سو روپے جو اُس نے آپ سے لئے تو معلوم بھی ہے کہ اس کے بعد اُس کو کیا کرنا پڑا۔ کاروبار ٹھپ تو اس نے آپ سے پُوچھ ہی لیا تھا فرق صرف یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ کہا تھا۔ اس نے تین جگہ لکھ دیا کاروبار ٹھپ۔ کاروبار ٹھپ۔ کاروبار ٹھپ۔ اور آپ سے آپ کا اور آپ کی والدہ کا نام بھی پُوچھ لیا تھا اس میں بھی اس کے مؤکل کا کوئی کردار نہیں ہے۔ اب آپ سے جو پانچ سو رُوپیہ لیا ہے یہ صرف گیارہ سُوئیوں کا دام ہے۔ ایسا نفع بخش بزنس کہاں ملے گا آپ بے کار عاملوں کے پاس جا رہے ہیں آپ بھی یہی کام شروع کر دیں جو آئے اس سے پُوچھئے کیا شکایت ہے کیا کاروبار ٹھپ ہے وہ کہے گا ہاں۔ پھر آپ اس سے اس کا نام پُوچھئے اور اس کی والدہ کا نام پوچھئے بس کاغذ پر تین دفعہ لکھ دیا کاروبار ٹھپ اور گملہ میں مٹی ڈال کر اس کاغذ اور ذرا سے کپڑے پر مٹی لگا کر گیارہ سُوئیاں چبھو دو۔ بس ایک دفعہ دس ہزار سُوئیاں خرید لو۔ دس ہزار سُوئیوں سے دس لاکھ کما لو گیارہ سُوئیوں پر پانچ سو روپے کا جو نفع ہے اس کا ذرا آپ تصوّر کیجئے۔ تب وہ ہنسے اور کہا کہ اُفوہ! بے وقوف بن گئے۔ توبہ توبہ! آج سے میں کسی عامل کے پاس نہیں جاؤں گا۔ واقعی ان میں اکثر ٹھگ ہیں اتنا ڈرا دیتے ہیں کہ بے چارہ کی آدھی جان وہیں سُوکھ جاتی ہے کہ اوہو! تمہارے اُوپر بڑا خطرناک کالا عمل کیا گیا ہے اس طرح ڈرا کر پیسے لے لیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہمارے لئے سب وظیفے موجود ہیں

اس کو پڑھتے رہیں پھر کسی عامل کی ضرورت نہیں۔ البتہ کامل کی ضرورت ہے یعنی شیخ کامل کی، اللہ والوں کی جن کی صحبتوں سے اللہ کی محبت عطا ہوتی ہے، دین کی دولت ملتی ہے اس لئے عامل کو نہ تلاش کرو کامل کو تلاش کرو۔

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تم لوگ اللہ والوں کے پاس کب جاتے ہو؟ جب کوئی بیماری ہوگی تو شفاء کے لئے دم کرانے جاؤ گے، نوکری خطرہ میں ہوگی تو تعویذ لینے جاؤ گے فیکٹری ڈوبتی نظر آئے گی تو ان سے تعویذ مانگو گے لیکن یہ بتاؤ مٹھائی والوں سے تم مٹھائی لیتے ہو، امرود والوں سے امرود لیتے ہو، کپڑے والوں سے کپڑا خریدتے ہو کبھی تم نے کپڑے والوں سے مٹھائی نہیں مانگی اور مٹھائی والوں سے کپڑا نہیں مانگا۔ تم اللہ والوں سے اللہ کو کیوں نہیں مانگتے ہو وہاں جا کر تم دُنیا ہی مانگتے ہو۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ہمارے سلسلہ کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ انگریزوں سے جنگ لڑی تھی اسی غدر کے زمانہ میں ہجرت فرمائی۔ کعبہ شریف میں غلافِ کعبہ پکڑ کر یہ شعر پڑھا تھا ؎

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

اے خدا میں آپ سے آپ ہی کو مانگ رہا ہوں کیونکہ جو اللہ کو پا گیا سب کچھ پا گیا۔

جو تُو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تُو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ جس نے دُنیا میں اللہ کو نہ پایا وہ خالی ہاتھ آیا،

خالی ہاتھ گیا۔ ؎

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دُنیا کو دیکھا نہ دیکھا

اے خدا اگر دُنیا میں آپ کو نہ پایا آپ کی عبادت نہ کی آپ کا نام نہ لیا تو دُنیا میں میرا آنا نہ آنا برابر ہوگیا کوئی فائدہ نہ ہُوا کیونکہ دُنیا کی فیلڈ عبادت کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے ہے یہ کمائی کی جگہ ہے جس کی کمائی وطنِ آخرت میں کھائی جائے گی۔ اگر ہم دنیا کے لئے پیدا ہوتے تو ہم کو موت ہی نہ آتی۔ یہ ہماری کمائی اگر صرف یہاں کے لئے ہوتی تو پردیس سے ہمیں رُخصت نہ ہونا پڑتا کوئی کتنا ہی علاج کرائے لیکن جب وقت آگیا تو ذرا کوئی روک کر دکھائے۔

زندگی کا ویزا ناقابلِ توسیع اور نامعلوم المیعاد ہے آپ یہاں ایک مُلک سے دُوسرے مُلک میں جاتے ہیں تو آپ کو اپنے ویزا کی مدت معلوم ہوتی ہے کہ صاحب تین مہینے کا ویزا ہے اور مدت ختم ہونے کے بعد کوشش کرنے سے توسیع بھی ہوسکتی ہے لیکن زندگی کا ویزا ایسا ہے کہ کسی کو اس کی میعاد کا علم نہیں معلوم نہیں کس وقت ختم ہو جائے اور جب ختم ہوگیا تو توسیع ناممکن۔

اگر کوئی بادشاہ ساری سلطنت حضرت عزرائیل علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دے کہ چند لمحوں کی توسیع کر دیجئے تو موت کا فرشتہ ایک لمحہ کی مُہلت نہ دے گا کیونکہ فرشتے خود مختار نہیں ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کے لئے مقرر ہیں جو حکم ہوتا ہے وہ کرتے ہیں۔ معلوم ہُوا کہ دُنیا پردیس ہے یہاں ہم اس لئے آئے ہیں کہ یہاں سے نیک اعمال کی کرنسی آخرت میں منتقل کرتے رہیں پردیس کی کمائی وطن میں کھائی جاتی ہے

اس لئے وہاں کی فکر کیجئے۔ ہم روٹی جو کماتے ہیں صرف پیٹ بھرنے کے لئے نہیں عبادت کے لئے کماتے ہیں کپڑا پہنتے ہیں تو عبادت کے لئے پہنتے ہیں ہر کام جو اللہ کی رضا کے لئے ہو عبادت ہے۔

ایک شخص نے اپنے مکان میں روشندان بنایا اس سے ایک بزرگ نے پُوچھا کہ یہ کیوں بنایا ہے۔ اس نے کہا کہ ہَوا اور روشنی آنے کے لئے اس اللہ کے ولی نے کہا کہ ظالم اگر تُو یہ نیت کر لیتا کہ اس سے اذان کی آواز آئے گی تو تجھے روشنی اور ہَوا مفت میں ملتی اور تیری اس نیت سے اللہ خوش ہوتا۔

دوستو! ہم اس دُنیا میں عبادت کے لئے پیدا ہوئے ہیں اس ہاتھ کی عبادت یہ ہے کہ کبھی یہ ہاتھ اللہ کے سامنے پھیلا ہوا ہو اور کبھی اس ہاتھ میں غلافِ کعبہ ہو۔ اور کبھی یہ ہاتھ پانچوں وقت نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بندھے ہوئے ہوں۔ اس پیر کی عبادت اور پیر کا شکریہ یہ ہے کہ یہ پیر مسجد تک جائیں تاکہ ہم آپ نماز جماعت سے پڑھیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص بلا عُذر گھر میں نماز پڑھتا ہے اور مسجد میں نہیں جاتا میرا جی چاہتا ہے کہ میں ایسے گھروں میں آگ لگا دوں[۱]۔ جو شخص مسجد میں گیا اس نے پاؤں کا شکر ادا کیا۔ جس نے سجدہ میں سر رکھا اس نے سر کا شکر ادا کیا اور جس کی آنکھوں سے کچھ آنسو اللہ کی راہ میں نکل گئے تو آنکھوں کا شکر ادا ہو گیا۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں کو یاد کر کے روئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو عرش کا سایہ دیں گے[۲] اور وہ بے حساب بخشا جائے گا۔ ان آنسوؤں میں اتنا زبردست اثر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے کہ یا اللہ مجھے قیامت کے دن رُسوا نہ کیجئے۔ جہنّم کی آگ میں نہ ڈالئے اور کچھ آنسو گر گئے تو جہاں جہاں یہ آنسو لگ جائیں گے دوزخ

(۱: ترمذی ج ۱ ص ۵۲) (۲: بخاری ج ۱ ص ۹۱)

کی آگ حرام ہو جائے گی۔ (ابن ماجہ ص۳۱۹)

یہ مُبارک مہینہ رمضان کا ہے اس مہینہ میں فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر اور نفل کا ثواب فرض کے برابر ہے۔ اس لئے اس مہینہ میں تلاوت کر کے نوافل پڑھ کر اس کا ثواب اپنے مُردوں کو بھیجئے اور کچھ مالی خدمت بھی کیجئے کیونکہ میں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ پڑھا ہے کہ مُردوں کو بدنی عبادت کے ثواب سے زیادہ ثواب مال کے دینے سے پہنچتا ہے اور اس مہینہ میں نفلی صدقہ کا ثواب فرض کے برابر ان کو ملے گا۔

لہٰذا آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ جہاں آپ مناسب سمجھیں اور جن پر آپ کو اعتماد ہو اس ادارہ میں جا کر طلباء کی افطاری یا کھانے پینے کے لئے جو کچھ اللہ توفیق دے چپکے سے دے دیجئے اور اللہ سے کہہ دیجئے کہ اے خدا اس مال کو قبول فرما کر اس کا سارا ثواب میری والدہ کو پہنچا دیجئے اور اس کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی بہت بڑی رقم ہو اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ کرے۔ کوئی بہت رئیس ہے اس کو زیادہ دینا چاہئے یہ نہیں کہ ہزار روپیہ دینے کی استطاعت ہے اور دے رہا ہے ایک روپیہ اور کتنا مال خرچ کرے؟ اس کا معیار بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرما دیا کہ اتنا مال اللہ کی راہ میں دے کہ جس سے نفس کو کچھ تکلیف ہو۔

اور غریب اگر ایک روپیہ دے تو وہ بھی بہت ہے ایک روپیہ بھی اگر اللہ کے یہاں قبول ہو جائے تو اس کروڑ روپیہ سے افضل ہے جس میں دِکھاوا ہو اور خلوص نہ ہو، یہ جو ہم اپنے گھروں میں دیگیں چڑھاتے ہیں اس میں واہ واہ ہو جاتی ہے اور حدیث میں ہے کہ صدقہ اس طرح کرو کہ داہنے ہاتھ کی خبر بائیں ہاتھ کو نہ ہو۔ اور یہ تیجا چالیسواں محض رسم ہے کہیں حدیث سے ثابت نہیں۔

صحابہ نے کبھی نہیں کیا۔ محمود غزنوی نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو مسلمان سپاہیوں کی شادی ہندو لڑکیوں سے ہوئی ان کا نیا نیا اسلام تھا ہندوؤں کے یہاں یہ رسم ہے کہ موت کے تیسرے دن پنڈت کڑھاؤ لگا کر پوریاں کچوریاں پکا کر کریا کرم کرتا ہے اسی طرح چالیسویں دن کیا جاتا ہے یہ تیجا چالیسواں انہیں نومسلم ہندو لڑکیوں کے یہاں سے چلا سپاہیوں نے سوچا کہ ابھی ان عورتوں کا نیا نیا اسلام ہے ذرا تسامح برتا کہ بعد میں اصلاح کر دیں گے نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تیجا چالیسواں چل پڑا۔ جیسے اکبر الہ آبادی نے کہا تھا ؎

بوٹ ڈاسن نے بنایا میں نے اک مضموں لکھا
ملک میں مضموں نہ پھیلا اور جوتا چل گیا

وہی معاملہ ہو گیا۔ یہ رسمیں چل پڑیں اور لوگ ان کو دین سمجھنے لگے حالانکہ ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ اب علماء سمجھاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ صاحب یہ وھابی لوگ ہیں ایک عمر تک رسموں میں مبتلا رہنے سے لوگ اسی کو دین سمجھنے لگے اور دین کی بات بتانے والے کو وھابی سمجھنے لگے اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کسی پکی سڑک پر کچا مکان گر جائے اور سڑک پر دو دو فٹ مٹی جم جائے اور اسی حالت میں سو برس گذر جائیں تو لوگ کہتے ہیں کہ صاحب یہ ہمارے باپ دادا کے زمانے کی سڑک ہے ہم اس پر چلتے آرہے ہیں لیکن ایک جاننے والے پرانے شخص نے تاریخ دیکھ کر کہا کہ یہاں تو سیمنٹ کی پکی سڑک تھی اور اس نے پھاوڑا لا کر کھدائی شروع کر دی تو سب سے پہلے اس کو وہابی کا لقب ملے گا کہ یہ شخص ہمارے باپ دادا کے خلاف جا رہا ہے لیکن اس نے لوگوں کی گالیاں برداشت کیں اور کہا کہ تم لوگ کچھ دن بعد میرا شکریہ ادا کرو گے۔ لہٰذا جب مٹی ہٹادی اور سیمنٹ کی سڑک نکل آئی تب لوگوں نے کہا کہ واقعی

صاحب ہم معافی چاہتے ہیں۔ ہم تو کچّی سڑک کو اچھا سمجھ رہے تھے لیکن اب پتہ چلا کہ پکی سڑک کتنی بڑی نعمت ہے۔

ایسے ہی علماءِ دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی سڑک کو جب بدعت کی مٹیوں سے صاف کر دیتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا راستہ مِل جاتا ہے تب لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ کہاں باپ دادا کا طریقہ اور کہاں اللہ کے پیغمبر کا طریقہ۔

تو دوستو! یہ تیجا چالیسواں محض رسمیں ہیں پیسے بھی ضایع ہو رہے ہیں دیگیں چڑھ رہی ہیں اس میں صرف واہ واہ ملتی ہے۔ لیکن یہ سُنّت سے ہٹی ہوئی چیزیں ہیں۔ نہ مُردے کا کوئی فائدہ نہ کرنے والوں کو کوئی ثواب۔

حضرت حکیم الامّت مجدّد الملّت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے وصیت فرمائی تھی کہ جب میں مَرجاؤں تو میرے گھر پر کوئی ایسا اجتماع نہ کرنا۔ جس کا دل چاہے وہ اپنے گھر پر تنہائی میں تلاوت کرکے مجھے ثواب پہنچا دے۔ میں نے بھی اپنی والدہ کے انتقال پر یہی عمل کیا۔ اب قرآن خوانی کے لئے اجتماع کیا جاتا ہے اس میں کھانے پینے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ بعض وقت برادری والوں کو دوست احباب کو موقع نہیں ہوتا۔ لیکن اکثر صرف اس لئے آتے ہیں کہ صاحب اگر آج ہم ان کے یہاں نہ جائیں گے تو وہ کل ہمارے یہاں نہیں آئیں گے۔ یہ سب دُنیا ہے۔ اللہ کے لئے کوئی بہت ہی کم آتا ہے۔ جب نیت ہی صحیح نہیں ہوتی تو ثواب کیا ملے گا۔ ہم لوگ عُلماء سے پُوچھتے نہیں کہ صحابہ نے بھی کبھی قرآن خوانی کے لئے ایسا اجتماع کیا تھا یا نہیں۔ اگر پُوچھیں تو معلوم ہوگا کہ صحابہ نے کبھی

اس قسم کا اجتماع نہیں کیا، اپنے اپنے گھر پر پڑھ کر بخش دیتے تھے۔ بس جو چیز صحابہ نے نہیں کی اس میں برکت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا آپ بھی ہمت کر کے اپنی برادری والوں سے کہہ دیجئے کہ ہم نہ تیجا کریں گے نہ چالیسواں کریں گے جس کو ہم سے محبت ہے وہ اپنے اپنے گھر پر قرآن پڑھ کر میری والدہ کو ثواب پہنچا دے۔

اور ایک دُوسری خرابی یہ ہے کہ مُردوں کو ایصالِ ثواب کے لئے لوگ دیگیں پکوا کر یا نقد روپیہ لے جا کر جو جھونپڑیوں میں مانگنے والے پیشہ ور بیٹھے ہُوئے ہیں اُن کو دے آتے ہیں۔ حالانکہ ان میں کوئی بھی غریب نہیں۔ میں بیس سال ناظم آباد میں رہا ہوں سامنے جھونپڑیاں تھیں، دن بھر بھیک مانگتے ہیں اور شادیوں میں ہاتھی بُلایا جاتا ہے میں نے خود آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وردی پوش بینڈ باجے والے لاتے تھے۔ زکوٰۃ کھاتے ہیں صدقہ وخیرات لیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ عورتوں کے ہاتھوں میں سونے کی چُوڑیاں چڑھی ہُوئی ہیں۔ گانجہ اور چرس پیتے ہیں، ریڈیو پر گانے سُنتے ہیں، نماز ایک وقت کی نہیں پڑھتے۔ لیکن بُدھو لوگ ان کو جا کر زکوٰۃ خیرات دے آتے ہیں۔ ظالم پُوچھتے بھی نہیں عُلماء سے کہ ہمیں کہاں دینا چاہیئے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کی قبر پر ایک معذور بیٹھا رہتا تھا اس کا ایک ہاتھ ٹیڑھا تھا ہم لوگ بھی اس کو کچھ دے دیتے تھے کہ مجبُور ہے۔ ایک دن میرے مطب پر آیا اور کہا کہ صاحب میری شادی ہونے والی ہے کوئی زبردست معجون دے دیجئے میں نے کہا کہ بھائی زبردست معجون کے لئے پیسہ بھی زبردست لگے گا۔ کہنے لگا کہ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار کا ہوگا اور کیا ہوگا۔ میں نے کہا کہ

تم تو بھیک مانگتے ہو پیسہ کہاں سے لاؤ گے۔ اس نے میرے کان میں کہا کہ میرا اکاؤنٹ ہے بینک میں، آپ کوئی فکر نہ کریں۔ آج کل جن کو ہم غریب سمجھتے ہیں ان پر خود زکوٰۃ فرض ہے۔ انہوں نے مانگنا پیشہ بنا رکھا ہے۔ ہر چورا ہے پر آپ کو ملیں گے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو پیشہ ور کو دیتا ہے وہ اس کی عادت خراب کر رہا ہے اس لئے وہ بھی گنہگار ہوگا۔ لہٰذا پیشہ وروں کو دینا جائز نہیں۔ اور یہ لوگ ایکٹنگ کرنا بھی خُوب جانتے ہیں۔ ایک کو دیکھا کہ سڑک پر بیٹھا ہُوا ہے اور سَر ہلا رہا ہے جیسے رعشہ کا مریض۔ پھر ایک دن اپنی جھونپڑی میں نظر آیا، دیکھا کہ بالکل صحیح ہے، ذرا بھی گردن نہیں ہل رہی تھی بس اس زمانہ میں ان پیشہ وروں کو دے کر اپنا پیسہ ضایع نہ کیجئے۔ ان کا غول کا غول ہے۔ یہ یہاں سے عرب بھی جاتے ہیں وہاں بھیک بھی مانگتے ہیں اور جیب بھی کترتے ہیں۔ مُلتزم جہاں پر انسان رو رو کر اللہ سے دُعا کرتا ہے وہیں یہ حاجی کی جیب صاف کر دیتے ہیں۔ لہٰذا ان کو نہ دیجئے۔ آج کل اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا بہترین مصرف دینی ادارے ہیں۔ دینی اداروں میں جو کام ہوتا ہے یہ صدقۂ جاریہ ہے۔ کیونکہ جو حافظ ہوگیا وہ دُوسروں کو حافظ بنائے گا۔ ایک عالم بن گیا وہ دُوسروں کو عالم بنائے گا۔ اس طرح قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور قیامت تک ثواب پہنچتا رہے گا۔ مدارس سے اُمت تک دین پہنچتا ہے اور کام آگے بڑھتا رہتا ہے۔

اگر میں نے اعظم گڑھ میں علم دین نہ پڑھا ہوتا تو آج آپ کو قرآن و حدیث کیسے سُناتا میں تو حکیم تھا اگر بعد میں علمِ دین حاصل نہ کرتا تو صبح صبح مریضوں کے پیشاب پاخانہ کا معائنہ کرتا۔ بارہ سال تک دُعا کرتا رہا کہ اے اللہ

دُنیا کے کاموں میں میرا دل نہیں لگتا۔ اپنے نام کے صدقہ میں مجھے دو روٹی عطا فرما دیجئے اور اپنے ذِکر کے علاوہ مجھے کسی کام میں مشغول نہ کیجئے اور میری رُوح کو ایسی تیز والی محبّت عطا کر دیجئے کہ مجھ کو دیکھ کر آپ کے بندوں کے دل آپ کے لئے تڑپ جائیں۔ الحمدُ للہ دس بارہ سال سے میں بالکل دوا خانہ جاتا ہی نہیں۔ دوا خانہ۔ کتب خانہ میرے بیٹے مولانا محمد مظہر سلمہٗ چلا رہے ہیں۔ میں وہاں بیٹھتا ہی نہیں۔ اللہ کا شکر ہے اللہ کے نام کے صدقہ میں تمام ضرورتیں بھی پُوری ہو رہی ہیں۔

ایک بزرگ دُعا کر رہے تھے کہ اے اللہ آپ کا بہت بڑا نام ہے جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنی مہربانی اور رحمت ہم پر کر دیجئے۔ دیکھئے کیسی پیاری دُعا ہے بعض وقت مجذوب سیدھے سادے دیہاتی اللہ والوں کے مُنہ سے ایسی دُعا نکل جاتی ہے کہ بڑے بڑے عالم حیران رہ جاتے ہیں۔ بتائیے کیسی دُعا ہے کہ اے اللہ آپ کا بہت بڑا نام ہے ہم اپنی نالائقی کا اعتراف کرتے ہُوئے آپ سے مانگتے ہیں کیونکہ آپ کریم ہیں اگر آپ کریم نہ ہوتے تو ہمارا منہ اس قابل نہیں تھا کہ آپ سے ہم کچھ مانگ سکتے۔ لیکن آپ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام کریم ہے اور کریم کی تعریف محدّثین نے یہ کی ہے کہ

اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِغَیْرِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَبِدُوْنِ الْمِنَّۃِ

جو بلا حق اور بلا قابلیت دے دے نا اہلوں پر فضل فرما دے۔ لہٰذا ہم اپنی نالائقی اور نا اہلیت کے باوجود آپ سے مانگتے ہیں؛ ان شاء اللہ یہ دُعا رَد نہیں ہوگی گنہگاروں کی دُعا بھی قبول ہو جائے گی اگر یا کریم کہہ کر مانگا۔ ورنہ شیطان بہکاتا ہے کہ ارے تیری دُعا کیا سُنیں گے تیرا مُنہ اس قابل کہاں۔ میں کہتا ہوں

کہ ہم اپنا منہ کیوں دیکھیں ہم اپنے اللہ کو کیوں نہ دیکھیں جو کریم ہیں۔
ایک بزرگ نے شیطان کو خوب جواب دیا جو ان کو اللہ کی رحمت سے مایوس کرنا چاہتا تھا فرماتے ہیں ؎

مجھے اُس کریم مطلق کے کرم کا آسرا ہے
ابے اوگنہ کے بچے! مجھے کیا ڈرا رہا ہے

ایران کا ایک بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے ملازم رمضانی سے کہا کہ رمضانی مگساں می آیند۔ اے رمضانی میرے پاس مکھیاں آرہی ہیں۔ اس نے کہا حضور! ناکساں پیش کساں می آیند۔ نالائق لائق کے پاس آرہی ہیں۔ اس کی عبارت کی لذت اور ادبیت کو دیکھئے کہ مگساں پر ناکساں کا قافیہ کیسا لگایا۔ بادشاہ نے اس کو بہت بڑا انعام دیا۔ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو پڑھ کر مست ہو جاتے تھے۔ غضب کا جملہ کہا کہ نالائق لائق کے پاس آرہی ہیں۔ بس کیونکہ ہم نالائق ہیں جب ہی تو لائق کے پاس جارہے ہیں اپنے اللہ کے پاس جو کریم ہیں اور کریم وہی ہوتا ہے جو نالائقوں پر مہربانی کر دے۔ جو لیاقت اور صلاحیت دیکھ کر دے وہ سخی تو ہو سکتا ہے کریم نہیں ہو سکتا۔ بس آپ کو زندگی بھر کے لئے اختر یہ نسخہ دے رہا ہے کہ جب بھی دُعا مانگیں تو یہ سمجھ کر مانگیں کہ ہمارا پالا ایک کریم مالک سے ہے جو نااہلوں پر اپنی عطاؤں کی بارش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کہئے کہ اے اللہ آپ کریم ہیں ہم کو اپنی نالائقی کا اعتراف ہے۔ ہم کو اپنے نالائق ہونے میں شک نہیں۔ لیکن اے خدا آپ کے لائق اور کریم ہونے میں بھی شک نہیں کیونکہ آپ نے اپنے ننانوے ناموں میں سے اپنا ایک نام کریم بھی بتایا ہے۔ لہٰذا اپنی رحمت سے میری دُعا کو قبول کر لیجئے اور اس نالائق اور نااہل پر اپنے کرم کی بارش کر

دیجئے۔ مانگ کر تو دیکھئے پھر دیکھئے کیا ملتا ہے اگر ہم خدا سے خدا کو مانگ لیں تو اللہ والے بھی بن جائیں کیونکہ رمضان میں عرش اُٹھانے والے جتنے بھی فرشتے ہیں سب کو حکم ہوگیا ہے کہ اب تم سُبحان اللہ الحمدللہ مت پڑھو میری پاکی اور حمد اور عظمت شان بیان مت کرو بلکہ میرے بندے جو روزے رکھ رہے ہیں تم ان کی دُعاؤں پر آمین کہتے رہو۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کا کیا پیار اور کیا کرم ہے کہ رمضان میں فرشتوں سے اپنی عظمت و تعریف سب بند کرا دیتے ہیں اور ان سے فرماتے ہیں کہ بس میرے روزہ داروں کی دُعاؤں پر آمین کہتے رہو۔ سُبحان اللہ !

آجکل رحمت کے دروازے کھُلے ہُوئے ہیں۔ خُوب مانگیئے۔

بس آخر میں پھر یہی عرض کرتا ہوں کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے تو اس وقت دو کاموں کا حکم ہے ایک تو مرنے والے کو ثواب پہنچانا بدنی عبادت سے بھی اور مالی عبادت سے بھی اور دُوسرے ان کے جانے سے پسماندگان کو یعنی رہ جانے والوں کو سبق حاصل کرنا کہ آج ان کی اور کل ہماری باری ہے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی طرح ہم بھی اس دُنیا سے جا رہے ہوں گے اور آج کل تو ایمرجنسی ویزے آرہے ہیں۔ ۴۵ سال کے مولانا سعدی مکہ شریف میں رہتے تھے بڑے رئیس تھے بڑے بڑے مکانات تھے۔ اچھے خاصے تھے۔

اچانک ٹیلیفون آتا ہے کہ چائے پی رہے تھے ہاتھ سے چائے کی پیالی گری اور انتقال ہوگیا۔ نہ کوئی دل کی بیماری تھی خُوب اچھی صحت تھی اس لئے دوستو اپنے پیاروں کے انتقال سے ہم سب کو سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ ایک دن ہم کو بھی زمین کے نیچے جانا ہے۔ مُردہ جب قبر کے اندر جاتا ہے تو زبانِ حال سے کہتا ہے ؎

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو ! شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

اور بزبانِ حال دُوسرا شعر بھی پڑھتا ہے ؎

دبا کے قبر میں سب چل دیئے دُعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہوگیا زمانے کو

جن ماؤں نے ہمیں مر مر کے پالا تھا انہیں ماؤں پر آج ہم نے خدا کے حکم سے مٹی ڈالی ہے ۔ یہ دن سب کو آنا ہے۔ اس لئے اس سے سبق حاصل کریں یعنی جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لئے تیاری کریں۔

ایک بزرگ نے ایک شخص کو دو مختصر سی نصیحت فرمائی جس نے کہا تھا مختصر سی نصیحت کر دیجئے زیادہ لمبے وعظ کا وقت نہیں۔ انہوں نے دو جُملوں میں پُورا دین پیش کر دیا۔ فرمایا کہ دُنیا کے لئے اتنی محنت کرو جتنا دُنیا میں رہنا ہے اور آخرت کے لئے اتنی محنت کرو جتنا وہاں رہنا ہے۔ دونوں زندگیوں کا توازن نکال کر عقل و ہوش سے کام کرو کہ دُنیا کے لئے کتنی محنت کرنی چاہیئے اور آخرت کے لئے کتنی محنت کرنی چاہیئے۔

بس اب دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مرحُومہ والدہ حفیظ الرحمٰن کی بے حساب مغفرت فرمائے اور ہم سب کے والدین اور اعزاء و اقربا جو جا چکے ہیں سب کی بے حساب مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سب کو آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے اور اے اللہ آپ ہم سے راضی ہو جائیے۔ اور اے اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیے کہ ہم ایک لمحہ کو بھی آپ کو ناراض نہ کریں۔ ہمارا کوئی سانس بھی آپ کے غضب و ناراضگی کے سائے میں نہ گذرے۔

ہماری زندگی کے جو شعبے آپ کی مرضی کے خلاف ہیں اے اللہ ہمیں موت

نہ دیجئے جب تک ہم ان کو آپ کی مرضی کے مطابق نہ بنالیں اے اللہ آپ ہم سے راضی ہو جائیے آپ کی رضا اور خوشی سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی انعام نہیں اور اپنے اپنے وقت پر ایمان کامل پر ہم سب کا خاتمہ فرمائیے۔ اور بے حساب مغفرت کو مقدر فرما دیجئے۔

خوش سلامت ما بہ ساحل باز بر
اے رسیدہ دست تو در بحر و بر

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۝

—o—

انعامِ غم

ہر تلخیِ حیات و غمِ روزگار کو
تیری مٹھاسِ ذکر نے شیریں بنا دیا
گذرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے
وہ نامراد کلی گرچہ ناشگفتہ ہے
ولے وہ محرمِ رازِ دلِ شکستہ ہے
تری طاعت کے صدقے لطفِ جنت زندگی میں ہے
خلش حاصل جو تیرے غم کی میری بندگی میں ہے
(حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب)

سِلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۷

خوشگوار ازدواجی زندگی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نام وعظ : خشگوار ازدواجی زندگی

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

۲۵ر محرّم الحرام ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۷ر اگست ۱۹۹۰ء بروز جمعۃ المبارک تقریباً ساڑھے بارہ بجے دوپہر، مسجد اشرف خانقاہ گلشن اقبال کراچی میں جناب سیّد سعید اللہ حسینی صاحب کی صاحبزادی کا عقد مسنونہ نہایت سادگی کے ساتھ سُنّت کے مطابق ہُوا۔ حضرت اقدس مُرشدنا و مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم اپنے مواعظ میں گاہ بہ گاہ شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات کے منکرات و رسُومات کا رد اپنے خاص محبت بھرے انداز میں فرماتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے پچھلے چند سالوں میں الحمدُللہ تعالیٰ کئی احباب کو اس کی توفیق ہُوئی کہ انہوں نے خاندانی روایات کو چھوڑ کر مسجد اشرف میں سُنّت کے مطابق اپنی اولاد کا نکاح کیا اور انہوں نے کہا کہ سنّت پر عمل کی برکت سے ہم بہت سے جھنجھٹ اور عذاب سے بچ گئے ورنہ یہی نکاح اگر میرج ہال میں ہوتا تو ہزاروں رُوپے ہال کے کرایہ اور ڈیکوریشن کھلانے پلانے اور ریاء و نمود کی فضول رسموں میں ضایع ہوجاتے اور گناہ کا وبال الگ ہوتا۔ سنّت پر عمل سے دین کا فائدہ تو ہے ہی دُنیا کا نفع بھی ہے اور راحت و سکون نصیب ہوتا ہے۔

نکاح سے قبل ساڑھے گیارہ بجے مسجد میں سالکین کے ہفتہ واری اجتماع میں حضرت والا دامت برکاتہم نے میاں بیوی کے حقوق اور باہمی معاشرت کے بارے میں نہایت اثر انگیز اور قرآن و حدیث سے مدلّل بیان فرمایا جس سے حاضرین کرام کو بہت نفع ہُوا۔ جناب سیّد سعید اللہ حسینی صاحب اور ان کے اہلِ خاندان حضرت والا دامت فیوضہم

سے نہایت محبت کا تعلق رکھتے ہیں انہوں نے اور بہت سے دیگر حضرات نے کہا کہ یہ وعظ نہایت نافع اور عجیب التاثیر ہے اور خواہش ظاہر کی کہ اس کو شایع کر دیا جائے تاکہ اس کا نفع عام ہو۔ لہٰذا کیسٹ سے نقل کر کے ہدیۂ ناظرین ہے۔

والدین کو ایک مشورہ ہے کہ اپنے بیٹا بیٹی کے نکاح کے موقع پر یہ رسالہ ان کو ہدیہ دے دیا کریں۔ اس میں پُرلطف و پُرسکون گھریلو زندگی کی ضمانت ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس رسالہ کو حضرت والا دامت برکاتہم نے از اول تا آخر خود بھی مطالعہ فرما لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نفع کو عام و تام فرماویں اور شرفِ قبولیت عطا فرماویں۔

آمین

جامع

یکے از خدام حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب
دامت فیوضہم

انجامِ حُسن

کِسی گلفام کو کفنا رہا ہوں
جنازہ حُسن کا دفنا رہا ہوں
لگانا دل کا ان فانی بُتوں سے
عبث ہے دل کو یہ سمجھا رہا ہوں

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب)

خوشگوار ازدواجی زندگی

(قرآن وسنّت کی روشنی میں)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ وَقَالَ تَعَالٰی ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا﴾ وَقَالَ تَعَالٰی ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴾ وَقَالَ تَعَالٰی ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ النِّکَاحِ بَرَکَةً اَیْسَرُہٗ مَؤُنَةً وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْاَةُ کَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا کَسَرْتَهَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ

بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ رواه البخاری۔ وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْلِبْنَ كَرِيْمًا وَيَغْلِبُهُنَّ لَئِيْمٌ فَاُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ كَرِيْمًا مَغْلُوْبًا وَلَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ لَئِيْمًا غَالِبًا

آپ حضرات کے سامنے آج میاں بیوی کے حقوق اور نکاح سے متعلق نکاح کے موقع پر جو خطبہ پڑھا جاتا ہے اس کی چار آیتیں تلاوت کی گئیں اور چار حدیثیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنائی گئیں۔ اب ان کا ترجمہ اسی ترتیب سے کرتا ہوں جس ترتیب سے تلاوت کی گئی ہیں جس کو عربی میں لف ونشر مرتب کہتے ہیں۔

۱: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (پارہ ۴، سورہ آل عمران)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اتنا ڈرو کہ اللہ سے ڈرنے کا حق ادا کر دو۔ معلوم ہوا کہ تھوڑا سا ڈرنا اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کتنا ڈرنا پسند ہے۔ فرماتے ہیں حَقَّ تُقٰتِهٖ ڈرنے کا حق ادا کر دو یعنی کامل تقویٰ اختیار کرو۔ اب سوال یہ ہے کہ ڈرنے کا حق کیا ہے؟ کامل تقویٰ کس چیز کا نام ہے؟ قرآن پاک کا معاملہ ہے۔ یہاں جہالت کے تصورات کام نہیں دے سکتے جب تک کہ مفسرین کی بڑی بڑی تفسیروں سے انسان رجوع نہ کرے۔ اس آیت کی تفسیر حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں فرمائی ہے کہ ڈرنے کے حق سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے یعنی

كَمَا اَنْتُمْ تَرَكْتُمُ الْكُفْرَ وَالشِّرْكَ اُتْرُكُوا الْمَعَاصِيَ كُلَّهَا

اے ایمان والو! جس طرح تم نے کفر و شرک سے توبہ کر لی، تم کفر و شرک سے جس طرح بچتے ہو اسی طرح تمام گناہوں سے بھی بچو۔ جو شخص کفر سے بچتا ہے شرک

سے بچتا ہے لیکن گناہ نہیں چھوڑتا اس نے اللہ سے ڈرنے کا حق ادا نہیں کیا۔ لہٰذا یہاں حق ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان لا کر جس طرح تم کفر اور شرک سے بچتے ہو ہماری نافرمانی سے بھی بچو، گناہوں سے بچو، سب گناہ چھوڑ دو۔

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

اور تمہیں موت نہ آئے مگر حالتِ اسلام میں۔

یہ پہلی آیت کا ترجمہ ہو گیا مع تفسیر کے۔

دُوسری آیت (پارہ ۴ سورہ نساء) میں اللہ سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اے دُنیا کے تمام انسانو! یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ساری دُنیائے انسانیت مخاطب ہے کہ اے دنیا کے سارے انسانو! اتَّقُوْا رَبَّكُمُ اپنے رب سے ڈرو الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا۔ اس آیت کی تفسیر میں حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کرنے کی تین قسمیں اس آیت میں بیان کی ہیں ۱؎ اَلَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ تم سب کو ایک جان سے یعنی بابا آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے اور بابا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا بغیر ماں باپ اور اسباب و وسائل کے۔ تو اللہ نے اس پیدائش میں اپنی قدرت ظاہر کر دی کہ اللہ تعالیٰ اسباب و وسائل کے محتاج نہیں ہیں وہ چاہیں تو بے جان مٹی سے جاندار کو پیدا کر دیں۔ پس اے دنیا کے انسانو! ایسی زبردست قدرت والے مالک سے ڈرو۔ تو یہ پیدائش کی پہلی قسم ہو گئی یعنی بے جان سے جاندار کا پیدا کرنا۔

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور اس جاندار سے اُس کا جوڑا پیدا کیا یعنی بابا آدم علیہ السلام سے اللہ نے ان کی بی بی کو پیدا کر دیا۔ یہ دوسری قسم ہو گئی پیدائش کی کہ اللہ چاہے تو زندہ سے زندہ کو پیدا کر دے بغیر مرد اور عورت کے اختلاط و تعلق کے کیونکہ حضرت حوّا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں۔ اور فرماتے ہیں وَبَثَّ مِنْهُمَا

رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَآءً اور ان دونوں سے یعنی بابا آدم اور مائی حوا سے تم سب کو پیدا کیا اور پیدائش کی یہ تیسری شکل ہوگئی اور قیامت تک یہ سلسلہ پیدائش کا جاری رہے گا۔ ان دو سے چار ہوئے اور چار سے آٹھ یہاں تک کہ آج ساری دُنیا میں انسان ہی انسان نظر آتے ہیں۔ اور اللہ سب کو رزق دے رہا ہے۔ فیملی پلاننگ اور منصوبہ بندی کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو اللہ رُوح ڈال سکتا ہے وہ روٹی بھی دے سکتا ہے۔ روٹی سے زیادہ رُوح قیمتی ہے۔ لاکھوں روٹیاں موجود ہیں ڈاکٹر بھی موجود ہیں مگر رُوح نکل جانے کے بعد کوئی رُوح نہیں دے سکتا اور روٹیوں کا انتظام ہو سکتا ہے۔ خواہ مخواہ یہ کافر حماقت سے روٹیوں کی فکر میں رہتے ہیں۔ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ دیکھو بکرا بکری اور بیل گائے کی ہر سال قربانی ہوتی ہے اور یہ جانور ہر سال مل جاتے ہیں۔ کوئی کمی نہیں ہوتی اور کُتے کُتیا اور سُور وغیرہ کی قربانی نہیں ہوتی اور ان کی پیدائش بھی خُوب ہوتی ہے مگر نظر نہیں آتے برکت نہیں ہے۔ قربانی میں اللہ کے نام پر ذبح ہونے سے برکت ہوتی ہے۔ ایک ہندو نے کہا کہ مسلمان بہت سخت دل ہیں کہ جانور پر چُھری پھیر دیتے ہیں۔ حکیم الامت نے اس کا جواب دیا کہ تم لوگ جو جھٹکا کرتے ہو یعنی بغیر اللہ کا نام لئے جانور کو کاٹتے ہو اس سے اسے تکلیف ہوتی ہے لیکن جب بسم اللہ پڑھ کر جانور کو ذبح کیا جاتا ہے تو اللہ کے نام سے وہ مست ہو جاتا ہے "انڈر کلوروفارم" ہو جاتا ہے عشقِ الٰہی میں مَست ہو کر جان دیتا ہے۔ ان کا نام ایسا پیارا نام ہے۔

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے
عاشقوں کا مینا اور جام ہے

صحابہ کو عشقِ الٰہی میں جب تیر لگتا تھا تو کہتے تھے فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔ اللہ کے نام پر سب تکلیفیں آسان ہو جاتی ہیں

اسی لئے اللہ کی محبت سیکھنا فرض ہے۔ اگر اللہ پاک کی محبت انسان سیکھ لے تو دنیا ایسی مزے دار ہوجاتی ہے کہ میں کیا کہوں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اور اے لوگو! تم اس اللہ سے ڈرو جس کے نام کے ذریعہ تم ایک دُوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو یعنی جس کے نام کے صدقہ میں تم اپنا حق مانگتے ہو۔ کیا کہتے ہو جب کسٹومر (گاہک) بقایا نہیں دیتا اور بقایا نہ ملنے سے پریشانی کا ٹیومر نکل آتا ہے تو کہتے ہو اللہ کے نام پر میرا بقایا دے دو خدا سے ڈرو۔

تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جس اللہ سے ڈرا کر تم اپنا حق مانگتے ہو اس اللہ ہی سے ڈر کر اپنے رشتہ داروں کا حق بھی ادا کرو، ان کے حقوق ضایع کرنے سے ڈرو۔ تمہارے ذمہ جن جن کا حق ہے وہ بھی ادا کرو۔ یعنی بیوی بچّوں کا حق، خون کے رشتوں کا حق۔

وَالْاَرْحَامَ سے کیا مُراد ہے۔ اکثر لوگ ارحام یعنی خون کے رشتے خالی اپنے ماں باپ بہن بھائی کے رشتے کو سمجھتے ہیں یعنی صرف اپنے ماں باپ بہن بھائی دادا دادی نانا نانی وغیرہ کو خون کا رشتہ سمجھتے ہیں لیکن بیوی کے رشتہ داروں کو خون کا رشتہ نہیں سمجھتے۔ اس لئے آج میں اس آیت کی تفسیر نقل کر رہا ہوں جو علامہ آلوسی السید محمود بغدادی نے تفسیر رُوح المعانی میں کی ہے اور میں عربی عبارت بھی نقل کر رہا ہوں تاکہ اہلِ علم بھی مزہ پائیں۔ فرماتے ہیں: اَلْمُرَادُ بِالْاَرْحَامِ الْاَقْرِبَاءُ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ وَ مِنْ جِهَةِ النِّسَاءِ یعنی خون کے رشتوں سے مُراد وہ رشتے بھی ہیں جو ہمارے خاندانی بنتے ہیں اور وہ رشتے بھی ہیں جو بیوی کی طرف سے بنتے ہیں یعنی بیوی کی اماں جس کا نام ساس اور بیوی کے ابا جس کا نام خسر ہے۔ خسر کے معنی ہیں بادشاہ، فارسی میں خسر اور اُردو میں سسر کہتے ہیں اور بیوی کا بھائی جس کو انگریزی والے تو بے چارے برادر اِن لا کہتے ہیں مگر اردو میں بعض لوگ اس کو سالا کہہ دیتے ہیں لیکن ہمارے بزرگوں نے فرمایا

کہ لفظ سالے سے احتیاط کرو۔ یہی کہہ دو کہ میری بیوی کے بھائی ہیں یا بچوں کے ماموں ہیں اور اگر اُردو اچھی آتی ہے تو برادرِ نسبتی کہہ دیجئے۔ چلئے اگر آپ "انگلش مین" ہیں تو برادر اِن لا ہی کہہ دیجئے لیکن لفظ سالے سے احتیاط کیجئے کیونکہ یہ لفظ اب گالیوں میں استعمال ہوتا ہے۔

تو خون کے رشتوں سے مُراد ماں باپ بہن بھائی دادا دادی نانا نانی بھی ہیں اور نکاح ہونے کے بعد بیوی کے ماں باپ دادا دادی اور بھائی وغیرہ بھی خون کے رشتوں میں داخل ہیں۔ اگر ان کو فاقہ ہوگیا اور اس نے اپنا پیٹ بھر لیا تو قیامت کے دن اس سے مواخذہ ہوگا۔ ان کی دیکھ بھال بھی رکھیئے۔ اگر کسی کے ساس سسر یا برادرِ نسبتی غریب ہوں اور ان کو فاقہ ہو رہا ہو تو اگر اللہ نے دیا ہے تو ان کی دیکھ بھال کرنا گویا کہ اپنے ماں باپ اور اپنے بھائی کی دیکھ بھال کرنا ہے۔ اپنے ماں باپ کے حقوق اور عزت کو تو لوگ جانتے ہیں لیکن بیوی کے ماں باپ کی عزت کرنا بھی اپنے ماں باپ کی طرح عزت میں داخل ہے۔

اور ذرا ذرا سی بات میں اپنی حکومت بھی نہ جتایئے مثلاً ساس بیمار ہے اور داماد صاحب آگئے۔ اس نے کہا کہ بیٹا آجکل مجھے دست لگ رہے ہیں، بیٹی مجھ کو کھچڑی پکا کر دے دیتی ہے بے چاری، ایک ہی بٹیا ہے۔ آپ دو دن بعد لے جایئے، تو کہتے ہیں نہیں نہیں۔ نکاح کے بعد اب تمہاری حکومت ختم۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ واہ رے مولانا! خوب آیت یاد کی ہوئی ہے۔ میری حکومت ہے۔ یہ حکومت ہے یا بے رحمی ہے۔ نالائقی ہے۔ اس شخص کے اخلاق بالکل گرے ہوئے ہیں۔ اگر اپنی ماں بیمار ہوتی تو کیا کرتے جو وہاں کرتے وہی یہاں بھی کرو۔ رحم کرو۔ خود پکا لو یا ہوٹل میں کھا لو۔ آپ کی بیوی دو ایک روز اور رہ جائے گی اپنی ماں کی خدمت کرلے گی تو کون سا غضب ہو جائے گا۔ جس نے پالا ہے سولہ سال تک کیا نکاح کے بعد اس کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ رحمت کی شان کے خلاف ہے، یہ بہت سخت دلی کی بات ہے۔ فوراً کہیئے

بہت اچھا دو دن نہیں آپ چار دن رکھیئے۔ جب آپ کی طبیعت خُوب ٹھیک ہوجائیگی تب آؤں گا۔ بلکہ آ آکر خیریت بھی پُوچھئے خود بھی کھچڑی پکانے میں لگ جائیے۔ ساس کو اماں کہئے کہ اماں جی لائیے میں بھی آپ کی کچھ خدمت کردوں۔ بیٹی دی ہے، جگر کا ٹکڑا دیا ہے۔ مُفت میں نہیں پایا ہے آپ نے۔ ماں باپ اپنے جگر کا ٹکڑا پیش کرتے ہیں مگر اس جگر کے ٹکڑے پر جیسا رحم کرنا چاہیئے ویسا نہیں کرتے۔ عجیب معاملہ ہے کہ اپنی بیٹی کو اگر داماد ذرا سا ستا دے فوراً پیر صاحب کے یہاں حاضر کہ تعویذ چاہیئے صاحب۔ ایسا تعویذ کہ داماد بالکل لٹو ہوجائے اور جو بیوی کہے اس کی بات مانے، اس کی محبت میں اندھا ہوجائے ایسا تعویذ کہ بھیڑ اور دُنبہ بنادو اشاروں پر ناچے۔ یہ کیا باتیں ہیں۔ ایسا تعویذ دینا تو جائز بھی نہیں ہے جتنا شریعت سے حق ہو وہ ادا کرے۔ اسی لیئے تعویذ میں برائے ادائگی حقوق جائز لکھا جاتا ہے جاہل پیروں کی بات میں نہیں کرتا۔ جو اللہ والے پیر ہیں وہ تعویذ بھی دیتے ہیں تو یہ جملہ لکھتے ہیں "برائے ادائگی حقوق جائز"، لیکن اپنی بیٹی کے لئے تعویذ مانگنے والو! تمہاری بیویاں بھی کسی کی بیٹیاں ہیں۔ اگر آپ کے مزاج میں غصّہ ہے تو خود اپنے لئے جاکر تعویذ لے آئیے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سات مرتبہ پڑھ کر کھانے پر دَم کیجئے۔ بچّوں کے کھانے پر بھی دَم کردیں تاکہ بچے بھی غصہ والے نہ ہوں۔ بلکہ اگر اس دم کئے ہُوئے پانی سے آٹا گوندھا جائے کھانا پکایا جائے تو انشاء اللہ سارے گھر پر شانِ رحمت کی بہار آجائے گی۔ جو شخص اپنے لئے تعویذ لے کہ صاحب میرے اندر غصّہ بہت ہے۔ بعض وقت میں بیوی کو سخت بات کہہ دیتا ہوں بے چاری ساری رات روتی ہے، آپ مجھے کوئی ایسا تعویذ دے دیجئے کہ میرا غصّہ کم ہوجائے تب وہ انسان ہے اس کو احساس تو ہے۔

چھ مہینے پہلے جدّہ سے ایک خط آیا تھا کہ میرے گھر میں بڑی لڑائی رہتی ہے۔

میاں بیوی میں بچوں میں ہر ایک میں غصہ ہے۔ سب افلاطون سے کم نہیں ہیں۔ میں نے ان کو لکھ دیا کہ جب دسترخوان لگ جائے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سات مرتبہ پڑھ کر کھانے پر دم کر کے کھائیں اور چلتے پھرتے سب لوگ یا اللہ یارحمٰن یارحیم پڑھا کریں بقدرِ تحمل۔ اور جن کے مزاج میں زیادہ غصہ ہو وہ ٹھنڈے پانی میں گلوکوز حل کر کے ایک لیموں نچوڑ کر تین چمچہ اسبغول کی بھوسی بھی ڈال دیں، تاکہ خون میں گرمی اور حدت نہ رہے۔ اس کو روزانہ پئیں۔ ایک مہینے بعد خط آیا کہ سارے گھر میں سکون ہو گیا اور بڑی دُعائیں لکھیں۔

یہ غصہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ اس بیماری سے کتنے لوگوں کے گھر اُجڑ گئے۔ ایک شخص نے بارہ بجے رات کو میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، جب میں ناظم آباد میں رہتا تھا۔ مجھے بہت ناگوار ہوا کہ جس سے دُنیا کا کوئی کام اَٹکا ہو اس کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کریں گے اور مولوی کا دروازہ جب چاہو کھٹکھٹا دو۔ اس نے کہا کہ صاحب بہت مجبوری میں آیا ہوں۔ غصہ میں میں نے بیوی کو تین طلاق دے دی، اب میرا غصہ جب ٹھنڈا ہُوا تو میری نیند حرام ہو گئی ہے۔ میرا تو ہارٹ فیل ہو رہا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں پر پیار آ رہا ہے اور بیوی کی بھی یاد آ رہی ہے۔ اب میں کیا کروں۔ میں نے کہا کہ تم نے تو تینوں تیر نکال دئے دینا ہی تھا ظالم تو دو ہی طلاق دیتا۔ ایک تیر تو اپنے پاس رکھتا۔ کہنے لگا کہ صاحب غصہ میں میں پاگل ہو گیا تھا۔ غصہ میں پاگل ہو گئے تھے تو اب بھگتو۔ طلاق تو ایسی چیز ہے کہ ہنسی مذاق میں دے دو تب بھی ہو جاتی ہے اور غصہ میں پاگل ہو کر دو تب بھی ہو جاتی ہے۔

مگر غصہ کے پاگل پن پر ہمارے ایک دوست ڈاکٹر احسن صاحب، ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ کی ایک بات یاد آ گئی۔ مجھ سے ایک دن کہنے لگے کہ غصہ کبھی پاگل نہیں ہوتا۔ غصہ تو بڑا عقل مند اور ہوشیار ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ

کیسے؟ کہنے لگے کہ ایک شخص اگر سیر بھر ہے اور اس کو غصہ آرہا ہے کسی کمزور پر، کہہ رہا ہے کہ ہٹ جاؤ میں اس وقت پاگل ہورہا ہوں لیکن اسی وقت اگر اس کا سوا سیر کوئی مقابلہ میں آجائے تب وہ پھر "سوری" کہتا ہے معاف کیجئے گا صاحب۔ اس وقت مجھ سے غلطی ہوگئی۔ آئندہ کبھی غصہ نہیں کروں گا۔ مثلاً محمد علی کلے کی بہن اس کو بیاہی ہے اور اس کا یہ بہنوئی پٹائی کر رہا تھا کہ اتنے میں وہ آگیا بین الاقوامی باکسنگ ماسٹر اور اس نے ایک مکّا دکھایا تو یہ کانپنے لگے گا اور ہاتھ جوڑنے لگے گا۔ بتائیے اس وقت غصہ کیوں پاگل نہیں ہُوا۔ معلوم ہُوا کہ غصہ پاگل ہوتا ہے اپنے سے کمزور پر۔ اپنے سے زیادہ طاقت ور پر غصہ سے زیادہ ہوشیار اور چالاک کوئی نہیں ہے۔

جو شخص اللہ کے غضب کو اور اللہ کی طاقت کو یاد کرے گا غصہ میں بے قابو نہیں ہو سکتا۔ ایک صحابی اپنے غلام کی پٹائی کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے سے فرمایا لَلّٰہُ اَقْدَرُ عَلَیْكَ مِنْكَ عَلَیْہِ اے شخص! تجھ کو جتنی طاقت اس غلام پر ہے اس سے زیادہ طاقت خدا کو تجھ پر ہے۔ صحابی کہتے ہیں میں نے مُڑ کر دیکھا فَاِذَا ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا ھُوَ حُرٌّ لِوَجْہِ اللّٰہِ اس غلام کو میں آزاد کرتا ہوں اللہ کی رضا کی خاطر۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس کو آزاد نہ کرتا لَلَفَحَتْكَ النَّارُ تو تجھ کو جہنّم کی آگ لپیٹ لیتی۔ (مسلم ج۲ ص۵۱) معلوم ہوا کہ جب غصہ آئے تو خدا کے غضب کو بھی یاد کیجئے۔

حدیث پاک میں آتا ہے:۔

مَنْ کَفَّ غَضَبَہٗ کَفَّ اللّٰہُ عَنْہُ عَذَابَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

جس نے اپنا غصہ روک لیا اللہ قیامت کے دن اپنا عذاب اس سے روک لے گا۔ (مشکوٰۃ ص۴۳۴)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ایک رشتہ دار پر ان کی ایک غلطی کی وجہ

سے سخت غصہ آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت نازل کی

اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ (پارہ ۱۸ سورہ نور)

کیا تم اے صدیق اکبر اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم میرے اس بندہ کو معاف کر دو جو بدری صحابی ہے اور میں تم کو قیامت کے دن معاف کر دوں۔ صدیق اکبر نے قسم اٹھائی

وَاللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لِیْ

خدا کی قسم میں محبوب رکھتا ہوں کہ خدا مجھ کو معاف کر دے اور میں اپنے رشتہ دار کی خطا کو معاف کرتا ہوں۔

ایک شخص کو اپنی بیوی پر غصہ آیا تھا۔ سالن میں نمک تیز کر دیا تھا لیکن پھر اسے اللہ یاد آیا اور دل میں کہا کہ اسے کچھ نہیں کہوں گا۔ دل ہی دل میں اللہ سے سودا کر لیا کہ اے اللہ یہ آپ کی بندی ہے۔ میری بیوی تو ہے لیکن آپ کی بندی بھی ہے۔ بس یہی چیز لوگ یاد نہیں رکھتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ صرف میری بیوی ہے، یہ یاد رکھا کیجئے کہ خدا تعالیٰ کی بندی ہے۔ اللہ آسمان سے دیکھ رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی زیادتی ہو جائے۔ جنہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی میں نے دیکھا ہے کہ ایسے ظالموں کا بہت برا حشر ہوا۔ اکثر کو دیکھا کہ فالج ہو گیا۔ پڑے پڑے ہگ رہے ہیں اور کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ ظلم کی سزا بہت خطرناک ہوتی ہے۔

لہٰذا اس نے معاف کر دیا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ بھائی تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک دن تمہاری بیوی سے کھانے میں نمک تیز ہو گیا تھا۔ تم کو غصہ تو بہت آیا تھا لیکن تم نے مجھ کو خوش کرنے کے لئے اسے معاف کر دیا تھا میری بندی سمجھ کر۔ اس کے بدلہ میں آج میں تم کو معاف کرتا ہوں۔ آہ! اگر اس کو کوئی معمولی شخص بیان کرتا تو اتنا اثر نہ ہوتا۔ حکیم الامت مجدد الملت جیسے

اللہ والے عالم نے اس قصہ کو اپنے وعظ میں بیان فرمایا۔ لٰہذا اپنے بال بچوں، اپنی بیویوں اپنے رشتہ داروں اور اپنے ماں باپ کے معاملہ میں ہوشیار ہوجائیے۔ خصوصاً ماں باپ کے معاملہ میں تو بہت ڈرتے رہیئے۔ کبھی ان سے بڑبڑ مت کیجئے۔ ماں باپ کی بددُعا تو ایسی لگتی ہے کہ دُنیا میں بغیر عذاب چکھے کوئی مر نہیں سکتا۔ مشکوٰۃ کی حدیث ہے کہ جس نے ماں باپ کو ستایا اسے موت نہ آئے گی جب تک دُنیا میں اس پر عذاب نازل نہ ہوجائے۔ (مشکوٰۃ ص۴۲۱)

بمبئی میں مجھے ایک صُوفی صاحب ملے۔ اللہ والے شخص تھے لیکن غلطی ہوگئی۔ بیوی اور ماں میں لڑائی ہورہی تھی۔ اس نے بیوی کا پارٹ لے کر ماں کو کچھ جھڑک دیا۔ ماں کے منہ سے بددُعا نکل گئی کہ خدا تجھ کو میرے جنازہ کی شرکت سے محرُوم کردے اور تجھ کو کوڑھی کرکے مارے۔ میں نے دیکھا کہ ان کی اُنگلیوں سے مواد گِر رہا تھا، کوڑھی ہوگئے تھے۔ میں نے پوچھا تو کہا کہ میری ماں کی دو بددُعائیں تھیں میں جنازہ میں بھی شریک نہیں ہوسکا۔ ایسے حالات مجبُوری کے پیش آگئے اور مجھے کوڑھ بھی ہوگیا۔ آنکھوں دیکھا حال بتارہا ہوں۔ اس لئے ماں باپ کے معاملہ میں بہت خیال رکھئے۔

تیسرے یہ کہ جس سے کچھ دین سیکھا ہو اس کے حق کو زندگی بھر فراموش نہ کیجئے بعضے دین سیکھنے کے بعد کچھ بے وفائی اور طوطا چشمی کرتے ہیں۔ ایک دو تین ہوگئے چھ مہینے تک غائب۔ بعضے دو تین سال تک نہیں آئے۔ یاد رکھئے جس سے دین کا ایک حرف بھی سیکھا ہے قیامت تک اس کا حق اپنے ذمہ رکھئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ عَلَّمَنِیْ حَرْفاً صَیَّرَنِیْ غُلَاماً

جس نے مجھ کو ایک حرفِ دین سکھادیا اس نے مجھے غلام بنالیا۔

جس سے علمِ دین سیکھا ہو، جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھی ہو اس دینی مربی کا

کبھی فراموش نہ کیجئے۔ کبھی وہ ڈانٹ ڈپٹ بھی کردے تو اس سے دل میں کینہ مت لائیے۔ کبھی سخت بات کہہ دے تو دل میں گرانی مت محسوس کیجئے۔ یہ سمجھ لیجئے کہ اس کی محبت کے یہ ناز اللہ تعالیٰ کی محبت میں شمار ہوں گے۔ اگر کوئی اللہ والا اصلاح کیلئے ڈانٹ ڈپٹ کردے تو یہ ڈانٹ ڈپٹ برداشت کرنا اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے کھاتہ میں لکھیں گے۔ جو محبت للحق ہوتی ہے وہ بالحق ہوتی ہے۔

اب تیسری آیت سُنئے :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (پارہ ۲۲، احزاب)

میں وہ آیات پڑھ رہا ہوں جو نکاح کے خطبہ میں آپ سُنتے ہیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو یعنی کسی معاملہ میں تم سے ایسے کام نہ ہو جائیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں۔ ہر اَمر میں تقویٰ کے راستہ کو اختیار کرو، اطاعت کے راستہ کو اختیار کرو وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا اور جب بات کرنا ہو تو راستی کی بات کہو، درستی کی بات کرو۔ ایسی گفتگو کرو جس سے میل محبت قائم ہو، تعلقات خوشگوار رہیں زبان سے وہ بات نکالو جس میں اعتدال سے تجاوز نہ ہو۔ لڑائی جھگڑے کی باتوں کے قریب بھی مت جاؤ۔ نکاح کے خطبہ میں اسی لئے یہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں تاکہ ایسی تُو تُو مَیں مَیں مت کرو کہ زبان سے طلاق طلاق نکل جائے۔ یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ تمہارے اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں گے۔ اس مقام پر تمام تفاسیر میں یُصْلِحْ کا ترجمہ یَتَقَبَّلْ کیا گیا ہے۔ تفسیر رُوح المعانی تفسیر خازن حکیم الامت مجدد الملت تفسیر بیانُ القرآن میں اور جملہ مفسرین لکھتے ہیں کہ یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ کے معنیٰ یَتَقَبَّلْ حَسَنَاتِکُمْ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کو قبول فرمالیں گے۔

کیوں صاحب! یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ کا ترجمہ عربی لغت کے لحاظ سے کیا ہے؟ لغوی ترجمہ تو یہ ہے کہ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کردے گا، لیکن

یہ ترجمہ غلط ہوگا۔ اسی لئے لُغت سے قرآن پاک کا ترجمہ کرنا جائز نہیں ہے۔ جو ظالم اور جو جاہل یہ کہتا ہے کہ کالج کا ہر پروفیسر ڈکشنری اور لغت کی مدد سے تفسیر کر سکتا ہے اس سے بڑھ کر اجہل، جاہل کا بھی پیر اور اُستاد کوئی دنیا میں نہیں ہو سکتا کیونکہ جو ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہی صحیح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شاگردوں یعنی صحابہ کو سکھایا۔ اس لئے صحابہ سے پوچھنا پڑے گا کہ انہوں نے قرآن کی آیات کے کیا معنی بیان کئے اور وہی ترجمہ کرنا پڑے گا جو صحابہ سے منقول ہے۔ لہٰذا لغت سے ترجمہ کر کے پروفیسروں اور ڈاکٹروں کو جو مفسر بننے کا شوق ہے یہ نہایت نامعقول نظریہ ہے اور ان کے ذمہ اس نظریہ کی اصلاح واجب ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو رئیس المفسرین ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں یُصۡلِحۡ لَكُمۡ کی تفسیر فرماتے ہیں ای یَتَقَبَّلۡ حَسَنَاتِكُمۡ انہوں نے لغت سے ترجمہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا، بلکہ اس صحابی نے جو ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا وہی نقل کر دیا: یَتَقَبَّلۡ حَسَنَاتِكُمۡ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کو قبول فرمالے گا۔

یہ ترجمہ کیوں کیا، اس کا سبب حکیم الامت نے تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں بیان فرمایا لان العمل اذا کان صالحا یکون مقبولا۔ جب تمہارا عمل صالح ہو جائے گا تو مقبول بھی ہو جائے گا۔ لہٰذا عمل کا صالح ہونا اس کے لئے لازم ہے قبولیت اور عمل صالح کب ہوگا؟ جب اخلاص ہوگا۔ اللہ کی رضا کے لئے ہوگا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص گھر میں ہر وقت لڑائی جھگڑا کرتا ہے یا کوئی عورت کرتی ہے اس کی نیکیوں کی قبولیت خطرہ میں ہے۔ اور گفتگو میں راستی و درستی کا لحاظ رکھنے کا اور تقویٰ کا دُوسرا انعام کیا ہے وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا وَمَنۡ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيمًا

اور جو اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت کرے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔ (سورۂ احزاب)

اس کے بعد چوتھی آیت جو میں نے تلاوت کی وہ بھی نکاح سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ اے دُنیا کے انسانو! تمہارا پیدا کرنے والا تمہیں ہدایت دے رہا ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی سفارش کو جو رَد کرتا ہے اس سے بے غیرت اور کمینہ کوئی انسان نہیں ہو سکتا۔ یہ حکیم الامّت کے الفاظ ہیں۔ میں کچھ نہیں کہوں گا۔ میں اپنے بڑوں کے الفاظ آپ سے نقل کر سکتا ہوں۔

حکیم الامّت تھانوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کی سفارش فرمائی ہے۔ اگر ایس پی کی ڈی آئی جی کی کمانڈر انچیف کی سفارش آجائے کہ دیکھو تمہاری بیوی جو ہے میری بیٹی کی سہیلی ہے، ساتھ پڑھتی تھی۔ اگر تم نے اپنی بیوی کو ستایا تو میں ڈی آئی جی ہوں کمانڈر انچیف ہوں کمشنر ہوں تو وہ آدمی کیا کہتا ہے کہ دیکھو بیگم خیال رکھنا۔ کوئی تکلیف تو نہیں ہے آپ کو۔ دیکھو خدا کے لئے ڈی آئی جی صاحب سے کچھ نہ کہنا۔ اللہ تعالیٰ سفارش نازل فرما رہے ہیں اپنی بندیوں کے حقوق میں وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ تمہاری بیوی تو ہے مگر میری بندی بھی ہے ذرا اس کا خیال رکھنا۔ خُدا تم سے سفارش کر رہا ہے کہ اے میرے بندو میری بندیوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔ حکیم الامّت فرماتے ہیں کہ وہ مرد نہایت بے غیرت ہے جو اللہ تعالیٰ کی سفارش کو رَد کرتا ہے، جو اپنے پیدا کرنے والے کی سفارش کو رد کرتا ہے اور اُٹھتے بیٹھتے اتنا تنگ کرتا ہے کہ ان کے کلیجے مُنہ کو آجاتے ہیں تو وہ پچھتاتی ہیں خصوصاً جب کوئی داڑھی والا، نمازی جس کی اشراق و تہجد قضا نہ ہو جب یہ مارتا ہے ڈانٹتا ہے اور بے جا تکلیف دیتا ہے تب

اس کے دل میں یہی آتا ہے کہ اس سے اچھا تو وہ پتلون والا ہے جو اپنی بیوی کو آرام سے رکھتا ہے جب پڑوس میں دیکھتی ہے کہ ایک پتلون والا اپنی بیوی سے نہایت اچھے سلوک سے پیش آتا ہے تو اس کے دل سے آہ نکل جاتی ہے کہ یا اللہ اس سے اچھا تو وہ ہے۔ کاش کہ یہ داڑھی والا مجھے نہ ملا ہوتا۔ اپنے بُرے اخلاق سے، ہم اپنی داڑھیوں سے انہیں نفرت دلاتے ہیں۔ داڑھی رکھنے کے بعد، صالحین کی وضع کے بعد روزہ نماز کے بعد، اللہ والوں سے تعلق کے بعد ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے تاکہ ان کو دین کا شوق پیدا ہو۔ اپنی بیویوں سے اتنے اچھے اخلاق سے پیش آئیے کہ وہ سارے محلّہ میں کہیں کہ ارے کسی اللہ والے سے تم نے شادی کی ہوتی، کسی نمازی اور بزرگوں سے تعلق رکھنے والے سے تم نے نکاح کیا ہوتا۔ ایسے اخلاق سے پیش آئیے کہ وہ آپ کی داڑھی کا "پرچار" کرے۔ پرچار کے معنی کیا ہیں۔ ہندی لفظ ہے یعنی چار پَر۔ دو پَر سے تو چڑیا اُڑ جاتی ہے اور چار پَر سے کتنی خبر اُڑے گی۔ بس یہ ہے چار پر کی وجہ تسمیہ۔

غرض میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ جنہوں نے اپنی بیویوں کو ستایا وہ ایسے سخت عذاب میں مبتلا ہوئے کہ میں کہہ نہیں سکتا۔

چار آیتیں جو میں نے تلاوت کی تھیں، نکاح سے متعلق میاں بیوی کے تعلقات کے متعلق اس کی تفسیر بھی بیان کر دی۔ اب چار حدیثوں کا ترجمہ بھی سُن لیجئے۔ اس کے بعد پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ابھی نکاح ہو گا۔

فرمایا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ (ابن ماجہ ص۱۳۲) نکاح میری سنّت ہے اور جو نکاح کی سنت ادا نہ کرے میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اس حدیث کی شرح کیا ہے۔ اگر کوئی مجبور ہے، اس کے کچھ حالات خاص ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی محبت کا کوئی حال غالب ہو گیا، شادی کی ذمہ داریاں قبول نہیں کر سکتا، بیوی بچّوں کے حقوق کماحقہٗ ادا نہیں کر سکتا تو یہ اعراض نہیں ہے لیکن اگر کوئی

مجبوری نہیں ہے بلا عذر سُنت سے اعراض کرتا ہے تب وہ اس وعید کا مستحق ہے لہٰذا بدگمانی نہ کیجئے کیونکہ بعض بڑے بڑے عُلماء اور اولیاء اللہ ایسے ہُوئے ہیں جنہوں نے شادیاں نہیں کیں۔ چنانچہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ، مُسلم شریف کی شرح لکھنے والے علاّمہ محی الدین ابو زکریا نووی، علاّمہ تفتازانی ان حضرات کی بھی شادیاں نہیں ہوئیں۔ کچھ ان کی مجبُوریاں تھیں اور مجبُوریاں کیا تھیں اس پر ایک شعر سُن لیجئے ؎

ہم بتاتے کسے اپنی مجبُوریاں
رہ گئے جانبِ آسماں دیکھ کر

بیویاں بھی ایسا ہی شعر پڑھتی ہیں جب شوہر ستاتا ہے، ہر وقت کِٹ کِٹ کِٹ کِٹ کرتا ہے تو وہ بھی آسمان کی طرف دیکھتی ہیں اور بزبان حال یہ شعر پڑھتی ہیں ؎

ہم بتاتے کسے اپنی مجبُوریاں
رہ گئے جانبِ آسماں دیکھ کر

یعنی سوچتی ہیں کہ نہ ہُوئے ہم مرد اور یہ میری بیوی ہوتا تو پھر ہم بھی بتاتے لیکن ساتھ ساتھ بیبیاں بھی سُن لیں کہ اپنے شوہروں کی اتنی عزت و ادب کرو کہ اگر ان سے زیادتی بھی ہو جائے تو ان کی بڑائی اور عظمت کے خیال سے اللہ کو راضی کرنے کے لئے ان کو معاف کر دو۔ ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھو۔ حدیث میں آتا ہے کہ شوہر اگر ناراض سو جائے تو عورت کا کوئی عمل قبول نہیں چاہے ساری رات تسبیح کھنکھٹاتی رہے۔ بیویوں کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اللہ نے شوہروں کا درجہ اتنا بلند کیا ہے کہ اگر سجدہ کسی کو جائز ہوتا تو شوہروں کو جائز ہوتا۔ لیکن جائز نہیں ہے۔ اس لئے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ سجدہ کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھو اور ماں باپ پر بھی فرض ہے کہ اپنی

بیٹیوں کو سمجھاتے رہیں کہ شوہر کی طرف سے اگر کچھ کڑواہٹ بھی آجائے تو برداشت کرو اس کے ہاتھوں سے تمہیں نعمتیں بھی تو مل رہی ہیں۔ خون پسینہ کر کے کما کر لاتا ہے اور تم چُولہے کے پاس چپاتی پکا دیتی ہو۔ چپاتی پر خیال آیا کہ چپاتی کا نام چپاتی کیوں ہے اور چپت کا نام چپت کیوں ہے۔ چپت اور چپاتی میں کیا مناسبت ہے۔ چپاتی جب پکتی ہے تو چَپ چَپ کی آواز آتی ہے اور چپت میں بھی ایسی ہی آواز آتی ہے۔ بس چپت سے چپاتی بن گئی۔ ذرا لغت کی حقیقت بھی اس فقیر سے کبھی کبھی سُن لیا کرو۔ اور چپت پر ایک قصہ بھی سُن لیجئے۔ ایک شاعر تھا انشاء اللہ خاں انشاء۔ دہلی میں ایک نواب صاحب کا مہمان ہُوا۔ اس وقت انشاء اللہ خاں ننگے سر تھا اور نواب صاحب کے ادب کی وجہ سے سر جھکائے ہُوئے کھانا کھا رہا تھا۔ نواب صاحب نے مزاحاً ذرا سا جھک کر اس کے سَر پر ایک چپت مار دیا۔ مطلب یہ تھا کہ ننگے سر کیوں کھا رہے ہو۔ اس نے سَر جھکائے ہوئے ہی کہا کہ اللہ میرے والد صاحب کو بخشے مجھ کو ایک نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا! ننگے سر کبھی مت کھانا ورنہ شیطان چپت مار دیتا ہے۔ نواب صاحب کے تو ہوش اُڑ گئے کہ ظالم نے مجھے شیطان بنا دیا۔

اب دُوسری حدیث کا ترجمہ سُن لیجئے۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔

سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ (بخاری ص۷۷۹ ج ۲)

عورتیں مثل پسلی کے ہیں کیونکہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلیوں سے ہم اور آپ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بتائیے ان میں ٹیڑھا پَن ہے یا نہیں۔ سب کی ٹیڑھی ٹیڑھی ہیں لیکن ٹیڑھی پسلیوں سے کام چل رہا ہے یا نہیں یا کبھی جناح ہسپتال گئے کہ ان کو سیدھا کر دو۔ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا الفاظِ نبوت یہ ہیں کہ اگر تم ان کو سیدھا کرو گے تو توڑ

دو گے۔ مطلب یہ کہ ان کو زیادہ مت چھیڑو، ان کے ٹیڑھے پن کو برداشت کرلو زیادہ بک بک چق چق کرو گے تو طلاق تک نوبت پہنچ جائے گی۔ بچے الگ گالیاں دینگے کہ کیسا ظالم باپ تھا کہ ہماری ماں کو چھوڑ دیا اور بیوی کو یاد کر کے تم بھی روؤ گے اور جب لوگ سُنیں گے تو پھر ایسے آدمی کی دُوسری شادی بھی نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ بڑا غصہ والا خطرناک آدمی ہے۔ دیکھو ایک کو طلاق دے چکا۔ کہیں ہماری بیٹی کا بھی یہی حشر نہ کرے اس سے شادی نہ کرنا۔

لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

اِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ

جیسے ٹیڑھی پسلیاں کام دے رہی ہیں ایسے ہی ان سے کام چلاتے رہو، ان کے ٹیڑھے پن پر صبر کرتے رہو، اگر تم ان کو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے۔

اس حدیث پاک کی شرح میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں **وفی هٰذا الحدیث تعلیم للاحسان الی النساء** اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ بیویوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔ **والرفق بھن** اور ان کے ساتھ نرمی کرنا **والصبر علیٰ عوج اخلاقھن** اور ان کے اخلاقی ٹیڑھے پن پر صبر کرتے رہنا **لاحتمال ضعف عقولھن** کیونکہ ان کی عقل کمزور ہوتی ہے۔ دیکھئے آپ کا کوئی بچہ اگر نادان ہو تو آپ اس کو برداشت کرتے ہیں کہ ارے بھائی اس بچہ کی عقل ذرا کم ہے بلکہ دوسروں سے بھی کہہ دیتے ہیں کہ بھائی صاحب اگر میرا بچہ کچھ کہہ دے تو خیال نہ کیجئے گا، اس کی عقل کی اسکرو تھوڑی سی ڈھیلی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کی عقل تھوڑی سی کم ہوتی ہے یہ ناقصات العقل ہیں۔ جب عقل ان کی ناقص ہے تو ناقص العقل کی بات برداشت کرلینی چاہیے یہی سوچ کر کہ عقل کی کمی سے ایسا ہے۔ اگر آپ پانچ روپے کی دَوا لائیں گے تو یہی کہیں گی

کہ کہیں سے گھاس بھوسہ اُٹھا لایا ہے۔ ایک عورت نے پوچھا کہ اری بہن تیرا شوہر تیرے لئے کچھ جوتی وغیرہ لاتا ہے کہا ہاں کچھ لیتڑے پہنا دیتا ہے۔ چپل کو لیتڑے کہا، اور پوچھا کہ کپڑے بھی بنا دیتا ہے کہا ہاں کچھ چیتھڑے پہنا دیتا ہے۔ کہا کچھ اچھے اچھے برتن چینی کی پیالیاں وغیرہ بھی لایا ہے کہا ارے کچھ نہ پوچھ، کچھ ٹھیکرے لادئے ہیں ٹھیکرے تو عورتوں کی ایسی باتوں کو معاف کیا جاتا ہے کیونکہ ان کی عقل ناقص ہوتی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان کی عقل تو ناقص ہے مگر بڑے بڑے عقل والوں کی عقل اُڑا دیتی ہیں، (بخاری ص۴۴ ج ۱) لہٰذا نامحرم عورتوں سے نظر بچا کر رکھنا۔

بڑے بڑے پروفیسر ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کتنے ہوئے اور بڑے بڑے گریجویٹ اور بڑے بڑے ملا اگر نظر کی حفاظت نہ کریں تو سمجھ لو پاگل ہو جائیں گے۔ اس لئے نظر کی حفاظت بھی فرض کر دی کہ نامحرم اجنبیہ کو مت دیکھنا۔

غرض اس حدیث پاک میں عورتوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے اور ان کے ٹیڑھے پن کو برداشت کرنے کی تعلیم ہے۔ اور ان کو تھوڑا سا ناز کا حق بھی شریعت نے دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے عائشہ جب تو مجھ سے رُوٹھ جاتی ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ تو آج کل مجھ سے رُوٹھی ہوئی ہے۔ حضرت مائی عائشہ صدیقہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میرے رُوٹھنے کا علم آپ کو کیسے ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جب تو رُوٹھ جاتی ہے تو کہتی ہے وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ ابراہیم کے رب کی قسم۔ اور جب خوش رہتی ہے تو کہتی ہے وَرَبِّ مُحَمَّدٍ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم (بخاری شریف ص۷۸۷ ج ۲) دیکھا پیغمبر ہو کر، اتنی عزت و آبرو والے ہو کر آپ نے برداشت کیا، ذرا ناگواری بھی نہیں ہوئی۔ بیویوں کو تھوڑا سا ناز کا بھی حق ہے۔ بعض لوگ خود کو صرف حاکم سمجھتے ہیں کہ میں بیوی پر حاکم ہوں۔ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ کی آیت سے اپنی حکومت قائم رکھتے ہیں۔ لیکن فرمایا شاہ ابرار الحق

صاحب دامت برکاتہم نے کہ بے شک عورتوں پر آپ کی حکومت ہے لیکن شریعت کے معاملہ میں۔ اگر وہ شریعت کے خلاف کوئی کام کرنا چاہے کہ ٹی وی لے آؤ، وی سی آر لے آؤ، تصویریں لگاؤ، مجھے سینما دکھاؤ تو وہاں آپ حکومت چلائیں کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہ کہہ دے کہ ایک مرنڈا پلادو تو پھر یہ مت کہو کہ اس وقت مُوڈ ٹھیک نہیں ہے، دفتر میں آج افسر سے لڑائی ہوگئی تھی۔ ان کی محبّت کے جو حقوق ہیں ان کو ضرور پُورا کرو۔ اس میں ذرا بھی کوتاہی نہ کرو۔ بیوی کے مُنہ میں ایک لقمہ ڈالنا بھی سُنّت ہے۔ بیوی سے آپ کا ایک تعلق حاکیت کا ہے تو دوسرا مُحِبّیت کا ہے اور اس کا آپ سے تعلق ایک طرف محکومیت کا ہے تو دوسری طرف محبُوبیت کا بھی تو ہے۔ محبّت کے حقوق بھی ادا کرو۔ گھر کی زندگی نہایت سکون اور چین کی ہو جائے گی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے۔

حضرت مائی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد عشا جب گھر میں تشریف لاتے تھے اس پر ان کے دو شعر ہیں۔ فرماتی ہیں

لَنَا شَمْسٌ وَلِلْاٰفَاقِ شَمْسٌ

وَشَمْسِیْ خَیْرٌ مِنْ شَمْسِ السَّمَاءِ

ایک میرا سُورج ہے اور ایک آسمان کا سورج ہے

اور میرا سُورج آسمان کے سُورج سے بہتر ہے

فَاِنَّ الشَّمْسَ تَطْلَعُ بَعْدَ فَجْرٍ

وَشَمْسِیْ طَالِعٌ بَعْدَ الْعِشَاءِ

کیونکہ آسمان کا سُورج تو بعدِ فجر طلوع ہوتا ہے

اور میرا سُورج عشا کے بعد طلوع ہوتا ہے

اور فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی تشریف لاتے تھے تو مُسکراتے

ہوئے آتے تھے اور اپنے گھر والوں کو سلام کرتے تھے۔ آج یہ دونوں سُنتیں چھوٹی ہوئی ہیں۔ ہم آتے ہیں تو گھر والوں کو سلام نہیں کرتے اور مسکراتے ہوئے بھی نہیں آتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کا کتنا غم تھا کَانَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ سنت ترک نہیں فرمائی۔ اللہ پاک ہم سب کو توفیق عطا فرماوے۔

اور تیسری حدیث کا ترجمہ کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اِنَّ اَعْظَمَ النِّکَاحِ بَرَکَۃً اَیْسَرُہٗ مَؤُنَۃً (مشکوٰۃ ص۲۶۸ کنز العمال ص۲۹۹ ج۱۶)

سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو، سادگی ہو۔ سادگی میں اللہ تعالیٰ برکت ڈال دیتے ہیں۔ لیکن آج کل برکت والا نکاح کون سا سمجھا جاتا ہے جس میں شامیانہ لگا کر پورے پارک پر قبضہ کر لیا جائے، پچاس ہزار سے کم بجلی کا بل نہ آئے اور اس کے بعد کھڑے ہو کر کھانا کھلایا جائے، سب کھڑے ہو کر میزوں پر کھانا کھا رہے ہیں وَ یَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اس طرح کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتا ہے یہ آیت تو کافروں کے لئے ہے لیکن افسوس آج ہم لوگ ان ہی کی مشابہت اختیار کر رہے ہیں، دعوتوں میں کھڑے ہو کر کھا رہے ہیں۔ حالانکہ اس مدینہ والے رسُول سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴سو برس پہلے اعلان فرمایا تھا کہ کھڑے ہو کر کھانا مت کھانا پانی مت پینا۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ قَائِمًا

لیکن آج اس کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔

اس کے بعد اور زیادہ برکت والا نکاح آج کل کیا ہوتا ہے۔ ویڈیو فلم بنتی ہے۔ بعض دیندار اور داڑھی والے بھی اس وقت بیٹھے رہتے ہیں، کھاتے رہتے ہیں۔ جائز نہیں ہے وہاں بیٹھنا، فوراً اٹھ جانا واجب ہے اس مجلس سے جہاں اللہ کی کوئی نافرمانی شروع ہو جائے، مثلاً ریکارڈنگ شروع ہو جائے یا تصویر کھنچنے لگے یا ٹی وی اور فلم چلنے لگے۔

اللہ کی محبت کا حق یہ ہے کہ منہ تک آئے ہوئے لقمہ کو واپس پلیٹ میں رکھ کر ایسی مجلس سے فوراً اُٹھ کھڑے ہو۔ پھر اس کے بعد اور کیا ہوتا ہے۔ وردی پوش ملازم رکھے جاتے ہیں۔ بعض بینڈ باجا بھی بجواتے ہیں اور عجائب خانہ سے ہاتھی بھی آتا ہے اور یہ کون طبقہ ہے۔ جھونپڑیوں میں رہنے والے چوراہوں پر زکوٰۃ لیتے ہیں اور میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے کہ شادیوں میں چڑیا گھر سے کرایہ پر ہاتھی لاتے ہیں اور بینڈ باجا وردی پوش ہوتا ہے۔ ایسوں کو زکوٰۃ دینا حرام ہے، ان کے بینک اکاؤنٹ ہوتے ہیں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ پیشہ وروں کو مت دیجئے۔ یہ مدد کرنا ہے ان کی اس حرام فعل پر۔

یہ تو معاشرہ کی بنائی ہوئی رُسوم کی نحوست ہے جس کو نعوذ باللہ برکت کہا جارہا ہے۔ لیکن اصل برکت کیا ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے برکت والا نکاح کیا ہے اَیْسَرُہٗ مَؤُنَۃً جس میں کم خرچ ہو۔ ولیمہ بھی بالکل سادہ کیجئے۔ اپنی حیثیت کے موافق دس بیس کو بلا لیجئے بس کافی ہے کوئی دس ہزار کا ولیمہ واجب نہیں ہے۔ ڈیکوریشن کوئی ضروری نہیں، اپنے کمرے میں ہی کھلادیں میرج ہال میں پیسے ضایع کرنا کیا ضروری ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی سُن لیجئے کہ یہی پیسہ بچا کر اپنی بیٹی کو دے دیجئے، داماد کو دے دیجئے۔ یا اپنے لئے ہی رکھ لیجئے۔ ورنہ پورے پارک پر شامیانہ لگا کر دس ہزار آدمیوں کو کھلایا۔ جب لوگ نکلنے لگے تو بڑے صاحب گیٹ پر کھڑے ہوگئے کہ دیکھوں لوگ میری کتنی تعریف کرتے ہیں۔ لیکن کیا سُن رہے ہیں آپس میں وہ کہتے جارہے ہیں ارے یار گوشت میں اتنا گھی ڈال دیا کہ پوچھو مت، کھایا ہی نہیں گیا۔ یہ اسی لئے ڈالا تھا کہ زیادہ خرچہ نہ ہو۔ دُوسرا کیا کہہ رہا ہے۔ ارے یار نمک بہت تیز تھا، میرا تو بلڈ پریشر ہائی ہو جائے گا۔ تیسرا کہتا ہے اماں یار ایک بات سنو، گوشت کیا تھا چمڑا تھا، کھینچتے کھینچتے جبڑا دُکھ گیا، بڈھے کا گوشت تھا۔ چوتھا کہتا ہے کچھ پوچھو مت معلوم ہوتا ہے دہلی والے تھے اتنی مرچ ڈال دی کہ اس وقت تو پتہ نہیں چل رہا ہے صبح کو وہ مرچ اپنا کرتب دکھائیگی۔

مرچ ظالم جدھر سے گذری ہے
اپنا کرتب دکھا کے گذری ہے

مرچ پر یہ میرا شعر ہے۔ صبح پتہ لگے گا کہ پیچش لگ گئی یا ڈائریا شروع ہوگیا۔ لہٰذا ان فضول خرچیوں کو چھوڑئیے۔ سادگی سے کام کیجئے۔ زیادہ دعوتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ مدینہ پاک میں ایک صحابی نے شادی کی۔ اتنے غریب تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ ولیمہ نہ دی۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تم نے شادی کرلی۔ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ترمذی ص۲۰۸ ج ۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی ظاہر نہیں کی کہ تم نے مجھ کو کیوں نہیں پوچھا۔ آج تو خاندان والے لڑتے ہیں تم نے ہمیں نہیں پوچھا۔ چلو اب آئندہ ہم تمہاری کسی خوشی میں شریک ہی نہیں ہوں گے۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ غرض جتنا کم خرچ والا نکاح ہوگا سمجھ لو برکت والا ہوگا۔

خرچ پر یاد آیا کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے بیویوں کا ایک اور حق لکھا ہے۔ ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ میں ہے کہ بیوی کا ایک حق یہ ہے کہ ہر ماہ اس کو کچھ جیب خرچ دے دو اور پھر اس کا حساب بھی نہ لو کیونکہ وہ مجبور ہے، آپ کی دست نگر ہے، کما نہیں سکتی۔ اب اس کا بھائی آیا ہے یا چھوٹے چھوٹے بھانجے بھتیجے آئے ہیں اس کا جی چاہتا ہے کہ ان کو کچھ تحفہ ہدیہ دے دوں۔ کہاں سے دے گی۔ لہٰذا اپنی اپنی حیثیت کے موافق کچھ رقم اپنی بیویوں کو ایسی دے دیجئے کہ بعد میں اس کا کوئی حساب نہ لیا جائے اور اس سے کہہ بھی دیں کہ یہ رقم تمہارے لئے ہے جہاں جی چاہے خرچ کرو۔

اب چوتھی حدیث اور سُن لیجئے۔ بس مضمون ختم۔

آج کل یہ مسئلہ وقار و غیرت کا بنا ہُوا ہے کہ عورت کو دبا کر رکھو۔ سب سے بڑی مردانگی یہ سمجھی جاتی ہے کہ بیوی کو رُعب میں رکھو۔ بعض علاقوں میں یہ رَواج سُنا ہے کہ پہلی

رات بیوی کی پٹائی کرتے ہیں تاکہ رُعب رہے۔ کیا جہالت اور ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ جہالت سے محفوظ فرماویں۔

برعکس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کیا ہے۔ ہماری مائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ گفتگو کررہی تھیں۔ اپنے سالانہ خرچ کے لئے کچھ بات چیت ہورہی تھی، ذراسی آواز بھی تیز تھی۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو سب خاموش ہوگئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے بیبیو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم عمر کے ڈر سے خاموش ہوگئیں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تیز باتیں کررہی تھیں۔ تو ہماری ماؤں نے کہا کہ اے عمر تم سخت مزاج ہو اور ہمارا پالا رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ (بخاری ص۵۲۰ ج ۱) علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی (ص۱۴۰ ج ۵) میں ایک حدیث نقل کی ہے سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **یَغْلِبْنَ کَرِیْمًا** حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کا مزاج بیان فرمارہے ہیں کہ جو شوہر کریم ہوتا ہے، اللہ والا ہوتا ہے، شریف الطبع ہوتا ہے حلیم المزاج ہوتا ہے یہ عورتیں اس پر غالب آجاتی ہیں کیونکہ وہ بھانپ جاتی ہیں کہ یہ ہمیں کچھ نہیں کہے گا، ڈنڈے نہیں مارے گا، انڈے تو کھلاتا ہے ڈنڈے نہیں مارے گا، سختی نہیں کرے گا تو ان کی آواز بھی ذرا تیز ہوجاتی ہے۔ اس سے ذرا تیز بول جاتی ہیں۔

وَیَغْلِبُهُنَّ لَئِیْمٌ اور کمینے لوگ اُن پر غالب آجاتے ہیں، ڈنڈے اور جُوتے کے زور سے، گالی گلوچ سے، اپنی بداخلاقی سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **فَاُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ کَرِیْمًا مَغْلُوْبًا**

پس میں محبوب رکھتا ہوں کہ کریم رہوں چاہے مغلوب رہوں، چاہے ان کی آوازیں تیز ہوجائیں لیکن میری اخلاقی بلندیوں میں ذرا فرق نہ آئے۔ میرے اخلاق کریمانہ رہیں۔ آہ! کیا بات فرمائی۔ **وَلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ لَئِیْمًا غَالِبًا** میں اپنے اخلاق کو خراب کرکے، منہ سے سخت بات نکال کر، کمینہ بداخلاق ہوکر ان پر غالب نہیں آنا چاہتا۔

امت کی تعلیم کے لئے آپ نے یہ عنوان اختیار فرمایا تاکہ میری امت کے لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ کمینہ پن اور بداخلاقی نہ کریں ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اخلاق کی اعلیٰ ترین بلندیوں پر فائز تھے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

مرزا مظہر جانِ جاناں بہت نازک مزاج تھے لیکن بیوی بہت کڑوی ملی۔ ایک مُرید نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے ایسی بدمزاج عورت سے کیوں شادی کی فرمایا کہ مظہر کو سارے عالم میں جو عزت اللہ نے دی ہے وہ اسی بیوی کی کڑواہٹ پر صبر کی برکت سے دی ہے۔ سارے عالم میں میرا ڈنکا اللہ نے پٹوا دیا۔

حضرت شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ جنگل سے شیر پہ بیٹھے ہوئے آرہے تھے سانپ کا کوڑا لئے ہوئے، شیر نہیں چلتا ایک کوڑا سانپ کا مارا پھر شیر بھاگنے لگا۔ کسی نے کہا کہ آپ کو یہ کرامت کیسے ملی۔ فرمایا کہ میری بیوی مزاج کی کڑوی ہے لیکن اللہ کی بندی سمجھ کر میں معاف کر دیتا ہوں۔ اس کی بدمزاجیوں پر صبر کے بدلہ میں اللہ نے یہ کرامت مجھے دی ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب بہت مست ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے جو مولانا رومی نے فرمایا ہے

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن
کے کشیدے شیرِ نر بیگارِ من

اگر میرا صبر میری بیوی کی تلخیوں کو برداشت نہ کرتا تو یہ شیر نر میری بیگاری نہ کرتا۔ صبر سے اللہ والوں کو بہت بڑا درجہ ملا ہے۔ بہت سے لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کی برکت سے ولی اللہ ہو گئے۔

آپ خود سوچئے اگر آپ کی بیٹی بدمزاج ہو، غصہ والی ہو اور کوئی داماد اس کو برداشت کر رہا ہو تو آپ کیا کریں گے۔ اس داماد کی تعریف کریں گے یا نہیں۔ اس سے محبت کریں گے یا نہیں۔ کہیں گے کہ میرا داماد نہایت شریف اور لائق ہے کہ میری نالائق بچی

سے نباہ کرلیا۔ اگر آپ کے پاس جائیداد ہوگی تو اس کے نام لکھ دیں گے۔ اللہ کی بندی اگر نالائق بھی ہے آپ اس سے نباہ کر کے دیکھئے۔ پھر اللہ سے کیا انعام مِلتا ہے تھوڑے سے عمل سے آپ انشاء اللہ ولی اللہ ہو جائیں گے۔ دُنیا کی تاریخ گواہ چلی آرہی ہے اس بات پر۔

بس اب مضمون ختم ہوگیا۔ اب نکاح پڑھایا جائے گا۔ (اس کے بعد حضرت والا دامت برکاتہم نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ جامع)

نکاح پڑھانے کے بعد فرمایا کہ آپ سب لوگ ان کو دُعا دیں میں بھی دُعا کرتا ہوں۔ میری دُعا پر سب لوگ آمین کہیں۔ آج وعظ کے بعد دُعا بھی نہیں ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے اور بیویوں کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ اپنے شوہروں کو خوش رکھیں۔ اے اللہ آپ اس نکاح میں برکت ڈال دیجئے، اولاد بھی نیک و صالح عطا فرمائیے اور دونوں میں خوب محبّت سے گذارا ہو۔ کبھی کسی قسم کی نااتفاقی نہ پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں آپس میں شیر و شکر بنا دے اور اس مسجد میں سُنت کے مُطابق جو آج نکاح ہُوا ہے اللہ اس کو قبول فرمائے۔ دیکھو دوستو اِن کے (دُولہا کے) گلے میں کوئی ہار نہیں ہے، ہار وغیرہ سب رسُومات ہیں، فضول رسمیں ہیں، پیسے کا ضیاع ہے۔ یہ ہارنے کا دن نہیں ہے جیتنے کا دن ہے، جو ہار پہنتا ہے وہ گویا اپنے ہارنے کا سامان کر رہا ہے اور دیکھئے پاجامہ بھی ٹخنوں سے اُوپر ہے ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائے اور جن کی بیٹی ہے وہ بھی میرے بہت اہم دوست ہیں اور داماد بھی میرے دوست ہیں ان کے والد صاحب سے میرے بہت تعلقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔ اس مسجد اشرف میں ہمیشہ سُنت کے مطابق اے اللہ نکاح ہوتا رہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائے اور ہم سب کو اللہ والا بنا دے جو اجتماع یہاں ہوتا ہے اللہ

کے نام پر اس کی برکت سے یا اللہ ہم سب کو اللہ والی زندگی عطا فرما دے۔ نفس و شیطان کی غلامی سے نکال کر ہم سب کو سو فیصد اپنی فرماں برداری کی حیات نصیب فرما دے، ہم سب کی زندگی کے ہر سانس کو یا اللہ اپنی رضا و خوشنودی پر فدا کرنے کی توفیق دے اور ایک سانس بھی ہماری آپ کی ناراضی میں نہ گذرنے پائے، بس یہ دولت یا اللہ ہم سب کو عطا فرما دے۔ ہماری ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی میں، آپ کے غضب اور قہر کے اعمال میں نہ گذرے اور ہماری ہر سانس اپنی فرماں برداری میں اپنی رحمت سے قبول فرما لیجئے۔ صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائیے۔ اے اللہ ہم سب کو سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان سے زندہ رکھئے۔ گردہ میں پتھری، کینسر، فالج، لقوہ، تصادم ایکسیڈنٹ، جملہ خطرناک حالات، امراض اور فتنوں سے بچا کر رکھئے۔ سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان سے زندہ رکھئے، سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان سے اُٹھائیے، عافیت دارین نصیب فرمائیے۔ یہ دُعا ہم سب کے لئے اور ہر مومن کے لئے قبول فرما لیجئے۔ اور جن کی بیٹیوں کا رشتہ ابھی باقی ہے اللہ ان کا جلد سے جلد اچھا رشتہ لگا دے اور حُسن و خوبی سے اس کی تکمیل فرما دے اور جن کی بیٹیاں بیاہ چکی ہیں مگر شوہروں کے ظلم سے غمزدہ ہیں اللہ ان کے شوہروں کو نیک اور مہربان کر دے اور جن کی بیویاں ستا رہی ہیں اللہ ان کے شوہروں کو بھی مظلومیت سے عافیت نصیب فرما۔ سارے عالم میں چین اور سکون و امن عطا فرما دے اور ہر مومن کو عطا فرما دے، اور آجکل دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ سعودی عرب کو اور حجاز مقدس کو، حرمین شریفین کو اپنی خاص حفاظت میں قبول فرمائے۔ یہودیوں کی چالوں سے اللہ بچائے۔ ان کی تمام چالوں کو اللہ دفن کر دے، برباد کر دے، نامراد خائب و خاسر کر دے۔ یا اللہ جہاں جہاں بھی مسلمان ہیں ان کو عزت و عافیت نصیب فرما، کافروں کی چالوں کو، کافروں کی سازشوں کو اللہ تو اپنی قدرت قاہرہ کے ڈنڈے سے تباہ و برباد و دفن کر دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا عارفانہ کلام

عشقِ مجازی کا علاج

دل کو دے کر حُسن فانی، پر نہ اُجڑا جائے گا
حُسن کا اُجڑا ہوا منظر نہ دیکھا جائے گا
یہ حَسیں تجھ کو کبھی آباد کر سکتے نہیں
تیرے دل کو جز الم کچھ شاد کر سکتے نہیں
عِشق صورت ہے عذاب نار عاشق کے لئے
زندگی کِس درجہ ہے پُرخار فاسق کے لئے
صُورتِ گُل ہیں مگر خاروں سے بڑھ کر پُرالم
صورتاً ان کا کرم عاشق پہ ہے صدہا سِتم
اے خُدا کشتی مری طوفانِ شہوت سے بچا
ان حَسینوں کے عذابِ نارِ الفت سے بچا
چار دن کی چاندنی پر میر مت جانا کبھی
آفتاب حق سے ظلمت میں نہ تم آنا کبھی
عارض و گیسُو کی ہیں یہ عارضی گُل کاریاں
چند دن میں ہوں گی یہ ننگِ خزاں پھلواریاں

ان کے چہروں سے نمک کچھ دن میں جب جھڑ جائے گا
میرؔ اُن کو دیکھ کر تو شرم سے گڑ جائے گا
ایک دن بگڑا ہُوا جغرافیہ ہوگا صنم
دیکھ کر جس کو تُو ہوگا محوِ حسرت محوِ غم
مال و دولت دین و ایماں آبرُو چین و وقار
سب لُٹا کے ایک دن ہوگا یقیناً شرمسار
بارہا دیکھا کہ کیسے کیسے خورشید و قمر
چند دن گذرے کہ آئے وہ خمیدہ سی کمر
آہ جن آنکھوں سے شربت رُوح افزا تھا عیاں
چند دن گذرے کہ ان آنکھوں سے اُٹھتا تھا دھواں
سُرخی رُخسار جو تھی آہ گل برگِ گلاب
عاشقوں کا دل تھا جس کو دیکھ کر مثلِ کباب
چند دن گذرے کہ وہ چہرے ہوتق ہوگئے
عاشقوں کے چہرۂ اُلفت بھی احمق ہوگئے
ڈھونڈتا ہے میرؔ اب ان کے لبوں کی سُرخیاں
پر نظر آئیں فقط چہرے پہ ان کے جھُرّیاں
ان کی زلفِ سیاہ پر جب سے سفیدی چھا گئی
ہر کلی اختؔر غمِ حسرت سے پھر مُرجھا گئی

مرقع عبرت

کتابی چہرے جو ہوں گے بینگن
تو ٹوٹ جائیں گے سارے بندھن
وہ شاہزادی لگے گی بھنگن
اگرچہ پہنے وہ لاکھ کنگن
یہ دانت ہل کر اکھڑ پڑیں گے
لگائیں اِن پر ہزار منجن
نہ سُننا اے میرؔ ان کی ہرگز
کہ نفس و شیطاں ہیں تیرے دُشمن
لگا بڑھاپے سے مجھ کو فتو
اگرچہ پہنے ہُوئے ہے اچکن
ہُوئے ہیں پیری میں مثل بلّی
جو تھے جوانی میں شیر افگن
بچاؤ اپنی نظر کو عشرت
یہی ہے بس اک طریقِ احسن

سِلسلہ مواعظ حسنہ نمبر۸

حقوق النساء

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نام وعظ : حقوق النساء

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرفِ آغاز

جنوبی افریقہ کے بعض احباب خصوصی کی دعوت پر اس سال جنوری ۹۰ء میں مُرشدی حضرت اقدس مولانا محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا سفر جنوبی افریقہ کا ہوا۔ سفر کے آغاز میں پہلے عمرہ ادا فرمایا اور سعودی عرب میں پندرہ دن قیام رہا اور وہاں سفر کے داعی و منتظم مولانا حسین بھیات صاحب جنوبی افریقہ سے ہمراہی کے لئے تشریف لائے۔

چنانچہ ۲۷/ جنوری ۹۰ء بروز ہفتہ حضرت والا مع راقم الحروف اور مولانا حسین بھیات کے جنوبی افریقہ پہنچے۔

اسی دن رات کو بعد نمازِ عشا مولانا حسین بھیات صاحب کے مکان واقع لنیشیا (LENASIA) میں بہت سے اہلِ علم حضرات ملاقات کے لئے جمع ہو گئے اور حضرت اقدس دامت برکاتہم حسبِ عادت شریفہ ارشادات سے مستفید فرمانے لگے۔ دورانِ گفتگو بیویوں کے حقوق پر تقریباً ایک گھنٹہ بیان فرمایا۔ بعد میں حاضرین کرام نے فرمایا کہ ہم کو بہت نفع ہوا۔ مجلس برخاست ہونے کے بعد ایک عالم نے فرمایا کہ حضرت آپ نے یہاں کے لوگوں کی دُکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھا ہے جو اکثر اس مرض میں مبتلا ہیں اور بیویوں کے حقوق میں بہت کوتاہی کرتے ہیں اور خواہش ظاہر کی کہ یہ بیان دوبارہ کسی مجمع میں ہونا چاہیئے تاکہ نفع عام ہو اور یہ باتیں سب کے

کانوں میں پہنچ جائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت نفع کی توقع ہے۔

اگلے دن بھی بہت سے حضرات نے یہ فرمائش کی کہ یہ بیان کسی مسجد میں بڑے مجمع کے سامنے ہونا چاہیئے اور بہت سے اہلِ علم حضرات نے جو رات کی مجلس میں حاضر تھے کہا کہ رات کے بیان سے ہماری آنکھیں کھل گئیں اور ہم نے اپنی بیویوں سے معافی مانگی ہے اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک شروع کر دیا ہے۔

چنانچہ اعلان شدہ نظم کے مطابق ۳۰ رجنوری بروز منگل بعد نماز عشا مسجد آزاد وِل میں بیان تجویز تھا حضرت والا دامت برکاتہم نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ مخلوقِ خدا پر رحم اور ان کو ایذا نہ پہنچانا اور بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک پر بیان فرمایا جو اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا کا مصداق اور ایسا پُر درد اور اثر آفریں تھا کہ خواص و عوام سب اشکبار تھے۔ عجیب منظر تھا کہ حضرت اقدس کی زبانِ عشق، درد میں ڈوبا ہُوا کلام اور اشکبار آنکھیں لوگوں کو تڑپا رہی تھیں اور یوں معلوم ہو رہا تھا کہ دلوں کی زمین سخت پیاس میں آبِ ہدایت کو جذب کر رہی ہے۔

اُف کلیجے منہ کو آتے ہیں تری آواز سے
کِس قیامت کی تڑپ اُف تیرے افسانے میں ہے (جامع)

قال تو پیدا شود از حال تو
حال تو شاہد بود بر قال تو (جامع)

اور محسوس ہو رہا تھا کہ عالمِ غیب سے مضامین وارد ہو رہے ہیں الفاظ و معانی کے سر بہر جام و مینا کے ساتھ ؎

جنت کی مے پیئے ہوئے ساقی تھا مستِ جام
سَاغر تھا، دورِ مے تھا، مقابل میں ہم بھی تھے (جامع)

اور احقر جامع کو اس وقت حضرت والا کے یہ اشعار یاد آ رہے تھے جو حضرت

والا نے اہلِ دل، اہلِ عشق کے لئے فرمائے ہیں ؎

درِ رازِ شریعت کھولتی ہے
زبانِ عشق جب کچھ بولتی ہے
خرد ہے محوِ حیرت اُس زباں سے
بیاں کرتی ہے جو آہ و فغاں سے
جو لفظوں سے ہوئے ظاہر معانی
وہ پا سکتے نہیں دردِ نہانی
لغت تعبیر کرتی ہے معانی
محبت دل کی کہتی ہے کہانی
کہاں پاؤ گے صدرا بازغہ میں
نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں
مگر دولت یہ ملتی ہے کہاں سے
بتاؤں میں ملے گی یہ جہاں سے
یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے
دُعاؤں سے اور ان کی صحبتوں سے

اگلے دن بہت سے حضرات نے بیان کیا کہ حضرت کے وعظ سے ہم پر منکشف ہوا کہ اپنی بیویوں کے معاملہ میں ہم ظالم تھے۔ چنانچہ واپسی پر ہم نے رات ہی کو اپنی بیویوں سے معافی مانگی اور عہد کیا کہ آئندہ ان پر کبھی زیادتی نہ کریں گے۔ ایک دار العلوم کے مہتمم صاحب نے فون پر حضرت والا کو بتایا کہ وعظ سُن کر جب میں گھر گیا تو اپنی اہلیہ سے کہا کہ آج تک آپ کے حقوق میں جو مجھ سے کوتاہیاں ہُوئی ہوں ان کو اللہ کے لئے معاف کر دو اور جیب میں جو کچھ پیسہ

تھا ان کو دے دیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ ہر ماہ کچھ رقم الگ سے جیب خرچ کے لئے دے دیا کروں گا جس کا کوئی حساب لوں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ بیوی کا یہ حق جو حکیم الامت نے بیان فرمایا ہے کہ بیوی کو کچھ رقم ہر ماہ جیب خرچ دے دو جس کا اس سے پھر کچھ حساب نہ لو اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے بہت اہم چیز کی طرف توجہ دلائی بیوی کے حقوق کے بارے میں ہم لوگوں کو عظیم تنبیہہ ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ اسی طرح بہت سے اور علماء نے بھی اسی قسم کے تاثرات کا اظہار فرمایا۔

کچھ عرصہ بعد اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ بھی سننے میں آیا کہ ایک صاحب جو اپنی بیوی کو بہت ستایا کرتے تھے اس بار جب دینی سفر پر جانے لگے تو اہلیہ سے کہا کہ میں نے آج تک جو تم پر ظلم کئے ہیں اس کی معافی چاہتا ہوں۔ میرا کہا سُنا معاف کر دینا تو وہ بے چاری گھبرا گئی اور مہتمم دارالعلوم آزادول مولانا عبدالحمید صاحب کی اہلیہ کو فون کیا کہ آج نہ معلوم کیا بات ہے کہ میرے شوہر مجھ سے معافی مانگ کر گئے ہیں جب کہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ مجھے خوف ہو رہا ہے کہ شاید انہیں کشف ہو گیا کہ ان کی موت کا وقت قریب ہے اور اب کبھی واپس نہیں آئیں گے اس لئے معاف کرا کے گئے ہیں۔ تو مہتمم صاحب کی اہلیہ نے اس کو تسلی دی کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ ہمارے مُلک میں آج کل ایک مولانا صاحب آئے ہوئے ہیں جو بیویوں کے حقوق بیان کر رہے ہیں۔ تمہارے شوہر نے بھی ان کا وعظ سُنا ہو گا۔ یہ اسی کا اثر ہے۔

چند ماہ قبل مولانا حنیف صاحب اور مولانا ہارون صاحب جنوبی افریقہ سے کراچی خانقاہ میں کچھ عرصہ کے لئے تشریف لائے اور ان حضرات نے بتایا کہ حضرت کے بیان سے جنوبی افریقہ کے اکثر احباب۔ نے بیویوں کے حقوق میں بہت

کریمانہ اور مشفقانہ برتاؤ شروع کردیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك

وعظ کی نافعیت کے پیشِ نظر کیسٹ سے نقل کرکے ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے اور اس کے مسودہ کو از ابتداء تا انتہاء حضرت والا نے خود مطالعہ بھی فرمالیا ہے اور اس کا نام ”حقوق النساء“ تجویز کیا گیا۔ حق تعالیٰ شرف قبول عطا فرمادیں اور اُمتِ مُسلمہ کے لئے نافع فرمادیں اور حضرت مؤلف دامت برکاتہم اور مرتب ومعاونین کے لئے صدقۂ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنادیں۔ آمین یارب العالمین بحرمة سید المرسلین علیه الصلوٰة والتسلیم

جَامع و مرتب

یکے از خدام حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب
دامت فیوضہم

جفائیں سہہ کر دُعائیں دینا یہی تھا مجبُور دل کا شیوہ
زمانہ گذرا اسی طرح سے تمہارے در پر دلِ حزیں کا
نہیں خبر تھی مجھے یہ اخترؔ کہ رنگ لائے گا خوں ہمارا
جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر لہُو پکارے گا آستیں کا

حقوقُ النِّساء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ
الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ
الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَعَاشِرُوْ
ھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْأَۃُ کَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَھَا کَسَرْتَھَا
وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِھَا اسْتَمْتَعْتَ بِھَا وَفِیْھَا عِوَجٌ

(بخاری ص۷۷۹ ج ۲)

معزز حاضرین اور علماء کرام و طلباء کرام اور محترم سامعین حضرات! میں کوشش کروں گا کہ آسان اُردو میں آپ کے سامنے اپنی بات پیش کروں اور مجھے اُمید ہے کہ آپ حضرات اُردو سمجھ لیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس وقت ایک بہت اہم مضمون پیش کر رہا ہوں جس میں ہم لوگوں سے بہت سی کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں چاہے وہ پیر ہو، عالم ہو، تاجر ہو جاہل ہو یہ مضمون جو میں پیش کروں گا ہر طبقہ کے لئے نہایت ضروری مضمون ہے اور وہ مضمون کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔

حضرت علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے بخاری کی شرح عمدۃ القاری

لکھی ہے، حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ابرار کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں۔ یہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایسے تابعی ہیں جنہوں نے ایک سو بیس صحابہ کی زیارت کی ہے۔ محدثین لکھتے ہیں

اِنَّ الْحَسَنَ الْبَصْرِیْ قَدْ رَاٰی مِائَۃً وَ عِشْرِیْنَ صَحَابِیًا

ایک سو بیس صحابہ سے ملاقات کرنے والے یہ تابعی خواجہ حسن بصریؒ جب پیدا ہوئے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی سُنتِ تحنیک ادا فرمائی تھی اور سنتِ تحنیک کیا ہے؟ جب بچہ پیدا ہو تو خاندان کا کوئی نیک آدمی شہد یا کھجور کھا کر اس کا تھوڑا سا لعاب بچہ کے منہ میں ڈال دے۔ اس سنت کا نام سنتِ تحنیک ہے۔ یہ سنتِ تحنیک خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا کی۔ صحابہ میں سب سے پہلے جس کو امیر المؤمنین کا لقب ملا ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جن کے اسلام لانے سے آسمانوں پر خوشیاں منائی گئیں۔ اور یہ شرف ملاکہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتَبْشَرَ اَھْلُ السَّمَآءِ بِاِسْلَامِ عُمَرَ (ابن ماجہ ص۱۱) آج عمر کے اسلام لانے سے آسمان پر فرشتے خوشیاں منا رہے ہیں۔ آپ سوچئے کہ کیا درجہ تھا ان حضرات کا کہ جن کے اسلام لانے سے، کلمہ پڑھنے سے آسمانوں پر فرشتوں نے خوشیاں منائیں اور یہ خبر دینے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام اس وقت ایک آیت لے کر نازل ہوئے وہ آیت کیا تھی؟ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (پارہ ۱۰ سورہ انفال)

اے نبی آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور آپ کے تابعدار اور غلام یہ مومنین بھی آپ کے لئے کافی ہیں۔ اس سے پہلے یہ آیت نازل نہیں ہوئی حالانکہ چالیس آدمی ایمان لا چکے تھے۔ ان کے ایمان لانے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اس کی

شان نزول حضرت عمر ہیں یعنی ان کا اسلام لانا اس آیت کے نزول کا سبب ہوا کہ اے نبی اللہ آپ کے لئے کافی ہے اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا بہادر اور طاقتور صحابی آپ کو دیا جارہا ہے ایسے تابعدار مومنین بھی آپ کے لئے کافی ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ کو کیوں عطف کیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ کی کفایت کے باوجود ایمان والوں کی کفایت یعنی کافی ہونے کا تذکرہ کیوں کیا گیا۔ جس کے لئے اللہ کافی ہو جائے تو اللہ کے کافی ہوتے ہوئے پھر مؤمنین کی کفایت کی کیا ضرورت تھی ؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان دکھانی تھی کہ ان کے آتے ہی کعبہ میں اذان ہوئی اور جماعت سے نماز ادا کی گئی۔ ان کے ایمان لاتے ہی صحابہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا یہاں تک کہ کعبہ تک تکبیر کی آواز پہنچ گئی۔ اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جب ہم حق پر ہیں تو ہم خفیہ نماز کیوں ادا کریں لہٰذا دو صفیں بنائیں۔ ایک صف میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رکھا، ایک صف میں خود ہوئے اور بیچ میں شمع نبوت کو رکھا اور یہ دو صفوں کے ساتھ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر کعبۃ اللہ میں آئے اور نماز ادا کی اور اسلام کو سربلند کر دیا۔ كان الاسلام قبل اسلام عمر فی غایۃ الخفاء وبعدہ علی غایۃ الجلاء اسلام پہلے جتنا پوشیدہ تھا ان کے ایمان لانے کے بعد اتنا ہی واضح ہوگیا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کفایت کے ساتھ مؤمنین کی کفایت کو اس لئے فرمایا کہ کفایت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقیقی کفایت ہے کہ اصل میں تو اللہ ہی بندہ کے لئے کافی ہے لیکن ایک کفایت ظاہری بھی ہوتی ہے فوج ولشکر کی طاقت بھی ہوتی ہے تاکہ ظاہری طور پر

بھی دشمنوں پر رُعب جم جائے۔ یہ رَمل کیوں ہے کہ دوڑ کر چلو؟ کافروں پر رُعب جمانے کے لئے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اے نبی اصل کافی تو آپ کے لئے اللہ ہی ہے لیکن حضرت عمر جیسا بہادر صحابی اور دُوسرے جاں نثار صحابہ آپ کو دے رہا ہوں تاکہ ظاہری طور پر بھی دشمنوں پر رعب جم جائے۔ معلوم ہُوا کہ اسبابِ ظاہرہ بھی نعمت ہیں۔ اپنے دوستوں کی تعداد پر شکر ادا کیجئے۔ اگر آپ مہتمم ہیں کسی ادارہ کے مدیر ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو دینی خدمت میں مدد کرنے والے دے دیں تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، کیونکہ یہ کفایتِ ظاہرہ میں سے ہیں۔ کفایتِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بندہ کے لئے کافی ہے مگر ظاہری اسباب بھی ایک نعمت ہیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام کو کس قدر ترقی ہُوئی۔

تو حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی تحنیک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی تھی۔ کیا خوش نصیب بچہ ہے یہ کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لعابِ دہن جس کے سینہ میں اُتر گیا ہو اس کے علم وفضل کا کیا عالم ہوگا اور ان کی ماں اُمّ المومنین حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں نوکری کرتی تھیں جھاڑو لگاتی تھیں سودا لاتی تھیں۔ سُبحان اللہ! کیا مُبارک بچّہ ہے یہ کہ جس کی ماں کو نبوّت کے خاندان میں، نبی کے گھرانہ میں نوکری مل جائے۔ حضرت خواجہ حسن بصری جب رونے لگتے تھے اور ان کی ماں وہاں موجود نہ ہوتی تھیں تو حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا دُودھ پلا دیتی تھیں۔ محدّثین نے لکھا ہے کہ یا تو ایسے ہی بہلانے کے لئے چھاتی منہ میں دے دیتی تھیں جس سے بچّے بہل جاتے ہیں یا پھر کرامت کے طور پر دودھ نکل آتا تھا۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ابرار آگے آرہی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ (بخاری ص۶ ج ۱)

کامل اور پکا مسلمان، اللہ کا بہت پیارا مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان سے اور اور اس کے ہاتھ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہاں پر علامہ بدرالدین عینیؒ نے ایک علمی اشکال قائم کیا ہے کہ کیا پاؤں سے مارنے کی اجازت ہے کیونکہ حدیث میں صرف یہ فرمایا گیا ہے کہ زبان سے تکلیف نہ دو اور ہاتھ سے تکلیف نہ دو۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جو اعضاء تکلیف پہنچانے میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں وہ صرف، دو ہیں۔ زبان اور ہاتھ۔ لات کی نوبت تو بہت کم آتی ہے۔ تو جب کثیرالاستعمال (زیادہ استعمال ہونے والے) اعضاء کو تکلیف پہنچانے سے حفاظت کی مشق ہو جائے گی تو پاؤں سے مارنے کی تو بہت کم نوبت آتی ہے۔ اس کا قابو میں کرنا تو بہت آسان ہو جائے گا۔

ایک ہندو نے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب سے پوچھا تھا کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی ایذارسانی سے صرف مسلمان بچے رہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ غیر مسلموں یعنی ہندوؤں اور کافروں کو خوب ایذاء پہنچائی جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں! چونکہ مسلمان کا واسطہ کثرت سے مسلمانوں ہی سے پڑتا ہے تو جب اکثر آپس میں ساتھ رہنے والے اپنے رہن سہن میں ایک دوسرے کو اذیت سے بچالیں گے تو ہندوؤں سے ملاقات اور لین دین تو کبھی کبھی ہوتا ہے ان کو بدرجۂ اولیٰ مسلمانوں سے سلامتی رہے گی۔ جیسے دو برتن جو ساتھ رہتے ہیں جب ان میں کھٹ پٹ نہیں ہوتی تو جو برتن دور رہتے ہیں ان سے کیسے لڑائی ہوگی۔ البتہ حالتِ جہاد مستثنیٰ ہے۔ لیکن عام حالات میں جب غیر مسلم صلح کرلیں یا مسلمانوں کو نہ ستائیں تو بدرجۂ اولیٰ مسلمانوں کے زبان و ہاتھ سے امن میں رہیں گے کیونکہ ان سے زیادہ معاملہ نہیں پڑتا۔ یہ جواب شیخ نے دیا جو مجھ سے نقل فرمایا۔

ایک علمی اشکال علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اور فرمایا کہ یہ بتائیے کہ کیا زبان سے

کوئی تکلیف دے سکتا ہے۔ زبان میں تو ہڈی بھی نہیں، گوشت کا ایک نرم سا ٹکڑا ہے۔ زبان سے اگر کوئی کسی کو مارے تو کیا چوٹ لگے گی یا زبان کے الفاظ سے تکلیف ہوتی ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ اَلْفَاظِ لِسَانِہٖ

یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان کے الفاظ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اس اشکال کا جواب دیتے ہیں کہ نہیں! بعض وقت بغیر الفاظ کے بھی زبان سے لوگ تکلیف دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علومِ نبوّت کو کمالِ بلاغت دیا گیا تھا اس لئے آپ نے مِنْ اَلْفَاظِ لِسَانِہٖ نہیں فرمایا تاکہ اس حدیث میں وہ لوگ بھی شامل ہو جائیں مَنْ اَخْرَجَ لِسَانَہٗ اِسْتِہْزَاءً جو کسی کا مذاق اُڑانے کے لئے زبان کو نکال کر ہلا دیتے ہیں۔ اس وقت وہ شخص زبان سے بالکل کوئی الفاظ نہیں نکالتا۔ صرف زبان کو نکالا اور چڑانے کے لئے ذرا سا ہلا کر بھاگ گیا۔ اکثر بچے ایسا کرتے رہتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ پٹائی ہو رہی ہے اور بدلہ نہیں لے سکتے تو ایسا کر کے بھاگ جاتے ہیں۔ کبھی بعضے بڑے بھی کر جاتے ہیں کہ زبان کو باہر نکالا اور دائیں بائیں کو ہلا دیا۔ اور اس طرح مذاق اڑا دیتے ہیں اور کچھ نہیں بولتے۔

دیکھئے کلامِ نبوت کی کیا بلاغت ہے

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ فرمایا کہ اس میں وہ لوگ بھی داخل ہو گئے جو صرف زبان سے تکلیف پہنچا دیتے ہیں اگرچہ کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتے۔ اگر مِنْ اَلْفَاظِ لِسَانِہٖ ہوتا تو زبان سے تکلیف پہنچانے والے اس حدیث میں شامل نہ ہوتے۔ یہ کلامِ نبوت کی بلاغت کا اعجاز ہے۔

تو یہ عرض کر رہا تھا کہ ابرار کون لوگ ہیں۔ دیکھئے دو ہی قومیں ہیں ایک ابرار،

دوسری فجار۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ (پارہ ۳۰ سورہ انفطار)

نیک بندے جنت میں عیش کریں گے۔

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ (پارہ ۳۰ سورہ انفطار)

اور نافرمان لوگ جہنم میں جلیں گے۔

توہم کیسے ابرار بن جائیں، کیسے نیکوں کے رجسٹر میں ہمارا نام درج ہو جائے اور ابرار کے کیا معنیٰ ہیں۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ابرار کی تفسیر فرماتے ہیں کہ ابرار وہ لوگ ہیں

اَلَّذِيْنَ لَا يُؤْذُوْنَ الذَّرَّ (عمدۃ القاری ص۱۳۲ ج ۱)

جو چیونٹیوں کو بھی تکلیف نہ دیں۔

وَلَا يَرْضَوْنَ الشَّرَّ (عمدۃ القاری ص۱۳۲ ج ۱)

جو نافرمانی سے خوش نہ ہوں۔ نہ اپنے گناہ سے خوش ہوں نہ دوسرے کے گناہ سے خوش ہوں۔ اللہ کی نافرمانی دیکھ کر ان کا دل غمگین ہو جائے۔ چاہے اپنا گناہ ہو یا کسی دوسرے کو گناہ کرتے دیکھا تو دل کو صدمہ پہنچ جائے۔ یہ اللہ کے تعلق کی دلیل ہے۔ کسی کو اپنے باپ سے محبت ہو تو باپ کی نافرمانی کرنے والے بھائیوں کو دیکھ کر دل غمگین ہو جاتا ہے کہ تم کیسے ہمارے بھائی ہو کہ ابا کو تکلیف دیتے ہو۔ تو جو لوگ ربا کو ناراض کر رہے ہیں ان کے گناہوں کو دیکھ کر مومن جس کے دل میں خدائے تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے صدمہ محسوس کرتا ہے۔

میرے مُرشدِ اوّل شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک اللہ والے جا رہے تھے۔ اُنھوں نے کسی کو گناہ کرتے دیکھ لیا۔ بس لوٹ آئے۔ اتنا صدمہ پہنچا کہ چلنے کی طاقت ختم ہو گئی۔ آکر چارپائی پر لیٹ گئے۔ چادر

اوڑھ لی، رونا شروع کر دیا، غمگین ہو گئے کہ ہائے میرے اللہ کی نافرمانی کی جا رہی ہے۔ دو گھنٹے کے بعد جب پیشاب کرنے گئے تو پیشاب میں خون آگیا۔ اتنا صدمہ پہنچا۔ یہ ہیں اللہ والے لوگ۔ آج ہم گناہ کرتے ہیں اور ڈکار بھی نہیں لیتے خانقاہوں کے ماحول میں، اللہ والوں کے ماحول میں۔ سوچو کہ قیامت کے دن جب پُوچھا جائیگا کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے دینی ماحول دیا تھا، نیک بندوں کے ماحول میں رہ کر تم ایسی بدمعاشیاں کرتے تھے۔ سوچئے اور اپنا حساب لیجئے۔ بس یہ اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم ہے جو ہمیں عذاب میں نہیں پکڑتے۔ حلیم ہیں وہ کریم ہیں وہ بس موقع دے رہے ہیں کہ شاید اب توبہ کرلے، شاید اب توبہ کرلے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے مجھ کو اپنا شعر خود سُنایا۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج جو آپ سے خطاب کر رہا ہے بڑے بڑے بزرگوں کے ساتھ اس کو رہنے کی اللہ پاک نے اپنے کرم سے بدُون استحقاق سعادت بخشی۔ مفتی صاحب نے اپنا یہ شعر سُنایا ؎

ظالم ابھی ہے فُرصتِ توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

یعنی اگر انسان توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں گنہگار کی توبہ، گریہ وزاری، آہ و زاری اور ندامت کے آنسوؤں کی کیا قیمت ہے اس کو سُن لیجئے جب گنہگار بندہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ کے سامنے روتا ہے کہ اے خدا مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے بخش دیجئے مجھ کو معاف کر دیجئے مجھ کو ذلیل نہ کیجئے مجھ کو سزا نہ دیجئے میں کمزور ہوں آپ کے دوزخ کے عذاب کی مجھ کو برداشت نہیں ہے تو اس وقت اس کے آنسو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کئے جاتے ہیں۔ دیکھئے جلال الدین رومیؒ جن کو ساری دُنیا کے عُلماء تسلیم کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں ؎

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن با خونِ شہید

اللہ تعالیٰ ندامت کے آنسوؤں کو، اللہ کے خوف سے نکلے ہوئے آنسوؤں کو شہید کے خون کے برابر وزن کرتا ہے۔

(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ اسی مضمون پر صاحبِ وعظ حضرت مُرشدی دامت برکاتہم کے دو اشعار نہایت درد انگیز ہیں اور پڑھنے والے کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ مولانا رُومی ہی کا کلام ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں ؎

قطرۂ اشکِ ندامت در سجُود
ہمسری خُونِ شہادت می نمُود

ترجمہ: ندامت کے آنسوؤں کے وہ قطرے جو سجدہ میں گنہگاروں کی آنکھوں سے گرتے ہیں اتنے قیمتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

لَیْسَ شَیْئٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ وَاَثَرَیْنِ قَطْرَۃِ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَ قَطْرَۃِ دَمٍ یُھْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الخ (مِشکوٰۃ۔ کتاب الجہاد ص۳۳۳)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دو قطروں سے زیادہ محبوب نہیں۔ ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور دُوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔

اور حضرت والا کا دُوسرا شعر ہے ؎

ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے
آں زمیں باشد حریم آں شہے

ترجمہ: جہاں اللہ کا کوئی عاشق سجدہ میں روتا ہے تو اُس وقت زمین کا وہ ٹکڑا اس عاشق کے لئے حریم بارگاہِ حق بن جاتا ہے۔ (جامع)

اور گڑگڑا کر معافی مانگنے والوں کے لئے علامہ آلوسی تفسیر رُوح المعانی پارہ نمبر ۳۰ سُورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا کی تفسیر میں ایک حدیث قدسی نقل کرتے ہیں۔ حدیثِ قدسی وہ حدیث ہے جو زبانِ نبوّت سے نکلے مگر نبی کہدے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ گڑگڑا کر معافی مانگتا ہے کہ اللہ مجھ سے بڑے گناہ ہو گئے آپ مجھ کو معاف کر دیجئے قبر میں کیا منہ لے کر جاؤں گا، قیامت کے دن آپ کو کیا منہ دکھاؤں گا تو اس کا یہ گڑگڑانا اتنا اللہ کو پسند ہے کہ اُس کے گڑگڑانے کی اس آواز کو اللہ تعالیٰ لوگوں کی سُبحان اللہ سُبحان اللہ کی تسبیحات سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اب حدیث قدسی کے الفاظ بھی سُن لیجئے۔ اہلِ علم حضرات تفسیر رُوح المعانی پارہ نمبر ۳۰ سُورہ انا انزلنا کے ذیل میں اس حدیث کو دیکھ لیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں:

لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ (ص ۱۹۶ ج ۳۰)

گنہگاروں کا رونا، آہ کرنا، گڑگڑانا مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی سبحان اللہ سبحان اللہ کی آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اور بانی دیوبند مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایک عجیب بات فرمائی جس کو میں نے اپنے شیخ و مُرشد اول شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے بارہا سُنا جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے بڑے خلفاء میں سے تھے اور حضرت مولانا اصغر میاں صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین میں سے تھے۔ یہ دونوں بزرگ یعنی میرے مُرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اصغر میاں صاحب دیوبندیؒ جون پُور میں ساتھ پڑھاتے تھے۔ اسی لئے مفتی اعظم پاکستان مفتی

شفیع صاحبؒ شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے فرماتے تھے کہ حضرت آپ خالی میرے پیر بھائی نہیں ہیں۔ آپ کو میں اپنے اُستاد کے درجہ میں سمجھتا ہوں کیونکہ آپ میرے اُستاد مولانا اصغر میاں صاحب دیوبندیؒ کے ساتھ پڑھاتے تھے۔

مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس مُلک میں بادشاہ کوئی چیز باہر سے منگاتا ہے، کسی دُوسرے ملک سے درآمد یعنی امپورٹ کرتا ہے اس کی زیادہ عزّت و قدر کرتا ہے کیونکہ بادشاہ کے ملک میں وہ چیز نہیں ہے۔ تو مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت شان کی جو بارگاہ ہے وہاں آنسو نہیں ہیں اس لئے وہ ہمارے آنسوؤں کی بہت قدر کرتے ہیں کیونکہ آنسُو تو گنہگار بندوں کے نکلتے ہیں فرشتے رونا نہیں جانتے کیونکہ ان کے پاس ندامت تو ہے نہیں۔ ان کو قُربِ عبادت حاصل ہے قربِ ندامت حاصل نہیں۔ قربِ ندامت تو ہم گنہگاروں کو حاصل ہے۔

اسی لئے مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں ؎

کبھی طاعتوں کا سُرور ہے کبھی اعترافِ قصُور ہے
ہے مَلک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضُور ہے

اللہ والوں کو ندامت کا جو حضور ہے فرشتوں کو یہ نعمت حاصل نہیں کیونکہ ان سے خطائیں نہیں ہوتیں وہ بے چارے ندامت کیا جانیں، ہر وقت سُبحان اللہ پڑھ رہے ہیں وہ تو مقدس مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے ایک ایسی مخلوق پیدا کی کہ جس کی ندامت کو دیکھیں یعنی بعض بندے باوجود عزم علی التقویٰ کے کبھی تقاضائے بشری سے مغلوب ہو کر خطا کر بیٹھیں گے تو اس غم سے کہ ہائے ہم نے اپنے اللہ کو ناراض کر دیا، ان کا دل خون ہو جائے گا اور وہ ندامت سے آہ و زاری کر کے معافی مانگ کر ہم کو راضی کریں گے اور ہم اس ندامت کی راہ سے ان کو اپنا قرب عطا فرمائیں گے۔

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر رُوح المعانی میں سُلطان ابراہیم ابن ادہم کا واقعہ لکھتے ہیں۔ دُنیاوی بادشاہوں کا تذکرہ کہیں تفسیر میں آسکتا ہے ؟ یہ وہ سُلطان ہے کہ جس نے سلطنتِ بلخ اللہ کے نام پر لُٹادی تو آج تفسیروں میں اس کا تذکرہ آرہا ہے۔ سلطنت دی خدا پر فدا ہو گئے تو

اب مرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

دیکھئے پارہ نمبر ۴، سُورہ آل عمران (رُوح المعانی ص ۱۰۰)

اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا کی تفسیر کے ذیل میں علامہ آلوسی نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ یعنی شیطان تم کو کب بہکاتا ہے، تمہارے اُوپر کب قدرت پاتا ہے؟ جب تم کوئی گناہ کرتے ہو۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا سے معلوم ہُوا کہ ایک گناہ سے دُوسرا گناہ پیدا ہوتا ہے جس طرح ایک طاعت سے دوسری طاعت کی توفیق بڑھتی جاتی ہے۔ جب بندہ گناہ کرتا ہے، بُرے اعمال کرتا ہے تو قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے، پھر شیطان اس اندھیرے میں قبضہ جمالیتا ہے ورنہ شیطان کی طاقت نہیں ہے کہ وہ مومن کے دل پر قبضہ کرلے۔

لا مجال له علیٰ ابن آدم بالوسوسة الا اذا وجد ظلمة فی القلب

شیطان کی مجال نہیں ہے کہ وہ بنی آدم کے دل پر قبضہ کرلے لیکن جب دل میں اندھیرا پاتا ہے تو مثل چمگادڑ کے آجاتا ہے اور گناہوں پر اُکسانے لگتا ہے۔ لیکن جب بندہ ندامت کے ساتھ توبہ کرلے تو ندامت کے نُور سے قلب پھر روشن ہو جائے گا اور پھر شیطان بھاگ جائے گا۔ جس کا دل چاہے شیطان کو جلد بھگانے کو وہ جلدی سے توبہ کرلے دیر نہ کرے ورنہ وہ اس دل کو اپنا اڈا اور مرکز بنالے گا۔

اس آیت کی تفسیر میں سُلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے کہ یہ

طواف کر رہے تھے اور خدا تعالیٰ سے درخواست کر رہے تھے کہ اے خدا مجھ کو عصمت عطا کر دے یعنی مجھ سے کبھی گناہ نہ ہو۔ معصُوم ہو جاؤں تو دل میں آواز آئی کہ اے ابراہیم ابن ادہم!

كُلُّ عِبَادِهٖ يَسْئَلُوْنَهُ الْعِصْمَةَ

سارے انسان گناہوں سے معصُوم ہونے کی درخواست کر رہے ہیں اگر وہ سب کو معصُوم کر دے

عَلٰى مَنْ يَّتَكَرَّمُ وَعَلٰى مَنْ يَّتَفَضَّلُ

تو پھر خدا کس پر کرم کرے گا اور کس پر مہربانی کرے گا۔

اگر سب مقدّس فرشتے بن گئے تو اللہ کس کو معاف کرے گا، اس کی مغفرت کس پر ظاہر ہو گی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد علامہ اسفرائینی کا قول ملا علی قاری نے مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ انہوں نے بھی تیس برس تک درخواست کی کہ یا اللہ مجھ کو معصُوم کر دے، مجھ سے کبھی کوئی غلطی نہ ہو، کوئی خطا نہ ہو۔ تیس برس کے بعد دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ اتنے کریم ہیں لیکن میری تیس برس کی دُعا قبول نہیں کی۔ فوراً دل میں آواز آئی کہ اے اسفرائینی! تم معصُوم بننا چاہتے ہو۔ لیکن معصومیت کا مقصد کیا ہے؟ یہی کہ تم میرا محبوب بننا چاہتے ہو۔ جب یہی مقصد ہے تو میں نے محبوب بنانے کی دو کھڑکیاں کھولی ہُوئی ہیں۔ تو معصُومیت اور تقویٰ والی کھڑکی ہی سے کیوں چپکا ہُوا ہے۔ کیا تو ہماری یہ آیت تلاوت نہیں کرتا

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (پارہ ۲، سورہ بقرہ)

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو بھی محبوب بنا لیتے ہیں۔

تو جب ہم نے ایک اور کھڑکی توبہ کی بھی کھول رکھی ہے تو اس کھڑکی سے

کیوں نہیں آتا۔ اگر خطا ہو جاتی ہے تو توبہ کر کے مجھ کو راضی کرلے۔ جو صدقِ دل سے توبہ کرتا ہے اور پُختہ عزم کرتا ہے کہ اے اللہ میں آئندہ ہرگز گناہ نہ کروں گا جان دے دوں گا مگر آپ کو ناراض نہ کروں گا لیکن باوجود پُوری کوشش کے پھر اس کی توبہ ٹوٹ جاتی ہے پھر یہ ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے، گڑگڑاتا ہے، عاجزی کرتا ہے اور آئندہ گناہ کا عزم نہیں رکھتا حدیث پاک میں ہے کہ ایسا شخص گناہ پر اصرار کرنے والوں میں نہیں ہے چاہے دن میں ستر بار اس کی توبہ ٹوٹ جاتی ہو۔ لہٰذا تائبین کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔

غالبؔ نے کہا تھا کہ ؎

کعبہ کس مُنہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

الہ آباد کے وہ بزرگ جن کی خدمت میں مُصنَّف عبدالرزاق پر عربی حاشیہ لکھنے والا مصنِّف مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اور مولانا علی میاں ندوی جیسے عُلماء تشریف لے جاتے ہیں اور میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف لے جاتے ہیں یعنی حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم۔ انہوں نے فرمایا کہ غالب نے امّت کو مایُوس کردیا۔ اس شعر کو پڑھ کر جتنے گنہگار بندے ہیں مارے شرم کے کعبہ جانا چھوڑ دیں گے کہ ہمارا مُنہ اس قابل کہاں کہ کعبہ جائیں ہم تو گناہوں میں ملوث ہیں، لہٰذا اس شعر کی اصلاح شرعاً واجب تھی اور فرمایا کہ میں نے اس کی اصلاح کردی ہے سُنو! آپ حضرات سے گذارش ہے کہ ایک اللہ والے کا کلام غور سے سُنیئے اور فیصلہ کیجئے کہ ایک دُنیاوی شاعر اور ایک اللہ والے کے شعر میں کتنا زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

فرمایا کہ ؎

میں اسی مُنہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یُوں بناؤں گا

آپ بتائیے کہ مچھلی کو کانٹے کے ذریعہ دس دفعہ پانی سے نکال لو اور ہر دفعہ پوچھو کہ کیا پانی میں جاتے ہُوئے شرم آتی ہے تُو دس دفعہ بے وقوفی کر چکی ہے دس دفعہ پانی سے باہر آچکی ہے تو وہ کہے گی چاہے ہزار دفعہ بیوقوفی کرلوں مگر پانی میری زندگی کی بُنیاد ہے۔

دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت کی گود مومن کی حیات ہے۔ ہم کب تک ان سے بھاگیں گے۔ چاہے ایک لاکھ گناہ شیطان کرادے لیکن ہم توبہ تلا مچاکر، گڑگڑا کر، سجدہ میں رو رو کر ان کو منائیں گے۔ اسی لئے ہمارے خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جو ناکام ہوتا رہے عُمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

توبہ ٹوٹ جاتی ہے تو آدمی مایوس ہوجاتا ہے کہ میری توبہ بیکار گئی ارے بیکار نہیں گئی پھر توبہ کرلو، ان سے ٹوٹا ہُوا رشتہ پھر جوڑ لو۔ فرماتے ہیں ؎

یہ رشتہ محبّت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

کوشش تو کیجئے کہ نہ ٹوٹے، گناہ سے بچنے میں جان کی بازی لگا دیجئے،

لیکن مان لو پھر بھی بار بار توبہ ٹوٹ جاتی ہے تو بھی مایوس نہ ہوں آپ بار بار توبہ کیجئے۔ توبہ کی قبولیت کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس گناہ سے الگ ہو جائے، دل میں ندامت ہو اور پختہ عزم ہو کہ آئندہ ہرگز گناہ نہ کروں گا یعنی پھر گناہ کرنے کا دل میں ارادہ نہ ہو تو ایسی توبہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے۔

لہٰذا ہرگز مایوس نہ ہوں۔ خطا ہو جائے رونا و گڑگڑانا شروع کر دیجئے۔ اللہ کے علاوہ اور کون ہے جو معاف کرے گا۔ ان کے در کے علاوہ اور کون سا دَر ہے جہاں ہم جائیں۔ لہٰذا عمر بھر کوشش میں لگا رہنا ہے، ان کو راضی کرنے کے لئے مر مر کے جینا ہے ؎

تمام عمر تڑپنا ہے موجِ مضطر کو
کہ اس کا رقص پسند آگیا سمندر کو

بزرگوں سے مشورہ لیجئے، اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھئے ایمان ویقین بنائیے۔ موت کا مراقبہ کیجئے قیامت کا اور دوزخ کا مراقبہ کیجئے۔ گناہوں سے بچنے کی تدبیریں اللہ والوں سے پوچھئے، ان کے پاس رہئے اور گناہوں کے ماحول اور اسباب سے بہت دُور رہئے ورنہ آدمی گناہوں کی طرف کِھنچ جاتا ہے جیسے کسی بلّی کو دس حج کرا دو لیکن اس کے بعد اسے ایک چوہا دکھا دو تو اس بلّی کی مونچھیں کھڑی ہو جاتی ہیں یعنی اس کی مونچھوں پر تاؤ آجاتا ہے۔ اس کے بعد پھر غرغرغر شروع کر دیتی ہے۔ اسی طرح نفس مِثل بلّی کے ہے۔ اگر گناہ سے بچنا ہے تو اسبابِ گناہ سے دُور رہئے۔ ورنہ نفس بلّی کی طرح گناہ کی طرف لپکنا شروع کر دے گا۔ جو شخص اپنے کو اسبابِ گناہ سے قریب کرتا ہے گویا اللہ کے غضب ولعنت میں گرفتار کرنے کو اپنے کو پیش کرتا ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا (پارہ ۲، سورہ بقرہ)

یہ اللہ کے حدود ہیں ان کے قریب بھی نہ رہنا۔

خیال کیجئے کہ کوئی شخص کم عمر خادمہ رکھ لے۔ آجکل یہاں (جنوبی افریقہ میں) جو غریب جھونپڑیوں میں رہتے ہیں۔ مسلمان تو ملتے نہیں نوکری کے لئے یہی عیسائی لڑکیاں مل جاتی ہیں۔ پندرہ بیس سال کی لڑکی کو خادمہ رکھ لیا اور اس سے کپڑے دُھلوا رہے ہیں۔ رات دن بار بار اس پر نظر پڑ رہی ہے۔ کہتے ہیں یہ تو کالی ہے بدصورت ہے۔ کیسی بھی ہو یاد رکھئے اس کے اندر خطرہ ہے۔

خوب غور سے سُن لیجئے کہ بلّی کتنی ہی بڈھی ہو جائے، چلنے میں بھی کانپ رہی ہو لیکن چوہا دیکھ کر اس کا دماغ خراب ہو جائے گا۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے

بھروسہ کچھ نہیں اس نفس امّارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہو جائے تو اس سے بدگماں رہنا

نفس فرشتہ بھی ہو جائے، خوب تہجد پڑھے لیکن آپ کبھی عورتوں کے اور لڑکوں کے قریب نہ جائیں۔ ان سے بچئے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ خرید و فروخت میں، گھر میں، بازاروں میں، دفتروں میں ان سے بچئے۔ خصوصاً جب عُمرہ کر کے آئیے تو ہوائی جہاز میں ایئر ہوسٹسوں کو آپا آپا کہہ کر باتیں نہ کیجئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپا کہنے سے ذرا کوک وغیرہ پلا دے گی۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آپ صبر کر لیں، جسم کو تکلیف دے دیں مگر اس سے کوئی گفتگو آنکھ اُٹھا کر نہ کریں نظر کی حفاظت کیجئے ورنہ عُمرہ کا سارا نور نکل جائے گا۔

اگر حکومت کا اعلان ہو جائے کہ تین دن پانی نہیں آئے گا۔ اُوپر سے آپ نے ٹنکی میں پانی بھرنا شروع کر دیا لیکن نیچے کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی۔ ساری رات آپ نے پانی بھرا لیکن صبح دیکھا تو سارا پانی چھت پر پڑا ہُوا ہے اور ٹنکی میں کچھ بھی نہیں ہے۔

اسی طرح ہم لوگ حج و عمرہ ذکر و تلاوت خوب کرتے ہیں لیکن حواس خمسہ کی جو پانچ ٹونٹیاں ہمارے اندر ہیں ان کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔ کان کی ٹونٹی سے گانا سُن لیا، غیبت سُن لی، آنکھ کی ٹونٹی سے نامحرم عورتوں کو دیکھ لیا، زبان کی ٹونٹی سے غیبت کرلی، جھوٹ بول دیا۔ اس طرح عبادات کا سارا نور ان ٹونٹیوں سے نکل جاتا ہے۔ اسی لئے ہمیں اللہ کے نام کی حلاوت نہیں ملتی، ہمارا نور تام نہیں ہوتا۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا سے اتمام نور کی نعمت کا پتہ چلتا ہے۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جو لوگ گناہ نہیں چھوڑتے ان کے ذکر اللہ اور تہجد اور جملہ عبادات کی مثال ایسی ہے جیسے رات کو ایک گھر میں چور گھسا۔ مال دار آدمی کو محسوس ہو گیا کہ میرے گھر میں چور آگیا ہے۔ پہلے زمانہ میں پتھر رگڑ کر روشنی کرتے تھے اس پتھر کا نام چقماق ہے۔ تو اس نے پتھر رگڑا کہ روشنی ہو جائے تاکہ میں چور کو پہچان لوں لیکن چور بھی بڑا ہوشیار تھا۔ وہ جتنا مال گٹھڑی میں سمیٹ رہا تھا تو پتھر کو بھی دیکھ رہا تھا کہ جیسے رگڑے اس پر انگلی رکھ دے۔ جہاں روشنی ہوئی اس نے انگلی رکھ دی اور چنگاری کو بجھا دیا اور اندھیرے میں اطمینان سے چوری کر رہا ہے بالآخر سب سامان اُٹھا کر لے گیا۔ اسی طرح شیطان ہماری نیکیوں کے نور پر اُنگلی رکھتا رہتا ہے یعنی گناہ کرا کے ہماری طاعات کا سارا مال لے جاتا ہے۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جتنا کھیتی کرنا، گندم بونا اور غلّہ جمع کرنا ضروری ہے اتنا ہی چوہوں سے ہوشیار رہنا بھی ضروری ہے ورنہ سارا غلّہ اُٹھا لے جائیں گے۔ اسی لئے ہمارے اکابر قرآن و حدیث کی روشنی میں تقویٰ کا اہتمام سکھاتے ہیں۔ عبادت چاہے تھوڑی ہو لیکن اگر متقی ہے تو ولی اللہ ہو جائے گا۔ نفل چاہے زیادہ نہ پڑھے رات بھر تہجد نہیں پڑھتا۔ عشا کی فرض نماز پڑھ کر سو جاتا ہے اور صبح جماعت سے فجر کی نماز پڑھ لیتا ہے، کچھ تلاوت کر لیتا ہے، کچھ تھوڑا سا ذکر کر لیتا ہے لیکن ایک گناہ

نہیں کرتا، گناہوں سے بچتا ہے، ہر وقت نفس کی نگرانی رکھتا ہے یہ شخص اللہ کا ولی ہے اور ایک شخص رات بھر تہجد پڑھتا ہے لیکن صبح جب دکان پر گیا تو خریدنے والی جو ٹیڈی آئی اس نے اس ٹیڈی کی اسٹیڈی شروع کر دی یعنی بدنظری کرنے لگا اور اس کو کبھی آپا بنا رہا ہے کبھی خالہ بنا رہا ہے، مزے لے لے کر باتیں کر رہا ہے یہ شخص ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ گناہوں سے نیکیوں کا سارا نور ختم ہو جاتا ہے۔

اس لئے دوستو! تقویٰ کا اہتمام بہت ضروری ہے۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا ولی وہ ہے کہ جو مخلوق کو نہ ستائے، مخلوق کے ساتھ مخلص رہے یہاں تک کہ کافر کے ساتھ بھی مخلص رہے یعنی اللہ کے حکم کا پابند رہے۔ کسی کافر عورت کے ساتھ بھی زنا جائز نہیں ہے۔ بعض لوگوں کو شیطان بہکاتا ہے کہ یہ تو کافر ہے مالِ غنیمت ہے لُوٹ لو۔ وہ جہاد پر قیاس کرتے ہیں کہ جیسے جہاد میں کافر عورتیں قید کر لی جاتی تھیں اور مُسلمانوں کو مالِ غنیمت کے طور پر ملتی تھیں۔ اب وہ قانون ختم ہو گیا۔ بین الاقوامی معاہدہ سے لونڈی اور غلام بنانا اب ختم ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ کسی کافر عورت کے ساتھ بھی بدنظری جائز نہیں۔ کسی کافر لڑکے کے ساتھ بھی بدنظری جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق مسلمان کے ذمہ ہیں۔ جب صحابہ ملک شام فتح کرنے جا رہے تھے تو عیسائیوں نے ان کے راستہ میں خوبصورت لڑکیاں کھڑی کر دی تھیں کہ یہ مُسلمان جب ان خوبصورت لڑکیوں کو دیکھیں گے تو ان کا ایمان کمزور ہو جائے گا اور اللہ کی مدد ہٹ جائے گی لیکن فوج کے کمانڈر انچیف نے یہ آیت تلاوت کر دی۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (پارہ ۱۸ سورہ نور)

اے نبی ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی کریں۔

صحابہ نے اپنی نظریں نیچی کر لیں اور گذر گئے۔ کسی ایک نے بھی کسی عیسائی

لڑکی کا حُسن نہیں دیکھا۔ ان لڑکیوں نے جاکر اپنے والدین سے کہا کہ آپ لوگوں نے جس مقصد کے لئے ہمیں بھیجا تھا آپ سب اس میں ناکام ہو گئے۔ ارے وہ لوگ تو فرشتے ہیں فرشتے۔ انہوں نے تو ہماری طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

تو دوستو! پُوری مخلوق کے ساتھ مخلص رہئے۔ جتنی مخلوق ہے سب کو دُعا میں شامل کیجئے۔ کیسے؟ اے اللہ کافروں کو ایمان عطا کردے۔ جیسے کوئی نالائق بیٹے کے لئے باپ سے کہے کہ آپ اس پر رحم کر دیجئے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے کہئے کہ ساری دُنیا کے کافروں کو ایمان عطا کردے اور ایمان والوں کے لئے دُعا کیجئے کہ اے اللہ ایمان والوں کو تقویٰ دے دیجئے یعنی اپنا ولی خاص بنا لیجئے، اہلِ مصیبت کو اہلِ عافیت بنا دیجئے۔ جو مریض ہیں ان کو صحت دے دیجئے۔ یہاں تک کہ چیونٹیوں کے لئے بھی دُعا مانگئے کہ اے اللہ بلوں میں جو چیونٹیاں ہیں ان پر بھی رحمت نازل فرمادے۔ مچھلیوں کے لئے بھی دُعا کر لیجئے کہ اے اللہ دریاؤں میں سمندروں میں جو مچھلیاں ہیں ان پر بھی رحم فرما دیجئے۔ اللہ والوں کا تو یہ کام تھا کہ ساری مخلوق کی خیر خواہی اور اکرام کرتے تھے۔ دیکھئے اگر آپ کی کسی سے دوستی ہے تو آپ اس کی بلی کا بھی اکرام کرتے ہیں، اس کے کتے کا بھی اکرام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کا جو ہمدرد ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کو اپنا پیارا بنا لیتے ہیں۔ کسی عورت پر بدنگاہی مت کیجئے، کسی کافر کو بھی بُری نظر سے مت دیکھئے ساری مخلوق کے ساتھ مخلص رہئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اللہ تعالیٰ کے پیارے ہو جائیں گے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ (مشکوٰۃ ص۴۲۵)

ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے لہٰذا اللہ کے نزدیک سب سے پیارا بندہ

وہ ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے۔

ایک دن حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحبؒ نے جو حضرت حکیم الامّت کے بہت خاص خلیفہ تھے بتایا کہ ایک دفعہ پیرانی صاحبہ نے حضرت حکیم الامّت سے فرمایا کہ میں کل ایک رشتہ داری میں جا رہی ہوں آپ میری مُرغیوں کو آٹھ بجے کھول دیجئے اور تھوڑا سا دانہ دے دیجئے اور پانی پلا دیجئے۔ اب حکیم الامّت ڈیڑھ ہزار کتابوں کے مصنّف وہ کیا جانیں مُرغیوں کو کھولنا، دانہ پانی دینا۔ حضرت بھُول گئے۔ خانقاہ میں آگئے۔ اندازاً ساٹھ خطوط روزانہ آتے تھے۔ ان میں بڑے بڑے علماء کے خطوط ہوتے تھے۔ اب جواب لکھنا چاہتے ہیں تو کوئی جواب نہیں آتا۔ تفسیر بیان القرآن لکھنا چاہتے ہیں تو کوئی مضمون نہیں آتا۔ قلم رُک گیا۔ دل میں اندھیرا آرہا ہے۔ پھر اللہ سے روئے کہ اے اللہ! اشرف علی سے کیا غلطی ہو گئی۔ آپ مجھے اس پر تنبیہ فرما دیں تاکہ میں اس سے توبہ کرلوں۔ دل میں آواز آئی کہ اے اشرف علی۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ سے تعلق قوی ہو جاتا ہے تو دل میں آوازیں آنے لگتی ہیں کہ یہ کرلو، یہ نہ کرو ؎

تم سا کوئی ہمدم کوئی دَمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

تو حضرت کو آواز آئی کہ تم نے میری ایک مخلوق کو بند کر رکھا ہے۔ مُرغیاں گھبرا رہی ہیں۔ آٹھ کے بجائے نو بج چکے ہیں ایک گھنٹہ سے وہ بے چین ہیں۔ میری ایک مخلوق تمہاری وجہ سے تکلیف میں ہے پھر تم کو علوم کیسے دیئے جائیں ایسی حالت میں تم سے سرکاری کام کیسے لیا جائے گا۔ جاؤ جلدی سے مُرغیوں کو کھولو۔ حضرت دوڑے۔ خانقاہ سے جا کر مرغیوں کو کھولا اور جلدی سے دانہ دیا اور پانی پلایا اور جب لوٹ کر آئے تو سارے علوم پھر جاری ہو گئے۔

دوستو! مُرغیوں کو تکلیف پہنچ جانے کا یہ واقعہ سُن رہے ہیں لیکن آج ہم نے بیویوں کو ستا ستا کر ان کا ناک میں دم کر رکھا ہے تو بتائیے کس قدر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی و غضب ہم لوگ مول لے رہے ہیں۔ مجھے تو آج یہی مضمون بیان کرنا تھا لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ مضامین بیان ہو گئے۔

اب اصل مضمون شروع کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بارے میں سفارش نازل فرمائی ہے۔ قرآن پاک میں فرماتے ہیں

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (پارہ ۴ سُورہ نساء)

اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔

کیوں صاحب اگر مُلک کا وزیرِ اعظم آپ کو خط لکھ دے کہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا کیونکہ تمہاری بیوی میری بیٹی کے ساتھ پڑھی ہوئی ہے تو بتائیے آپ اس کو ستا سکتے ہیں۔ ارے بھائی اگر ایک شیر آپ کے ساتھ چلے اور کہہ دے کہ آج کسی ٹیڈی کو مت دیکھنا ورنہ سمجھ لو کہ اگر میں صرف "ہُوں" سے آواز لگا دوں تو تمہارا قبض ٹوٹ جائے گا تو آپ کیا کریں گے۔ آپ دونوں ہاتھوں کو آنکھوں پر رکھ لیں گے اور کہیں گے کہ شیر صاحب! دیکھو بدگمانی نہ کرنا۔ میں کسی کو دیکھ نہیں رہا ہوں۔ آہ! ایک مخلوق سے ہم اتنا ڈرتے ہیں۔ حیدر آباد سندھ (پاکستان) میں ہم شیر دیکھنے گئے۔ مجھے شیر دیکھنے کا شوق ہے خصوصاً وہ شیر جس کے داڑھی بھی ہوتی ہے اور پٹّے بھی ہوتے ہیں بالکل شیخ کی شکل میں ہوتا ہے اس کا نام شیر ببر ہے۔ خدا کی شان کہ اس دن ملازم پنجرے کا دروازہ بند کرنا بھول گیا۔ مائیک سے اعلان ہُوا کہ جتنے آدمی چڑیا گھر میں ہیں سب بھاگ جائیں۔ اس وقت شیر آزاد ہے۔ کسی پر بھی حملہ کر سکتا ہے۔ آپ سمجھئے کہ جو بڈھے لاٹھی ٹیک کر بڑی مشکل سے چل رہے تھے وہ ایسا بھاگے ہیں کہ ہرن

بھی شرما جائے ۔ جان ایسی پیاری چیز ہے ۔ پھر تھوڑی دیر میں اعلان ہوا کہ شیر پنجرے میں چلا گیا ہے ۔ پنجرے میں گوشت ڈالا گیا تھا جس سے شیر اندر چلا گیا اور دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے ۔ دیکھئے شیر سے ہم لوگ اتنا ڈر جاتے ہیں لیکن جو شیر کا پیدا کرنے والا ہے اس سے کتنا ڈرنا چاہئے ۔ شیر جب دہاڑتا ہے تو زمین ہل جاتی ہے ۔ اللہ کی ڈانٹ میں کیا آواز ہوگی ۔ قیامت کے دن جب اعلان ہوگا خُذُوْهُ پکڑو اس نالائق کو فَغُلُّوْهُ زنجیروں میں جکڑ دو ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ پھر اس کو جہنم میں داخل کر دو ۔ کیا آواز ہوگی کیا قیامت کا دن ہوگا ۔ آج نفس کے مزہ کے لئے ہم لوگ سانڈ کی طرح ہر کھیت میں منہ ڈالنے کے لئے تیار ہیں اور اس کا کیا انجام ہے اس کی فکر نہیں ۔

ہاں تو اللہ تعالیٰ کی سفارش ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ ۔ بیوی چاہے جوان ہو چاہے بڈھی ہو چاہے اس کے منہ میں دانت نہ ہوں بلکہ جب بڈھی ہو جائے تو اور زیادہ اس کا خیال رکھو ۔ جب جوانی تھی تو خوب پیار کیا ۔ اب جب دانت ٹوٹ گئے ، گال پچک گئے تو اس کو حقیر سمجھ رہے ہیں ، یہ بات ٹھیک نہیں ۔ اس بڈھی کا بھی خیال کرو کیونکہ تمہارے ہی ساتھ بڈھی ہوئی ہے ۔ پہلے طبیعت سے پیار کرتے تھے اب اللہ کا حکم سمجھ کر اس کے ساتھ شفقت کرو ۔ اگر اس کے سر میں درد ہو جائے تو دوا لے آؤ ۔ اس کے ساتھ رحمت سے پیش آؤ ۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف پڑھاتے وقت ایک ہی قصہ ساری زندگی سُناتے رہے اور کوئی قصہ ان کو یاد بھی نہیں تھا ۔ جب طالب علم پڑھتے پڑھتے تھک جاتے تو فرماتے تھے اچھا بھائی ایک قصہ سُنو ۔ اور طالب علم کون تھے حضرت شیخ الحدیث کے والد مولانا یحییٰ صاحب اور میرے شیخ کے اُستاد مولانا ماجد علی جونپوری اور بہت سے دُوسرے طالب علم سب قصہ سُن کر ہنس پڑتے تھے اور وہ قصہ کیا تھا ۔

دہلی میں ایک بڈھا ایک بڈھی رہتے تھے۔ کوئی اولاد نہیں تھی۔ اسّی سال کا بڈھا اسّی سال کی بڈھی ایک لحاف میں سوتے تھے ایسی محبت تھی۔ بڈھا بغیر اجازت پیشاب بھی نہیں کرتا تھا۔ جب پیشاب لگتا تو کہتا تھا کہ اے شیخائن میں مُوتوں گا وہ بڈھی کہتی تھی ہاں ہاں مُوت لو۔ حضرت مولانا گنگوہی یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے تھے چہرہ پر مسکراہٹ بھی نہیں آتی تھی اور طلباء ہنس پڑتے تھے۔

بعض لوگوں کو اس کا غم ہے کہ ہمارے ماں باپ سے غلطی ہوگئی۔ ہماری بیوی جیسی حسین ہونی چاہئے ویسی نہیں ہے۔ اماں نے غلط انتخاب کیا تھا۔ آنکھ میں موتیا بند تھا۔ گیارہ نمبر کا چشمہ لگا کر گئی تھیں انتخاب کرنے۔ اماں کو بھی کوس رہے ہیں کہ گیارہ نمبر کا چشمہ لگا کر دھوکہ کھا گئیں۔ اس پر میں عرض کرتا ہوں کہ سب جوڑے مقدر ہیں۔ اللہ کے لکھے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ جس کی قسمت میں اللہ نے جو لکھ دیا اس پر راضی رہو۔ یہ بیویاں جنت میں حُوروں سے زیادہ حسین کر دی جائیں گی۔ علامہ آلوسی نے رُوح المعانی میں پارہ نمبر ۲۷ سُورہ رحمٰن کی تفسیر کے ذیل میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پُوچھا کہ یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنّت میں حُوریں زیادہ حسین ہوں گی یا مسلمان بیویاں؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ سوال کر کے قیامت تک عورتوں پر احسان کر گئیں۔ آج آپ اپنی بیویوں کو یہ یہ حدیث ضرور سُنا دینا جو اختر سے آپ سُن رہے ہیں۔ یہ سوال کیوں کیا۔ ساری عورتوں کی طرف سے وکالت کا حق ادا کر دیا۔ کیونکہ عورتیں دیکھتی ہیں کہ عام لوگ جب کوئی اچھی شکل سڑکوں پر دیکھ لیتے ہیں تو اس دن اپنی بیویوں کو ٹھیک سے نہیں دیکھتے۔ دیکھتے ہیں تو ذرا نظر نیچی کر کے۔ یہ بد نظری کے گناہ کا وبال ہوتا ہے۔ بریانی دیکھ کر دال دیکھی نہیں جاتی۔ دال پر یاد آیا کہ ایک شاعر جو گوشت کا عاشق تھا اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا ؎

پکاؤ گی جس دن تم ارہر کی دال
سمجھ لو اسی دن مرا انتقال

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ام سلمہ! جنت میں مسلمان بیبیاں حوروں سے بھی زیادہ حسین کر دی جائیں گی۔ پوچھا وَبِمَ ذَاكَ ایسا کیوں ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ حوروں نے نمازیں نہیں پڑھی ہیں روزے نہیں رکھے ہیں، شوہروں کی خدمت نہیں کی ہے، بچے جننے کی تکلیف نہیں اٹھائی ہے اور مسلمان عورتوں نے نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں حج کیا ہے، شوہروں کی خدمت کی ہے، بچے جننے کی تکلیف اٹھائی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

بِصَلَاتِهِنَّ وَ صِيَامِهِنَّ وَ عِبَادَتِهِنَّ اَلْبَسَ اللّٰهُ وُجُوْهَهُنَّ النُّوْرَ (روح المعانی ص۱۲۶ ج ۲۷)

ان کی نمازوں، روزوں اور ان کی عبادت کی وجہ سے ان کے چہروں پر اللہ اپنا نور ڈال دے گا جو مستزاد ہوگا، اضافی ہوگا۔ حوروں کے اندر وہ نور نہیں ہوگا۔ اللہ جس پر اپنا نور ڈال دے اس کے حسن کا کیا عالم ہوگا۔

دنیا کی زندگی چند دن ہے۔ ریل کے پلیٹ فارم پر اچھی چائے نہیں ملتی تو آپ کیا کہتے ہیں ارے میاں جیسی بھی ہے پی لو گرم پانی ہی سہی نزلہ زکام سے تو بچ جاؤ گے۔ گھر چل کر اچھی والی پئیں گے۔ دنیا ایک پلیٹ فارم ہے۔ یہاں بیوی جیسی ملی ہے اس کے ساتھ نباہ دو۔ جنت میں یہ حوروں سے زیادہ حسین بنا دی جائیں گی۔ یہ نہیں کہ اگر بیوی کم حسین ہے تو ہر وقت اس کو طعنہ دے رہے ہیں ستا رہے ہیں۔ سوچو اگر تمہاری بیٹی کم حسین ہوتی تو تم کیا چاہتے۔ کیا یہ پسند کرتے کہ داماد اس کو ستائے۔ بولو دوستو! اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر کہو جو اختر کہہ رہا ہے۔ اگر آپ کی بیٹی کم حسین ہو یا غصہ والی ہو تو آپ کیا چاہیں گے کہ داماد اس کی پٹائی کرے۔

ڈنڈے مارے، گالیاں دے اور کہدے کہ تو کہاں سے میری قسمت میں لکھی ہُوئی تھی بھنگن جمعدارن کہیں کی۔ میرے پاس ایک رئیس آئے۔ کہنے لگے کہ میری بیٹی کو آپ کوئی تعویذ دے دیں۔ اس میں بڑا غصّہ ہے جس کے پاس بیاہ کے جائے گی اس سے نہ جانے کتنے ڈنڈے پائے گی۔ ابھی شادی بھی نہیں ہُوئی اور ابھی سے فکر ہے۔

دوستو! ہماری بیبیاں بھی کسی کی بیٹیاں ہیں اپنی بیٹی کے لئے آپ تعویذ لیتے ہیں یا نہیں۔ دوستو اور بزرگو! بتائیے اگر آپ کی بیٹی کو داماد ستا دے، اس کی طرف نہ دیکھے یا جھڑک دے کسی بات پر۔ وہ بات کرنا چاہتی ہے یہ تسبیح لئے بیٹھے ہیں۔ دن بھر تو وہ بے چاری آپ کی منتظر تھی۔ آپ دکان میں گیس بھروا رہے تھے یا کوئی کپڑا بیچ رہا تھا۔ دن بھر کی ترسی ہوئی منتظر کہ اب میرا شوہر آئے گا تو اس سے دل بہلائیں گے اور آپ گھر آکر تسبیح لے کر بیٹھ گئے۔ بابا بایزید بسطامی اور بابا فریدالدین عطار بھی شرما جائیں ان کو دیکھ کر۔ اور سُنئے گھر میں کیسے داخل ہوتے ہیں۔ آنکھ بند کر کے تسبیح پڑھتے ہوئے گویا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری تشریف لا رہے ہیں۔ آپ بتائیے کیا بیویوں کا یہی حق ہے؟

مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تھے تو مُسکراتے ہوئے آتے تھے۔ آنکھ بند کر کے عرشِ اعظم پر نہیں رہتے تھے زمین والوں کا حق بھی ادا کرتے تھے۔ حالانکہ آپ کو اُمت کا کتنا غم تھا۔ ہر وقت کفار سے مقابلہ۔ ایک جہاد ختم ہوا، ابھی تلوار رکھنے نہیں پائے کہ دُوسرے جہاد کا اعلان ہوگیا۔ لیکن اس کے باوجود کبھی ایسا نہیں ہُوا کہ آپ گھر میں داخل ہوئے ہوں اور چہرۂ مُبارک پر تبسم نہ ہو۔

اپنی بیویوں کے پاس مسکراتے ہوئے آنا، یہ سنّت آج چھُوٹی ہوئی ہے۔ جو

بے دین ہیں وہ فرعون بن کر آتے ہیں، بڑی بڑی مونچھیں تان کر کے، آنکھیں لال کر کے تاکہ ذرا رُعب رہے ایسا نہ ہو کہ مجھ کو کچھ کہہ دے اس لئے اس پر رعب جمانے کے لئے نمرود اور فرعون بن کر آتے ہیں اور جو دیندار ہیں وہ بابا بایزید بسطامی اور خواجہ معین الدین اجمیری اور بابا فریدالدین عطار بن کر آتے ہیں۔ مراقبہ میں آنکھیں بند کئے ہوئے گویا عرش پر رہتے ہیں، زمین کی بات تو جانتے ہی نہیں۔ دونوں زندگیاں سنت کے خلاف ہیں۔ گھر میں اپنی بیویوں کے پاس جائیے تو مُسکراتے ہوئے جائیے، اس سے باتیں کیجئے۔ تسبیحات سے زیادہ ثواب اس وقت یہ ہے کہ اس کا حق ادا کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے اچھے اخلاق والا وہ ہے جس کے اخلاق بیوی کے ساتھ اچھے ہیں۔ ہم دوستوں میں خوب ہنسیں گے خوب لطیفے سُنائیں گے اور بیوی کے پاس جا کر سنجیدہ بزرگ بن جائیں گے، مُنہ سکوڑے ہوئے جیسے ہنسنا جانتے ہی نہیں۔ اور وہ بے چاری تعجب میں ہے کہ یا اللہ میں دن بھر منتظر تھی کہ رات میں آئے گا تو اپنے شوہر سے ہنسوں بولوں گی اور یہ پتھر کا بُت بنا ہوا ہے۔

یہ مُسکرانا ہنسنا بولنا عبادت میں داخل ہے۔ رات بھر نوافل میں جاگنا اور بیوی سے بات نہ کرنا یہ صحابہ کی سنت کے بھی خلاف ہے۔ ایک کم عمر صحابی کے پاس ایک بڑی عمر کے صحابی گئے۔ انہوں نے عبادت شروع کر دی تو ان بزرگ صحابی نے فرمایا

اِنَّ لِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا

تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے۔ میں تمہارا مہمان ہوں۔ مجھ سے باتیں کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ جاؤ اب اپنی بیوی کا حق ادا کرو

اِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا اس سے بھی باتیں کرو۔

تو میرے دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کے لئے اس آیت میں سفارش نازل کی ہے۔ تو خدا کی سفارش کو رد کرنے والوں کے لئے حکیم الامت کے الفاظ ہیں، میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مجدد تھے اپنے زمانہ کے وہ فرماتے ہیں کہ جو اپنی بیویوں کو ستائے، ان سے اچھے اخلاق سے پیش نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کی سفارش کو رد کر دے یہ بے غیرت مرد ہے، کیونکہ وہ کمزور ہے، تمہارے قبضہ میں ہے۔ اس کے باپ اور بھائی دُور ہیں، اور دو تین بچوں کے بعد تو اور بھی کمزور ہو جاتی ہے اور مرد صاحب انڈے کھا کھا کر مسٹنڈے رہتے ہیں پھر وہ اس کو ڈنڈے لگاتے ہیں، اپنی طاقت دکھاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کیا کروں صاحب! میں تو غصہ میں پاگل ہو جاتا ہوں۔ کہتا ہوں کہ تولیہ صاف کرو تو نہیں کرتی۔ آج ہی کہا تھا کہ تولیہ دھو دینا لیکن نہیں دھویا۔ ارے بھائی! آپ نے بیوی کو خادمہ کیوں سمجھ رکھا ہے۔ اپنا تولیہ خود دھو لیجئے۔ بیوی اس لئے تھوڑی دی گئی ہے کہ آپ کے کپڑے ہی دھوتی رہے۔ خود دھو لیجئے لیکن اس کو نہ ستائیے۔ غصہ میں پاگل نہ بن جائیے۔ میرے ایک دوست ہیں کراچی میں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو غصہ بہت ہے ہم تو غصہ میں پاگل ہو جاتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے غصہ کبھی پاگل نہیں ہوتا۔ غصہ بہت ہوشیار ہے۔ غصہ کمزوروں پر پاگل ہوتا ہے۔ سیر بھر طاقت والا آدھا سیر طاقت والے پر غصہ اتارتا ہے لیکن اسی وقت اگر سوا سیر والا تگڑا آگیا محمد علی کلے کی طرح اور باکسنگ کا ایک مُکّا دکھایا تب اس وقت غصہ کیا کہتا ہے۔ معاف کر دینا، معاف کر دینا اور ہاتھ جوڑ کر بلّی بن گئے۔ اب یہ عقل کہاں سے آگئی۔ ابھی تو پاگل تھے۔ معلوم ہُوا کہ غصہ میں کوئی پاگل نہیں ہوتا یہ سب حماقت اور بے وقوفی کی بات ہے۔

پھر بھی میں علاج بتائے دیتا ہوں۔ جدّہ سے میرے پاس کراچی ایک خط آیا کہ مجھ میں اور میرے بیوی بچوں میں غصہ بہت ہے۔ سارا خاندان ایک عذاب بنا ہُوا ہے۔ میں نے ان کو لکھا کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سات مرتبہ پڑھ کر کھانے پر دم کر دیں جب دستر خوان بچھے اور سب کھانے بیٹھیں، اور دم کرتے وقت ذرا سی تھوک کی چھینٹیں بھی پڑ جائیں مگر ذرہ کے برابر۔ یہ نہیں کہ ایک تولہ گرا دو۔ پھر کون کھائے گا۔ ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے خُرُوۡجُ الۡبُزَاقِ مِنَ الۡفَمِ دم کرتے وقت تھوک کے ذراسے ذرات گر جائیں۔ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ ایک مہینہ بعد خط لکھا کہ اللہ کے رحمٰن ورحیم نام کے صدقہ میں ہم سب میں شانِ رحمت آگئی، ہمارے غصے ختم ہو گئے، ہم معتدل المزاج ہو گئے۔ اللہ کا نام بہت بڑا نام ہے۔

دوستو! مشورہ تو کرو۔ آج بزرگوں سے، اللہ والوں سے یا اللہ والوں کے غلاموں سے تعلق ہم نے چھوڑ دیا۔ خود ہی اپنا علاج کرتے ہیں پھر فائدہ کیسے ہو۔ کوئی مرض رُوحانی ایسا نہیں جو اچھا نہ ہو۔ آپ پُوچھ کر دیکھئے عمل کر کے دیکھئے۔ چالیس سال کے گناہ کی عادت بھی کسی کو ہو مشورہ کریں انشاءاللہ تعالیٰ اگر اچھے نہ ہوں تو کہنا کہ اختر مسجد میں کیا کہہ رہا تھا۔ لیکن مریض خود بخود اچھا نہیں ہوتا معالج سے مشورہ کرے۔ جو رُوحانی معالجین متبع سُنت بزرگوں کے صحبت یافتہ و اجازت یافتہ ہیں ان سے مشورہ لیجئے انشاءاللہ تعالیٰ گناہ چھوٹ جائیں گے۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ جو لوگ اپنی بیویوں کو ستاتے ہیں اگر اس کے تگڑے تگڑے موٹے موٹے بھائی محمد علی کلے کی طرح آجائیں اور کہہ دیں کہ کیوں بھائی میری بہن کو کیوں ستا رہے ہو تب دیکھیں کیسے ستاتے ہو۔

دوستو! اللہ سے ڈرو۔ دیکھو آسمان والا دیکھ رہا ہے کہ یہ میری بندی کو

کس طرح رکھتا ہے۔ بیولوں کا دل اتنا حساس ہوتا ہے کہ ان کو ذرا سا جھڑک دو کہ ہم آج بہت تھکے ہوئے ہیں تم کو کیا۔ دن بھر پڑی رہتی ہو۔ وہ رات بھر روتی ہے اس کو نیند نہیں آتی۔ آہ اس کی پہنچتی ہے آسمان پر۔ یا اللہ میں اس کے پیار کی بھوکی تھی کہ مسکرائے گا، کچھ بولے گا۔ یہ تو تھکا ماندہ ایسا آتا ہے کہ بس سو جاتا ہے۔ شوہر صاحب سو گئے اور وہ رو رہی ہے۔ اس کے آنسوؤں کو اللہ دیکھتا ہے۔ ایسے ظالم شوہروں کو میں نے سخت عذاب میں مُبتلا پایا ہے۔ ایک صاحب نے محض اس لئے کہ بیوی کالی کلوٹی تھی، صُورت خراب تھی محض نفس کی ہوس کی وجہ سے چھ بچوں کی ماں ہو جانے کے باوجود اس کو طلاق دے دی۔ یہ کوئی سُنا ہوا واقعہ نہیں ہے، میرا آنکھوں دیکھا حال ہے۔ کہا کہ میری ماں نے غلطی کر دی تھی، میرا اس سے گذارا نہیں ہوگا۔ ہم اب بہت خوبصورت سے شادی کریں گے۔ اس عورت نے کہا کہ جب میں آپ کو پسند نہیں تھی تو یہ چھ بچے کہاں سے آ گئے۔ شروع میں ہی مجھے طلاق دے دیتے تو میری شادی آسانی سے ہو جاتی۔ اب تم چھ بچّے والی بنا کر مجھے طلاق دے رہے ہو۔ کہا کہ نہیں بس ہم مجبور ہیں۔ ہم سے اب برداشت نہیں ہوتا۔ اب میں کسی حسین عورت سے شادی کروں گا۔ اور دے دی تین طلاق۔ جب وہ چھ بچّوں کو لے کر نکلی ہے تو اس نے آسمان کی طرف ایک نظر ڈالی اور بزبانِ حال یہ شعر پڑھا ؎

ہم بتاتے کِسے اپنی مجبُوریاں
رہ گئے جانبِ آسماں دیکھ کر

اس کے بعد دُوسری شادی کی اور بہت خوبصورت سے شادی کی۔ چھ مہینے بھی نہیں گذرے تھے کہ فالج گر گیا، دس سال تک زندہ رہے بستر پر پیشاب پاخانہ کرتے رہے اور وہ لڑکی بھی بھاگ گئی کہ ایسے سے میرا گذارہ کیسے

ہوگا۔ دیکھئے یہ انجام ہوتا ہے۔ کسی کی آہ مت خریدیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بخاری کی حدیث ہے

اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ (بخاری ص۳۳۱ ج ۱)

مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔ اسی کو ایک اللہ والے شاعر نے کہا ہے ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دُعا کردن

اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

مظلوموں کی آہ سے ڈرو کہ جب وہ اللہ کو پکارتے ہیں تو قبولیت حق ان کی دُعا کا استقبال کرتی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ (جامع صغیر ص۱۰ ج ۲)

سب سے اچھے اخلاق اس کے ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ مہربانی کرتا ہے، ان کی خطاؤں کو معاف کرتا ہے۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مزدور ایک مرغی خرید لایا، گھی اور مسالہ بھی لے آیا۔ بڑی محنت کر کے پسینہ کی کمائی سے لایا تھا۔ لیکن بیوی سے نمک تیز ہوگیا، اتنا تیز ہوگیا کہ اس سے کھایا نہیں گیا۔ پانی پی کر اُٹھ گیا مگر کچھ نہیں بولا۔ شریف آدمی تھا، اللہ والا تھا۔ اس نے سوچا کہ اگر میری بیٹی کے ہاتھ سے یہ نمک تیز ہوجاتا تو میں کبھی نہ چاہتا کہ داماد اس کو جوتا مارے۔ تو یہ میری بیوی بھی کسی کی بیٹی ہے۔ ہم اپنی بیٹیوں کے لئے تعویذ مانگتے ہیں کہ مولانا صاحب ذرا ایسا تعویذ دے دو کہ میرا داماد میری بیٹی

کو پیار سے رکھے، خطا ہو جائے تو اس کو معاف کر دے، گالیاں نہ دے، جوتے نہ مارے، اس سے منہ نہ پھُلائے رہے، ذرا ہنسے بولے آرام سے رکھے۔ بتاؤ بھائی ہم یہ تعویذ لیتے ہیں یا نہیں اپنی بیٹیوں کے لئے۔ اور ہماری آپ کی جو بیویاں ہیں یہ بھی کسی کی بیٹیاں ہیں یا نہیں یا یہ ایسے ہی آسمان سے گر آئی ہیں۔ یہاں بھی وہی سوچئے کہ ماں باپ کا دل کتنا غمگین ہوتا ہے جب وہ جا کر بیان کرتی ہیں کہ آپ کا داماد مجھے اچھی طرح نہیں رکھتا، تکلیف دیتا ہے۔

لہٰذا دوستو! اس نے معاف کر دیا کہ یا اللہ یہ آپ کی بندی ہے چند دن کے لئے مجھے ملی ہُوئی ہے۔ کچھ دن بعد نہ ہم ہوں گے نہ یہ ہو گی، سب قبروں میں لیٹے ہوں گے۔ یا اللہ میں آپ کو خوش کرنے کے لئے آپ کی بندی سمجھ کر اس کی خطا کو معاف کرتا ہوں۔ حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ میں بیان کرتے ہیں کہ جب اسکا انتقال ہو گیا تو ایک اللہ والے نے اس کو خواب میں دیکھا۔ پُوچھا کہ اے بھائی تیرے ساتھ کیا معاملہ ہُوا۔ اس نے کہا کہ میرے بڑے گناہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک دن تُو نے میری بندی کی خطا کو معاف کیا تھا اس کے بدلہ میں آج میں تجھ کو معاف کرتا ہوں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھانجہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئے ان کی ایک غلطی پر اور قسم کھالی تھی کہ میں ان کو خیر خیرات نہیں دوں گا اور زندگی بھر نہیں بولوں گا۔ چونکہ یہ بدری صحابی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش نازل فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو ایک دفعہ مقبول بناتا ہے پھر اس کو کبھی مرُدود نہیں کرتا۔ ہم لوگ تو دوست بنا کر پھر مردود کر دیتے ہیں کیونکہ ہم کو علم نہیں ہوتا مستقبل میں کسی کی وفاداری کا۔ اللہ تعالیٰ اسی کو مقبول بناتے ہیں جو

علمِ الٰہی میں ہمیشہ مقبول اور وفادار ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ماضی حال مستقبل سب کا علم ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سفارش نازل فرمائی

اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ (پارہ ۱۸ سورہ نور)

اے ابوبکر صدیق کیا تم محبوب نہیں رکھتے کہ تم میرے اس بندہ کو معاف کر دو جو بدری صحابی ہے، جنگِ بدر لڑا تھا اور جس کو میں نے اپنا مقبول بنا لیا، غلطی اس سے بے شک ہوگئی لیکن میں اس کو معاف کرتا ہوں۔ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم بھی اس کو معاف کر دو اور قیامت کے دن اللہ تم کو بخش دے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

وَاللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لِیْ

خدا کی قسم میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ مجھے قیامت کے دن بخش دے۔ میں مسطح رضی اللہ عنہ کو معاف کرتا ہوں اور پہلے سے زیادہ ان پر احسان کروں گا۔

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک جگہ بیٹھ کر وضو شروع کیا، پھر وہاں سے اُٹھ کر دوسری جگہ بیٹھ گئے پھر وہاں سے ہٹ کر تیسری جگہ۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے۔ فرمایا کہ وہاں چیونٹیاں تھیں، وضو کے پانی سے وہ منتشر ہو جاتیں، ان کا خاندان اِدھر اُدھر ہو جاتا جس سے ان کو اذیت پہنچتی۔ یہ ہیں اللہ والے جو چیونٹیوں کو بھی اذیت نہیں دیتے۔

دوستو! اس لئے عرض کرتا ہوں کہ اپنی اپنی بیویوں سے معافی مانگ لیجئے۔ ابھی سویرا ہے، قیامت کا دن بہت گاڑھا دن ہوگا۔ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر مجھ سے کوئی اذیت پہنچ گئی ہو، غصہ میں کچھ کہہ دیا ہو تو اس کو معاف کر دو۔ اور رہ گیا یہ کہ وہ ہمیں کیوں ستاتی ہیں تو سمجھ لیجئے کہ اگر عورتوں کا مجمع ہوتا تو ان کے سامنے میں آپ کی طرف داری کرتا، ان کو سمجھاتا کہ اپنے شوہروں کی عزت کرو،

ان کو ناراض مت کرو ورنہ تمہاری کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی لیکن اس وقت تو آپ ہمارے ہاتھ لگے ہوئے ہیں، اس لئے مقدمہ آپ کے خلاف دائر ہے تاکہ مردوں کی طرف سے ان کی جو حق تلفی ہوجاتی ہے اس کا تدارک ہوسکے اور بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے اور ان کی ایذاؤں کو برداشت کرنے پر دو واقعات پیش کیئے دیتا ہوں جن میں یہ نصیحت ہے کہ اگر بیوی ستاتی ہے، اس کے مزاج میں غصہ ہے، کڑوی کڑوی بات سُنا دیتی ہے تو اس کو برداشت کر لیجئے آپ اللہ کے پیارے ہوجائیں گے۔ مثال کے طور پر آپ کی بیٹی کڑوی زبان والی ہے لیکن داماد آپ کو شریف مل گیا اور آپ کی بیٹی نے آکر کہا کہ میں کڑوی بات کہتی ہوں ستا دیتی ہوں، غصہ بھی مجھ میں بہت ہے لیکن ابا آپ کا داماد تو فرشتہ ہے فرشتہ۔ مجھ سے کبھی کوئی بدلہ نہیں لیتا بلکہ مُسکرا کر باہر چلا جاتا ہے، کچھ نہیں بولتا۔ دوستو! ہم لوگ سینہ میں دل رکھتے ہیں۔ دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کہ ابا کا دل کیا کہے گا۔ کیا اس کا دل نہیں چاہے گا کہ کوئی بلڈنگ ہوتی تو داماد کو لکھ دیتا، کار ہوتی تو اس کو دے دیتا۔ اللہ تعالیٰ کی جو بندیاں کڑوے مزاج والی ہیں، غصہ والی ہیں ان کی کڑوی باتوں کو جو برداشت کررہے ہیں تو وہ ربا بھی ایسے بندوں سے ایسا خوش ہوجاتا ہے کہ ان کو نسبت مع اللہ کا تعلق مع اللہ کا نہایت اعلیٰ مقام عطا فرماتا ہے، اپنا بہت بڑا ولی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو بناتا ہے۔

اب دو واقعات سُنا کر تقریر ختم کرتا ہوں۔ میرا ارادہ تو مختصر بیان کا تھا، لیکن آپ حضرات کی برکت سے مضامین آگئے اور یہ بھی سوچئے کہ کراچی سے یہاں کا فاصلہ کتنا ہے۔ یہاں بار بار آنا آسان نہیں۔ نہ آپ میری زبان بار بار پائیں گے نہ میں آپ کے کان پاؤں گا۔ زبان کراچی کی ہے کان ساؤتھ افریقہ کے ہیں۔ لہٰذا ذرا دیر ہوگئی تو کیا تعجب ہے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی

صاحب نے بزرگوں کے دو واقعات سنائے تھے وہ سُن لیجئے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ اتنے نازک مزاج تھے کہ بادشاہ آیا اور پانی پی کر صراحی پر پیالہ ٹیڑھا رکھ دیا۔ حضرت نے صبر کرلیا لیکن سر میں درد ہوگیا۔ کچھ دیر بعد عرض کیا کہ حضور میں چاہتا ہوں کہ خدمت کے لئے آپ کو کوئی نوکر دے دوں۔ اس کی تنخواہ ہم شاہی خزانہ سے دیں گے۔ فرمایا کہ بھائی اب تک تو میں نے صبر کیا لیکن اب برداشت نہیں ہے۔ جب آپ کو صراحی پر پیالہ رکھنا نہیں آتا، پیالہ کو ٹیڑھا رکھ کر میرے سر میں درد کر دیا تو آپ کے نوکر کا کیا حال ہوگا۔ بس معاف کیجئے۔ آپ نوکر نہ دیجئے۔ اتنے نازک تھے۔ اگر نماز پڑھنے کے لئے دہلی کی جامع مسجد جاتے ہوئے راستہ میں چارپائی ٹیڑھی پڑی ہوئی دیکھ لی تو سر میں درد اوڑھنے کی رضائی میں اگر سلائی ٹیڑھی ہوگئی تو سر میں درد۔ ان کو الہام ہُوا کہ اے مظہر جان جاناں تو بڑا نازک مزاج ہے۔ میری ایک بندی ہے، زبان کی بہت کڑوی ہے، اگر تُو اس سے شادی کرلے اور اس کے ساتھ نباہ کر دے تو میں سارے عالم میں تیرا ڈنکا پٹوا دوں گا، تجھ کو اتنی عزت دوں گا کہ ساری دُنیا میں تیرا نام ہو جائے گا، تجھ سے دین کا زبردست کام لونگا۔ فوراً جا کر شادی کرلی۔ اب صبح و شام صلوٰات سُن رہے ہیں۔ صلوٰات یعنی ٹیڑھی ٹیڑھی کڑوی کڑوی باتیں۔ لیکن کیا انعام ملا۔ ان کے خلیفہ شاہ غلام علیؒ اور ان کے خلیفہ ہوئے مولانا خالد کردیؒ شام میں۔ ان ہی کے سِلسلہ میں مفسرِ عظیم علامہ سید محمود بغدادیؒ داخل ہوئے اور ان ہی کے سِلسلہ میں علامہ شامی ابنِ عابدینؒ بیعت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا ڈنکا پٹوا دیا۔

ایک طالب علم نے کہا کہ آج میں نے آپ کے لئے کھانا مانگا تو آپ کو بہت بُرا بھلا کہہ رہی تھی۔ آپ نے کیوں ایسی عورت سے شادی کی۔ حضرت

مرزا مظہر جان جاناںؒ نے فرمایا کہ بے وقوف اس کی کڑوی کڑوی باتوں کو برداشت کرنے سے اللہ نے مجھ کو اتنا تعلق، اتنا قُرب عطا کیا ہے کہ آج سارے عالم میں میرا ڈنکا پٹ رہا ہے۔ مجھے اللہ نے ایسی عزت دی جس کا میں تصوّر بھی نہیں کرسکتا تھا۔ مخلوق کی ایذاء پر صبر سے اللہ تعالیٰ انعام بھی بہت بڑا دیتے ہیں۔

دُوسرا واقعہ سُنئے۔ ایک بزرگ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ یا اللہ مجھ کو کوئی کرامت دے دے۔ یہ تیری بندی بہت کڑوی کڑوی بات کرتی ہے۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ آپ کوئی کرامت دے دیں تاکہ میں اپنی بزرگی کا رعب اس پر جمادوں اور پھر یہ مجھ کو ولی اللہ سمجھ کر میری بددعا کے ڈر سے مجھے نہیں ستائے گی۔ آسمان سے آواز آئی کہ اپنی چارپائی پر بیٹھ جا۔ میں اس کو اُڑنے کا حکم دے دونگا۔ چارپائی کے ساتھ اس کے اُوپر سے اڑ جا۔ پھر اس کو بتادے کہ دیکھ میں نے تجھ کو کیسی کرامت دکھائی۔ اب تو مجھے بزرگ مان لے اور مجھے مت ستا۔ چارپائی پر بیٹھتے ہی وہ چارپائی اڑنے لگی۔ صحن کے اُوپر سے اڑا وہ بزرگ اور بیوی کے اوپر آنگن پر خاص طور سے کئی دفعہ اُڑ کے دکھایا۔ پھر آکر پُوچھا کہ تم نے آج کوئی بزرگ دیکھا۔ کہا کہ آج ایسے بزرگ دیکھے جو آسمان پر اُڑ رہے تھے۔ میرے صحن پر سے کئی دفعہ گذرے۔ بزرگ ان کو کہتے ہیں۔ ایک تُو ہے کہ خواہ مخواہ بزرگ بنا ہوا ہے، ہر وقت زمین پر دھرا ہوا ہے۔ کبھی تونے بھی اُڑ کر دکھایا۔ ان بزرگ نے کہا کہ خدا کی قسم وہ میں ہی تھا۔ خدا نے آج مجھے کرامت دی۔ تو کہتی کیا ہے ارے توبہ توبہ! جب ہی تو میں کہوں کہ ٹیڑھا ٹیڑھا کیوں اڑ رہا ہے۔ دیکھا آپ نے نی نکال دی، آنجکشن لگا دیا، تو آنجکشن نہیں دیا ان کو۔ زبردست آنجکشن لگایا کہ فِیْهِ نَظَرٌ ارے تم تھے جب ہی ٹیڑھے ٹیڑھے اڑ رہے تھے۔ دیکھا! کرامت کو بھی اس نے گڑبڑ کر دیا۔

ایک واقعہ اور یاد آگیا وہ بھی سُن لیجئے ۔ شاہ ابُو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ تھے ۔ صاحبِ کرامت تھے ۔ ایک ہزار میل سے ایک شخص ان سے مُرید ہونے آیا ۔ شیخ جنگل میں لکڑیاں لینے گئے تھے ۔ اس نے گھر کے باہر سے ان کی اہلیہ سے پُوچھا کہ شیخ کہاں ہیں ۔ اندر سے آواز آئی کہ ارے وہ شیخ کہاں ہیں مسخ ہیں ، وہ بالکل بزرگ نہیں ہیں خواہ مخواہ تم لوگ چکر میں پھنسے ہوئے ہو ۔ رات دن تو میں اس کے ساتھ رہتی ہوں میں خُوب جانتی ہوں ، تم کیا جانو ۔ اب وہ بے چارہ تو رونے لگا کہ یا اللہ میں ایک ہزار میل سے ان کو بزرگ سمجھ کر آیا ہوں اور یہ عورت کیا کہہ رہی ہے ۔ محلہ والوں نے کہا کہ یہ عورت بہت بدتمیز ہے ۔ یہ اُن کا ظرف ہے جو اس کو برداشت کر رہے ہیں ۔ جاؤ جنگل میں جاکر شیخ کو تلاش کرو ۔ جنگل گئے تو دیکھا کہ شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ شیر پر بیٹھے ہوئے آرہے ہیں اور لکڑیوں کا گٹھر بھی اس کی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں اور سانپ کا کوڑا ہاتھ میں ہے ۔

اس شخص کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ شاید تم میرے گھر سے ہو کر آرہے ہو جو تمہارا چہرہ اُترا ہوا ہے ، بیوی سے کچھ شکایت سُنی ہوگی ، اس کا خیال مت کرو ۔ میں جو اس سے نباہ کر رہا ہوں اور اس کی بدزبانی اور کڑوی باتوں کو برداشت کر رہا ہوں اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ کرامت دی ہے کہ یہ شیر نر میرے قبضہ میں ہے اور میں اس سے بے گاری کا کام لے رہا ہوں روزانہ اس پر لکڑی لادھ کر لے جاتا ہوں اور یہ سانپ کا کوڑا اللہ نے مجھے دیا ہے ۔ جب شیر نہیں چلتا تو سانپ کے کوڑے سے اس کو مارتا ہوں ۔ مولانا جلال الدین رُومیؒ نے مثنوی میں اس قصہ کو بیان فرمایا اور اس موقع پر ایک شعر لکھا ہے جس کو مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ پڑھا کرتے تھے اور مست ہو کر پڑھتے تھے ؎

گر نہ صبرم می کشیدے بارزن

اگر میرا صبر اس کڑوی زبان والی عورت کو برداشت نہ کرتا، اس عورت کی تلخ مزاجیوں کے بوجھ کو میرا صبر نہ اُٹھاتا

کے کشیدے شیر نر بے گار من

تو بھلا یہ شیر نر میری بے گاری کرتا، میری مزدوری کرتا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اسی کے صدقہ میں دیا ہے۔

دوستو! میں یہی بات عرض کر رہا ہوں کہ بیویوں کے معاملہ میں اچھے اخلاق سے پیش آئیے، ان کی کڑوی زبان کو برداشت کر لیجئے۔ نہ برداشت ہو تو تھوڑی دیر کے لئے گھر سے باہر چلے جائیے۔ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر بیوی کڑوی بات کر رہی ہو تو ایک گلاب جامن اس کے منہ میں ڈال دو تاکہ گالی بھی میٹھی میٹھی نکلے۔ عام لوگ ڈنڈے سے اس کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں حالانکہ بیویاں ڈنڈوں سے ٹھیک نہیں ہوتی ہیں۔

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث ہے

اَلْمَرْأَۃُ کَالضِّلَعِ

عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے۔ کیونکہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، لہٰذا اس میں کچھ نہ کچھ ٹیڑھاپن تو رہے گا۔

اِنْ اَقَمْتَھَا کَسَرْتَھَا

اگر ان کو سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے، طلاق تک نوبت پہنچ جائے گی۔

وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِھَا اسْتَمْتَعْتَ بِھَا وَفِیْھَا عِوَجٌ

اور اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو فائدہ اُٹھا لو اور اس میں ٹیڑھاپن رہے گا جس طرح ٹیڑھی پسلی سے فائدہ اُٹھا رہے ہو یا نہیں یا کبھی ڈاکٹر کے پاس

گئے کہ میری پسلی کو سیدھا کر دو۔ اسی طرح عورت کے ٹیڑھے پن کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ اس سے راحت بھی مل جائے گی، اولاد بھی اس سے ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ولی اللہ اس سے پیدا ہو جائے جو قیامت کے دن آپ کی مغفرت کا ذریعہ ہو۔

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (پارہ ۲، سورہ بقرہ)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اور اس میں تمہارے لئے خیر ہوتی ہے۔ تم سمجھ رہے ہو کہ اس کی ناک چپٹی ہے، اس کا رنگ کالا ہے، مجھے حسین ملنی چاہئے تھی لیکن ہو سکتا ہے کہ اس کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ کوئی ولی اللہ عالم حافظ پیدا کر دے جو قیامت کے دن آپ کے کام آئے۔ اس لئے صُورت پہ مت جائیے۔ بعض وقت زمین کالی اور خراب ہوتی ہے مگر اس سے غلّہ بہت بہترین نکلتا ہے۔ کالی کلوٹیوں سے ولی اللہ پیدا ہو گئے اور گوری چِٹّیوں سے بعض وقت شیطان پیدا ہوئے۔ اس لئے بیویوں کو حقیر مت سمجھئے، رنگ و روغن مت دیکھئے، جیسی بھی ہیں ان سے نباہ کر لیجئے۔ اگر ان سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہو تو ان کے فِطری ٹیڑھے پن کو برداشت کرنا پڑے گا۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں وَفِيْهَا عِوَجٌ۔

بخاری کی اس حدیث کی شرح میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں [ارشاد الساری ص۹۸ ج ۸]

فِيْهِ تَعْلِيْمٌ لِلْاِحْسَانِ اِلَى النِّسَاءِ

اس حدیث پاک میں تعلیم ہے عورتوں کے ساتھ احسان کرنے کی

وَالرِّفْقِ بِهِنَّ

اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کی

وَالصَّبْرِ عَلٰى عِوَجِ اَخْلَاقِهِنَّ

اور ان کے اخلاقی ٹیڑھے پن پر صبر کرنے کی

لِاِحْتِمَالِ ضُعْفِ عُقُوْلِهِنَّ

کیونکہ ان کی عقل کمزور ہوتی ہے۔ جن کی عقل کم ہوتی ہے وہ جلدی لڑ جاتے ہیں۔ مردوں اور بچوں میں بھی دیکھئے جس کی عقل کم ہوگی وہ زیادہ لڑتا ہے۔ یہ بھی عقل کی کم ہیں اس لئے ان کی تو تو میں میں کو برداشت کیجئے۔ دیکھئے کتنی زبردست تعلیم اس حدیث میں دی گئی ہے کہ عورتوں کو سیدھا کرنے کی کوشش مت کرو۔ ان کے ٹیڑھے پن کو برداشت کرو۔

اور اب یہ آخری حدیث سُنا کر مضمون کو ختم کرتا ہوں جس کو بہت لوگ شاید آج پہلی بار سُنیں گے۔ تفسیر رُوح المعانی میں موجود ہے۔ اگر رُوح المعانی ہو تو جس وقت عُلماء چاہیں ان کو دکھا سکتا ہوں۔ کوئی بات میری انشاء اللہ تعالیٰ بغیر دلیل نہیں ہوگی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں (رُوح المعانی ص۱۴ ج ۵)

یَغْلِبْنَ کَرِیْمًا عورتوں کا مزاج ایسا ہے کہ جو شوہر کریم ہوتے ہیں، شریف ہوتے ہیں، جو انتقام نہیں لیتے، ڈنڈے نہیں مارتے بلکہ ڈنڈے کے بجائے انڈے ہی کھلاتے ہیں ایسے کریم النفس شوہروں پر یہ غالب آ جاتی ہیں۔ جانتی ہیں کہ بدلہ نہیں لے گا، گالی نہیں دے گا اس لئے اس سے تیز زبان سے بولتی ہیں کہ ہم نے تو تم سے کہا تھا کہ ایسا کپڑا لانا، تم کیسا لے آئے۔ میں نے چپل کے لئے کہا تھا تم لیتڑے اٹھا لائے اور میں نے اچھے کپڑے کو کہا تھا تم چیتھڑے لے آئے اور میں نے کہا تھا کہ چائے کی اچھی اچھی پیالیاں لانا تم ٹھیکرے لے آئے۔ چیتھڑے، لیتڑے اور ٹھیکرے پر لڑ رہی ہے اور وہ بے چارہ مُسکرا کر کچھ نہیں بولتا۔ یَغْلِبْنَ کَرِیْمًا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے الفاظ نبوت ہیں کہ نیک ، لائق اور کریم شوہر پر عورتیں غالب آجاتی ہیں۔ وَيَغْلِبُهُنَّ لَئِيْمٌ اور کمینے لوگ ان پر غالب آجاتے ہیں جوتے لگاکر، ڈنڈے مار کر۔ بے چاری کمزور ہوتی ہیں۔ ان کا باپ بھائی کوئی وہاں ہوتا نہیں۔ ایک لات دو گھونسے مار دیئے۔ آہ بھر کر بے چاری خاموش ہوگئی اور مارے ڈر کے پھر کبھی ناز بھی نہ دکھایا۔ حالانکہ یہ ان کا شرعی حق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے عائشہ! جب تو ناراض ہوتی ہے تو مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے کہ میں آج کل آپ سے روٹھی ہوئی ہوں۔ فرمایا کہ جب تو مجھ سے ناراض رہتی ہے تو کہتی ہے وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ ابراہیم کے رب کی قسم۔ میرا نام نہیں لیتی اور جب مجھ سے خوش رہتی ہے تو کہتی ہے وَرَبِّ مُحَمَّدٍ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم۔ تو ہنس پڑیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔ (بخاری ص۷۸۷ ج ۲)

معلوم ہوا کہ عورتوں کو تھوڑا سا روٹھنے کا بھی حق حاصل ہے۔ اگر وہ منہ پھلا لیں تو گھونسہ مار کر مت پچکائیے گلاب جامن منہ میں ڈال کر ٹھیک کیجئے۔ اگر ناراض ہے اس کو خوش کیجئے۔ پوچھئے کہ کیا تکلیف ہے آپ کے حق میں مجھ سے کیا کوتاہی ہوگئی۔ گلاب جامن چھپا کر لے جائیے، چپکے سے اس کے منہ میں ڈال دیجئے۔ بیویوں کے منہ میں لقمہ ڈالنا سنت ہے یا نہیں۔ کبھی تو اس پر بھی عمل کر لیجئے لیکن لقمہ سے مراد یہ نہیں کہ چٹنی ڈال دو کہ مرچوں سے اس کو پیچش شروع ہو جائے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

فَاُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ کَرِیْمًا مَغْلُوْبًا

یہ کون فرمارہا ہے سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں کہ میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں کریم رہوں چاہے مغلوب رہوں، چاہے بیویاں مجھ سے بلند آواز سے بات کریں۔ لیکن میں اپنی اخلاقی بلندیوں کے مناثر کو گرنے نہ دوں اپنی اخلاقی بلندیوں کو قائم رکھوں، ان پر کریم رہوں، ان کی باتوں کو برداشت کرلوں، اللہ کی بندیاں سمجھ کر ان کو معاف کردوں۔

وَلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ لَئِیْمًا غَالِبًا

اور میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں کمینہ اور بداخلاق ہو کر ان پر غالب آجاؤں اور میری اخلاقی بلندیوں میں نقصان آجائے۔

ایک مرتبہ ہماری مائیں ذرا کچھ زور سے بول رہی تھیں۔ کچھ نان و نفقہ کے بارے میں گفتگو فرمارہی تھیں۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے سب خاموش ہوگئیں۔ کیونکہ آواز سن لی تھی کہ آج ذرا تیز آواز سے باتیں ہورہی ہیں تو حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی بندیو! میری ماؤں! تم نبی سے تیز آواز سے بولتی ہو اور عمر سے ڈر گئیں۔ تو کیا فرمایا ہماری ماؤں نے۔ ہماری ماؤں نے فرمایا کہ اے عمر تم سخت دل ہو اور ہمارا پالا رحمۃ للعٰلمین سے ہے، ہمارا نبی رحمت سے پالا ہے۔ تمہارے مزاج میں شدت ہے ہمارا نبی شدید نہیں ہے وہ رحمۃ للعٰلمین ہے، ناز اُٹھانے والا ہے جب ہی تو ہم ان پر ناز کرتے ہیں۔ (بخاری ص۵۲۰ ج۱)

سُبحان اللہ کیا بات فرمائی۔

بے چاری عورتیں کیا ناز کریں گی ایسے شوہروں پر کہ جن کو ذرا سی کوئی بات کہی اور ایک لگا دیا۔ اور عجیب بات ہے کہ دن بھر پٹائی کی اور رات کو گود میں لے کر بوسے لے رہے ہیں۔ بتائیے کہ یہ انسان ہے یا جانور ہے کہ صبح تو ڈنڈے لگا رہا ہے

اور رات کو محبت کا اعلیٰ مقام پیش کررہا ہے۔ دن کو بھیڑیا اور رات کو مجنوں بن گئے۔

دوستو! اگر کوئی ایسے حالات ہوں جیسے نماز نہیں پڑھتی تو علماء سے پُوچھئے کہ کیا کروں۔ فضائلِ نماز اس کے سرہانے رکھ دیجئے یا روزانہ پڑھ کر سنائیے لیکن مار پیٹ کا طریقہ اچھا نہیں۔ جہاں تک ہو سکے برداشت کیجئے لیکن اگر کوئی ایسی سختی کی ضرورت پیش آجائے تو میں منع نہیں کرتا، کچھ اجازت بھی ہے لیکن دین کے معاملہ میں۔ جیسے وہ سینما دیکھنے کے لئے کہے اس وقت آپ سختی کریں، ٹی وی اور وی سی آر لانے کی فرمائش کرے تو آپ دین کے معاملہ میں نرم نہ پڑیں۔ کہہ دیں کہ ہرگز وی سی آر نہیں آئے گا، ہرگز گناہ کا کام ہمارے گھر میں نہیں ہوگا۔ اگر وہ بچوں کے لئے پلاسٹک کی بلّی لے آئے تو بے شک تصویر کو گھر میں نہ رہنے دیجئے لیکن ذرا حکیمانہ انداز سے کام کیجئے اور وہ حکیمانہ انداز یہ ہے اور میں نے دوستوں کو مشورہ دیا ہے کہ اگر وہ دو رین (رین جنوبی افریقہ کے سکّہ کا نام ہے۔ جامع) کی پلاسٹک کی بلّی لائی ہے تو آپ ۵ رین کا ہوائی جہاز لے آئیے، اس سے زیادہ اچھی اور قیمتی چیز جو شرعاً جائز ہو پہلے بچوں کے لئے لے آئیے مثلاً ہوائی جہاز ہے، ریل گاڑی ہے، گیند ہے لاکر بچوں کو دیجئے ورنہ اگر کچھ نہ دیا اور پلاسٹک کی بلی کے گلے پر آپ نے چھُری پھیر دی تو بچے روئیں گے اور بیوی آپ سے لڑے گی کہ کل تک تو تم داڑھی منڈاتے تھے پتلون پہنتے تھے ایک چلّہ تبلیغ میں لگا کر بڑے مولانا بن گئے۔ بڑے ظالم ہو بچوں کا دل دُکھا دیا، وہ رو رہے ہیں ان کا دل بہل جاتا تھا وہ بھی تمہیں گوارا نہ ہوا۔ اس لئے کسی اچھی اور جائز اور اس سے بہتر چیز یا کھلونے سے پہلے بچوں کو بہلا دیجئے اس کے لئے مال خرچ کیجئے، کنجوسی نہ کیجئے، پھر پلاسٹک کی بلّی کو چُپکے سے غائب کر دیجئے اور توڑ کر پھینک دیجئے۔ کیونکہ زندہ چیزوں

کی تصویر رکھنے سے گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے چاہے جانور کی تصویر ہو یا آدمی کی ہو، چاہے ولی اللہ کی ہو کسی کی تصویر رکھنا جائز نہیں سخت گناہ ہے۔

تو دوستو! یہ چند باتیں میں نے عرض کردیں۔ آج آپ لوگ اپنی بیویوں کو ایک خوش خبری تو یہ سُنادیں کہ جنت میں تمہارا حُسن حُوروں سے زیادہ کردیا جائے گا تاکہ ان عورتوں کو جو یہ احساسِ کمتری ہے کہ ہماری شکل بگڑ گئی ہے خوشی سے بدل جائے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ بڈھے کے بال تو سفید ہوتے ہیں لیکن اندر نفس کی داڑھی کے بال کالے رہتے ہیں۔ بڈھا بھی نہیں چاہتا کہ کسی بُڑھیا سے شادی کروں، چاہتا ہے کہ کسی کم عمر سے ایک شادی اور کرلوں خود ستّر سال کا ہے لیکن چاہے گا کہ شادی چالیس سال والی سے کروں کبھی نہیں کہے گا کہ ستر سال کی بڑھیا سے میری شادی کردو۔ لہٰذا بھائیو بیوی بڈھی ہو یا جیسی بھی ہو جس جس نے اپنی بیویوں کو رُلایا ہو، ان کی آہ نکالی ہو، ان کے آنسو بہائے ہوں، آج جاکر ان سے معافی مانگ لے۔ ان سے کہئے کہ انشاء اللہ اب میں تمہیں خالی بیوی سمجھ کر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندی سمجھ کر تمہارے ساتھ نہایت اچھے اخلاق سے پیش آؤں گا، جیسا کہ میں اپنی بیٹی کے لئے چاہتا ہوں کہ میرا داماد اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے، اس کی خطاؤں کو معاف کرے آج سے میں تمہاری خطاؤں کو بھی پیشگی معاف کرتا ہوں اور تمہیں کبھی نہیں رُلاؤں گا، کبھی ناراض نہیں کروں گا۔ اس طرح سے اس کو خوش کردیجئے اور صرف زبانی جمع خرچ ہی نہیں سو دو سو ریال یا کم وبیش اس کو ہدیہ بھی دے دیں۔ صرف زبانی معافی کہ معافی چاہتا ہوں، معافی چاہتا ہوں اور ریال ایک بھی نہیں نکالا جاتا یہ علامت بھی کنجوسی کی ہے۔ جیسا کہ مولانا رُومیؒ نے لکھا ہے کہ ایک آدمی کا کتا بھوک سے مر رہا تھا اور وہ رو رہا تھا کہ ہائے میرا کتا مر رہا ہے دس سال کا پالا ہوا۔ ایک شخص نے کہا کہ تمہارے سر پر جو ٹوکرا

ہے اس میں کیا ہے۔ اس نے کہا کہ روٹیاں ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ پھر یہ روٹی کیوں نہیں دے دیتے ہو اور رو رہے ہو کہ کتا بھوک سے مر رہا ہے۔ کہا کہ دیکھئے صاحب یہ آنسو تو مفت کے ہیں اور روٹیوں میں تو میرے رین لگے ہیں رین۔ یعنی روٹیوں میں پیسے لگے ہیں آنسو مفت کے ہیں۔ تو ایسا نہ کیجئے، ان کو کچھ ہدیہ پیش کیجئے۔

حکیم الامت نے کمالاتِ اشرفیہ میں ایک حق بیویوں کا یہ بھی لکھا ہے کہ ہر ماہ ان کو کچھ جیب خرچ دے دو اور پھر اس کا حساب نہ لو کہ تم نے کہاں خرچ کیا۔ اللہ نے جس کو جتنا دیا ہے اسی اعتبار سے کچھ ماہانہ مقرر کر دیں۔ اگر دس ہزار رین کی آمدنی ہے تو ایک رین مت پکڑائیے، اوس مت چٹائیے پچاس رین دے دیجئے، سو رین دے دیجئے بلکہ زیادہ دیجئے اور دے کر بھول جائیے اور اس سے کہہ دیجئے کہ تم کو اختیار ہے جہاں چاہو خرچ کرو، اس کا میں کوئی حساب نہیں لوں گا۔ یہ ماہانہ جیب خرچ اس کا حق ہے کیونکہ وہ مجبور ہے کما نہیں سکتی۔ اس کا جی چاہتا ہے کہ میرا بھائی آیا ہے غریب ہے اس کو ہدیہ دے دوں۔ اگر اس کے پاس کچھ نہ ہوگا تو کہاں سے دے گی اس لئے اس کے جذبات و خواہشات کی رعایت ہے ساری زندگی آپ کے ساتھ پابند ہے، رفیقۂ حیات ہے آپ کے دروازہ سے باہر نہیں جا سکتی، ساری زندگی تمہارا ساتھ دے رہی ہے اس لئے ہر طرح سے اس کی راحت و آرام کی رعایت ضروری ہے۔

ایک بات اور عرض کر دوں کہ ایک صاحب تھے جو دوسری عورتوں پر نظر مارتے تھے اور کم حُسن کی وجہ سے اپنی بیوی کو حقیر سمجھتے تھے۔ ان کو ہیضہ ہو گیا چشم دید واقعہ بتا رہا ہوں۔ دست پر دست اور قے پر قے آنے لگی۔ ان کی عورت نے ان کا پیشاب پاخانہ دھویا۔ اتنی خدمت کی اتنی خدمت کی کہ جب

وہ شخص اچھا ہوگیا تو پھر رویا کہ اے میری بیوی تُو نے میرا پاخانہ دھویا۔ جن عورتوں کو ہم دیکھتے تھے آج وہ کوئی عورت کام نہیں آئی۔ کام تو تُو ہی آئی۔ ارے میاں جب چارپائی پر بُڈھا پڑا ہوتا ہے کوئی بیماری آجاتی ہے تو وہی بڈھی کام آتی ہے اس لئے ان کو حقیر نہ سمجھئے۔ اگر آج سب حضرات نے اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے رہنے کا ارادہ کرلیا اللہ پر نظر کرتے ہوئے کہ میرے اللہ کی بندی ہے تو اختر کا آنا وصول ہوگیا انشاء اللہ تعالیٰ۔ دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان معروضات کو قبول فرمالے، اگر ایک وعظ بھی میرا قبول ہو جائے تو کراچی سے یہاں تک آنے کی ساری تکلیف وصول ہو جائے۔

آج آپ وعدہ کرلیں کہ گھر جاکر اپنی بیویوں سے میری جو بات یاد رہے نقل کردیں۔ الہ آباد میں جو ہندوستان کا ایک شہر ہے وہاں ایک بہت بڑے عالم نے جو مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کے عزیز بھی ہیں اور ایک بڑے ادارہ کے مہتمم ہیں، انہوں نے اپنے یہاں بیان کرایا تھا۔ رات کو ان کی بیوی نے بھی میرا بیان سُنا تو اپنے شوہر صاحب سے کہا کہ اتنے بڑے عالم ہوکر آپ نے کبھی ہمیں یہ نہ سُنایا کہ ہماری شکلیں جنت میں حُوروں سے زیادہ اچھی ہو جائیں گی۔ لہٰذا یہ مولانا جو آیا ہے جس نے اتنی بڑی بشارت سُنائی ہے میں اس کو بہت تگڑا ناشتہ کرانا چاہتی ہوں یعنی انڈے پراٹھے وغیرہ۔ تو دوستو! آج اپنی بیویوں کو یہی بات سُناؤ آپ لوگوں کو کل تگڑا ناشتہ ملے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

بس دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور جو کچھ عرض کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور ہم سب کو اللہ والی زندگی عطا فرمائے۔ اے اللہ نفس و شیطان کی غلامی سے نکال کر سو فیصد اپنی فرماں برداری کی زندگی، اطاعت کی زندگی، اللہ والی زندگی نصیب فرما دیجئے۔ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے۔

ہم نے آپ کی مخلوق میں کسی پر بھی ظلم کیا ہو، ایک چیونٹی بھی ہم سے کچل گئی ہو ہماری نالائقی اور غفلت سے، یا بیویوں کو ہم نے ستایا ہو یا خاندان والوں کو یا ماں باپ کو ناراض کیا ہو تو ہم کو تلافی کی توفیق عطا فرما ان سے معافی مانگنے کے لئے رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما۔ اپنی مخلوق کے معاملہ میں ہمارے کفیل ہو جائیے، قیامت کے دن ان سے معافی دلانے کے لئے کفالت قبول فرمائیے اور جو زندہ ہیں ان کے حقوق ادا کرنے کی اور ان سے معافی مانگنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ہم سب کو اپنے حقوق میں بھی معاف کر دیجئے اور اپنی مخلوق کے حقوق میں بھی معاف کر دیجئے۔ اللہ ہم سب کو صاحبِ نسبت بنا دیجئے۔ جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں اے اللہ کسی کو محروم نہ فرمائیے، اختر مسافر ہے، آپ مسافر کی دعا کو قبول فرماتے ہیں ہم سب کو صاحبِ نسبت کر دیجئے کسی کو محروم نہ فرمائیے، سب کو اللہ والا بنا دیجئے، جو لوگ یہاں نہیں ہیں ان کو بھی اپنا بنا لیجئے۔ اے اللہ ہم سب کے خاندان والوں کو ہماری بیویوں کو بچوں کو اولاد کو بھی نیک بنا دیجئے اللہ والا بنا دیجئے، بچیوں کو اللہ والی بنا دیجئے، ہماری دنیا بھی بنا دیجئے آخرت بھی بنا دیجئے۔ اللہ اس وعظ کو قبول فرما لیجئے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم يا ذاالجلال و الاكرام يا ذاالجلال والاكرام ۞ اللهم انك انت الله لااله الا انت الاحد الصمد الذى لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد اللهم انك مليك مقتدر ماتشاء من امر يكون اسعدنا فى الدارين وكن لنا ولا تكن علينا و انصرنا على من بغى علينا واعذنا من همّ الدين وقهر الرجال وشماتة الاعداء وصل وسلم يارب على

نبيك محمد صلى الله عليه وسلم اللهم يا رجاء المؤمنين لا تقطع رجاءنا يارجاء المؤمنين لا تقطع رجاءنا يا رجاء المؤمنين لا تقطع رجاءنا يا غياث المستغيثين اغثنا يا معين المؤمنين اعنا يا محب التوابين تب علينا اللهم انا نسئلك من خير ما سألك منه نبيك محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و نعوذ بك من شر ما استعاذ منه نبيك محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و انت المستعان و عليك البلاغ ولاحول ولا قوة الا بالله ولاحول ولا قوة الا بالله و صلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وآله و صحبه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين ۞

گھریلو جھگڑوں سے بچنے کی تدبیر

فرمایا کہ خانگی مفسدات (گھریلو جھگڑوں) سے بچنے کی ایک عمدہ تدبیر یہ ہے کہ چند خاندان ایک گھر میں اکٹھے نہ رہا کریں کیونکہ چند عورتوں کا ایک مکان میں رہنا ہی زیادہ فساد کا سبب ہے۔

(ارشادات حضرت تھانویؒ ص ۱۲)

میاں بیوی کے حقوق

میاں اور بیوی میں تعلقات کشیدہ ہونے کی اصل بُنیاد عام طور پر ایک دُوسرے کے حقوق ادا نہ کرنا ہے، اسی سے جھگڑے ہوتے ہیں، اشتعال پیدا ہوتا ہے، اس لئے دونوں پر لازم ہے کہ ایک دُوسرے کے حقوق پہچانیں اور پھر ان تمام حقوق کو ادا کرنے کی از سرِ نو پُوری پُوری کوشش کریں، جہاں کہیں کوتاہی ہو رہی ہو کھُلے دل سے اس کا اعتراف کریں اور جلد ہی اس کا تدارک کرلیں اگر ایسا کرنے لگیں تو شاید ہی کوئی رنجش ہو۔ یہاں مختصراً دونوں کے چند شرعی حقوق ذکر کئے جاتے ہیں۔

خاوند پر بیوی کے یہ حقوق ھیں :۔

۱: بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

۲: اعتدال کے ساتھ اس کی ایذا پر صبر کرنا یعنی اگر بیوی سے کوئی خلافِ طبع اور ناگوار بات صادر ہو تو اس پر صبر کرنا برداشت کر لینا اور نرمی سے اس کو سمجھا دینا تاکہ آئندہ وہ خیال رکھے معمولی معمولی بات پر غصہ کرنے سے پرہیز کرنا۔

۳: غیرت میں اعتدال رکھنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو خواہ مخواہ بیوی سے بدگمانی کرے اور نہ بالکل اس کی طرف سے غافل ہو جائے۔

۴: خرچ میں اعتدال رکھنا، یعنی حد سے زیادہ تنگی نہ کرے اور نہ فضول خرچی کی اجازت دے، میانہ روی اختیار کرے۔

۵: حیض و نفاس کے احکام سیکھ کر بیوی کو سکھلانا، نماز پڑھنے اور دین پر چلنے کی تاکید رکھنا، بدعات و رسُومات سے منع کرنا۔

۶: اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان میں حقوق برابر رکھنا۔

۷: بقدرِ ضرورت اس سے جماع (ہمبستری) کرنا۔
۸: بقدرِ ضرورت رہنے کے لئے مکان دینا۔
۹: کبھی کبھی بیوی کے محارم اور قریبی عزیزوں سے اس کو ملنے دینا۔
۱۰: اس کے ساتھ ہمبستری کی باتیں دُوسروں پر ظاہر نہ کرنا۔
۱۱: ضرورت کے وقت بیوی کو مارنے اور تنبیہ کرنے کی جو حد شریعت نے تبلائی ہے اس سے زیادہ مار پیٹ نہ کرنا۔

بیوی پر شوہر کے یہ حقوق ہیں:۔

۱: ہر جائز کام میں خاوند کی اطاعت کرنا، البتہ خلافِ شرع اور گناہ کے کام میں معذرت کر دے۔
۲: خاوند کی حیثیت سے زیادہ نان و نفقہ کا مطالبہ نہ کرنا۔
۳: شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دینا۔
۴: شوہر کی بلا اجازت اس کے گھر سے نہ نکلنا
۵: شوہر کی بلا اجازت اس کے مال میں سے کسی کو نہ دینا۔
۶: اس کی بلا اجازت نفل نماز نہ پڑھنا اور نفل روزہ نہ رکھنا۔
۷: خاوند صحبت کے لئے بلائے تو شرعی ممانعت اور رکاوٹ کے بغیر انکار نہ کرنا۔
۸: خاوند کو اس کی تنگدستی یا بدصورتی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا۔
۹: اگر خاوند میں کوئی بات خلافِ شرع اور گناہ کی دیکھے تو ادب کے ساتھ منع کرنا۔
۱۰: اس کا نام لے کر نہ پکارنا۔
۱۱: کسی کے سامنے اس کی شکایت نہ کرنا۔
۱۲: اس کے سامنے زبان درازی اور بدزبانی نہ کرنا۔

۱۳: اس کے والدین کو اپنا مخدوم سمجھ کر ان کا ادب و احترام کرنا، ان کے ساتھ لڑ جھگڑ کر یا کسی اور طریقے سے ایذا نہ پہنچانا۔

(دین کی باتیں و حقوق الاسلام)

صالح بیوی

قرآن کریم کی رُو سے نیک بیوی وہ ہے جو مرد کی حاکمیت کو تسلیم کر کے اس کی اطاعت کرے، اس کے تمام حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پیٹھ پیچھے اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے، اپنی عصمت اور مال کی حفاظت جو امورِ خانہ داری میں سب سے اہم ہیں ان کے بجا لانے میں خاوند کے سامنے اور پیچھے کا حال بالکل برابر رکھے یہ نہیں کہ خاوند کے سامنے تو اس کا اہتمام کرے اور اس کی عدم موجودگی میں لاپرواہی برتے۔ ایک حدیث میں اس کی مزید تشریح ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو خوش ہو اور جب اس کو کوئی حکم دو تو اطاعت کرے اور جب تم غائب ہو تو اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے۔" (معارف القرآن)

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جو عورت اپنے شوہر کی تابعدار اور فرمانبردار ہو اس کے لئے ہوا میں پرندے، دریا میں مچھلیاں، آسمانوں میں فرشتے اور جنگلوں میں درندے استغفار کرتے ہیں۔"

(بحرِ محیط)

سِلسلہ مواعظ حسنہ نمبر۹

بدگمانی اور اس کا علاج

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نام وعظ : بدگمانی اور اس کا علاج

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مُرشدنا مَولانا
محی السُّنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مَولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مَولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

پیش لفظ

آج کل ایک طبقہ امت میں ایسا پیدا ہوگیا ہے خصوصاً جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں جو اسلام کے نام نہاد مفکرین اور خود ساختہ مفسرین اور تجدد پسند مصنفین کا گمراہ کُن لٹریچر پڑھ کر سچے اہل اللہ و خدام دین اور علماء ربانین سے متنفر و بدگمان ہے جس کی وجہ سے ان کے فیوض و برکات سے محروم ہو کر دین کے آبِ صاف یعنی دین کی حقیقت سے ناآشنا و محروم ہے۔

پیشِ نظر وعظ میں اس خاص زاویہ نگاہ سے بدگمانی کے نقصانات پر متنبہ کیا گیا ہے اور اکابر کے ارشادات وعلوم و معارف کو پیش کیا گیا ہے جو آفتاب آمد دلیل آفتاب کا مصداق بن کر اہلِ باطل کے مزعومہ اعتراضات کا بہترین جواب اور ان کی شکر آمیز زہریلی نشریات کا تریاق ہے۔ اس کے مطالعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ بدگمانی کے مرض سے نجات اور اہل اللہ سے حسن ظن اور محبت پیدا ہو گی۔ یہ وعظ سیدی و مرشدی و مولائی حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم وعمت فیوضہم نے ۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۰ر دسمبر ۱۹۹۰ء بروز دوشنبہ بعد مغرب خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں مجلس نہی عن المنکر کے ہفتہ واری اجتماع میں بیان فرمایا تھا، جس کو ٹیپ سے نقل و مرتب کر کے اور حضرت والا دامت برکاتہم کی نظر ثانی کے بعد طبع کیا جا رہا ہے حق تعالیٰ شرف قبول عطا فرمائیں اور امتِ مسلمہ کے لئے نافع فرمائیں۔ آمین

مرتب:-

یکے از خدام حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

بدگمانی اور اس کا علاج

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ

(بخاری ج ۲ ص ۸۹۶)

وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِ خَیْرًا

(تفسیر کبیر ج ۴، ص ۱۳۴)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر مومن کے ساتھ نیک گمان رکھو اس حدیث کی شرح میں علماء ربانیین فرماتے ہیں کہ اگر کسی چیز کے اندر ننانوے دلائل ہوں بدگمانی کے لیکن ایک راستہ ہو حسن ظن کا تو عافیت کا راستہ یہی ہے کہ حسن ظن کے اس ایک راستہ کو اختیار کرلو۔ کیوں؟ اس کی وجہ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ میرے مرشدِ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ بدگمانی پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مقدمہ دائر فرمائیں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ بدگمانی کے تمہارے پاس کیا دلائل تھے اور نیک گمان پر بلا دلیل انعام عطا فرمائیں گے۔ حسن ظن پر بغیر دلیل کے ثواب ملتا ہے کیونکہ امر ہے ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِ خَیْرًا۔ لہٰذا مقدمہ میں جان پھنسانا بے وقوفی، حماقت اور نادانی ہے۔ حضرت ہنس کر فرماتے تھے کہ احمق ہے وہ شخص جو مفت میں ثواب لینے کے بجائے اپنی گردن پر مقدمات قائم کرنے کے انتظامات کر رہا ہے اور اپنے لئے مصیبتیں تیار کر رہا ہے۔ نیک گمان کر کے مفت میں ثواب لو اور بدگمانی کر کے دلائل

پیش کرنے کے مقدمات میں اپنی جان کو نہ پھنساؤ۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعتراض کا منشاء دو ہوتا ہے۔ قلتِ محبت اور قلتِ علم یعنی اعتراض عموماً دو قسم کے لوگوں کو ہوتا ہے یا تو اس کے اندر محبت کی کمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہر آدمی کے اندر کیڑے نکالنے کی کوشش کرتا ہے یا پھر نہایت درجہ کا جاہل ہوتا ہے کیونکہ قرآن وحدیث اور فقہ کے اصول اس کے سامنے نہیں ہوتے اس لئے جہالت کی وجہ سے اعتراض کرتا ہے اور فرمایا کہ ہماری خانقاہ میں دو ہی قسم کے لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے یا تو انتہائی درجہ کا فقیہ ہو کہ میرے ہر عمل کو سمجھ جائے کہ یہاں فقہ کا فلاں قانون لاگو ہو سکتا ہے یا پھر انتہائی درجہ کا عاشق ہو جس کو سوائے بھلائیوں کے کچھ نظر ہی نہ آئے کیونکہ عاشق کو تو محبوب کی ہر ادا پسند آتی ہے اور اگر نہ اس میں محبت کامل ہے نہ علم کامل ہے تو ایسے لوگ پھر محروم ہی رہتے ہیں پس دینی خدام پر اعتراض اور ان کے فیوض و برکات سے محرومی کے یہ دو ہی سبب ہیں یا محبت کی کمی یا علم کی کمی۔

دیکھئے تھانہ بھون جیسا قصبہ جہاں اپنے زمانہ کا مجدد موجود، جب دُور دُور سے بڑے بڑے عُلماء اور بزرگ آتے تھے تو قریب کے رہنے والے یعنی قصبہ کے بعض لوگ مذاق اُڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کلکتہ سے مدراس سے، بمبئی سے اعظم گڑھ سے جون پور سے چلے آرہے ہیں کیسے بے وقوف لوگ ہیں ہمیں تو کوئی خاص بات ان بڑے میاں میں نظر نہیں آتی لہٰذا دُور دُور کے لوگ کامیاب ہو گئے اور قریب کے لوگ جنہوں نے قدر نہ کی محرُوم رہ گئے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ حاجی صاحب!

آپ تو کوئی بڑے عالم بھی نہیں ہیں پھر ان عُلماء کو کیا ہو گیا کہ مولانا گنگوہی جیسا عالم مولانا قاسم نانوتوی جیسا عالم اور حضرت حکیم الامت جیسا عالم آپ سے مُرید ہو گیا ہے مجھے تو اس بات پر سخت صدمہ اور تعجب ہے کہ یہ علماء کیوں آپ سے بیعت ہو گئے۔ اب حاجی صاحب کا جواب سُن لیجئے فرمایا کہ جتنا آپ کو تعجب ہے اس سے زیادہ مجھے تعجب ہے کہ یہ عُلماء اور علماء بھی ایسے کہ علم کے سمندر نہ جانے مجھ جیسے کے ہاتھ پر کیوں بیعت ہو گئے۔ یہ حاجی صاحب کا کمال تواضع تھا لیکن یہ بدگمانی اور اعتراض کرنے والا کوئی بہت ہی محروم شخص تھا۔ برعکس ان حضرات کے اندر کتنا ادب تھا۔ حاجی امداد اللہ صاحب نے ایک رسالہ لکھا اور مولانا قاسم نانوتوی کو دیا اصلاح کے لئے۔ اس میں علمی لحاظ سے کوئی لفظ مسودہ میں غلط ہو گیا تو مولانا قاسم صاحب نے اس مقام پر یہ نہیں لکھا کہ حضرت آپ سے یہاں غلطی ہو گئی ہے بلکہ وہاں دائرہ بنا کر یہ لکھ دیا کہ حضرت یہ لفظ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

اللہ اللہ! کیا ادب تھا نقص کی نسبت شیخ کی طرف نہیں کی اپنی سمجھ کی طرف کر دی۔

اے خدا جوئیم توفیق ادب

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے خدا ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں۔

بے ادب محروم ماند از فضل رب

کیونکہ بے ادب انسان اللہ کے فضل سے محرُوم رہتا ہے۔ لہٰذا بے ادبوں کی صُحبت سے بھی بچنا چاہئے کوئی شخص خواہ کتنا ہی عقل مند ہو لیکن اگر کسی بے ادب کے پاس رہتا ہے تو اس کے اندر بھی بے ادبی کے جراثیم پیدا ہو جائیں گے، اس لئے جس قوم نے یا جس طبقہ نے اکابر پر اعتراضات کئے ہیں ایسے لوگوں کے

لٹریچر سے، ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہئے ورنہ وہ جراثیم اس کے اندر بھی آجائیں گے اور یہ راستہ سارا اکابر کے اعتماد پر چلتا ہے۔ شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ بہت اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں بڑے علماء میں بھی ہیں۔ ایک مرتبہ شیطان نے ان سے کہا کہ مولانا صاحب کیا میری بخشش نہیں ہوگی آپ نے فرمایا تیری بخشش کیسے ہوگی تُو تو جہنمی ہے، مردود ہے اس نے کہا کہ اگر میں قرآن سے ثابت کردوں کہ میری بھی بخشش ہوجائے گی تو! فرمایا کہ اچھا پڑھ کس آیت سے بخشا جائے گا اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (اعراف) میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے تو کیا میں شے نہیں ہوں میں بھی تو کوئی چیز ہوں اگرچہ ناچیز ہوں تو رحمت مجھ پر بھی وسیع ہوجائے گی بس میں بھی بخش دیا جاؤں گا۔

شیخ نے فرمایا کہ تو جہنمی ہے لیکن تجھ سے بحث نہیں کروں گا اور اپنے مُریدین کو حکم فرمایا کہ شیطان سے کبھی بحث نہ کرنا کیونکہ اگر شیطان سے بحث کرنا مفید ہوتا تو اللہ تعالیٰ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنے کا حکم نہ فرماتے بلکہ یہ حکم ہوتا کہ جب شیطان وسوسہ ڈالے تو اس کو لپیٹ کر پٹک دینا یعنی تم بھی دلائل کے ساتھ اس سے بحث و مباحثہ و مناظرہ کرکے اس کے وسوسوں کا جواب دینا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بس تم اعوذ باللہ پڑھو میری پناہ مانگو کہ اے خدا اس شیطان مردود سے مجھے پناہ نصیب فرما اس بات کو محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بہت عمدہ سمجھایا ہے کہ شیطان کی مثال اس کتے کی سی ہے جو بڑے لوگوں کے بنگلوں پر کھڑا رہتا ہے دُنیا میں جتنے بڑے لوگ کہلاتے ہیں ان کا کتا بھی بڑا ہوتا ہے بھیڑیا نسل کا "فارن کنٹری" سے منگاتے ہیں۔ کارنر کا اگر پلاٹ ہے تو کتا فارنر کا ہوتا ہے۔ جب کسی کو دیکھتا ہے کہ یہ بنگلہ میں آنا چاہ رہا ہے

تو بھونکنا شروع کر دیتا ہے اور اتنا زور سے بھونکتا ہے کہ قبض کُشا گولی کی ضرورت نہیں پڑتی اس کا قبض ویسے ہی ٹوٹ جاتا ہے آنے والا پھر گھنٹی بجاتا ہے اور مالک مکان سے کہتا ہے کہ صاحب میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں مگر آپ کے کتے نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے اس کو خاموش کیجئے تو کتے کا مالک کوئی خاص لفظ خصوصی کوڈ استعمال کرتا ہے جس سے وہ دُم ہلاتا ہُوا بیٹھ جاتا ہے۔ محدثِ عظیم ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ابلیس اللہ تعالیٰ کا کتا ہے، گیٹ آؤٹ کیا ہُوا ہے اللہ تعالیٰ کے دربار سے باہر ہے مردُود کیا ہُوا جب دُنیا کے بڑے بڑے لوگ بڑے کتے پالتے ہیں تو اللہ میاں تو سب سے بڑے ہیں ان کا کتا بھی اتنا ہی بڑا ہے یہ وسوسے ڈالتا ہے اگر اس سے لڑو گے اور چُپ کرنا چاہو گے تو وہ اور بھونکے گا جیسے کتے اور بھونکتے ہیں اگر کوئی ڈانٹنا شروع کرے اور خاموش کرنا چاہے تو یہ شیطان اللہ تعالیٰ کا کتا ہے یہ کسی کے قابو میں نہیں آسکتا جب تک کہ وہ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم نہ پڑھے۔ لہٰذا اللہ سے کہو تو اللہ تعالیٰ پھر شیطان کو حکم دے دیتے ہیں اس کی برکت سے پھر شیطان اس پر قابو نہیں پاتا۔ اس لئے اللہ پاک نے خود اپنی ذات پاک سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے شیطان سے لڑنے کا حکم نہیں دیا۔

بہرحال عرض کرنا یہ تھا کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے تو کسی مصلحت سے شیطان کو جواب نہیں دیا غالباً اس وقت اپنے مُریدین کو ادب سکھانا تھا اور ان کی تربیت کے لئے وہی مناسب تھا لیکن فرمایا کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے میری سمجھ میں اس کا جواب آگیا یہ نہیں کہا کہ یہ میرا کمال ہے اگر کوئی غیر تربیت یافتہ خشک ملا ہوتا تو کہتا کہ دیکھو شیخ ابنِ عربی کو جواب نہیں آیا میرا کمال ہے کہ مجھے جواب آگیا لیکن ہمارے بزرگوں کا کمال یہ ہے

کہ اپنے کو مٹایا۔ فرمایا کہ شیخ ابنِ عربی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس کا جواب ڈال دیا اور وہ یہ ہے کہ بے شک اللہ کی رحمت شیطان پر بھی وسیع ہے لیکن کیسے؟ اس کو ایک مثال سے سمجھئے اگر کوئی شخص کسی کو سو جوتے مارنے کی طاقت رکھتا ہے لیکن اٹھانوے مار کر دو چھوڑ دیتا ہے تو اس کا کرم اور مہربانی اور اس کی رحمت ہے یا نہیں حکیم الامت فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ شیطان کو جہنم میں جتنا عذاب دیں گے اس سے زیادہ عذاب دینے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ قادر ہے کیونکہ اس کی قدرت و طاقت لامحدود ولامتناہی ہے پس جتنا عذاب شیطان کو دیں گے اس سے زیادہ عذاب دینے پر خدا قدرت رکھتا ہے۔ اگر وہ قدرت اللہ تعالیٰ ظاہر کرتے تو اس کو عذاب اس سے بھی زیادہ شدید ہوتا پس جتنی قدرت عذاب دینے کی ہے اتنا عذاب نہ دینا یہ بھی رحمت ہے اس طرح شیطان پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے سبحان اللہ! کیا علوم ہیں ہمارے اکابر کے۔ اولئك ابائی فجئنی بمثلھم ایک صاحب نے کہا کہ ایک شخص مومن ہے لیکن کہیں جارہا تھا کہ اچانک اس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا اور اسی وقت رُوح نِکل گئی کلمہ تو اس نے پڑھا نہیں تو کیا اس کا خاتمہ کلمہ پر ہوا؟۔ حکیم الامت کا جواب سُنئے۔ فرمایا کہ آپ لوگ ایک گھنٹہ سے میری مجلس میں ہیں اور میری باتیں سُن رہے ہیں کیا اس وقت آپ لوگ کلمہ کا وِرد کر رہے ہیں یا میری باتیں سُن رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں صاحب ہم لوگ تو آپ کی باتیں سُن رہے ہیں۔ فرمایا کہ اس وقت آپ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں سب نے کہا کہ بے شک مسلمان ہیں۔ فرمایا کہ ایسے ہی وہ شخص جو مسلمان ہے ایکسیڈنٹ کی وجہ سے کلمہ نہ پڑھ سکا تو مسلمان ہی مرے گا جب تک اسلام کے خلاف منہ سے کوئی کلمہ نہ نکلے اسلام باقی رہتا ہے ہاں کلمہ کے خلاف اگر کوئی

بات کہہ دی مثلاً راستہ چلتے ہُوئے کہہ دیا کہ اللہ میاں کا وجود نہیں ہے۔ نعوذُ باللہ۔ اور ایکسیڈنٹ سے یا ہارٹ فیل ہونے سے اچانک مرگیا تو اب وہ کُفر پر مَرا لیکن اگر کوئی کلمہ خلافِ ایمان و اسلام نہیں نکلتا تو وہ حالتِ اسلام ہی میں ہے۔

ایک شخص نے حضرت حکیم الامّت کو لکھا کہ میرے قلب میں کفر کے وسوسے آتے ہیں ایسے ایسے وسوسے آتے ہیں کہ میں ہندو ہو جاؤں یا عیسائی ہو جاؤں یا یہُودی ہو جاؤں۔ عجیب عجیب کافرانہ خیال آتے ہیں جن کی وجہ سے مجھے تو اپنے ایمان ہی میں شبہ ہے تو حضرت نے اس کو لکھا کہ جب آپ کو کفر کے یہ وسوسے آتے ہیں تو آپ کا دل خوش ہوتا ہے یا صدمہ اور دُکھ ہوتا ہے۔ اس نے لکھا کہ دل کو سخت صدمہ ہوتا ہے تو فرمایا کہ پھر آپ پکے مُسلمان ہیں اِن وسوسوں پر دل کا دُکھنا اور کُڑھنا اور صدمہ ہونا دلیل ہے آپ کے ایمان کی۔ دُنیا میں کسی کافر کو اپنے کفر پر صدمہ اور افسوس نہیں ہے اگر افسوس ہو تو اپنے کفر پر قائم ہی کیوں رہے کافر کو اپنے کفر پر کبھی کوئی وسوسہ نہیں آتا لہٰذا ان وسوسوں سے آپ کے ایمان کو کوئی نقصان نہیں بلکہ آپ کا درجہ بلند ہو رہا ہے ہمارے ذمہ بس اتنا ہے کہ بُرے وساوس کو بُرا سمجھیں وساوس کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے سُپر ہائی وے پر ایک شہزادہ جا رہا ہے اس کی منزل حیدر آباد ہے ساتھ ہی گدھا گاڑی بھی جا رہی ہے اور ایک کتا بھی بھونکتا ہُوا جا رہا ہے تو بتائیے کیا یہ کتے اور گدھے کا ہونا اس شہزادہ کے سفر میں کچھ مُضر ہوگا؟ سُپر ہائی وے پر اگر بادشاہوں کے ساتھ کتے اور بھنگی اور جمعدار چل سکتے ہیں تو مومن کا قلب بھی شاہراہ ہے اور وہ مثل شہزادہ کے اللہ کی طرف جا رہا ہے اس میں اگر وسوسے آتے ہیں تو کوئی فکر کی بات نہیں۔ بلکہ ان وسوسوں کو معرفت کا ذریعہ بنا لیجئے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب وسوسوں

اور خیالات کا ہجوم ہو تو کہو واہ کیا شان ہے اے اللہ آپ کی کہ ڈیڑھ چھٹانک کے دل میں آپ نے خیالات کا سمندر بھر دیا کیماڑی کا سمندر بھی بھرا ہوا ہے کلفٹن بھی ہے اور کشمیر کی پہاڑیاں بھی گھسی ہوئی ہیں سارا عالم ایک ذرا سے دل میں سمایا ہوا ہے ایک چھوٹی سی چیز میں خیالات کا سمندر چلا آرہا ہے تو فرمایا کہ یہ خیالات کا ہجوم جو شیطان نے ڈالا تھا اللہ سے دور کرنے کو اس شخص نے بزرگوں کی تعلیمات کی برکت سے اس کو ذریعۂ معرفت اور ذریعۂ قرب بنا لیا تو پھر شیطان ہاتھ ملتا ہے اور افسوس کرتا ہوا بھاگتا ہے کہ اس نے تو میرے وساوس کو بھی معرفت بنا لیا یہ تو ایسا عاشق معلوم ہوتا ہے کہ جس نے ؎

آلام روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اُسے غمِ جاناں بنا دیا

اس طرح وسوسوں کو ذریعۂ معرفت بنا لیجئے اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَکَ وَذِکْرَکَ ۔ اے اللہ میرے دل کے خیالات کو اپنا خوف اور اپنی یاد بنا دے ۔ اور دوسری ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے مشکوٰۃ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃِ (مشکوٰۃ باب فی الوسوسۃ ص۱۹) شکر ہے اس اللہ کا جس نے شیطان کے معاملہ کو اس کے مکر و کید کو صرف وسوسہ تک محدود کر دیا اس سے زیادہ اس کو طاقت نہیں دی ورنہ مان لیجئے یہاں جو لوگ بیٹھے ہوئے دین کی بات سن رہے ہیں اگر شیطان آتا اور سب کو اُٹھا اُٹھا کر سینما ہاؤس میں لے جا کر بٹھا دیتا تو بڑی مشکل میں جان پھنس جاتی لوگ کہتے کہ بھائی ہم تو گئے تھے خانقاہ میں اللہ کی بات سننے مگر وہاں شیاطین کا ایک لشکر آیا اور سب کو

اُٹھا اُٹھا کر وی سی آر اور سینما ہاؤس میں بٹھا دیا۔ شیطان کو اگر یہ طاقت ہوتی تو بتائیے ہم کتنی مشکل میں پھنس جاتے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شکر ادا کرو، کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃِ۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مُبارک ہیں۔ عربی میں یاد رہے تو سُبحان اللہ ورنہ اُردو ہی میں کہہ لیجئے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے شیطان کے کید کو اس کی طاقت کو صرف خیالات اور وسوسہ ڈالنے تک محدُود کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر سکھایا اور شکر سے اللہ کا قُرب مِلتا ہے پس وسوسہ کو ذریعۂ قُرب و معرفت بنا دیا کہ شکر ہے کہ شیطان صرف خیالات اور وسوسہ ڈال سکتا ہے تم کو عمل پر مجبُور نہیں کر سکتا۔ گندا تقاضا دل میں پیدا ہُوا آپ اس پر عمل نہ کیجئے بالکل آپ کا تقویٰ قائم ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی کا روزہ ہے، جُون کا مہینہ ہے، شدید پیاس لگ رہی ہے بار بار دل چاہتا ہے کہ پانی پی لوں مگر پیتا نہیں بتائیے روزہ اس کا ہے یا نہیں۔ کیا پانی پینے کے وسوسوں سے اس کا روزہ ٹوٹ گیا؟ پانی پینے کے لاکھ تقاضے ہوتے رہیں جب تک پئے گا نہیں روزہ اس کا قائم ہے۔ بلکہ اس کو ڈبل اجر مل رہا ہے تقاضہ کی وجہ سے، پیاس کی وجہ سے۔ اسی طرح گناہ کے لاکھ وسوسے آئیں جب تک گناہ نہیں کرے گا یہ شخص بالکل متقی ہے وسوسہ سے تقویٰ میں ہرگز کوئی نقصان نہیں آئے گا سُبحان اللہ! یہ ہمارے باپ داداؤں کے علُوم ہیں اولئك اٰبائی فجئنی بمثلھم۔ لہٰذا گناہوں کے تقاضوں پر آپ بس عمل نہ کریں لاکھ تقاضے ہوں تو آپ کا تقویٰ بالکل ٹھیک ہے دیکھئے اس وقت بھی سب کے پیٹ میں کچھ نہ کچھ پاخانہ ہوگا۔ ابھی ایکسرے کرا لیجئے تو نظر بھی آجائے گا لیکن جب تک گندگی باہر نہ نکلے آپ کا وضو ہے اس طرح دل میں گندے خیالات آئیں اس میں مشغولی نہ ہو اس پر

عمل نہ ہو بس آپ کا تقویٰ قائم ہے۔ دین کتنا آسان ہے۔ ؎

جو آسان کرلو تو ہے عشق آساں
جو دُشوار کرلو تو دُشواریاں ہیں

دین تو بہت آسان ہے ہم خود اس کو دُشوار کرتے ہیں، میں عرض کرتا ہوں کہ جس شخص نے بھی شیطان کے وسوسوں کا جواب دیا پاگل ہوگیا ایک وسوسہ کا جواب دیا اس نے دُوسرا پیش کر دیا اب رات بھر بیٹھے ہُوئے وسوسوں کا جواب دے رہے ہیں بتائیے کیا ہوگا دماغ خراب ہوگا یا نہیں، آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کو جواب ہی مت دیجئے بس یہی کہئے کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تُو نے اس کا اختیار وسوسہ ڈالنے تک ہی رکھا اور بزرگوں کے پاس آ میئے جائیے ان کی صحبتوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابلیس کے تمام مکر و کید کو ختم کر دیتا ہے کیونکہ اہل اللہ اسمِ ہادی کے مظہر ہیں، اسمِ ہادی کی تجلّی ان پر ہوتی ہے ان کے پاس بیٹھنے والوں پر بھی وہ تجلّی پڑ جاتی ہے جس سے ان کو ہدایت ہو جاتی ہے اور ابلیس اللہ تعالیٰ کے اسمِ مضل کا مظہر ہے گمراہ کرنے کی طاقت کا ظہور اس پر ہوتا ہے لہٰذا گمراہ لوگوں سے بھاگئے اور اللہ کے خاص بندوں کی صحبت میں رہئے جو بزرگانِ دین کے صحبت یافتہ ہیں اسمِ مضل کے مقابلہ میں اسمِ ہادی کے سائے میں آجائیے جس شخص کو دیکھو کہ اس نے بزرگوں کی صحبت نہیں اُٹھائی چاہے مطالعہ اس کا بہت وسیع ہو ہرگز اس کی صحبت میں نہ بیٹھئے۔ میں نہایت اخلاص کے ساتھ کہتا ہوں کسی تعصب سے نہیں۔ جو اپنے بزرگوں سے سُنا ہے وہی سُنا دیتا ہوں عمل پر تو ہم آپ کو مجبور نہیں کر سکتے لیکن جو اپنے بزرگوں سے سُنا ہے وہ سنا تو سکتے ہیں اور ان کا اخلاص و للّٰہیت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ تو ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ جن لوگوں نے بزرگانِ دین کی صحبتیں نہیں اُٹھائیں، صحبت یافتہ نہیں ہیں

تربیت یافتہ نہیں ہیں جو مربّہ نہیں بنے ان کو اگر اپنا مربّی بناؤ گے تو بس فتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے اس لئے ہر ایک کی کتابیں بھی نہ پڑھیئے۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اپنے بزرگوں سے پوچھو کہ ہم کون سی کتاب پڑھیں اور کون سی نہ پڑھیں آپ خود دیکھ لیجئے حضرت حکیم الامت کی تعلیمات میں یہ بات موجود ہے ان بزرگوں کی کتابیں دیکھئے جنہوں نے بزرگوں کی صحبتیں اُٹھائی ہیں اور تمام عُلماء جن کی تائید کرتے ہیں مثال کے طور پر جیسے مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر لکھی ہے معارف القرآن۔ ایسے صحبت یافتہ بزرگوں کی تفسیریں اور کتابیں دیکھئے ورنہ اگر کسی غیر تربیت یافتہ خود ساختہ مفسر کی تفسیر یا تصنیف دیکھی تو بس پھر سمجھ لو کہ خطرہ میں پڑ جاؤ گے ایمان ہی کے لالے پڑ جائیں گے کبھی انبیاء علیہم السلام پر اس کا گستاخ قلم اُٹھ جائے گا کبھی صحابہ پر۔ ایسی نئی چیزیں نکال دے گا کہ قرآن کو، دین کو، جو میں نے سمجھا ہے کسی نے سمجھا ہی نہیں، بیک قلم سب کی تنقیص کر دے گا ایسے صاحبِ قلم قابلِ سرقلم ہیں اس لئے ہمارے بزرگوں نے یہ خاص نصیحت کی ہے کہ جب تک یہ معلوم نہ کر لو کہ یہ شخص کس شخص کا صحبت یافتہ ہے ہرگز اس کی صحبت میں مت بیٹھو نہ اس کی تصانیف پڑھو چاہے وہ بظاہر بیعت بھی کرتا ہو اس سے پوچھو کہ اس نے بھی کسی سے بیعت کی ہے یا نہیں کسی کو اپنا بابا اور مربی بنایا کہ نہیں اگر وہ کہہ دے کہ میرا کوئی بابا نہیں، میں خود مادر زاد بابا پیدا ہوا ہوں تو پھر سمجھ لیجئے کہ یہ کیسا شخص ہے اسی لئے میں کہتا ہوں لاتاخذوہ بابا من لا بابا لہ ، اس کو ہرگز بابا مت بناؤ جس کا کوئی اگلا بابا نہ ہو کیونکہ خاندان سے اس کا رشتہ بالکل کٹا ہوا ہے جس لوٹے سے پانی پینا چاہتے ہو پہلے جھانک کر دیکھو کہ اس کے اندر کیا ہے کیونکہ لوٹے میں جو کچھ ہوگا وہی ٹونٹی سے آئے گا۔ اگر صاف پانی ہے تو صاف آئے گا اور اگر پانی میں گندگی ملی ہوئی ہے تو ٹونٹی سے بھی وہی

گندا پانی آئے گا مُسلم شریف میں حضرت ابن سیرینؒ کا قول منقول ہے فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ (صحیح مسلم ج ۱ ص۱۱) یہ علم دین ہے پس خُوب دیکھ لو تحقیق کر لو کہ تم کس شخص سے دین حاصل کر رہے ہو۔ ہمارے بزرگوں نے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا ہے کہ جس سے دین سیکھ رہے ہیں اس نے کس سے سیکھا ہے اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ (مسلم ج۱ ص۱۲ قول عبداللہ بن مبارک) اسناد کی دین میں خاص اہمیت ہے میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ فرماتے تھے کہ میں نے مثنوی حضرت حکیم الامت مجدّد الملت مولانا تھانویؒ سے پڑھی اور اُنہوں نے حضرت حاجی صاحب سے پڑھی اور الحمدُ للہ میں نے شاہ عبدالغنی صاحب سے پڑھی۔ دیکھئے سند دیکھنی پڑتی ہے یا نہیں اس سے اعتماد پیدا ہوتا ہے کہ ان کے استاد فلاں اُن کے استاد فلاں ہیں اور اگر کسی سے نہیں سیکھا محض ذاتی مطالعہ سے حاصل کیا ہے تو پھر وہ ایسے ہی ترجمہ کرے گا جیسے کسی نے کتاب میں دیکھا کہ نماز ہلکے پڑھو لہٰذا وہ پوری نماز میں ہل رہا تھا حالانکہ لکھا تھا کہ نماز ہلکی پڑھو پہلے زمانہ میں ی کو لمبا کھینچ کر "ے" لکھ دیتے تھے تو اس نے ہلکی کو پڑھا ہلکے اب جناب نماز میں ہل رہے ہیں کسی کو اُستاد بنایا نہیں تھا کہ پُوچھ لیتا۔ کتاب دیکھ کر دین سیکھنے والوں اور دین سکھانے والوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ خود بھی ہلیں گے آپ کو بھی ہلادیں گے۔

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے عجیب بات فرمائی کہ ایک شخص کسی سے کچھ کہتا ہے وہ کان پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کیا کہا؟ اس کے معنی ہیں کہ دوبارہ کہئے میں نے نہیں سُنا اور وہی شخص اگر اسی جُملہ کو کہتا ہے سینہ تان کر آنکھیں نکال کر کیا کہا، اب دیکھئے دونوں جُملوں کے معنی بدل

گئے یا نہیں اگرچہ الفاظ وہی ہیں لیکن جس نے سینہ تان کر کہا کیا کہا" اس کے معنی ہوئے کہ کیا بکواس کرتے ہو میں تمہاری پٹائی کر دوں گا لیکن یہ بات کون بتائے گا؟ وہی لوگ جو وہاں موجود تھے اور جنہوں نے کہنے والے کو دیکھا ہے جن شاگردوں نے اُستاد کی زندگی کو دیکھا ہے وہی اُستاد کے کلام کا مفہوم متعین کر سکتے ہیں۔ حدیث ہرگز وہ شخص نہیں سمجھ سکتا جو صحابہ کرام سے مستغنی ہوگا جو شاگردِ اوّل ہیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ جنہوں نے آپ کا لب ولہجہ، آپ کا اندازِ بیان، آپ کی آنکھوں کی سُرخیاں، آپ کا چہرۂ مُبارک دیکھا ہے بتلائیے ان کے بغیر مفہوم متعین ہو سکتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ سوائے عذاب و پریشانی و حیرانی کے اس شخص کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا جو بزرگوں سے مستغنی ہوتا ہے، ساری زندگی ناک رگڑ کر تسبیحات پڑھ لو لیکن جب تک کسی شیخ سے تعلق نہیں ہوگا اس کے مشورہ کے مطابق عمل نہیں ہوگا کامیابی نہیں ملے گی مگر بھائی شرط یہ ہے کہ شیخ شیخ ہو متبع سنّت و شریعت ہو، گنجیڑی بھنگیڑی سٹہ باز نہ ہو آج کل لوگ ایسوں کو بھی شیخ بنا لیتے ہیں جو سمندر کے کنارے لنگوٹی باندھے راکھ ملے ہوئے سٹہ کا نمبر بتا رہے ہیں روزہ نماز کچھ نہیں کیونکہ نماز تو کعبہ شریف میں پڑھ لیتے ہیں پھر یہاں کیوں پڑھیں ان سے کہو کہ جب نماز کعبہ میں پڑھتے ہو تو کعبہ ہی میں زمزم پی لو، وہیں کھجور کھا لو ایسا مُبارک کھانا چھوڑ کر یہاں کیوں کھاتے ہو، ہم اب کھانا نہیں دیں گے۔ تین دن کے بعد پھر کراچی ہی میں پڑھے گا نماز۔

غرض کوئی بات ہو اپنے نفس پر عمل نہ کیجئے۔ جو چیزیں کھٹکتی ہوں چاہے کہیں سُن بھی لیا کہ بھائی اس معاملہ میں کچھ گنجائش ہے، سُنی سنائی بات پر عمل نہ کیجئے۔ اگر شیخ عالم ہے تو اس کو خط لکھئے کہ میرا ایک عمل ہے، میں ایسا کرتا ہوں۔ اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے عالی ہے اور اگر شیخ بہت بڑا عالم و مفتی نہیں ہے

تو اہلِ فتاویٰ سے رجوع کیجئے۔ لیکن اپنی طبیعت سے مسئلے مت بنائیے ورنہ سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی ایک مسئلہ میں بھی شریعت کے خلاف چلے گا تو اس کا سلوک طے نہیں ہوسکتا، نہ اس کے وظیفوں میں اثر آسکتا ہے۔ خدا جزائے خیر دے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کو۔ فرمایا کہ جو لوگ گناہ نہیں چھوڑتے اور وظیفے خُوب پڑھ رہے ہیں تو وظیفوں میں اثر کیسے آئے۔ وظیفوں سے رحمت کا ٹرک آگیا اور گناہ اور نافرمانی سے خدا کے غضب کا ٹرک سامنے کھڑا ہوگیا اور سائیڈ نہیں دے رہا ہے۔ آپ بتلائیے کہ سلوک طے ہوگا اس کا۔ اللہ تعالیٰ ولی اسی کو بناتا ہے جو صاحبِ تقویٰ ہوتا ہے۔

تو میں کہہ رہا تھا کہ شیطان جب دیکھتا ہے کہ یہ شخص فلاں جگہ سے دین سیکھتا ہے تو اس کے دل میں اس دینی مربی سے کوئی نہ کوئی بدگمانی ڈال دیتا ہے۔ پھر وہ آنا جانا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ شیطان کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ بدگمانی ڈال کر دینی مرکزوں سے اور دین کے خادموں سے دُور کر دیتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کسی دینی خادم سے آپ کو مناسبت نہیں ہے اس کے پاس مت جائیے۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر شیخ کو اپنا شیخ تسلیم کرلیں۔ اگر غلطی سے اصلاح کا تعلق بھی کر لیا تو آپ شیخ بدل دیجئے۔ کسی دُوسرے شیخ کے پاس جائیے۔ لیکن بلا دلیل بدگمانی نہ کیجئے۔ اس کی غیبت بھی نہ کیجئے۔

بدگمانی پر اب میں آپ کو ایک واقعہ سُناتا ہوں۔ الہ آباد میں حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے ایک مُرید جن کا یہاں کراچی میں جنرل اسٹور بھی ہے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک بہت بڑے افسر کو مولانا کی خدمت میں لے گیا کہ یہ مولانا سے متاثر ہوجائے گا اُن سے استفادہ کرنے لگے گا، گناہ چھوڑ دے گا، اللہ والا بن جائے گا۔ عشاء کے بعد وہاں گئے۔ اس وقت مولانا

بادام اور پستہ کھا رہے تھے۔ دُعا وغیرہ کے بعد جب واپس ہوئے تو راستہ میں اُنہوں نے بڑی اُمیدوں کے ساتھ پُوچھا کہ جناب مولانا کی زیارت سے آپ پر کچھ اثر ہُوا، کچھ اللہ کی محبت میں اضافہ ہُوا آپ مولانا سے کچھ متاثر ہُوئے ؟ تو کہنے لگے جو تاثر پہلے تھا وہ بھی ختم ہوگیا۔ کہنے لگے کیوں ؟ کہا کہ اللہ والے تو وہ ہیں جو سُوکھی روٹی پانی میں ڈال کر کھاتے ہیں، یہ بادام و پستہ اُڑا کر اللہ والے کیسے ہو گئے۔ بتائیے حد ہے اس جہالت کی۔ انہیں جہالتوں سے شیطان راستہ مارتا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ذکر کرنے والا دُودھ نہیں پیئے گا، سَر میں تیل نہیں لگائے گا اور دماغ میں خشکی بڑھ جائے گی تو خدا کے یہاں اس کی پکڑ ہو گی کہ تم نے ہماری دی ہُوئی مشین استعمال کی مگر اس میں تیل کیوں نہیں ڈالا۔ جسم اللہ کی امانت ہے۔ اگر یہ جسم خدا کی امانت نہ ہوتا اور ہم خود اپنی جان کے مالک ہوتے تو خودکشی جائز ہوجاتی۔ یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ ہم ان کے ہیں، امانت دار ہیں اپنے جسم کے ہم مالک نہیں ہیں اس لئے اپنی جان کو ہلاک نہیں کر سکتے، اسی لئے خودکشی حرام ہے۔

تو میرے دوست نے ہنس کر کہا کہ پستہ بادام کھانے سے وہ بدگمان ہو گئے اور کہا کہ ہم نے تو یہی سُنا تھا کہ اللہ والے سُوکھی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے ہیں۔ ہاں کھاتے تھے کسی زمانہ میں جبکہ ہر سال خُون نکلوانا پڑتا تھا۔ آج سے سات آٹھ سو برس پہلے ایک زمانہ ایسا تھا کہ انسان کے جسم میں اتنا خون ہوتا تھا کہ اگر وہ سال میں خون نہ نکلواتے تو سَر میں درد رہنے لگتا تھا اور رگیں تڑپنے لگتی تھیں۔ اب زمانہ آگیا خُون چڑھوانے کا، کمزوری کا۔ "میڈ ان ڈالڈا" ہوگیا انسان۔ اب اصلی گھی ملتا ہے ؟ ارے گھی کیا ملے گا اب تو اصلی ہوائیں نہیں ملتیں۔ ڈیزل بھری ہوائیں ہیں کراچی کی۔ اس زمانہ میں اگر ہم اچھی غذا نہ کھائیں گے

تو دین کی خدمت کیسے کریں گے۔ حکیم الامت اپنے زمانہ میں آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے پانچ روپے کا خالی ناشتہ کیا کرتے تھے۔ اُس زمانہ کا پانچ آج کا پچاس ہے یا نہیں اور کیا کرتے تھے ناشتہ ؟ موتی کا خمیرا ، بادام مغزیات اور ایسی تمام قیمتی چیزوں کا ہوتا تھا وہ ناشتہ۔ میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ پندرہ سو کتابوں کے مصنف حضرت حکیم الامت جب تصنیف فرماتے تھے تو بادام پیس کر اس کی ٹکیہ سَر پر رکھتے تھے ، چار چار گھنٹے تک کتاب لکھ رہے ہیں اور دماغ بادام کا تیل چُوس رہا ہے۔ ورنہ اتنا بڑا کام ہوتا؟ اگر جان نہ ہو تو کہاں سے جان دے کوئی۔ بھئی قُربانی کے بکرے کو بھی تو موٹا تازہ ہونا چاہئے نا! اپنے کو اگر ہم موٹا تازہ نہ کریں تو ہماری قُربانی مَریل ڈنگر کی قربانی ہوگی۔ اس لئے اگر اچھا کھائیے تو اللہ کے لئے کھائیے۔ مُرغی کا سُوپ پیجئے ، انگور کھائیے لیکن خدا کی راہ میں اپنی طاقت کو فدا کیجئے۔ اپنی طاقت کو بیلوں کی طرح مسٹنڈے ہو کر غیر اللہ کی محبت میں اور اللہ کی نافرمانی میں استعمال کرنا ناشکری ہے۔ اپنی طاقت اور پہلوانی کو اللہ کی راہ میں فدا کیجئے۔

پہلوانی پر یاد آیا کہ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے قصے سُناتے تھے کہ جب ان کی یاد آتی ہے تو دل تڑپ جاتا ہے کہ ہائے

اُڑ گئی سونے کی چڑیا رہ گیا پَر ہاتھ میں

ایک دفعہ کچھ قصے پہلوانوں کے بیان کئے اور یہ واقعہ سُنایا کہ حضرت جُنید بغدادی بھی پہلوان تھے۔ اس وقت وہ اللہ والے نہیں تھے صرف پہلوانی کی روٹی کھاتے تھے ، شاہی پہلوان تھے۔ کشتی جیت لی اور شاہ کے خزانے سے پاگئے لاکھ روپے۔ جب کھاپی گئے اور پیسہ ختم ہُوا تو پھر کہیں کشتی لڑلی۔

ایک دفعہ ایک نہایت کمزور سید صاحب آئے اور کہا کہ میں جُنید بغدادی سے کُشتی لڑوں گا۔ سب ہنسنے لگے کہ بھائی آپ تو بڑے میاں ہیں اور کمزور بھی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ دیکھنا میں ایسا داؤ ماروں گا کہ جُنید بغدادی بھی یاد کریں گے حالانکہ اتنے کمزور تھے کہ چلنے میں کانپ رہے تھے۔ بادشاہ نے منظور کرلیا۔ جب اکھاڑے میں جُنید بغدادی اُترے تو وہ بڑے میاں بھی اُترے کانپتے ہوئے لیکن کان میں کہا کہ دیکھو میں سید ہوں۔ میری اولاد کو فاقے ہو رہے ہیں۔ اگر تم آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی محبت میں، نبی کی محبت میں اپنی آبرو کو ہار جاؤ تو یہ انعام مجھے مل جائے گا۔ تمہاری آبرو تو جائے گی لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے خوش ہو جائیں گے۔ بس اتنا سُنتے ہی یہ سودا سستا سمجھا جنید بغدادی نے ؎

محبت کی بازی وہ بازی ہے دانش

کہ خود ہار جانے کو جی چاہتا ہے

بس اُنہوں نے زور دکھانے کی کچھ ایکٹنگ کی جس کو نُورا کشتی کہتے ہیں اور گر گئے دھڑ سے۔ جب وہ گر گئے تو بڑے میاں چڑھ گئے اور مکّے بھی مار رہے ہیں مگر وہ اللہ کی محبت میں برداشت کر رہے۔ بڑے میاں سارا انعام لے گئے۔ اسی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اے جُنید تُو نے میری محبت میں اپنی عزت کو بیچا ہے۔ میں تیری عزت کا سارے عالم میں ڈنکا پٹوا دوں گا، آج سے تیرا نام اولیاء اللہ میں شمار کرلیا گیا۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا دوستو کہ بدگمانی بہت بڑی خطرناک بیماری ہے اس سے بچئے۔ بدگمانی سے شیطان محروم کر دیتا ہے دینی خادموں سے۔ اس کی اب میں اور وضاحت کرتا ہوں۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانی کی

ٹونٹی میں کسی نے پاخانہ لگا دیا اور اس کے بعد گلاس میں پانی لے کر پینے لگا تو کہتا ہے کہ اوہو! بڑی بدبو ہے آج تو پانی میں۔ کے ڈی اے نے دھوکہ دے دیا۔ ارے کے ڈی اے نے دھوکہ نہیں دیا۔ آپ نے جو ٹونٹی میں پاخانہ لگایا ہے یہ اس کی بدبُو ہے۔ پانی تو صاف آرہا ہے۔ اسی طرح اپنی بدگمانی کی وجہ سے انسان کو دین کے خادم حقیر اور بُرے نظر آتے ہیں۔ بُرائی ان میں نہیں ہے بلکہ خُود اس میں ہے جو بدگمانی کر رہا ہے۔ اس بدگمانی سے حق اس کو باطل نظر آرہا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ جب اللہ کا فضل نہیں ہوتا تو اچھی چیز بُری نظر آنے لگتی ہے۔ دیکھئے حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مُبارک میں سُورج چلتا ہُوا نظر آتا ہے اور ابُوجہل کہتا تھا کہ میں نے ایسی بُری شکل دنیا میں نہیں دیکھی۔ **نعوذ باللہ**۔ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قلبِ مُبارک پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا تو ان کی بصیرتِ صحیحہ کی وجہ سے ان کی بصارت بھی صحیح فیصلہ کر رہی تھی اور ابوجہل اس فضلِ الٰہی سے محروم تھا اس کی اندھی بصیرت کی وجہ سے اس کی بصارت بھی غلط فیصلہ کر رہی تھی۔

اب دُوسری وضاحت سُنئے۔ ایک عورت اپنے بچّہ کا استنجا کرا رہی تھی۔ عورتیں چھوٹے بچّہ کا پاخانہ ہاتھ سے دھوتی ہیں۔ اتنے میں معلوم ہُوا کہ چاند نظر آگیا۔ وہ بھی جلدی سے چاند دیکھنے لگی اور عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنی اُنگلی کو ناک پر رکھ لیتی ہیں تو دُوسری عورت سے اس نے کہا کہ بہن اس دفعہ تو عید کا چاند بہت ہی سڑا ہُوا نکلا ہے، سخت بدبُو ہے۔ اس نے کہا کہ بے وقوف چاند میں بدبو نہیں ہے، تیری اُنگلی میں بدبو ہے جس پر بچّہ کا پاخانہ لگا رہ گیا ہے تُو اپنی اُنگلی دھولے۔ ان قصّوں کو قصّے نہ سمجھئے، یہ عبرت کی داستانیں ہیں۔ ان سے سبق لیجئے ورنہ اہل اللہ کا چراغ کوئی نہیں بُجھا سکتا۔ میں پھر ببانگِ دہل کہتا ہوں کہ

حق تعالیٰ جس چراغ کو روشن کرنا چاہتا ہے اسے کوئی نہیں بجھا سکتا ایسے ایسے بدگمانی کرنے والے مر گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے جس کو چمکانے کا فیصلہ کر لیا اس کو کوئی نہ بجھا سکا۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
برآں کو تف زند ریشش بسوزد

جس چراغ کو اللہ روشن کرتا ہے جو اس کو پھونک مار کر بجھانا چاہتا ہے خود اس کی ہی داڑھی جل جاتی ہے۔

اللہ اپنے خاص بندوں کا چراغ ضایع نہیں ہونے دیتا اس لئے ساری دُنیا کی وہ پرواہ نہیں کرتے۔ بس اولیاء اللہ کو اور ان کے خادموں کو ایک ہی غم ہوتا ہے کہ کہیں اللہ تو ہم سے ناراض نہیں ہے۔ اس غم کے ہوتے ہوئے ساری دُنیا کے غموں سے وہ آزاد ہوتے ہیں۔

اب آپ کو ایک واقعہ اور سُناتا ہوں۔ ایک حبشی، موٹے موٹے ہونٹ، لمبے لمبے دانت والا افریقہ کے جنگل میں جا رہا تھا۔ راستہ میں کسی کا آئینہ گر گیا تھا۔ اس میں اس کو اپنی شکل نظر آئی۔ دیکھا کہ کالے رنگ کا ایک آدمی بڑے بڑے دانت موٹے موٹے ہونٹ سامنے ہے آئینہ کے اندر۔ تب بڑی زور سے ڈانٹتا ہے آئینہ کو کہ کمبخت یہ تیرے کالے کالے موٹے موٹے ہونٹ اور ایسی خراب شکل ہے جبھی تجھے کوئی جنگل میں پھینک گیا ہے۔ اگر تو حسین ہوتا تو تجھے الماری میں سجا کر رکھتا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اس حبشی کو آئینہ میں اپنی شکل نظر آئی لیکن وہ آئینہ کو بُرا سمجھ رہا تھا اسی طرح جو لوگ دین کے خادموں کے متعلق بلا دلیل شرعی محض اپنے خیالات سے بدگمانی کرتے ہیں وہ اصل میں ان کے باطن کی شکل ہوتی ہے جو ان کو اللہ والوں میں نظر آتی ہے۔ اس لئے اس

بیماری سے خاص طور پر پناہ مانگئے۔ بزرگانِ دین اور علماء ربّانین سے بدگمان نہ ہوں۔ پھر دیکھئے کتنا ملتا ہے۔ جس کو جتنا ہی زیادہ حسن ظن ہوتا ہے بزرگانِ دین سے اس کو اتنا ہی زیادہ فیض ہوتا ہے۔ یہ بات شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ضیاء القلوب میں لکھی ہے کہ جس کو اپنے دینی مربیوں سے جتنا زیادہ نیک گمان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس کو اپنا فضل اور رحمت اور فیض عطا کرتے ہیں اور حسن ظن تو ہر مومن سے ہونا چاہئے لیکن جو دین کے خادم ہیں ان سے اگر حسن ظن نہیں ہوگا تو ایسے شخص کا تو راستہ مارا گیا، اسے کچھ نہیں ملے گا۔

اب اس کی ایک اور مثال عرض کرتا ہوں۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ چند باتوں کا علم ہو جانے سے بعض لوگوں کو شیخ المشایخ بننے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے یعنی وہ دین کے بڑے بڑے خادموں کی بھی اصلاح شروع کر دیتے ہیں حالانکہ ان کو سوچنا چاہئے کہ انسان ہر ایک کو تو شیخ نہیں بناتا جس سے اس کی مناسبت ہوتی ہے اس کا رُوحانی گروپ ملتا ہے اس کو اپنا بڑا بناتا ہے لہٰذا ہر آدمی دوسرے کا شیخ بننے کی کوشش نہ کرے۔ اس پر ایک قصہ سُناتا ہوں بہت مزے دار۔

مولانا فرماتے ہیں کہ ایک چُوہا جا رہا تھا اور اس کے قریب ہی ایک اُونٹ بھی جا رہا تھا جس کے گلے کی رسی زمین پر لٹک رہی تھی اس کی رسّی چُوہے نے اپنے دانت سے دبالی اور اس کے آگے آگے چلنے لگا۔ اُونٹ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ چُوہے نے سمجھا کہ اتنا بڑا مُرید آج میرا شکار ہو گیا۔ میرا جسم تو چھوٹا سا اور اُونٹ اتنا بڑا بس اس نے فخر سے اعلان کرنا شروع کر دیا کہ اب میری شخصیت چمک جائے گی اُونٹ جیسا دیو ہیکل، دیو قامت بھی آج میرا غلام بنا ہُوا ہے۔ اُونٹ بیچارہ اپنی قوت سے نزول کر کے آہستہ آہستہ اس کے

ساتھ چل رہا تھا کہ ذرا چوہے صاحب کو دیکھتا ہوں کہ کب تک یہ ہماری مُرشدی اور پیری کرتے ہیں۔ جب آگے ایک دریا پڑا تو اب چوہا وہیں رُک گیا۔ اُونٹ نے کہا کہ شیخ صاحب! جب آپ نے خشکی میں میری رہنمائی فرمائی ہے تو پانی میں بھی آپ میرے پیر رہئے آپ رُک کیوں گئے ذرا آگے چلئے۔ چوہے نے کہا کہ حضور! پانی میں تو میری ہمت نہیں ہوتی۔ اُونٹ نے کہا اجی کوئی بات نہیں ابھی میں چلتا ہوں اس نے ایک قدم آگے بڑھایا تو اس کے گھٹنے تک پانی تھا۔ اس نے کہا کہ اے میرے پیارے مُرشد! گھبرامت ارے مُرید کے گھٹنے تک ہی تو پانی ہے۔ چوہے نے کہا ارے جہاں تک تیرے گھٹنے کا پانی ہے وہ تو میرے سر سے کئی فٹ اُونچا ہو جائے گا۔ میرے لئے تو وہ ایسا ڈُباؤ ہے کہ اس میں میری کئی پُشتیں ڈوب جائیں گی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جو چھوٹے اور نااہل اپنے اکابر کے مصلح اور رہبر بننا چاہتے ہیں ان کا حال اسی چوہے کی مانند ہے جو اُونٹ کی رہبری کر رہا تھا لہٰذا فرماتے ہیں کہ اس حماقت میں نہ پڑو۔

ایک ذرہ نے پہاڑ سے کہا کہ اے پہاڑ! میں ذرا تجھ کو آزماؤں گا اپنی ترازو میں تجھ کو تولوں گا۔ پہاڑ نے کہا کہ اے ذرے! جب تُو مجھے اپنی ترازو پر رکھے گا تو تیری ترازو ہی پھٹ جائے گی تُو مجھے وزن نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اپنے مربیوں کو جن کی صحبتوں میں باادب بیٹھتے ہو جانچو مت۔ حُسنِ ظن سے فائدہ اُٹھائیے اگر ان سے فائدہ اُٹھانا ہے تو حُسنِ ظن سے اُٹھا سکتے ہو اور اگر مناسبت نہیں ہے تو نہ اپنا وقت ضایع کرو اور نہ اس کا ضایع کرو۔ مان لو کسی شخص کو، کسی صاحبِ نسبت اللہ والے سے مناسبت نہیں ہے، اس کو وہاں اللہ کی محبّت میں اضافہ نہیں ہوتا اور دل میں بُرے خیالات آتے ہیں کہ

یہ شخص تو کچھ بھی نہیں ، بالکل چکر باز معلوم ہوتا ہے تو ایسے شخص کو وہاں جانا اپنی زندگی کو ضایع کرنا ہے۔ بھئی جب خون کا گروپ نہ مل رہا ہو تو اس کا خون چڑھانا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ اس مربی کو چھوڑ کر اس شخص سے تعلق کرو جس سے تمہارے خون کا گروپ مل رہا ہو یعنی جس سے مناسبت ہو۔ البتہ گستاخی اور بدگمانی کسی سے نہ کرو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے راستہ کی بُنیاد سر سے پیر تک ادب پر ہے۔ حکیم الامت نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر اپنے شیخ کی کوئی بات سمجھ میں نہ آرہی ہو، اس کی اصلاحات ، اس کی گرفت ، اس کا احتساب سمجھ میں نہ آرہا ہو تو سمجھنا چاہئے کہ شیخ جس مقام سے بول رہا ہے اس مقام تک میری رسائی نہیں ہے ، ہم اس مقام تک نہیں پہنچے جس مقام سے شیخ دیکھ رہا ہے۔ یہ وہ سبق ہے جو کہ اکسیر ہے۔ اس پر عمل کرے تو آدمی کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا۔

اس پر اب ایک قصہ سُناتا ہوں۔ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے سگے بھائی مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تھانہ بھون میں ایسا زبردست وعظ بیان کیا کہ سارا مجمع جُھوم گیا۔ ایسا وعظ تھا کہ جیسے حکیم الامت بول رہے ہوں۔ لوگوں نے حضرت کو بتایا کہ حضرت آج تو آپ کے بھانجے نے کمال کر دیا۔ مولانا سعید احمد نے ایسا بیان کیا جیسے آپ کا بیان ہوتا ہے۔ حضرت سمجھ گئے کہ اتنی تعریفیں سُن کر نفس تو پھُول گیا ہوگا۔ سوچا کہ ابھی دیکھتا ہوں کہ شکل پر آخر کیا اثر ہے کیونکہ جب نشہ آتا ہے کبر کا ، بڑائی کا تو چال میں، آنکھوں میں اور چہرہ پر اس کے اثرات آجاتے ہیں جیسے بخار آجائے تو بخار تو جسم کے اندر ہوتا ہے لیکن چہرہ بھی لال ہوجاتا ہے جب غصّہ آتا ہے تو آنکھیں لال ہوجاتی ہیں۔ آنکھوں کی سُرخی بتاتی ہے کہ خیریت نہیں ہے۔

لہٰذا اس دن مولانا سے چلنے میں تھوڑی سی غلطی ہوگئی۔ مجمع سے گزرتے ہُوئے کسی کے پیر لگ گیا۔ بس حضرت نے اتنا ڈانٹا کہ نالائق بے وقوف ایذاء رسانی کرتے ہو ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔ تمہارا پیر کیوں لگا اس سے۔ اور نہ جانے کیا کیا فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے پُوچھا کہ حضرت غلطی تو ذراسی تھی اور انہوں نے جان بُوجھ کر بھی نہیں کی۔ چلنے میں ذرا سا پاؤں لگ گیا بغیر ارادہ کے، مگر آپ نے اتنا کیوں ڈانٹا۔ یہ تو اتنی بڑی غلطی نہیں تھی فرمایا کہ غلطی واقعی اتنی بڑی نہیں تھی لیکن مجھے ایک پچھلے مادّہ کا آپریشن کرنا تھا جو وعظ کے بعد ان کے دل میں کبرو عجب کا پھوڑا پیدا ہوگیا تھا مجھے اس پر نشتر لگانا تھا۔ اس چھوٹی سی غلطی کو تو میں نے بہانہ بنایا ہے۔ اس لئے اللہ والے بعض وقت چھوٹی سی غلطی پر زیادہ ڈانٹ دیتے ہیں اور کبھی بڑی سے بڑی غلطی پر مُسکرا کر ٹال دیتے ہیں۔ لہٰذا بدگمانی نہ کیجئے کہ صاحب چھوٹی سی غلطی پر اتنا خفا ہو گئے اور بڑی غلطی پر خیال بھی نہیں کیا۔ بس یہی سوچئے کہ شیخ جس مقام سے تربیت کر رہا ہے اس مقام تک ہماری رسائی نہیں ہے۔ ورنہ اگر استاد نے کہا کہ پڑھو الف اور ب۔ اور شاگرد کہتا ہے الف کھڑا کیوں ہے اور ب لیٹا کیوں ہے تو بتائیے کہ یہ پڑھ سکے گا! اُستاد کہے گا کہ بس تشریف لے جائیے آپ کی قسمت میں سبزی منڈی لکھی ہُوئی ہے۔ آپ گوبھی بیچئے۔ اگر علم تمہاری قسمت میں ہوتا تو تم تقلید کرتے۔ اس لئے شروع میں تقلید کی جاتی ہے بعد میں سارے مسائل خُود حل ہو جائیں گے۔ جب نورانی قاعدہ پڑھ لے گا اور قرآن ختم ہو جائے گا تو خُود پڑھنے لگے گا لیکن کوئی شروع ہی میں محقق بنے کہ الف کھڑا کیوں ہے اور ب لیٹا کیوں ہے اور ب کے نیچے ایک نقطہ کیوں ہے اور ت کے اُوپر دو نقطے کیوں ہیں۔ تو آپ بتلائیے کہ پڑھ سکے گا یہ شخص؟ مُبنیادی طور پر تعلیم کا بین الاقوامی قاعدہ ہے

کہ شروع میں صرف تقلید کی جاتی ہے اپنے معلّم اور استاد کی۔ دُنیا میں جتنے عقلمند ہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ صاحب بچّہ کو حق حاصل ہے پُوچھنے کا، جرح وقدح کا تحقیق واجتہاد کا۔ اسی طرح اللہ والوں کے سامنے اپنے کو اسی بچّہ کی مانند سمجھئے جو کچھ نہیں جانتا۔ جو شخص بزرگانِ دین کے مقابلہ میں اپنی کوئی رائے رکھتا ہے، ان پر اعتراض کرتا ہے، بدگمانی کرتا ہے، اللہ کے راستہ میں اسے کچھ نہیں مل سکتا۔ ان حماقتوں کا سبب اکثر جہالت ہوتی ہے۔ خدا پناہ میں رکھے جہالت کا کوئی علاج نہیں اور حماقت کا بھی کوئی علاج نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک احمق سے بھاگے جا رہے تھے۔ کسی نے کہا کہ حضور آپ تو نبی ہیں آپ نابینا کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیتے ہیں تو وہ بینا ہو جاتا ہے، کوڑھی کے جسم پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو اس کا کوڑھ اچھا ہو جاتا ہے۔ پھر اس احمق سے کیوں بھاگ رہے ہیں۔ اس کے سر پر بھی ہاتھ پھیر دیجئے تو کیا جواب دیا۔ مولانا رُومیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کوڑھی کو اللہ کے حکم سے اچھا کر سکتا ہوں، میرے ہاتھوں میں اللہ نے معجزہ رکھا ہے نابینا کو بینا کر سکتا ہوں لیکن حماقت اور بے وقوفی چونکہ قہرِ خداوندی ہے اس لئے اللہ کے قہر کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

لہٰذا دوستو! خدائے تعالیٰ سے ہم سب کو دین کی فہم مانگنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ یہ سمجھ ایسی چیز ہے کہ اگر یہ بگڑ جائے تو بڑے سے بڑا ولی اللہ اس کو بُرا معلوم ہوگا لہٰذا جب سارے معالجوں اور حکیموں سے دُشمنی ہو جائے گی تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ یہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے گا۔ یہ قلتِ فہم اور حماقت قہرِ خداوندی ہے جس کا علاج حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر کے پاس بھی نہیں۔ اسی کی وجہ سے پھر کبر آتا ہے۔ جس کو بڑائی کا مرض

ہو تو سمجھ لو احمق ہے۔ میرے شیخ اوّل حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری فرمایا کرتے تھے کہ کبر ہمیشہ بے وقوفوں کو ہوا کرتا ہے ورنہ بتائیے کہ فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے یہ ابھی سے اپنے کو بڑا سمجھ رہا ہے۔ فیصلہ تو مالک کے ہاتھ میں ہوتا ہے بندے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ کیوں صاحبو! غلام کو کیا حق ہے کہ اپنی قیمت خود لگا لے بندہ کی قیمت تو مالک لگائے گا قیامت کے دن۔ لہٰذا بندہ وہ ہے جو اپنی شان کچھ نہ سمجھے اور عام مومنین کو اور خصوصاً کسی خادم دین کو حقیر نہ سمجھے۔ ہاں یہ ضرور اختیار ہے کہ اگر آپ کو کسی سے مناسبت نہ ہو اس کی مجلس میں ہرگز نہ جائیے، نہ اپنا وقت ضایع کیجئے نہ اس کا وقت ضایع کیجئے جہاں مناسبت ہو وہاں جائیے اب اس سے زیادہ کیا سہولت ہو سکتی ہے۔

ہاں جس سے دین کا ایک حرف سیکھا ہو ہمیشہ اس کا ادب کیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس نے مجھے ایک حرف علم سکھا دیا میں اس کا غلام ہوں اور دین سیکھنے کے بعد پھر اس سے بدگمانی کرنا اور اس کی اصلاح کے لئے نسخے تجویز کرنا ایسا ہی ہے جیسے چوہا اونٹ کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اپنی طرف سے تو ہم کو اپنے بڑوں سے حسنِ ظن رکھنا چاہئے۔ وہ دینی مربی خود نہیں کہے گا کہ میں بڑا ہوں لیکن ان واقعات سے سبق لینا چاہئے کہ ہم اپنے بزرگوں کو اپنے نیک گمان سے سب کچھ سمجھیں۔ ایک بار مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بھئی میں تو کچھ بھی نہیں ہوں پھر فرمایا کہ خدا کی قسم میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ ایک بے وقوف نے کہا کہ میاں جب یہ کچھ بھی نہیں ہیں تو ہمیں کیا ملے گا ان سے۔ حالانکہ یہی ان کے بہت کچھ ہونے کی دلیل تھی ؎

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

اچھا بس اب دُعا کیجئے کہ اے خدا ہمیں اپنے بڑوں کا ادب نصیب فرما، جن سے ہم دین سیکھتے ہیں ان کا ہمیں ادب نصیب فرما ؎

اے خدا جوئیم توفیقِ ادب

اے خدا ہم سب کو ادب کی توفیق نصیب فرما

بے ادب محرُوم ماند از فضل رب

اے خدا ہم کو بے ادبی کی وجہ سے اپنے فضل سے محرُوم نہ فرما یعنی ہم کو بے ادبی سے محفوظ فرما اور ہم سب کو اللہ والی حیات نصیب فرما۔

اے خدا ہمیں اپنے بزرگوں کے سامنے اپنے نفس کو مٹانے کی توفیق نصیب فرما۔ ہماری دُنیا و آخرت بنا دیجئے، تقویٰ کی حیات نصیب فرما دیجئے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ؕ

محبّتِ الٰہیہ

مجھ کو جینے کا سہارا چاہیئے
دل ہمارا غم تمہارا چاہیئے

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت فیوضھم)

ارشادات حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بدگمانی کا علاج

ایک صاحب نے بدگمانی کا علاج دریافت کیا تو فرمایا کہ کسی کی طرف سے بدگمانی قلب میں آوے تو اوّل علیحدہ بیٹھ کر یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے بدگمانی سے منع فرمایا ہے تو یہ گناہ ہوا اور گناہ پر عذاب کا اندیشہ ہے۔ تو اے نفس حق تعالیٰ کے عذاب کو کیسے برداشت کرے گا۔ یہ سوچ کر توبہ کرے اور دُعا بھی کرے کہ اے اللہ میرے دل کو صاف کر دے اور جس پر بدگمانی ہو اس کے لئے بھی دُعا کرے کہ اے اللہ اس کو دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرما۔ دن رات میں تین مرتبہ ایسا کرے۔ اگر پھر بھی اثر رہے دُوسرے تیسرے دن ایسا ہی کرے۔ اگر پھر بھی اثر رہے اب اس شخص سے مل کہے کہ بلاوجہ مجھ کو تم پر بدگمانی ہو گئی تم معاف کر دو اور میرے لئے دُعا کر دو کہ یہ دُور ہو جائے۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۲۶۷)

بدگمانی و بدزبانی کا سبب کبر ہے

فرمایا کہ بڑی چیز تو یہ ہے کہ آدمی اپنے ہر فعل کو شریعت پر منطبق کرے کہ کون فعل میرا شریعت کے موافق ہے اور کون خلاف اور حضرت کسی کے ساتھ اعتقاد رکھنا ضروری نہیں۔ ہاں بدگمانی اور بدزبانی بلاضرورت کسی کے ساتھ جائز نہیں۔ اگر بدگمانی نہ کی تو کیا نقصان ہوا۔ پھر فرمایا کہ اس کا منشا کئی چیزیں ہیں اور

ان سب کا منشا کبر ہے۔ اگر سب سے کمتر اپنے آپ کو سمجھے گا تو جس وقت بدگمانی ہونے لگے گی فوراً اپنا عیب پیشِ نظر ہو جائے گا اور سوچے گا کہ ہم تو اس سے بھی زیادہ نالائق ہیں۔ پھر کبھی اس کی نوبت نہ آئے گی۔ لہٰذا کبر کا علاج کسی کامل شخص کے پاس رہ کر کرانا ضروری ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۲۳۶)

اپنے نفس سے بدگمان رہے

فرمایا کہ الحزم سوء الظن اس کی تفسیر میں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ ای بنفسہ یعنی دانائی اور احتیاط یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس سے سوءظن (بُرا گمان) ہی رکھے، کسی وقت مطمئن نہ ہو، ہمیشہ کھٹکتا رہے۔ عارفین یہی کہتے ہیں کہ دُوسروں سے تو حُسنِ ظن (نیک گمان) رکھے اور اپنے نفس سے سوءظن رکھے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۱۱۴)

دُوسروں کے ساتھ حُسنِ ظن کی تعلیم

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میرے پاس جو لوگ آتے ہیں ان کے قدموں کے زیارت کو مُوجبِ نجات (یعنی اپنی نجات کا ذریعہ) جانتا ہوں کیونکہ وہ یقیناً اچھے ہیں اور ان کے اچھے ہونے کی میرے پاس دلیل یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ باوجود میرے ناچیز ہونے کے حسنِ ظن رکھتے ہیں۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۱۱۵)

بددین کی تقریر و تحریر و تصنیف سب مضر ہے

فرمایا کہ بددین آدمی اگر دین کی بھی باتیں کرتا ہے تو ان میں ظلمت ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کی تحریر کے نقوش میں بھی ایک گونہ ظلمت لپٹی ہوئی ہوتی ہے اور دیندار دُنیا کی بھی باتیں کرے تو ان میں نورُ ہوتا ہے۔ کیونکہ کلام در اصل قلب (دل) سے پیدا ہوتا ہے تو قلب کی حالت کا اثر اس میں ضرور ہوگا۔ پس چونکہ متکلم (بات کرنے والے) کا اثر اس کے کلام میں اور مصنّف کے قلب کا اثر اس کی تصنیف میں ضرور ہوتا ہے اس لئے بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا چاہئے کیونکہ مطالعہ کتب مِثل صحبت مصنّف کے ہے۔ جو اثر بے دین کی صحبت کا ہوتا ہے وہی اس کی کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۶۸)

تبرکات کی حقیقت

فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت و زیارت بڑی چیز ہے۔ ان کا تو تصوّر بھی نافع ہے اور یہی اصل ہے تبرکات کی۔ کیونکہ ان چیزوں کو دیکھ کر اُن کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان کی یاد سے دل میں نُور آتا ہے، حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا ہوتا ہے۔

فرمایا کہ قلب کا اثر انسان کے کلام اور لباس تک میں ظاہر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور ان کی صحبت میں اس سے بھی زیادہ اثر ہوتا ہے۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۶۸)

اہل اللہ کو ستانا غضبِ الٰہی کو دعوت دینا ہے

فرمایا کہ تفسیر مظہری میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے کہ مجھے اپنے مقبول بندے کو چھیڑنے پر ایسا غصہ آتا ہے جیسے شیر کے بچوں کو چھیڑنے پر شیر کو۔ چنانچہ ایک ایک مقبول بندے کے ستانے پر شہر کے شہر تباہ کر دیئے گئے ہیں۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۱۱۳)

غیبت و بدزبانی کا ایک علاج

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں کسی کی شکایت نہیں سُنی جاتی تھی اور نہ کسی سے بدگمان ہوتے تھے اگر کوئی کہنے لگا اور حضرت بوجہ حلم منع بھی نہ کرتے مگر جب وہ کہہ لیتا تو فرماتے کہ وہ شخص ایسا نہیں ہے (یعنی تم جھوٹے ہو)۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۵۴)

وُسعتِ نظر کا اثر

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے کہ جس قدر نظر وسیع ہوتی جاتی ہے اعتراض کم ہوتا جاتا ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۵۴)

—o—

سلف صالحین کی عظمت کی اہمیت

فرمایا کہ اہل علم کے کام کی ایک بات بتلاتا ہوں کہ دین پر عمل کرنے کا مدار سلف صالحین (یعنی اگلے علماء ومشائخ وبزرگانِ دین) کی عظمت پر ہے اس لئے حتی الامکان ان پر اعتراض وتنقیص کی آنچ نہ آنے دینا چاہیئے (یعنی ان پر اعتراض نہ کرے نقص نہ نکالے) (کمالاتِ اشرفیہ ص۲۷۸)

اللہ تعالیٰ کی محبت کے آثار

فرمایا کہ اللہ سے محبت رکھنے والا تو کسی کافر کسی بلّی کتے کے ساتھ بھی مظالم کو گوارا نہ کرے گا۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۹۲)

اللہ والوں پر طعنہ زنی کی مذمت

اہل اللہ پر طعنہ زنی کے متعلق یہ دو شعر پڑھے

ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد
تا دل صاحبدلے نامد بدرد
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند (کمالات اشرفیہ ص۹۱)

(جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو رُسوا نہیں فرمایا جب تک اس نے کسی اللہ والے کا دل نہیں دُکھایا اور جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کسی کا پردہ فاش کردیں تو اس کے اندر نیک بندوں پر اعتراض وطعنہ زنی کا میلان پیدا ہو جاتا ہے)

سِلسلہ مواعظ حسنہ نمبر۱۰

منازلِ سُلوک

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نام وعظ : مَنازِلِ سُلوک

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مُرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست

عنوان	صفحہ
حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ کا ایک واقعہ	۴۲۱
مقصدِ حیات	۴۲۶
آثارِ جذب	۴۲۷
اہل اللہ کی ناقدری کرنا علامت بدبختی ہے	۴۲۹
اہلِ طلب کی شان	۴۲۹
جگر مُراد آبادی کی توبہ کا واقعہ	۴۳۱
اہل اللہ کی تلاش علامت جذب حق ہے	۴۳۲
اہل اللہ کی اعلیٰ ظرفی	۴۳۳
جگر صاحب کا عاشقانہ جواب	۴۳۴
اللہ والوں کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے	۴۳۶
حفاظت نظر سے حلاوت ایمان ملتی ہے	۴۳۸
مفردون کون لوگ ہیں ؟	۴۴۰
شیخ کی محبت میں معتدبہ مدت رہنا چاہیئے	۴۴۱
صحبت کا ایک بُلند مقام	۴۴۴
مولانا قاسم نانوتوی کی شانِ محبت	۴۴۵
سبق بندگی	۴۴۶
اپنی بیوی کو حقیر نہ سمجھئے	۴۴۷
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے	۴۴۷
بے حیائی سے بچنے کا واحد راستہ	۴۴۷
بیوی سے حسن سلوک کی بدولت ولایت علیا کا حصول	۴۴۸
واقعہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں	۴۴۹
ذکر اللہ سے حصول اطمینان قلب کی عجیب تمثیل اور ایک علم عظیم	۴۵۱

صفحہ	عنوان
۴۵۱	ذکر اللہ کا نفع کامل تقوٰی پر موقوف ہے
۴۵۲	ولایت کی بنیاد تقوٰی ہے
۴۵۳	گناہ پر اصرار کرنے والا ولی اللہ نہیں ہوسکتا
۴۵۳	ذکر مثبت اور ذکر منفی
۴۵۵	ذکر اللہ کی لذّت کا کوئی ہمسر نہیں
۴۵۶	علم کے نفع لازمی و متعدی کی ایک تمثیل
۴۵۷	علامات ولایت
۴۵۸	ذکر اللہ سے حصول اطمینان قلب کی ایک اور تمثیل
۴۵۹	آج کل کے صوفیا پر چند اعتراضات اور ان کا جواب
۴۶۲	شیطان کا حربہ
۴۶۲	شیخ اوّل کے انتقال کے بعد دوسرے شیخ سے تعلق ضروری ہے
۴۶۳	دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ با خدا رہے
۴۶۴	حاجی صاحبؒ کا ارشاد
۴۶۴	اللہ والے ہنسنے میں بھی با خُدا رہتے ہیں
۴۶۵	ایسی دنیا سے کیا دل لگانا
۴۶۶	قرآن پاک سے مسائل
۴۶۶	ذکر اِسم ذات کا ثبوت
۴۶۷	آثار نسبت مع اللہ
۴۶۸	ذکر کے حکم میں صفت ربوبیت کے بیان کی حکمت
۴۷۰	حصول تبتل کا طریقہ
۴۷۰	مثنوی میں تبتل کی عاشقانہ مثال
۴۷۱	ذکر مشورہ سے کیجیئے
۴۷۲	ایک عالم صاحب کے اخلاص کی مثال
۴۷۴	مشاہدہ بقدر مجاہدہ
۴۷۶	مثنوی سے تبتل کی مزید وضاحت

عنوان	صفحہ
ذکر نفی و اثبات کا ثبوت	۴۷۸
سلوک کے مسئلہ توکل کا ثبوت	۴۷۸
سلوک کے مقام صبر کا ثبوت	۴۷۸
صبر کی تین قسمیں	۴۷۹
ہجران جمیل کا ثبوت	۴۷۹
ہجران جمیل کیا ہے	۴۸۰
دِل کو اللہ کے لیے خالی کریں	۴۸۱
تین دن سے زیادہ ترک کلام کی تفصیل	۴۸۲
قیام لیل کا ثبوت	۴۸۳
تلاوت قرآن کا ثبوت	۴۸۶
منتہی کے اسباق کا ابتداء میں نازل ہونے کا راز	۴۸۶
حضرت جلال آبادی کے چند نصایح	۴۸۷
تکیہ رکھنے کی سُنت	۴۸۷
عرض الاعمال علی الاباء	۴۸۷
اہل سلسلہ کے لیے بشارت	۴۸۸
ارشادات اکابر دلائل کی روشنی میں	۴۸۹
ترک گناہ کا آسان طریقہ	۴۹۱
انوار یقین اہل اللہ کے قلوب سے ملتے ہیں	۴۹۲
نفع کا مدار مناسبت پر ہے	۴۹۲
اہل اللہ کی قدر طالب خُدا کو ہوتی ہے	۴۹۴
زندگی کا ویزا	۴۹۵
یاجبال الحرم یاجبال الحرم	۴۹۶
ہجرت کا تکوینی راز	۴۹۷
دُعا	۴۹۸

ابتدائیہ

ری یونین کے احباب کی دعوت پر اس سال ماہ اگست ۱۹۹۲ء میں مرشدنا و مولٰنا عارف باللہ حضرت اقدس شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ری یونین کا دوسرا سفر فرمایا۔ اس سے قبل ۱۹۸۹ء میں حضرت والا کا سفر ہوا تھا۔ دونوں اسفار سے مخلوق خدا کو بہت نفع ہوا، خواص کو بھی اور عوام کو بھی اور خصوصاً اس سفر میں بہت لوگ مستفید ہوئے۔ بہت سے علماء اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے اور بہت سے دنیا داروں کی زندگی میں انقلاب آگیا۔ بہت سے لوگوں نے چہرہ پر سنت کے مطابق داڑھیاں رکھ لیں، ظاہری وضع قطع بھی درست ہوگئی اور جابجا حضرتِ والا کے مواعظ اور ذکر کی مجلسوں سے ری یونین مَطلعِ انوار بن گیا اور حضرت ملا علی قاریؒ کا یہ قول کہ،

لَوْمَرَّ وَلِيٌّ مِّنْ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ بِبَلَدَةٍ لَنَالُ بَرَكَةَ مُرُوْرِهٖ اَهْلُ تِلْكَ الْبَلْدَةِ

عینی مشاہدہ میں آگیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور حضرت والا کی زندگی صحت کاملہ و عافیت کاملہ اور عظیم الشان خدمات دینیہ کے ساتھ مدت طویلہ تک دراز فرمائیں اور اس مے خانۂ محبت و معرفت کا فیض قیامت تک جاری رہے ؎

خدا رکھے مرے ساقی کا مے کدہ آباد
یہاں پہ عشق کے ساغر پلائے جاتے ہیں (جامع)

ری یونین کی مجلس علماء المرکز الاسلامی کی دعوت پر شہر

LA PLAINE PES PALMISTES

میں ۲۲؍ اگست ۱۹۹۲ء کو مجمع علماء میں حضرت والا دامت برکاتہم کا وعظ تجویز تھا۔ یہ نہایت پُرفضا مقام ہے چاروں طرف سبزہ زار اور بلند و بالا سبز پوش پہاڑوں کے سلسلے نہایت جاذبِ نظر ہیں۔ موسم بھی معتدل اور خوش گوار تھا۔ حضرتِ والا نے کارسے ان مناظر کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ دُنیائے فانی جب اتنی حسین ہے تو جنت کیسی ہو گی اس لیے ان کو دیکھ کر یہ دُعا مانگو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا۔ ان مناظر پر تو زلزلہ آنے والا ہے اور یہ فنا ہونے والے ہیں اس لیے وہ جنت مانگو جو ہمیشہ باقی رہے گی اور جس کی شان ہے مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ۔

وعظ کا انتظام جناب نجیب صاحب نے کیا تھا اور ان کے بھائی جناب یوسف آدم صاحب کے مکان پر علماء حضرات تشریف لا چکے تھے۔ مکان کے بڑے کمرے میں ایک کرسی بچھا دی گئی تھی جس پر بیٹھ کر حضرت والا نے وعظ فرمایا جو تقریباً گیارہ بجے شروع ہوا اور پونے دو بجے تک جاری رہا اور جیسا کہ حضرت اقدس کے وعظ کا خاصہ ہے سامعین پر وجد طاری تھا اور دل اللہ کی محبت سے لبریز تھے اور پونے تین گھنٹے کے بعد بھی لوگوں کے دل نہیں بھرے تھے اور بعض علماء نے احقر سے فرمایا کہ حضرت کے بیان سے دل نہیں بھرتا اور جی چاہتا ہے کہ بیان جاری رہے۔

؎ سیری نہیں ہوتی نہیں ہوتی نہیں ہوتی
اے پیرِ مغاں اور ابھی اور ابھی اور

وعظ کا موضوع تو اصلاح و تزکیۂ نفس اور محبتِ الٰہیہ تھا لیکن حضرتِ والا نے تصوف کے بعض مسائل اور اہم مقاماتِ سلوک کو قرآن پاک کی آیات سے مدلل فرمایا جس سے علماء بہت محظوظ ہوتے کیوں کہ آج کل بعض اہلِ ظاہر تصوف کو شریعت

اور سنت سے علیحدہ کوئی چیز قرار دیتے ہیں اس لیے حضرتِ والا تصوف کو قرآن و حدیث سے مدلل کرکے پیش فرماتے ہیں جس سے تصوف کے بارے میں غلط فہمی رکھنے والے بعض حضرات کو ہدایت ہوگئی۔

یہ وعظ احقر نے ری یونین ہی میں ٹیپ سے نقل کرلیا تھا اور آج اس کی تبییض و ترتیب مکمل ہونے کے بعد کراچی میں طباعت کے لیے دیا جارہا ہے۔ احادیثِ مبارکہ اور عربی شروح وغیرہ کے حوالے بین القوسین درج ہیں اور اس کا نام منازلِ سلوک قرآنِ پاک کی روشنی میں تجویز کیا گیا ہے حق تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور اس کو اُمتِ مُسلمہ کے لیے نافع فرمائیں اور حضرت والا کے لیے ناقل و مرتب کے لیے اور جملہ معاونین کے لیے قیامت تک کے لیے صدقہ جاریہ و سببِ نجات بنادیں آمین!

یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمُ

جامع و مرتب

احقر محمد عشرت جمیل عفا اللہ عنہ

یکے از خدام حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

۲۹، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

۲۵، نومبر ۱۹۹۲ء بروز بدھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ
فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا ○ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ فَاتَّخِذۡہُ وَکِیۡلًا ○ وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاہۡجُرۡہُمۡ ہَجۡرًا جَمِیۡلًا ○

سورۂ مزمل شریف کی آیات آپ کے سامنے تلاوت کی گئیں ۔ان کی تفسیر ان شاء اللہ بعد میں عرض کروں گا پہلے کچھ متفرقات آپ لوگوں کے طرزِ دعوت پرپیش کر رہا ہوں ۔اصلی کھانا آپ لوگ بعد میں لاتے ہیں پہلے یخنی پیش کرتے ہیں، پھر سموسہ لادیا پھر چٹنی لادی پھر کوئی اور چیز پیش کردی۔ بعضے لوگ جو واقف نہیں ہیں وہ یہی پاپڑ وغیرہ زیادہ کھا جاتے ہیں اور جب اصلی بریانی آتی ہے تو کہتے ہیں یا حسرتا علیٰ بریانی ہائے افسوس اس بریانی پر ہمیں بتایا ہی نہیں کہ یہ بعد میں آتی ہے یہاں ایک دعوت میں ایسا ہوچکا ہے اور وہ صاحب بھی یہاں موجود ہیں۔ یخنی پاپڑ وغیرہ کو میں یہ سمجھا کہ یہاں کا یہی کھانا ہوگا بھوک لگی تھی جلدی جلدی کھالیا۔ بعد میں عمدہ بریانی لائے تو ہم نے بزبان حال کہا یَا لَیۡتَنِیۡ اَکَلۡتُ قَلِیۡلًا یعنی اے کاش میں نے تھوڑا کھایا ہوتا تو یہ بریانی

زیادہ کھاتا۔ بہرحال متفرقات پیش کرتا ہوں اور جیسا کہ ابھی عرض کیا ان آیات کی تفسیر ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں عرض کروں گا اور اس کا تعلق تمام تر تصوف اور تزکیۂ نفس سے ہوگا کیوں کہ میرا مقصد حاضری اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح اور قوی تعلق ہوجاتا ہے کہ جن کا تعلق ضعیف ہے ان کا قوی ہوجائے اور جن کا قوی ہے ان کا اقویٰ ہوجائے اور آپ لوگوں کے صدقہ اور طفیل میں اللہ تعالیٰ احقر کو بھی محروم نہ فرمائیں۔

حضرت والا ہردوئی کا ایک واقعہ

نمبر ایک یہ ہے کہ اس وقت کی ٹھنڈک معتدل اور پسندیدہ ہے اس وجہ سے ہیٹر کو بند کرا دیا گیا۔ اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ جدہ سے حرم شریف جانے کیلئے میں کار میں بیٹھا خوب گرمی اور لو تھی اور موٹر چلانے والے میرے شیخ کے خلیفہ انجینئر انوار الحق صاحب تھے حضرت نے فرمایا جلدی سے ایئر کنڈیشن چلادو۔ ایئر کنڈیشن چلا دیا گیا لیکن کار میں ٹھنڈک نہیں آئی تو حضرت نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے تمہارا ایئر کنڈیشن کچھ ناقص ہے ٹھنڈک کیوں نہیں آرہی تو انوار الحق صاحب نے کہا کہ شاید کار کا کوئی شیشہ کھلا ہوا ہے جس سے خارجی گرمی آرہی ہے۔ دیکھا تو میری ہی طرف کا شیشہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ میں نے جلدی سے شیشہ بند کردیا اور تھوڑی دیر میں پوری کار ٹھنڈی ہوگئی، گرمی اور لو سے حفاظت ہوگئی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے اس پر ایک عجیب بات فرمائی جو قابلِ وجد ہے

مقصدِ حیات

جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے تو عالم اور کائنات کا ہر ذرہ اس کے لیے ہدایت کا ذریعہ بن جاتا ہے کیوں کہ خالقِ کائنات پوری کائنات اس کی ہدایت پر صرف فرماتے ہیں کہ مقصدِ حیات اور مقصدِ کائنات لِیَعْبُدُوْنَ ہے جس کی تفسیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لِیَعْرِفُوْنَ سے کی ہے معلوم

ہُوا کہ پوری کائنات کو زمین اور آسمان سُورج اور چاند دریا اور پہاڑ کو ہماری تربیت اور حصولِ معرفت اور زیادت معرفت اور تکمیل معرفت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور کائنات کا مقصد بزبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما دیا۔

اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ

ساری دُنیا تمہارے لیے بنائی اور تم کو ہم نے اپنے لیے بنایا تو عالم کا ذرہ ذرہ تمہارے لیے ہماری نشانی ہے۔

عالم علم سے ہے اور علم کے معنی ہیں نشانی۔ عالم کو عالم اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

آثارِ جذب

جگرؔ کے استاد حضرت اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی ہدایت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے بال بال کان بن جاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی آواز دل میں سُنتا رہتا ہے کہ تم ہمارے ہو۔

؎ ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے
دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

اس کے بال بال کان بن جاتے ہیں۔ اصغر گونڈویؒ فرماتے ہیں۔

؎ ہمہ تن ہستی خوابیدہ مری جاگ اُٹھی
ہر بُنِ مو سے مرے اس نے پکارا مجھ کو

میری سوئی ہوئی غفلت کی زندگی جاگ اُٹھی، میرے ہر بال سے اس نے مجھے آواز دی کہ کہاں سویا ہوا ہے، اُٹھ ہمیں یاد کر۔ اسی کا نام جذب ہے اَللّٰہُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ جس کو اللہ تعالیٰ جذب فرماتے ہیں تو اصغر گونڈوی فرماتے ہیں

کہ اس کو اپنے دل میں جذب کے آثار محسوس ہوتے ہیں کہ کوئی ہم کو یاد کر رہا ہے ہمیں کوئی بلا رہا ہے اپنی یاد کے لیے آہ! ایک شاعر کا شعر یاد آیا۔

؎ کوئل کا دور دور درختوں پہ بولنا
اور دل میں اہلِ درد کے نشتر گھنگھولنا

نشتر اس چاقو کو کہتے ہیں کہ جس کو ڈاکٹر آپریشن کرتے وقت چلاتا ہے اور سارا مواد نکال دیتا ہے تو کوئل کی آواز سے بھی خدا کے عاشقوں کے دل میں ایک تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئل "کو" کہتی ہے تو اس میں اشارہ ہے "کہ او" کہاں ہے وہ اللہ، کوئل بھی تلاش میں ہے وہ بھی اپنی آواز میں اللہ تعالیٰ کو تلاش کر رہی ہے۔ اس لیے اس کی عجیب آواز ہے۔

؎ کوئل کا دُور دُور درختوں پہ بولنا
اور دل میں اہلِ درد کے نشتر گھنگھولنا

نشتر پر ایک بات یاد آئی۔ گورنر عبدالرب نشتر شاعر بھی تھے اور پاکستان کے صوبہ پنجاب کے گورنر بھی تھے۔ جگر صاحب ان سے ملاقات کرنے گئے۔ شاعر ذرا ایسے ہی رہتے ہیں، بال بکھرے ہوئے، الول جلول، کپڑے بھی میلے۔ دروازہ پر جو دربان تھا اس سے کہا کہ میں نشتر صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ دربان نہیں کیا پہچانتا۔ اس نے کہا کہ بھاگ جاؤ تمہارا مُنہ ہے کہ تم گورنر عبدالرب نشتر سے ملو گے۔ یہ منہ اور مسور کی دال۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ منہ اور مسور کی دال جو مشہور ہے یہ محاورہ صحیح نہیں ہے۔ حقیقت میں محاورہ یوں تھا کہ یہ مُنہ اور منصور کی دار، یعنی تمہارا مُنہ کہاں کہ دارِ منصور پر چڑھ جاؤ اور خُدا پر جان دے دو۔ اس کا حوصلہ اور ہمت بڑے خاص لوگوں کو ہوتی ہے۔ یہ منہ اور منصور کی دار بگاڑ بگاڑ کر دیہاتیوں نے مسور کی دال بنا دیا

ورنہ صرف مسور کی دال میں ایسی خصوصیات نہیں ہیں کہ جس کے لیے کوئی خاص منہ ہونا چاہیے
خیر جب پولیس نے ملانے سے انکار کیا تو جگرؔ صاحب نے جلدی سے جیب سے کاغذ نکالا اور اس پر کچھ لکھ کر کہا کہ یہ پرچہ عبدالرب نشترؔ کو دے دو۔ وہ پولیس والے جگر صاحب کو نہیں پہچانتے تھے۔ دیہاتی خوش کیا سمجھے کہ موتی کیا چیز ہے۔ موتی کی قدر جوہری جانتا ہے

اہل اللہ کی ناقدری کرنا علامت بدبختی ہے

اسی طرح اللہ والوں کی قدر ہر ایک کو نہیں ہوتی ہر ایک کو پتہ نہیں کہ وہ کیا ہیں۔ جن کی چشم بصیرت بے نور ہے وہ تو یہی سمجھتے ہیں کہ میرے بھی ایک ناک ہے، اس اللہ والے کے بھی ایک ناک ہے، دو آنکھیں میرے ہیں دو ان کے ہیں، ہم بھی آدمی ہیں وہ بھی آدمی ہیں۔

ہمسری با انبیاء برداشتند
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

بصیرت کے اسی اندھے پن سے بدقسمت لوگوں نے انبیاء کی برابری کا دعویٰ کیا اور اولیاء کو اپنا جیسا سمجھا۔

اشقیاء را دیدۂ بینا نبود
نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

بدبخت لوگوں کو دیدۂ بینا نہیں دیا جاتا، انہیں تو نیک و بد ایک جیسے نظر آتے ہیں خوش قسمت لوگ پہچاننے والے پیدا ہوتے ہیں جو اللہ والوں کو پہچان لیتے ہیں۔

اہلِ طلب کی شان

مولانا رومیؒ نے جب شمس الدین تبریزیؒ سے کہا کہ میں کچھ نہیں ہوں تو فرمایا کہ آپ لاکھ زبان سے کہیے کہ میں کچھ نہیں ہوں لیکن مجھ سے اپنے آپ کو آپ نہیں چھپا سکتے پھر یہ شعر مولانا

رومیؒ نے شمس الدین تبریزیؒ کی شان میں پڑھا۔

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند
چشمِ مست خویشتن راچوں کند

اگر شراب پی کر کوئی اس کی بو کو الائچی اور پان کھا کر چھپا دے لیکن ظالم اپنی مست آنکھوں کو کہاں سے چھپائے گا۔ اللہ تعالےٰ جس کو اپنی محبت کی شراب راتوں کی تنہائیوں میں پلا دیتے ہیں۔ وہ دن میں اپنی آنکھوں کو کہاں چھپا سکتا ہے۔ فرمایا کہ آپ کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ آپ صاحب نسبت ہیں۔ جب مجنوں اپنی لیلیٰ کی قبر کی مٹی سونگھ کر بتا سکتا ہے کہ یہاں لیلیٰ ہے جب کہ اس کو علم بھی نہیں تھا کہ لیلیٰ کو کہاں دفن کیا گیا ہے۔ اس سے خاندان والوں نے چھپایا تھا کہ کہیں پاگل قبر کھود کر لیلیٰ کو نکال نہ لے لیکن جب اس کو کئی مہینے کے بعد محلّہ کے بچّوں سے پتہ چلا تو اس نے پورے قبرستان کی ایک ایک قبر کی مٹی کو سونگھا۔ جب لیلیٰ کی قبر کی مٹی اس نے سونگھی تو اس نے اعلان کیا کہ یہیں لیلیٰ ہے اور اس نے صحیح خبر دی۔

اب مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را
تابیابم نورِ مولیٰ بے خطا

مثلِ مجنوں کے میں بھی ہر جسم کی مٹی کو سونگھتا ہوں اور جس مٹی کے اندر میرا مولیٰ ہوتا ہے تو میں اس مٹی میں اپنے مولیٰ کے نور کو محسوس کر لیتا ہوں اور یقین سے بتا دیتا ہوں کہ یہ شخص اللہ والا ہے۔ اگر مجنوں لیلیٰ کی مٹی کو سونگھ کر بتا سکتا ہے کہ یہاں لیلیٰ ہے تو جو مولیٰ کے عاشق ہیں مولیٰ کے مجنوں ہیں وہ بھی ہر جسم کی مٹی کو سونگھتے ہیں ان کی باتیں سنتے ہیں اور چند منٹ میں بتا دیتے ہیں کہ اس کے دل میں مولیٰ ہے۔

تو خیر ظالم نے شعر بھی عبد الرب نشتر کو کیا لکھا۔

؏ نشتر سے ملنے آیا ہوں میرا جگر تو دیکھ

عبد الرب نشتر پرچہ دیکھتے ہی سمجھ گئے یہ جگر صاحب مراد آبادی ہیں۔ ننگے پیر دوڑتے ہوئے آئے اور بہت معافی مانگی اور کہا کہ یہ دروازہ پر جو جاہل بیٹھا ہے یہ آپ کو کیا جانے؟

جگر مراد آبادی کی توبہ کا واقعہ

یہاں پر ایک بات یاد آئی۔ آہ! جب اللہ تعالیٰ ہدایت کا دروازہ کھولتا ہے تو جگر جیسا شرابی توبہ کرتا ہے۔ میر صاحب جو میرے رفیق سفر ہیں انہوں نے جگر کو دیکھا ہے۔ اتنا پیتا تھا یہ شخص کہ دو آدمی اٹھا کر اس کو مشاعرہ میں لے جاتے تھے مگر ظالم کی آواز ایسی غضب کی تھی کہ مشاعرہ ہاتھ میں لے لیتا تھا لیکن جب ہدایت کا وقت آیا تو دل میں اختلاج شروع ہوا، گھبراہٹ شروع ہوئی کہ اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا جب ہدایت کا وقت آیا تو دل کو پتہ چل گیا کہ کوئی ہمیں یاد کر رہا ہے۔

؎ محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یادِ یار آئی

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں، فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ کو یاد فرماتے ہیں تو مجھ کو پتہ چل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے یاد فرما رہے ہیں۔ خادم نے پوچھا کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا کہ دلیل قرآن پاک کی ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔ جب میں اس وقت ان کو یاد کر رہا ہوں تو یقیناً وہ مجھ کو یاد فرما رہے ہیں بہر حال جب جگر صاحب کو اللہ نے جذب فرمایا تو اس کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

سُن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

اہلِ اللہ کی تلاش علامتِ جذبِ حق ہے

جس کی قسمت اچھی ہوتی ہے اس کے دل کو اللہ تعالیٰ بے شمار راہوں سے جذب فرماتے ہیں اپنے ملنے کی گھات وہ خود ہی بتلاتے ہیں، خود اس کے دل میں ڈالتے ہیں کہ ہم اس طرح ملیں گے، یہ کرو، یہ نہ کرو۔ اللہ والوں کے پاس جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے جذب کی پہلی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کو اللہ والوں کی تلاش شروع ہو جاتی ہے۔ جو منزل کا عاشق ہوتا ہے اسے رہبرِ منزل کی تلاش کی توفیق ہوتی ہے اور جو شخص رہبرِ منزل کی تلاش سے محروم ہے وہ منزل کے عشق سے غافل ہے اور اسے منزل کی طلب نہیں ہے۔ اسی لیے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مجددُ الملت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے، فرمایا کرتے تھے۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اللہ تعالیٰ سے ملنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ جو اللہ سے ملے ہوئے ہیں اُن سے راہ و رسم پیدا کرو، تعلق قائم کرو۔

غرض اب جگر صاحب کی ہدایت کا آغاز ہو رہا ہے، نقطۂ آغازِ ہدایت اس شعر سے ہوا۔

اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا
پینے کو تو بے حساب پی لی

یعنی اب دل دھڑک رہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دوں گا کہ

ظالم میں نے شراب کو حرام کیا تھا اور تو اس قدر پیتا تھا۔ تجھے شرم بھی نہ آئی کہ مجھے قیامت کے دن پیش ہونا ہے۔ پس فوراً خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ سے مشورہ لیا کہ خواجہ صاحب آپ کیسے اللہ والے ہو گئے، کس کی صحبت نے آپ کو ایسا متبعِ سُنّت بنا دیا۔ آپ تو ڈپٹی کلکٹر ہیں۔ ڈپٹی کلکٹر اور گول ٹوپی اور لمبا کرتا اور عربی پاجامہ اور ہاتھ میں تسبیح، مَیں نے تو دُنیا میں کہیں ایسا ڈپٹی کلکٹر نہیں دیکھا۔ یہ آپ کی ٹرکس نے نکالی اے مسٹر! فرمایا کہ تھانہ بھون میں حکیم الامتؒ نے یہ ٹر نکال دی، مسٹر کی ٹر کو مس کر دیا۔ تو کہا کہ کیا مجھ جیسا شرابی بھی تھانہ بھون جا سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ میں تو وہاں بھی پیوں گا کیوں کہ اسکے بغیر میرا گذارہ نہیں۔ خواجہ صاحبؒ تھانہ بھون پہنچے اور کہا کہ جگرؔ صاحب اپنی اصلاح کے لیے آنا چاہتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ میں خانقاہ میں بھی بغیر پیے نہیں رہ سکتا۔

اہل اللہ کی عالی ظرفی

حضرتؒ ہنسے اور فرمایا کہ جگرؔ صاحب سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اشرف علی ان کو اپنے مکان میں ٹھہرائے گا خانقاہ تو ایک قومی ادارہ ہے، اس میں تو ہم اجازت دینے سے مجبور ہیں لیکن ان کو میں اپنا مہمان بناؤں گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں جب کافر کو بھی مہمان بناتے تھے تو اشرف علی ایک گنہگار مسلمان کو کیوں مہمان نہ بنائے گا جو اپنے علاج اور اصلاح کے لیے آرہا ہے۔ جگرؔ صاحب نے جب یہ سُنا تو رونے لگے اور کہا کہ آہ! ہم ا تو سمجھتے تھے کہ اللہ والے گنہگاروں سے نفرت کرتے ہوں گے لیکن آج پتہ چلا کہ ان کا قلب کتنا وسیع ہوتا ہے۔ بس تھانہ بھون پہنچ گئے اور عرض کیا کہ حضرت اپنے ہاتھ پر توبہ کرا دیجئے اور چار باتوں کے لیے دُعا کر دیجئے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ میں شراب چھوڑ دوں، پُرانی عادت ہے۔

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

مگر اللہ تعالیٰ کے کرم سے اب چھوڑنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو بڑے سے بڑا گناہ، پرانے سے پرانا گناہ آدمی چھوڑ دیتا ہے اور اگر گناہ نہیں چھوڑ رہا ہے تو سمجھ لو کہ اسے ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جذب نہیں ہے، یہ ابھی نفس و شیطان کی آغوش میں ہے دشمن کی گود میں ہے اور دوسری درخواست دُعا یہ کی کہ مجھ کو حج نصیب ہو جائے، تیسری درخواست کی کہ میں داڑھی رکھ لوں اور چوتھی درخواست کی کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ حضرتؒ نے دُعا فرمائی۔

جگر صاحب تھانہ بھون سے واپس آئے تو شراب چھوڑ دی توبہ کر لی شراب چھوڑنے سے بیمار ہو گئے۔ قومی امانت تھی، زبردست شاعر تھا۔ ڈاکٹروں کے بورڈ نے معائنہ کیا اور کہا کہ جگر صاحب آپ کی موت سے ہم لوگ بے کیف ہو جائیں گے، آپ قوم کی امانت ہیں لہٰذا تھوڑی سی پی لیا کیجیے تاکہ آپ زندہ تو رہیں۔ جگر صاحب نے کہا کہ اگر میں تھوڑی تھوڑی پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا رہوں گا؟ ڈاکٹروں نے کہا کہ پانچ دس سال اور چل جائیں گے۔

جگر صاحب کا عاشقانہ جواب

فرمایا کہ دس سال کے بعد اگر میں شراب پیتے ہوئے اس گناہِ کبیرہ کی حالت میں مروں گا تو اللہ کے غضب اور قہر کے سائے میں مروں گا اور اگر ابھی مرتا ہوں جیسا کہ آپ لوگ مجھے ڈرا رہے ہیں کہ نہ پینے سے تم مر جاؤ گے تو میں اس موت کو پیار کرتا ہوں، ایسی موت کو میں عزیز رکھتا ہوں کیوں کہ اگر جگر کو شراب چھوڑنے سے موت آئی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں جاؤں گا کیوں کہ یہ موت خدا کی راہ میں ہوگی کہ میرے بندے نے ایک گناہ چھوڑ دیا، اس غم میں یہ مرا ہے، میری نافرمانی چھوڑنے کے غم میں اسے موت آئی

ہے، میرے قہر و غضب کے اعمال چھوڑنے میں میرے بندہ نے جان دی ہے، یہ شہادت کی موت ہے۔ لہٰذا جگر صاحب نے پھر شراب نہیں پی اور بالکل اچھے ہو گئے جب بندہ گناہ چھوڑنے کی ہمت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی مدد فرماتے ہیں، فضل اور رحمت فرماتے ہیں، گناہ کے مزہ کا نعم البدل دیتے ہیں یعنی اپنی محبت کو اس کے قلب میں تیز کر دیتے ہیں۔

؎ نعم البدل کو دیکھ کے توبہ کرے گا میرؔ

جو لوگ گناہ چھوڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو گناہ کی حرام لذت کے مقابلہ میں اپنی محبت کی حلال مٹھاس اور اپنے قرب کی لذت غیر محدود سے نوازتا ہے۔ وہ ارحم الراحمین ہیں، ان کے راستہ میں جو غم اٹھائے گا بھلا اس کو انعام نہ ملے گا!

غرض جگر صاحب نے شراب چھوڑ دی اور جب حج کو جانے لگے تو داڑھی پوری ایک مشت رکھ لی۔ سوچا کہ اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا اور روضۂ مبارک پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا۔ داڑھی رکھنا لوگوں کو بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ داڑھی رکھنے کے لیے اگر کسی سے کہیے تو پہلے ہی مولوی صاحب سے ناراض ہو جائے گا۔ اگر وظیفہ بتایئے کہ یہ پڑھ لو تو تجارت میں برکت ہو جائے گی، یہ پڑھ لو بیماری چلی جائے گی، یہ پڑھ لو تو اولاد میں برکت ہو گی خوب پڑھے گا۔ وظیفے پڑھنے کے لیے شوق سے تیار ہو جاتے ہیں لیکن گناہ چھوڑنے کی ہمت کم لوگ کرتے ہیں۔

غرض جگر صاحب نے داڑھی بھی رکھ لی۔ اللہ والوں کی صحبت سے بڑے بڑے فاسق ولی اللہ ہو جاتے ہیں۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

؎ گر تو سنگ خارا و مرمر بوی

اگر تم پتھر ہو تمہارے اندر اعمالِ صالحہ کا سبزہ اُگانے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے لیکن

؎ گر بصاحب دل رسی گوہر شوی

اگر اہل دل کی صحبت تمہیں مل جائے گی تو موتی بن جاؤ گے۔ خود مولانا رومیؒ کو دیکھ لیجئے کہ جامع المعقول والمنقول تھے، بڑے عالم تھے، بادشاہ کے نواسے تھے، بڑے بڑے علماء اُن کے شاگرد تھے جو ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے لیکن شمس الدین تبریزیؒ کے ہاتھ پر جب بیعت کی تو ان کا بستر سر پر رکھ کر جنگل جنگل اُن کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے اور فرماتے تھے۔

؎ ایں چنیں شیخے گدائے کو بہ کو
عشق آمد لاابالی فاتقوا

میں اتنا بڑا شیخ تھا لیکن آج خدا کی محبت میں شمس الدین تبریزیؒ کا بستر لیے گلی در گلی پھر رہا ہوں مگر اس کا انعام یہ ملا۔

؎ مولوی ہرگز نہ شد مولائے رومؒ
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

میں ملا جلال الدین تھا لیکن مولائے روم کب بنا؟ شمس الدین تبریزیؒ کی غلامی کے صدقہ میں۔

اللہ والوں کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے

مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ جس نے اللہ والا سمجھ کر اللہ کی نسبت سے کسی بندہ کی محبت و عزت کی اس نے دراصل اپنے رب کا اکرام کیا۔ کیوں کہ وہ نسبت اللہ کی ہے۔ مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰہِ اِلَّا اَکْرَمَ رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۷ باب الحب فی اللہ) اور جس نے اللہ والوں کی اہانت کی اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گستاخی کی اور وعدہ ہے جزا موافق عمل کا

جَزَآءً وِّفَاقًا پس جس نے اہل اللہ کی اہانت کی اس کو دُنیا میں بھی ذلت ملی اور جس نے ان کا اکرام کیا اللہ تعالیٰ اس کو دُنیا میں بھی اکرام دیتا ہے۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہماری اور مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی عزت پہلے قوم میں ایسی نہیں تھی جیسی بعد میں حضرت حاجی صاحبؒ کی نسبت سے اور حاجی صاحبؒ کی غلامی کے صدقہ میں عطا ہوئی اور قوم میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو چمکایا۔ مگر عزت کی نیت سے اہل اللہ سے تعلق نہیں جوڑنا چاہیے بلکہ اللہ کے لیے جوڑنا چاہیے۔ پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ دے دیں ان کی مرضی چاہے اسمِ باطن کی تجلی ڈال دیں اور ہم کو گمنام کر دیں اور چاہے اسمِ ظاہر کی تجلی ہم پر کر کے ہمیں مشہور کر دیں۔ اپنے کو مرضیٔ خداوندی کے حوالے کرنا چاہیے۔ اپنی طرف سے تجویزِ شہرت صحیح نہیں۔

دیکھئے جگر جیسے شرابی کو ایک اللہ والے کی دُعا لگ رہی ہے شراب چھوڑ دی کہ جس حیات سے خالقِ حیات ناراض ہو جس زندگی سے خالقِ زندگی ناراض ہو وہ زندگی موت سے بدتر ہے، جانور سے بدتر ہے، سُور اور کتے سے بدتر ہے، اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ جو اپنے مالک کو ناراض کر کے جیتا ہے وہ جانور سے بدتر ہے یا نہیں۔ جانور سُور اور کتا مکلف نہیں ہے۔ اسے پتہ ہی نہیں کہ ہم کس مقصد کے لیے پیدا ہوئے ہیں لیکن ہمیں اللہ نے عقل دی ہے۔ اگر ہم عقل رکھتے ہوئے، مکلف ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں تو اللہ کے غضب اور قہر سے بھی ہوشیار ہو جائیں، اللہ کے حلم سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں کہ وہ تو غفور رحیم ہیں چھوڑ معاف کر دیتے ہیں، نہیں پکڑتے۔ جب انتقام آئے گا تو پھر ہماری ساری چکر بازیاں اور ساری مکر بازیاں اور تمام حیلہ و مکر کے ٹاٹ میں اللہ آگ لگا دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ

کے انتقام کا انتظار نہ کرو پہلے ہی جلدی سے اصلاح کرلو۔ جلدی سے جان کی بازی لگادو۔ ہمت کرلو کہ ہمیں جان دینا ہے مگر گناہ نہیں کرنا ہے جان دینا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرنا ہے، جان دینا ہے مگر نظر سے کسی عورت کو نہیں دیکھنا ہے۔ ان ننگی عورتوں کو نہ دیکھنے سے اگر جان بھی نکل جائے تو ہم آپ جان دے دیں کیوں کہ وہ جان بہت مبارک جان ہوگی جو خدا کی راہ میں نکل جائے لیکن میں کہتا ہوں کہ اللہ میاں جان نہیں لیں گے۔ آدھی جان لیں گے اور سو جان عطا فرمائیں گے۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مجاہد و سالک کو مجاہدہ سے نیم جان کر دیتے ہیں۔ مشقت و غم میں تھوڑا سا مبتلا ہوتا ہے، حسرت کرتا ہے کہ آہا کیسی حسین شکل تھی لیکن کیا کریں اللہ تعالیٰ نے غضِ بصر کا نہ دیکھنے کا حکم دیا ہے۔

حفاظتِ نظر سے حلاوتِ ایمانی ملتی ہے

اس غم کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے بزبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم حلاوتِ ایمانی کا وعدہ کیا ہے کہ ہم تمہیں ایمان کی مٹھاس دیں گے اِنَّ النَّظَرَ سَہْمٌ مِّنْ سِہَامِ اِبْلِیْسَ مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَکَہَا مَخَافَتِیْ اَبْدَلْتُہٗ اِیْمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ (کنز العمال صفحہ ۲۲۸ جلد ۵) تم بصیرت کی حلاوت کے لیے اپنی بصارت کی ناجائز مٹھاس کو قربان کردو۔ علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی آنکھوں کو حسینوں سے بچایا تو گویا بصارت کی حلاوت اس نے اللہ پر فدا کی۔ اس کے بدلہ میں بصیرت یعنی قلب کی حلاوت اللہ تعالیٰ اس کو دیتا ہے، اور کیونکہ اللہ تعالیٰ باقی ہیں تو ان کی حلاوت بھی باقی ہوگی۔ اس کے برعکس حسینوں کو دیکھنے سے

دل تڑپتا ہی رہتا ہے۔ ایک عالم نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کو لکھا کہ حضرت مجھے نگاہ ڈالنے کی طاقت تو ہے لیکن نگاہ ہٹانے کی طاقت ہی نہیں رہتی۔ حضرتؒ نے جواب دیا کہ آپ پڑھ لکھ کر اور خصوصاً فلسفہ پڑھ کر ایسی بات کرتے ہیں کیوں کہ قدرت تو ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی جو کام کرسکے اس کو نہ بھی کرسکے یہ قدرت کہلاتی ہے۔ اگر کسی کو رعشہ ہے، ہر وقت اس کا ہاتھ ہل رہا ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کو ہاتھ ہلانے کی قدرت ہے کیوں کہ روک نہیں سکتا۔ یہ ہاتھ ہلانے کی طاقت نہیں کہی جائے گی بلکہ بیماری کہی جائے گی۔ ہاتھ ہلانے کی طاقت و قدرت یہ ہے کہ ہاتھ کو ہلا بھی سکے اور نہ بھی ہلائے، جب چاہے روک لے۔ لہٰذا جب آپ کو نظر ڈالنے کی طاقت ہے تو معلوم ہوا کہ ہٹانے کی بھی طاقت ہے، جب نظر ڈال سکتے ہو تو ہٹا بھی سکتے ہو۔ پھر انہوں نے دوسرا خط لکھا کہ جب نظر بچاتا ہوں تو دل پر بڑی چوٹ لگتی ہے، حسرت و غم پیدا ہوتا ہے کہ ہائے نہ معلوم اس کی کیسی شکل ہوگی، اس میں کیا کیا حُسن کے نکتے ہوں گے نہ جانے کیسی آنکھیں ہوں گی کیسی ناک ہوگی۔ نہ دیکھنے سے دل پر ایک زخم لگتا ہے، حضرت حکیم الامتؒ نے ان سے ایک سوال کیا کہ یہ بتایئے کہ نہ دیکھنے سے دل کو کتنی دیر تک پریشانی رہتی ہے اور دیکھنے کے بعد کتنی دیر تک پریشانی رہتی ہے۔ تب انہوں نے لکھا کہ نہ دیکھنے سے چند منٹ حسرت رہتی ہے اس کے بعد قلب میں حلاوت محسوس ہوتی ہے اور اگر دیکھ لیتا ہوں تو تین دن تین رات اس کے ناک نقشہ کا تصور دل کو تڑپاتا رہتا ہے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ اب آپ خود فیصلہ کرلیجئے کہ بہتر گھنٹے کی مصیبت ہے یا چند منٹ کی۔ بس پھر خط آیا کہ حضرت توبہ کرتا ہوں۔ بات سمجھ میں آگئی۔ ایک اور صاحب نے لکھا کہ میں حسینوں میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کرکے معرفت حاصل کرتا ہوں کیوں کہ یہ حسین تو آئینۂ جمالِ خداوندی ہیں۔ حضرتؒ نے تحریر فرمایا کہ ان کا آئینہ

جمالِ خداوندی ہونا میں تسلیم کرتا ہوں لیکن یہ آتشیں آئینے ہیں جن کو دیکھنے سے آگ لگ جاتی ہے۔ تمہارا ایمان جل کر خاک ہو جائے گا۔

جگر صاحب نے دوسری دُعا کرائی تھی سنت کے مطابق داڑھی رکھنے کی۔ پھر داڑھی رکھ لی اور حج کر آئے۔ بمبئی آکر آئینہ دیکھا تو داڑھی سنت کے مطابق بڑھی ہوئی نظر آئی۔ اس وقت جگر صاحب نے جو شعر کہا ہے کیا کہیں قابلِ وجد شعر ہے بشرطیکہ اہلِ دل بھی ہو۔ وجد ہر ایک کو نہیں آتا جس میں کیفیتِ محبت کا غلبہ ہوتا ہے اس کو وجد آتا ہے۔

مفردون کون لوگ ہیں؟

لہٰذا حدیث میں آتا ہے، سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۶، باب ذکر اللہ عزوجل) مفردون یعنی عاشقون بازی لے گئے وہ لوگ جو عاشقانہ ذکر کرتے ہیں۔ مفردون کا ترجمہ عاشقون حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ پھر میں نے ملا علی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ دیکھی کہ مفردون کی انہوں نے کیا شرح کی ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مفردون سے مراد اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کا وہ طبقہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ لَا لَذَّةَ لَهُمْ اِلَّا بِذِكْرِهٖ وَلَا نِعْمَةَ لَهُمْ اِلَّا بِشُكْرِهٖ (مرقات صفحہ ۵۰ جلد ۵) جن کو دُنیا میں کہیں مزہ نہ آئے سوائے اللہ کے نام کے۔ بیوی بچے، کھانا پینا، تجارت مکان انہیں جب اچھا معلوم ہوتا ہے جب پہلے اللہ کا نام لے لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے بعد ان کو دنیا دی نعمت میں لذت ملتی ہے اور کوئی نعمت انہیں نعمت نہیں معلوم ہوتی مگر جب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر لیتے ہیں۔

شیخ محی الدین ابوزکریا نووی ؒ نے شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ایک دوسری روایت نقل کی ہے کہ مفردون کے معنی ہیں کہ جو حالتِ ذکر میں وجد میں

آجائیں اَلَّذِیْنَ اھْتَزُّوْا فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ (صفحہ ۴ جلد ۹ کتاب الذکر) اہتزاز کے کیا معنی ہیں؟ جب بارش ہوتی ہے تو زمین پھولتی ہے، حرکت میں آجاتی ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کے نام سے ان میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے، جھوم جاتے ہیں اَیْ لِیَھْجُوْا بِہٖ یعنی خدا پر عاشق ہو جاتے ہیں۔ میں جب ہردوئی گیا تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں بہت مزہ آیا۔ اللہ والوں کی معیت بہت پُرکیف ہوتی ہے میں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت کی خدمت میں بہت مزہ آرہا ہے کیوں کہ اس چوکھٹ سے بڑھ کر کس کا دروازہ ہو سکتا ہے جس سے اللہ مل جائے اور اپنا ایک شعر عرض کیا۔

مزہ دل میں آئے تو بس جھوم جائے
اور اس آستاں کی زمیں چوم جائے

تو حضرتِ والا نے فرمایا کہ مگر جلدی نہ گھوم جائے۔

شیخ کی صحبت میں معتد بہ مدت رہنا چاہیے

یعنی شیخ کے پاس سے جلدی نہ بھاگنا چاہیے

کیوں کہ ایک رنگریز سے ایک آدمی نے کہا کہ میری چادر رنگ دو تو اس نے کہا کہ رنگنے کے لیے بہتر گھنٹے چاہئیں۔ کہا کہ نہیں ہماری تو کل شام کو ریل ہے، تم ہمیں کل دے دو۔ رنگریز نے کہا کہ کل میں دے تو دوں گا لیکن ضمانت نہیں دے سکتا کہ اس کا رنگ پکا رہے گا۔ اسی طرح جو لوگ قبل از وقت شیخ کی صحبت سے بھاگ جاتے ہیں ان کا رنگ بھی کچا رہتا ہے، دوسرے ماحول سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اگر نسبت مع اللہ پختہ ہو جاتے تو وہ لوگ ماحول کو بدل دیتے ہیں۔

؎ جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

خیر جگرؔ صاحب نے جو شعر کہا ہے آہ! اسے پڑھ کر مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ بیان نہیں کرسکتا اور ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو بھی مزہ آئے گا۔ جگرؔ صاحب نے آئینہ میں جب اپنی داڑھی دیکھی تو یہ شعر کہا۔

؎ چلو دیکھ آئیں تماشہ جگرؔ کا
سُنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

ارے دوستو! کیا غضب کا شعر کہا اس ظالم نے۔ کیا پیارا شعر ہے۔ یہاں کافر کے معنی محبوب کے ہیں جیسے محبوبوں کو ظالم کہتے ہیں، کافر ادا کہتے ہیں۔ یہاں کافر سے مراد یہ ہے کہ جگرؔ کتنا پیارا لگ رہا ہے داڑھی رکھ کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی برکت سے۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے اس کو ہر ذرّۂ کائنات سے ہدایت ملتی ہے اور جس کو خدا مردود کرے بوجہ اس کی شامتِ عمل کے وہ مسجدوں میں، خانقاہوں میں حتّٰی کہ بیت اللہ میں بھی مقبول نہیں ہوسکتا۔

؏ کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو

ابوجہل کو کہاں پیدا کیا؟ ماں حاملہ تھی طواف کر رہی تھی کعبہ میں ابوجہل پیدا ہوا

؏ لادے بت خانہ سے وہ صدّیق کو

اور ابوبکر صدّیق کو کہاں سے لائے؟ بت خانہ سے۔ ان کے والد بت پرست تھے ابوبکر کو کفر کے خاندان میں پیدا کر کے صدّیق بنا رہے ہیں۔ بعد میں ان کے والد کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان عطا فرمایا۔ یہ وہ خاندان ہے کہ چار پشت اس کی صحابی ہے۔ حضرت

ابوبکر صدیقؓ صحابی، ان کے والد صحابی، ان کے بیٹے صحابی اور پوتے صحابی۔ کفر کے گھر میں پیدا ہونے والا صدیقؓ ہو رہا ہے اور کعبہ میں پیدا ہونے والا مردود ہو رہا ہے۔

ع زادۂ آزر خلیل اللہ ہو

آزر بت پرست و بت فروش کا بیٹا خلیل اللہ ہو رہا ہے۔

ع اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو

اور حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا گمراہ ہو رہا ہے۔ کافر باپ کا بیٹا ابراہیم خلیل اللہ ہو رہا ہے اور پیغمبر کا بیٹا کافر ہو رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔

ع اہلیہ لوطِ نبی ہو کافرہ

ایک پیغمبر کی بیوی کافرہ ہے۔

ع زوجۂ فرعون ہووے طاہرہ

اور فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر صحابیہ ہو رہی ہے

؎ غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر
دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر

فہم سے بالا خدائی ہے تری
عقل سے برتر خدائی ہے تری

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے ڈرتا رہے۔ ایسا نہ ہو کہ گناہوں پر مستقل جرأت سے عذاب نازل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ جتنے حلیم ہیں اتنی ہی غیر محدود ان کی صفت انتقام بھی ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ کا ارشاد ہے کہ مومن کی وہ گھڑی بڑی منحوس بڑی

لعنتی ہے جس گھڑی میں وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے مثلاً کسی نامحرم عورت کو دیکھتا ہے، اپنی حلال بیوی کو چھوڑ کر کسی کے حُسنِ حرام پر نظر ڈالتا ہے، اگر کہیں اچانک نظر پڑ بھی جاتے اور اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم دے تو فوراً نظر ہٹا کر یہ کہے گا کہ میری بیوی سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی حسین نہیں ہے، پوری کائنات میں اس کا مثل نہیں ہے۔

محبت کا ایک بلند مقام

دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جوڑا مقدر ہے۔ لہٰذا یہ بیوی جو میرے گھر میں ہے اللہ تعالیٰ کے دستِ کرم سے عطا ہوئی ہے اور جو نعمت ان کا دستِ کرم عطا کرے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ یہ محبت کا مقام عرض کر رہا ہوں۔ مولانا رومیؒ مجنوں کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ لیلیٰ کی گلی کے کُتے کو دیکھ کر مجنوں نے کہا۔

؎ ایں طلسمے بستۂ مولیٰ ست من
پاسبان کوچۂ لیلیٰ ست من

ارے دیکھو تو سہی میری لیلیٰ کی گلی کا پاسبان یہ کتا کتنا پیارا ہے۔ ارے یہ تو ایک جادو ہے میرے مولیٰ کا بنایا ہُوا۔

آں سگے کو گشت در کویش مقیم
جو کتا میری لیلیٰ کی گلی میں مقیم ہے۔
خاک پایش بہ ز شیران عظیم
اس کے پاؤں کی خاک بڑے بڑے شیروں سے بہتر ہے۔
آں سگے کو باشد اندر کوئے او
لیلیٰ کی گلی میں جو کتا رہتا ہے۔
من بہ شیراں کے دہم یک موئے او

میں شیروں کو اس کا ایک بال بھی نہیں دے سکتا۔

اے کہ شیراں مرسگانش را غلام

اے دُنیا والو! بہت سے شیر محبوب کے کتے کے غلام بن چکے ہیں۔

گفتن امکاں نیست خامش والسلام

مگر آپ ہماری یہ باتیں نہیں سمجھ سکتے اس لیے نہ سمجھنے والوں کو بس میں سلام کرتا ہوں مولانا کا مطلب یہ ہے کہ نسبت بہت بڑی چیز ہے حرم کا اگر ایک کتا بھی آجائے تو اس کی قدر کرو۔ سوچو کہ کہاں سے آیا ہے۔ ان قصّوں سے مولانا رومی کا مقصد لیلیٰ مجنوں نہیں ہیں۔ ان کا مقصد اللہ و رسول کی محبت کے آداب سکھانا ہے۔

مولانا قاسم نانوتویؒ کی شانِ محبت

جس وقت تھانہ بھون سے سڑک پر جھاڑو لگانے والا ایک ہندو بھنگی نانوتہ گیا تو مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کہاں سے آتے ہو۔ اس نے کہا کہ تھانہ بھون سے۔ مولاناؒ نے چارپائی منگائی چادر لگائی، تکیہ لگایا اور کہا کہ لیٹو، آرام کرو اور آلو پوری منگائی اور خوب کھلایا۔ کسی نے کہا کہ حضرت ایک بھنگی کی آپ اتنی عزت کر رہے ہیں تو فرمایا کہ تمہاری نظر تو بھنگی پر ہے لیکن میری نظر میں تو یہ ہے کہ میرے شیخ حضرت حاجی صاحبؒ کے شہر سے آیا ہے۔

آپ بتلائیے کہ مدینہ پاک سے کوئی یہاں آجائے تو کیا آپ کا دل خوش نہیں ہوگا کیا آپ اس کا اکرام نہیں کریں گے، کیا اس پر جان و دل قربان نہیں کریں گے۔ یہ محبت کی بات ہے۔

لہٰذا جو نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ کرم سے عطا فرمائی اس کو سب سے زیادہ عزیز رکھیے۔ جو بیوی اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کو سمجھیے کہ تمام دنیا کی عورتوں

سے زیادہ حسین ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے دستِ کرم سے اُن کی مشیت سے ملی ہے

سبقِ بندگی

دیکھیے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک غلام خریدا جو صاحبِ نسبت تھا، ولی اللہ تھا۔ اس سے پوچھا کہ اے غلام! تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا حضور! غلاموں کا کوئی نام نہیں ہوتا، مالک جس نام سے پکارلے وہی اس کا نام ہوتا ہے۔ دیکھیے وہ ولی اللہ یہ ادب سکھا رہا ہے خواجہ حسن بصریؒ کو جنہوں نے ایک سو بیس صحابہ کی زیارت کی تھی۔ پھر پوچھا کہ تو کیا کھانا پسند کرتا ہے اس غلام نے کہا کہ حضور! غلاموں کا کوئی کھانا نہیں ہوتا، مالک جو کھلا دے وہی اس کا کھانا ہوتا ہے۔ پھر پوچھا کہ تو کون سا لباس پسند کرتا ہے اس نے کہا کہ حضور! غلاموں کا کوئی لباس نہیں ہوتا، مالک جو پہنا دے وہی اس کا لباس ہوتا ہے۔ خواجہ حسن بصریؒ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا۔ اس غلام نے کہا کہ جزاک اللہ لیکن یہ تو بتایئے کہ کس خوشی میں آپ نے مجھے آزاد کیا ہے۔ فرمایا کہ تو نے مجھ کو اللہ تعالیٰ کی بندگی سکھا دی۔ جو کھلا دیں کھالو، جو پہنا دیں پہن لو، جو بیوی عطا فرمائی اس پر راضی رہو۔

اپنی بیویوں کو حقیر نہ سمجھئے

جنت میں یہ بیویاں حوروں سے زیادہ حسین کر دی جائیں گی کیوں کہ انہوں نے نماز روزہ کیا ہے، حوروں نے نہیں کیا اس لیے اللہ اپنی عبادت کا نور ان کے چہروں پر ڈال دیگا جس وجہ سے یہ جنت میں حوروں سے زیادہ حسین ہوں گی۔ تفسیر روح المعانی میں حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت منقول ہے (صفحہ ۱۲۶ جلد ۲۷)۔ لہٰذا اپنی بیویوں کو حقیر نہ سمجھئے۔ چند دن کے لیے یہ ہماری پاس ہیں۔ ان کی شان جنت میں دیکھنا اور سڑکوں والیوں کو مت دیکھئے۔

کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

سوقیانہ مزاج نہ بنایئے بازار کی لڑکیوں کو راستہ چلتے تاک جھانک کرنا یہ بازاری مزاج ہے۔ یہ شریف لوگ نہیں ہیں یہ غیر شریفانہ حرکت ہے۔ اللہ دیکھ رہا ہے پھر بھی یہ جرأت، میرا شعر ہے۔

ے جو کرتا ہے تو چھپ کے اہل جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

دنیا میں کوئی ذرہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں ہل سکتا۔ تو پھر کیا بغیر حکم الٰہی کے آپ کو یہ بیوی مل سکتی تھی ؟ لہٰذا سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ملی ہے۔

بزرگ شاعر فرماتے ہیں۔

ے بہار من خزاں صورت گل من شکل خار آمد
چو از ایمائے یار آمد ہمی گیرم بہار آمد

میری بہار خزاں کی شکل میں آئی ہے، میرا پھول کانٹے کی شکل میں آیا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے آیا ہے اس لیے میں نے یہی سمجھا ہے کہ وہ بہار ہے۔

بے حیائی سے بچنے کا واحد راستہ

لہٰذا یقین کیجئے کہ اللہ نے جو حلال کی بیوی دی ہے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی حسین نہیں۔ کس دستِ کرم سے عطا ہوئی ہے اس نسبت کا خیال رکھیے۔ ری یونین کی سڑکوں پر پھرتی ہوئی ننگی عورتوں سے بچنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ یہ دھیان دل میں جم جائے، اللہ تعالیٰ سے نسبت قائم ہو جائے۔ نگاہ بدل لیجئے آسمان پر دیکھئے کہ مجھے جو ملی ہے اللہ نے عطا فرمائی ہے۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اس قناعت پر اللہ تعالیٰ کتنے خوش ہوں گے۔ اگر آپ کی بیٹی کم حسین ہو اور مزاج کی بھی تیز

ہو اور داماد زیادہ حسین ہو تو آپ کیا چاہیں گے کہ داماد اس کی پٹائی کرے اور مار مار کر اس کو ٹیڑھا کر دے ؟ یا یہ چاہیں گے کہ اس کو آرام سے رکھے ۔ اگر وہ اخلاق سے پیش آتا ہے اور آپ کی بیٹی کی تلخیوں کو برداشت کرتا ہے اور اس کے حُسن کی کمی کی بھی شکایت نہیں کرتا تو آپ کیا چاہیں گے کہ اس داماد کو کیا ہدیہ پیش کر دوں، کون سی جائیداد اس کے نام لکھ دوں اور کہیں گے کہ یہ تو ولی اللہ ہے اور آپ کے دل میں سب سے زیادہ محبوب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو اپنا ولی بنا لیتے ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آتے ہیں ۔ جس زمین والے نے اپنی بیوی کی تلخ مزاجی، بد اخلاقی یا حُسن کی کمی کو برداشت کیا اور اچھے اخلاق سے پیش آیا تو اس آسمان والے نے اس کو اتنا نوازا کہ رشکِ آسمان اس کو قرب عطا فرمایا۔

بیوی سے حُسنِ سلوک کی بدولت ولایتِ علیا کا حصول

حضرت شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی بڑی تلخ مزاج تھی ۔ ایک شخص خراسان سے شاہ صاحب سے بیعت ہونے کے لیے آیا اور گھر میں پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں بیوی نے وہ سُنائیں کہ کیا حضرت حضرت کرتا ہے، رات دن تو میں ان کے ساتھ رہتی ہوں، وہ تو "بڑے حضرت" ہیں ۔ محاورہ میں کہتے ہیں کہ ان سے ذرا ہوشیار رہنا یہ بڑے حضرت ہیں یعنی چکر باز ہیں ۔ وہ بے چارہ رونے لگا ۔ محلہ والوں سے کہا کہ ہزاروں میل چل کر آیا ہوں اور بیوی بتا رہی ہے کہ وہ بزرگ ہی نہیں ہیں تو لوگوں نے کہا کہ بے وقوف ! بیوی کی سند مت لے ۔ بیوی شاید ہی کسی کو سند دے جا جنگل میں جا کر ان کی کرامت دیکھ ۔ جنگل گیا تو دیکھا کہ شیر پر بیٹھ کر چلے آرہے ہیں حضرت شاہ ابوالحسن خرقانی سمجھ گئے کہ یہ گھر سے بیوی کی جلی کٹی سُن کر آرہا ہے ۔ فرمایا کہ اس بیوی کی

تلخ مزاجی کو جو برداشت کر رہا ہوں اسی کی برکت سے یہ شیر نر میری بے گاری کر رہا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس کی برکت سے یہ کرامت دی ہے کہ میں اللہ کی بندی سمجھ کر اس کے ساتھ زندگی پار کر رہا ہوں۔ اگر میں اسے طلاق دیتا ہوں تو میرے کسی اور مسلمان بھائی کو ستائے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی بندی سمجھ کر اس سے نباہ کر رہا ہوں۔ میں اس کو بیوی کم سمجھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بندی زیادہ سمجھ کر اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتا ہوں۔ اس کے بعد مولانا رومیؒ نے جو شعر لکھا ہے آہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحبؒ جب مجھ کو مثنوی پڑھاتے تھے تو بڑے درد سے پڑھتے تھے۔ میری مثنوی کی سند بھی سُن لیجئے۔ مَیں نے مثنوی پڑھی مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے۔ حضرتؒ نے پڑھی حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت تھانویؒ نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے پڑھی۔ مثنوی کی جو میری شرح ہے وہ انہیں بزرگوں کا فیض ہے اس وقت حضرت مثنوی کا یہ شعر پڑھتے تھے کہ شاہ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا۔

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن
کے کشیدے شیر نر بے گارِ من

اگر میرا صبر اس عورت کی ایذاؤں کو برداشت نہ کرتا تو بھلا یہ شیر نر میری بیگاری کرتا کہ میں اس کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہوں اور لکڑیاں بھی لادے ہوتے ہوں۔ یہ کرامت اس عورت کی تکلیفوں پر صبر کرنے سے اللہ نے مجھے دی ہے۔

واقعہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کو الہام ہُوا کہ اے مظہر جان جاناںؒ! دلی میں ایک عورت ہے، نمازی بھی ہے، تلاوت بھی بہت کرتی ہے مگر کٹکھنی ہے کٹکھنی، غصہ

کی تیز، زبان کی تیز۔ اس سے شادی کرلو کیوں کہ تمہارا مزاج بہت نازک ہے بادشاہ نے صراحی پر پیالہ ترچھا رکھ دیا تو تمہارے سر میں درد ہوگیا اور رضائی کے دھاگے اگر ٹیڑھے ہوئے تو تمہارے سر میں درد ہوگیا۔ دہلی کی جامع مسجد جاتے ہوئے اگر راستہ میں کسی کی چارپائی ٹیڑھی پڑی ہوئی دیکھتے ہو تو تمہارے سر میں درد ہو جاتا ہے۔ جب تم اتنے نازک مزاج ہو تو اس نزاکت کو دور کرنے کے لیے اب علاجاً تم اس عورت سے شادی کرو۔ میں تمہیں نواز دوں گا اور تمہارا ڈنکا سارے عالم میں پٹوا دوں گا۔ حضرت جان جاناںؒ نکاح کر کے لے آئے۔ اب صبح و شام کھا رہے ہیں کریلا نیم چڑھا۔ ایک دن ایک کابلی کھانا لینے گیا کہ حضرتؒ کا کھانا دے دو۔ کہنے لگیں کہ ارے کیا حضرت حضرت کرتے ہو۔ خوب سنائیں حضرت کو۔ پٹھان نے چھرا نکال لیا لیکن تھوڑی دیر میں عقل آگئی کہ ارے تم ہمارے شیخ کا بی بی ہے، نہیں تو ابھی ہم تم کو چھرا مار دیتا۔ لیکن جا کر حضرت سے کہا کہ حضرتؒ آپ نے کیسی عورت سے شادی کی۔ فرمایا کہ اسی پر صبر کی برکت سے یہ میرا ڈنکا پٹ رہا ہے۔ انہیں کے سلسلہ میں یعنی ان کے خلیفہ کے خلیفہ کے ہاتھ پر علامہ شامی ابن عابدینؒ اور علامہ آلوسی السید محمود بغدادیؒ تفسیر روح المعانی کے مصنف بیعت ہوئے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شاہ غلام علی صاحبؒ تھے اور ان کے خلیفہ مولانا خالد کردیؒ تھے۔ یہ دونوں انہیں کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ سارے عالم میں ڈنکا پٹ گیا۔

خیر بات تو یہ چل رہی تھی کہ میں کار میں شیخ کے ساتھ جدہ سے مکہ مکرمہ جا رہا تھا۔ اصل میں میں مقرر نہیں ہوں۔ چالیس سال تک میں نے کوئی تقریر نہیں کی۔ گونگا تھا بول نہیں سکتا تھا مجبور تھا تقریر کرنا نہیں آتا تھا۔ جب ساتھی لوگ تقریر کرتے تھے میں ان کا منہ دیکھا کرتا تھا۔ حسرت ہوتی تھی۔ چالیس سال کے بعد میرے شیخ کی کرامت سے مجھے

گویائی نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مفید بولنا نصیب فرمائے جو میرے لیے اور امت کے لیے مفید ہو۔ آمین

ذکر اللہ سے حصولِ اطمینانِ قلب کی عجیب تمثیل اور ایک علمِ عظیم

تو جب اس کار کے شیشہ کو چڑھایا تب جا کر کار ٹھنڈی ہوئی اس وقت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایک علمِ عظیم عطا ہوا کہ جو لوگ اپنے دل میں ذکر اللہ کا ائیر کنڈیشن تو چلا رہے ہیں لیکن آنکھوں کا شیشہ نہیں چڑھاتے کانوں کا شیشہ نہیں چڑھاتے یعنی قوتِ باصرہ، قوتِ سامعہ، قوتِ شامہ، قوتِ ذائقہ، قوتِ لامسہ ان حواسِ خمسہ پر تقویٰ کا شیشہ نہیں چڑھاتے ان کے دل میں وہ چین نہیں جو اولیاء اللہ کے دلوں کو ذکر کامل سے ملتا ہے

ذکر اللہ کا نفعِ کامل تقویٰ پر موقوف ہے

ذکر اللہ کے ائیر کنڈیشن سے چین وسکون واطمینان کی جو ٹھنڈک دل کو ملتی ہے اس سے یہ ظالم محروم ہیں۔ فرمایا کہ جس دن تقویٰ کا یہ شیشہ حواسِ خمسہ پر چڑھ جائے گا یعنی گناہ چھوٹ جائیں گے اس دن منہ سے ایک اللہ جب نکلے گا تو زمین سے آسمان تک ائیر کنڈیشن بن جائے گا اور دل کو سکون کامل نصیب ہو جائے گا۔ بتائیے کتنا بڑا علم ہے۔ دیکھئے نئی موٹر تھی نیا ائیر کنڈیشن مگر شیشہ کھلنے سے ائیر کنڈیشن کا نفع کامل نہیں ہوا۔ اسی طرح ذکر اللہ کے ساتھ اگر کوئی گناہ بھی کرتا ہے تو گویا وہ کھڑکی کا شیشہ کھول دیتا ہے جس سے گرمی اندر آنے لگتی ہے اور دل میں کامل سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر فی الحال کسی سے گناہ نہیں چھوٹ رہے تو وہ تنگ آکر ذکر ہی چھوڑ دے۔ ہرگز ایسا نہ کرے۔ اگر گناہ نہیں چھوٹتے تو ذکر اللہ

بھی نہ چھوڑے۔ ایک دن یہ ذکر اس سے گناہ چھڑا دے گا۔ ایک تہجد گزار چور تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ فلاں شخص تہجد بھی پڑھتا ہے اور چوری بھی کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کی نماز اس کی چوری پر غالب آجائے گی۔ لہٰذا جو لوگ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں گناہوں کو چھوڑنے کی پوری کوشش کریں تاکہ ذکر اللہ کے ایئرکنڈیشن کا پورا مزہ حاصل ہو لیکن جب تک گناہ نہ چھوٹیں تو نیک کام بھی نہ چھوڑیئے اگر برائی نہیں چھوٹتی تو بھلائی بھی مت چھوڑیئے۔ ذکر و عبادت کیے جائیے انشاءاللہ ایک دن اس کی برکت سے گناہ چھوٹ جائیں گے، بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ گناہ چھوڑنے کی پوری کوشش کریں اور اس کی تدابیر بھی کریں۔ یعنی شیخ یا مصلح کو اطلاع کرتے رہیں کہ باوجود ذکر کے، اشراق و تہجد کے ایک گناہ میں مبتلا ہوں مثلاً کسی عورت کو دیکھے بغیر نہیں رہتا۔ مجال نہیں کہ کوئی عورت گذرے اور میں اس کو نہ دیکھوں۔ شیخ علاج بھی بتلائے گا اور اللہ سے روئے گا بھی۔ اس کی دعا کی برکت سے انشاءاللہ تعالیٰ ایک دن توبہ نصیب ہو جائے گی۔

ولایت کی بنیاد تقویٰ ہے

بہرحال حضرت والا کے ارشاد سے ہم لوگوں کو ایک سبق مل گیا کہ ذکر اللہ کے ساتھ تقویٰ اختیار کرو۔ ولایت کی بنیاد نوافل پر نہیں ہے۔ اگر ایک شخص کوئی نفل نہیں پڑھتا، صرف فرائض واجبات و سنت موکدہ ادا کرتا ہے لیکن ایک گناہ بھی نہیں کرتا یہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور اس کی دلیل قرآن پاک کی آیت ہے اِنْ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ اللہ تعالیٰ کے ولی کون ہیں؟ متقی بندے ہیں اور یہ متقی ہے۔

گناہ پر اصرار کرنے والا ولی اللہ نہیں ہو سکتا

اور جو شخص رات بھر تہجد پڑھتا ہے، دن بھر تلاوت کرتا ہے، ہر سال حج وعمرہ کرتا ہے لیکن کسی عورت کو دیکھنے سے باز نہیں آتا، بدنظری کرتا ہے، گانا سنتا ہے، غیبت کرتا ہے یہ شخص ولی اللہ نہیں ہو سکتا باوجود حج وعمرہ کے، باوجود تہجد کے یہ فاسق ہے۔ جو گناہ کرتا ہے شریعت میں وہ فاسق ہے اور فسق وولایت جمع نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص جو فرض، واجب، سُنّت موکدہ ادا کرتا ہے لیکن ہر وقت باخدا ہے، کسی وقت گناہ نہیں کرتا یہ متقی ہے، ولی اللہ ہے۔ یہ اور بات ہے کہ جو ولی اللہ ہیں وہ نوافل ضرور پڑھتے ہیں، وہ تو ہر وقت اللہ کی یاد میں بے چین رہتے ہیں، بغیر اللہ کے ذکر کے ان کو چین ہی نہیں ملتا۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن کو ذکر اللہ کا مزہ مل گیا وہ سر سے پیر تک ذکر میں غرق ہیں۔ کسی اعضاء سے وہ گناہ نہیں ہونے دیتے کیوں کہ ذکر کا حاصل ترکِ معصیت ہے۔

ذکرِ مثبت اور ذکرِ منفی

اللہ تعالیٰ کی یاد کی دو قسمیں ہیں نمبر ایک یادِ مثبت یعنی امتثالِ اوامر نمبر دو یادِ منفی یعنی ترکِ نواہی اگر ہم احکام کو بجا لاتے ہیں تو یہ ذکرِ مثبت ہے جیسے نماز کا وقت آ گیا تو نماز ادا کر لی اور گناہ چھوڑنا یہ ذکرِ منفی ہے جیسے نامحرم عورت سامنے آ گئی تو نظر بچا لی اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے سودا کر لیں کہ اے اللہ بصارت کی حلاوت یعنی آنکھوں کی مٹھاس تو میں نے آپ کو دے دی۔ اب آپ مجھے حلاوتِ ایمانی یعنی ایمان کی مٹھاس عطا فرما دیجئے! اپنا ایک اردو شعر یاد آیا۔

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

نابینا کیسے نہیں؟ یعنی نظر میں جھکا لو جب کوئی نامناسب شکل سامنے آئے، لیکن موٹر چلانے والا نابینا نہ بنے اس کے لیے معافی ہے۔ بس وہ سامنے نظر رکھے اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ پھر بھی نفس حاشیۂ نگاہ سے اور زاویۂ نگاہ سے کچھ چرائے گا۔ اس کی ان شاء اللہ تعالیٰ معافی ہو جائے گی۔ توبہ کر لے کہ اے اللہ میں نے نظر کو سامنے رکھا قصداً نظر نہیں ڈالی لیکن پھر بھی میرے نفس نے جو حرام مال چرایا ہو میرے مستلذاتِ محرّمہ مسروقہ کو آپ معاف فرما دیجئے یعنی حرام لذت کی چوری کا مال جو نفس نے حاصل کیا ہو آپ اس کو معاف کر دیجئے کیوں کہ اس وقت اس پر اختیار نہیں تھا۔ اگر نظر جھکاتا تو تصادم ہو جاتا۔ حضرت حکیم الامت ؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی واقعی سچا اللہ والا ہے لیکن کمزور ہے اور تسبیح پڑھتا ہوا جا رہا ہے کہ ایک حسین ننگی عورت نے اس کو بُری نیت سے دیکھا اور لپٹ گئی اور اس کو پٹک دیا۔ یہ مفروضہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرما رہے ہیں اصلاحِ امت کے لیے اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئی اور کہا کہ اے مُلّا تم بہت نظر بچاتے ہو اور پوری طاقت سے اس کی آنکھیں کھول کر کہا کہ اب دیکھ مجھے، دیکھتی ہوں کہ اب کیسے نہیں دیکھے گا۔ حضرت ؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ صاحبِ نسبت ہے تو اپنی شعاعِ بصریہ پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کو غالب رکھے گا اور اچٹتی سطحی نظر جو غیر اختیاری ہے ڈالے گا، باریک نظر نہیں ڈالے گا۔ یہ باتیں کون بیان کر سکتا ہے؟ ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کے بڑے اولیاء بیان کرتے ہیں جو اس راستہ سے گذرے ہوئے ہیں جن کو ایسا ایمان حاصل ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے قرب و ولایت کی بنیاد تقویٰ یعنی گناہوں کو چھوڑنا ہے بتائیے ایئر کنڈیشن والے قصہ سے یہ سبق ملا کہ نہیں؟ یہ نصیحت ملی کہ نہیں اور نصیحت بھی کس کی ہے؛ حضرت حکیم الامت مجدد الملت کے خلیفہ اور آخری خلیفہ حضرت مولانا

شاہ ابرارالحق صاحب کی ہے جن کے متعلق ان کے استاد حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور یہ بات کتاب مشاہیر علماء مظاہر العلوم میں چھپی ہوئی ہے کہ مولانا ابرارالحق صاحب جب مجھ سے ابوداؤد شریف پڑھتے تھے اُسی وقت سے یہ صاحب نسبت ہیں۔ حضرت نے کیا عمدہ نصیحت فرمائی کہ دیکھو ایئر کنڈیشن کا فائدہ جب ہوا جب شیشہ چڑھایا گیا۔ کار میں چار شیشے ہوتے ہیں لیکن انسان میں پانچ شیشے ہیں۔ قوتِ باصرہ (دیکھنے کی قوت)، قوت سامعہ (سننے کی قوت)، قوتِ شامہ (سونگھنے کی قوت)، قوتِ ذائقہ (چکھنے کی قوت)، قوت لامسہ (چھونے کی قوت) اللہ کے ذکر کا پورا فائدہ جب ملے گا جب ان پانچوں راستوں پر اللہ کے خوف کا شیشہ چڑھالو گے یعنی جب ان پانچوں قوتوں سے کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف نہ ہو تو سمجھ لو کہ تقویٰ کا شیشہ چڑھ گیا۔ پھر جب اللہ کا ذکر کرو گے، پھر ایک اللہ جب منہ سے نکلے گا تو اتنا مزہ آئے گا کہ جنت سے زیادہ۔ اللہ کا نام لینے میں وہ شخص دنیا کی زمین پر جنت سے زیادہ مزہ پائے گا جو تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ دلیل کیا ہے؟

ذکر اللہ کی لذت کا کوئی ہمسر نہیں

دلیل یہ ہے کہ جنت مخلوق ہے، حادث ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم ہیں اور واجب الوجود ہیں۔ کیا خالق کی لذت کو مخلوق پا سکتی ہے۔ جنت خالق نہیں ہے، مخلوق ہے تو اللہ کے نام کی مٹھاس اور لذت کو مخلوق کیسے پائے گی جب کہ خود فرما رہے ہیں۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ نکرہ تحت النفی واقع ہو رہا ہے جو فائدہ عموم کا دیتا ہے یعنی اللہ کا کوئی ہمسر نہیں تو پھر اللہ کے نام کی لذت کا کیسے کوئی ہمسر ہو سکتا ہے میرا ایک اردو شعر ہے۔

ے اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے
عاشقوں کا مینا اور جام ہے

علم کے نفع لازمی و متعدی کی ایک تمثیل

اب دوسرا واقعہ سُنیے جب مکہ شریف تین میل رہ گیا تو وہی موٹر جس میں مَیں شیخ کے ساتھ سفر کر رہا تھا ایک پٹرول پمپ پر پٹرول لینے کے لیے صاحب کار نے روکی۔ اتنے میں ایک ٹینکر آیا جس پر دس بارہ ہزار گیلن پٹرول لدا ہُوا تھا۔ اس کے ڈرائیور نے بھی کہا کہ میرے ٹینکر میں پٹرول ڈال دو کیوں کہ انجن میں پٹرول نہیں جا رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک دوسرا سبق حاصل کرو۔ جو علماء اپنے باطن کو منور نہیں کرتے۔ اللہ والوں کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کا خوف، اللہ کی خشیت، اللہ تعالیٰ کی محبت کا پٹرول اپنے قلب کے انجن ہی میں حاصل نہیں کرتے ان کا علم ان کی پیٹھ کے اوپر رکھا ہوا ہے چاہے دس ہزار گیلن ہو، نہ خود اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں جس طرح ٹرک اور ٹینکر چل ہی نہیں سکتا جب انجن ہی میں پٹرول نہ ہو اسی طرح اپنے علم پر عمل کی توفیق نہیں ہو سکتی اگر دل میں اللہ کی محبت و خشیت نہیں ہے

ے علم چوں بر تن زنی مارے بود

جو علم کو دُنیا کے عیش اور تن پرستی کے لیے حاصل کرتا ہے وہ علم اس کے لیے سانپ ہے اور ے

علم چوں بر دل زنی یارے بود

اور علم کا اثر اگر دل میں حاصل کر لو یعنی خشیت و محبت، دل اللہ والا ہو جائے تو پھر یہ علم مفید ہے۔

دوستو! پہلے دل اللہ والا بنتا ہے تب جسم اللہ والا بنتا ہے، پہلے دل صاحبِ

نسبت ہوتا ہے پھر اس کا اثر سارے جسم پر ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح سے گناہ نہیں کرتا

علامات ولایت

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ اللہ کے ولی ہونے کی علامتیں دو ہیں نمبر ایک جس کو اللہ اپنا ولی بناتا ہے اپنے اولیاء کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے۔ مِنْ اِمَارَاتِ وِلَایَتِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ اَنْ یَّرْزُقَہٗ مَوَدَّۃً فِیْ قُلُوْبِ اَوْلِیَاءٖ اور دوسری علامت ہے لَوْ اَرَادَ سُوْءً ا اَوْ قَصَدَ مَحْظُوْرًا عَصِمَہٗ عَنْ اِرْتِکَابِہٖ (صفحہ ۹۲ جلد ۵) کسی خلاف شریعت کام کا اگر وہ ارادہ کرے اور وہ صاحب نسبت ولی اللہ ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں اور گناہ کے ارتکاب سے اس کو محفوظ رکھتے ہیں۔ یا تو گناہ کو اس سے بھگا دیتے ہیں یا اس کو گناہ سے بھگا دیتے ہیں، کوئی بے چینی پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ مقام وہ ہے کہ آدمی خود سمجھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے لیے قبول فرما لیا ہے۔ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا ولی بناتے ہیں تو اسے بھی پتہ چل جاتا ہے۔

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے
دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

خواجہ صاحبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے پوچھا کہ بندہ جب صاحب نسبت ہو جاتا ہے تو کیا اسے پتہ چل جاتا ہے کہ اس کو نسبت عطا ہو گئی؟ فرمایا کہ بالکل پتہ چل جاتا ہے۔ عرض کیا کہ حضرتؒ کیسے؟ فرمایا کہ جب آپ بالغ ہوئے تھے تو کیا آپ کو دوستوں سے پوچھنا پڑا تھا کہ دوستو! بتانا عزیز الحسن بالغ ہوا یا نہیں یا آپ کو خود پتہ چل گیا تھا کہ میں بالغ ہو گیا۔ بالغ معنی پہنچنے والا، البلوغ معنی رسیدن، اسی طرح جب روح بالغ ہوتی ہے یعنی اللہ تک پہنچ جاتی ہے تو رگ رگ میں اللہ کی محبت، ایک

درد اور اللہ سے خاص تعلق محسوس ہوجاتا ہے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

بازآمد آبِ من در جوئے من

میرا پانی میرے دریا میں آگیا۔ جب پانی آئے گا تو دریا کو پتہ نہیں چلے گا؟

بازآمد شاہِ من در کوئے من

میرے دل کی گلی میں میرا شاہ آگیا۔ جب اللہ دل میں آئے گا تو دل کو کیسے پتہ نہیں چلے گا۔

تو دوستو! دوسرے واقعہ سے کیا سبق ملا کہ دل کے انجن میں محبت و خشیت کا پٹرول ہونا چاہیے تب علم کا نفع پہنچتا ہے لازمی بھی اور متعدی بھی اور خشیت و محبت کے پٹرول پمپ کہاں ہیں؟ اللہ والے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ جس شخص کا کوئی عضو بھی گناہ میں مبتلا ہے، کان سے گانا سننے کا عادی ہے، آنکھ سے حسینوں کو دیکھنے کا عادی ہے، زبان سے غیبت کا عادی ہے، ہاتھ سے حسینوں کے گال چھونے کا عادی ہے، اگر کسی قسم کے گناہ کی عادت ہے تو یہ شخص اطمینان کامل نہیں پاسکتا۔ دلیل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

ذکر اللہ سے حصولِ اطمینانِ قلب کی ایک اور تمثیل

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ بذکر اللہ معنی میں فی ذکر اللہ کے ہے مطلب یہ ہوا کہ اتنا کثرت سے ذکر کرو کہ ذکر میں غرق ہوجاؤ جب ذکر میں ڈوب جاؤ گے یعنی سر سے پیر تک کوئی اعضاء گناہ میں مبتلا نہ ہوگا تب جاکر اطمینان کامل ملے گا اور مثال بھی کتنی پیاری دی کَمَا تَطْمَئِنُّ السَّمَکَۃُ فِی الْمَاءِ (صفحہ ۲۶۱ جلد ۱۰) مچھلی کو کب سکون ملتا ہے؟ جب فی الماء ہوتی ہے، پانی

میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔ اگر بالمائے یعنی پانی کے ساتھ تو ہے، گردن تک پانی میں ڈوبی ہوئی ہے لیکن مکشوفۃ الرّأس ہے یعنی سر کھلا ہوا ہے تو کیا اس کو چین ملے گا ؟ جب کھوپڑی گرم ہوگی تو دُم تک گرمی آجائے گی اور پانی کے ساتھ ہونے کے باوجود بے چین رہے گی جب تک ہمہ تن غرقِ آب نہ ہو جائے اسی طرح جو شخص اللہ کے دریائے قرب میں سر سے پیر تک ڈوب جائے کسی اعضاء کو گناہ نہ کرنے دے تب اسے اطمینانِ کامل ملے گا اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو استغفار و توبہ سے فوراً تلافی کرے جیسے کبھی مچھلی بھی لالچ میں آکر شکاری کا چارہ لگایا ہوا کانٹا نگل لیتی ہے اور پانی سے باہر نکل آتی ہے، لیکن پھر کیا کرتی ہے ؟ کانٹا نکالنے کے لیے جھٹکا مار کر گلا پھاڑ لیتی ہے اور کود کر پھر دریا میں چلی جاتی ہے۔ اس لیے اگر کبھی نفس و شیطان کسی گناہ کے ماحول میں لے جائیں دریائے قرب سے دور کریں تو فوراً اپنی پوری کوشش کے ساتھ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ہو جائیے، فرار سے اللہ تک پہنچیں گے قرار سے نہیں۔ اگر گناہ پر قرار رہے گا تو ساری زندگی گناہ کے پاخانہ پیشاب میں لت پت پڑے رہیں گے۔

آج کل کے صوفیاء پر چند اعتراضات اور ان کے جواب

یہ دو باتیں پیش کر دیں

اب دو تین باتیں تصوف کے بارے میں عرض کروں گا ایک بات تو یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے صوفیاء ذکر کم کرتے ہیں اور پہلے زمانہ جیسی عبادت نہیں کرتے دوسری بات یہ کہ پہلے زمانہ کے صوفیاء دال روٹی اور پانی میں باسی روٹی بھگو کر کھاتے تھے۔ آج کل کے صوفیاء یخنی اور مرغ پلاؤ کھاتے ہیں اور تیسرا اعتراض یہ کہ لباس بھی بہت شاندار پہنتے ہیں پیوند والا، ٹاٹ اور موٹے کپڑے کا نہیں پہنتے بڑے ٹھاٹ باٹ سے رہتے ہیں۔

جواب نمبر ۱، اب تینوں کا جواب سنئے ۔ نمبر ایک پہلے زمانہ کے صوفیاء کے جسم میں خون اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ ہر سال انہیں خون نکلوانا پڑتا تھا ۔ اگر فصد نہ کھلوائیں تو خون کی زیادتی سے سر میں درد رہنے لگتا تھا اور اب کے زمانہ کے صوفیاء کو خون چڑھوانا پڑتا ہے ۔ خون نکلوانے والے زمانہ کے احکام خون چڑھوانے والے زمانہ پر کیسے لاگو ہو جائیں گے ۔ زمانے کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں ۔ لہٰذا جب کمزوری کا زمانہ آگیا تو بزرگانِ دین نے ذکر کی تعداد کو کم کر دیا ۔ اب اگر کوئی اتنا ذکر کرے جتنا کہ پہلے بزرگانِ دین کیا کرتے تھے تو پاگل ہو جائے گا ۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک پہلوان ستر ہزار بار اللہ اللہ کرنے سے جس مقام قرب پر پہنچے گا ایک کمزور پانچ سو بار میں اسی مقام پر پہنچے گا ۔ قرب میں ذرہ برابر کمی نہ ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ ظالم تھوڑی ہیں کہ کمزوروں سے بھی اتنی ہی محنت چاہیں جتنی طاقت وروں سے اور ولایت ذکر پر نہیں گناہوں سے بچنے پر موقوف ہے ۔ لہٰذا آج بھی جو سچے اللہ والے ہیں وہ ہر گناہ سے بچتے ہیں اور جو پہلے اولیاء گذرے ہیں وہ بھی تقویٰ ہی سے ولی ہوئے تھے محض ذکر سے نہیں ذکر تو تقویٰ کا معین ہے ۔

جواب نمبر ۲، اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب زمانہ کمزوری کا آگیا تو اب طاقت کی غذا کھانا صوفیاء کے لیے ضروری ہے کیوں کہ جب طاقت ہی نہ ہوگی تو کیا عبادت کریں گے اور کیا دین کا کام کریں گے ۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے ۔ ایک مسلمان افسر زیارت کے لیے آیا تو حضرت پستہ اور بادام کھا رہے تھے چوں کہ بہت ذکر و شغل اور دماغی محنت کرتے تھے اس افسر نے واپس آکر کہا کہ توبہ توبہ میں نے تو سمجھا تھا کہ کوئی ولی اللہ ہوں گے یعنی حضرت حکیم

الامت کے خلیفہ شاہ وصی اللہ صاحب کو کہہ رہا ہے کہ میں نے تو سمجھا تھا کہ کوئی بزرگ آدمی ہوں گے لیکن یہ کیا بزرگ ہیں، پستے اور بادام اڑا رہے ہیں۔ ارے بزرگ تو وہ ہے جو سوکھی روٹی پانی میں ڈبو کر کھائے۔ یہ حال ہے جہالت و بدعقلی کا۔ ایسے جاہلوں سے خدا بچائے۔ اس جاہل کو کیا پتہ کہ ان کا بادام کھانا ہماری سوکھی روٹی سے افضل ہے کیونکہ ان کا بادام اللہ کی راہ پر خرچ ہوگا۔ اس سے جو طاقت آئے گی اس سے وہ تصنیف کریں گے، تقریر کریں گے، تبلیغ کریں گے، اللہ والوں کا کھانا بھی نور ہے، عبادت ہے، ان کا پہننا بھی عبادت ہے۔

جواب نمبر ۳: ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنت سمجھ کر پیوند لگا ہوا کرتہ پہن لیا اور سفر پر جا رہے تھے۔ پیرانی صاحبہ نے عرض کیا کہ ایک بات کہوں، فرمایا ہاں کیا بات ہے۔ کہا کہ آپ کپڑے بدل لیجئے دوسرے اچھے کپڑے پہن لیجئے کیوں کہ آپ جب اس لباس میں جائیں گے تو مرید سمجھیں گے کہ آج کل حضرت ضرورت مند ہیں۔ حضرت نے فرمایا جزاک اللہ واقعی اگر میں اس لباس میں جاتا تو میرے مریدوں کو غم ہوتا اور وہ میرے لیے کپڑے بنوانے کی فکر کرتے لہٰذا یہ لباس خود سوال بن جاتا چناں چہ حضرت نے دوسرا اچھا لباس پہن لیا۔

یہی جواب ہے اس اعتراض کا کہ اب علماء و صوفیاء کیوں اچھا لباس پہنتے ہیں۔ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں علماء کو لوگ حقیر سمجھ رہے ہیں اس لیے ایسا لباس نہ پہنو جس سے احتیاج ظاہر ہو۔ خصوصاً جب کہیں جاؤ لباس اچھا پہن کر جاؤ ورنہ لوگ سمجھتے ہیں کہ آگئے قربانی کی کھال لینے یا چندہ مانگنے۔ اس لیے مفتی رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ تین چیزوں کا اجتماع جائز نہیں ہے ایک بیگ جس میں رسید بک ہوتی ہے۔ دوسرے داڑھی اور تیسرے رمضان کیوں کہ

مالدار جب دیکھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں رسید بک والا بیگ بھی ہے اور داڑھی بھی ہے اور مہینہ بھی رمضان کا ہے تو اس کے دل پر تھوڑا سا لرزہ ریکارڈ ہوتا ہے اور گھر میں چھپ کر جا بیٹھتا ہے اور نوکر سے کہہ دیتا ہے کہ کہہ دینا سیٹھ صاحب اس وقت نہیں ہیں۔ اس لیے جہاں تک ہوسکے علماء کو اچھا لباس پہننا چاہیے جتنی اللہ نے حیثیت دی ہے تاکہ مالداروں کو یہ نہ محسوس ہو کہ یہ لوگ بھیٹچر ہیں اگرچہ شیچر ہیں اور آئے بروز سنیچر ہیں۔ خیر یہ تو قافیہ بازی ہے جس سے اللہ کلام کو لذیذ کر دیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل اللہ والے ذرا عمدہ لباس کیوں پہنتے ہیں خصوصاً کہیں سفر کرتے ہیں تو اچھا لباس پہن لیتے ہیں ان کی نیت کو تو دیکھو۔

شیطان کا حربہ

جس نے بدگمانی کی وہ محروم رہا۔ شیطان کا یہ بہت بڑا حربہ ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اگر کہیں یہ کسی اللہ والے کا معتقد ہوگیا تو یہ بھی اللہ والا صاحبِ نسبت ہو جائے گا لہٰذا بزرگوں کو حقیر دکھاتا ہے کہ وہ پہلے جیسے بزرگ اب کہاں؟ آج کل کے تو یوں ہی ہیں بس نام کے۔ لیکن جسم جب ذرا بیمار ہوتا ہے تو کیا آپ حکیم اجمل خان کا انتظار کرتے ہیں کہ دہلی کے قبرستان سے اٹھ کر آئیں معمولی حکیموں سے علاج کرانا میری توہین ہے یا جو قریبی حکیم ہوتا ہے اسی کو دکھاتے ہیں کہ جلدی سے جان بچاؤ۔ کیوں کہ جان پیاری ہے اس لیے جو حکیم ملتا ہے اسی سے رجوع کرتے ہیں۔ اسی طرح جس کو ایمان پیارا ہو جاتا ہے وہ کسی اللہ والے کو تھام کر لیتا ہے۔

شیخِ اوّل کے انتقال کے بعد دوسرے شیخ سے تعلق ضروری ہے

ایسے ہی شیخ کے انتقال کے بعد باجماعِ صوفیاء و اولیاء دوسرا شیخ تلاش کرنا بھی واجب ہے حکیم الامت

نے مثنوی مولانا رومؒ کی شرح میں فرمایا کہ ایک آدمی کنویں میں گرے ہوئے ڈولوں کو اپنے ڈول سے نکال رہا ہے۔ کھینچنے والا اپنے ڈول میں رسی باندھ کر کنویں میں ڈالتا ہے اور گرے ہوئے ڈولوں کو اپنے ڈول میں پھنسا کر باہر کھینچ لیتا ہے کہ اس کا انتقال ہوگیا۔ اب اس کا ڈول کنویں میں گرے ہوئے ڈولوں کو نہیں نکال سکتا چاہے گرے ہوئے ڈول اس سے کتنا چپٹے رہیں ان کو نکالنے کے لیے دوسرا زندہ آدمی آئے اور وہ اپنا ڈول ڈالے تب نکل سکیں گے شیخ کے انتقال کے بعد لاکھ اس کی قبر پر مراقبہ کرتے رہو اصلاح نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا مولانا رومی نے فرمایا کہ زندہ شیخ تلاش کرو کیوں کہ انتقال کے بعد اس کا روحانی تعلق ختم ہوگیا۔ اب خواہشاتِ نفسانیہ کے کنویں میں گرے ہوئے لوگوں کو وہ نہیں نکال سکتا۔ اس لیے زندہ شیخ کی ضرورت ہے جو اصلاحِ نفس اور خواہشات کی قید سے آزادی کی تدابیر بتائے گا اور دُعا بھی کرے گا۔ یہی اس کا ڈول ہے جس کی برکت سے نفس کی غلامی سے آزادی ملتی ہے، اصلاح ہوتی ہے۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے

اللہ والوں کے دو مرتبے ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ مرتبۂ جسم سے وہ ہمارے پاس ہوتے ہیں، ہمارے درمیان ہوتے ہیں اور مرتبۂ رُوح میں خُدا کے پاس ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کو میرا ایک شعر واضح کرتا ہے۔

دُنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخُدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جُدا رہے

یہ نہ سمجھتے کہ اللہ والے اگر دُنیا کے کاموں میں مشغول ہیں تو ان کا دل بھی دُنیا میں پھنسا ہوا اور خُدا سے غافل ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد

حاجی صاحبؒ نے حضرت تھانویؒ سے فرمایا تھا کہ میاں اشرف علیؒ! جب میں تم لوگوں سے باتیں کرتا ہوں تو یہ نہ سمجھا کرو کہ میں تم لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔ میری روح اس وقت بھی اللہ کے پاس ہوتی ہے۔

مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا

لب ہیں خنداں جگر میں ترا درد و غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

اللہ والے ہنسنے میں بھی باخدا رہتے ہیں

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان نے مجھ سے فرمایا کہ ایک بار حضرت حکیم الامتؒ کے بہت سے خلفاء علماء موجود تھے۔ خواجہ صاحب نے ہم لوگوں کو خوب ہنسایا۔ پھر پوچھا کہ اچھا بتاؤ کہ اس ہنسنے کی حالت میں کون کون باخدا تھا اور کون اللہ سے غافل ہو گیا تھا۔ مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم لوگ مارے ڈر کے خاموش تھے۔ پھر خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ الحمدللہ اس ہنسنے کی حالت میں بھی میرا دل اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں تھا۔ جیسے چھوٹے بچے ابا کے سامنے ہنس رہے ہوں تو ابا خوش ہوتے ہیں اسی طرح اللہ والے جب ہنستے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر خوش ہو رہے ہیں کہ میرے بندے کیسا آپس میں ہنس رہے ہیں وہ ہنسنے میں بھی باخدا ہیں۔ پھر حضرت خواجہ صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا اور اس کیفیت کو تعبیر کیا۔

ہنسی بھی ہے میرے لب پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

میں عرض کرتا ہوں کہ خوب ہنسو لیکن گناہ نہ کرو۔ جب کوئی حسین لڑکی سامنے

آئے تو نظر بچالو اور فوراً میرا یہ مصرع پڑھو۔

؎ سڑنے والی لاشوں سے دل کا لگانا کیا

ایسی دنیا سے کیا دل لگانا

قبرستان میں یہ سڑیں گی یا نہیں اگران سڑنے والی لاشوں کے ڈسٹمپر اور رنگ و روغن پر ہم مریں گے تو اللہ سے محروم رہیں گے۔ سوچ لیجئے فائدہ کس میں ہے۔ ان عاجزوں اور مُردوں پر گدھ کی طرح کب تک پڑے رہو گے کب تک ان مردہ لاشوں کو کھاتے رہو گے، کب بازِ شاہی بنو گے۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک موت آجائے۔ پھر کفِ افسوس ملو گے اور پھر دوبارہ زندگی نہیں ملے گی۔ ولی اللہ بننے کے لیے اللہ دوبارہ حیات نہیں دے گا اب میرے تین جملے سن لیجئے: جس دُنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا، اور پھر لوٹ کر کبھی نہ آنا، ایسی دُنیا سے دل کا کیا لگانا۔

یہ تین جملے ہدایت کے لیے کافی ہیں۔ اگر ولی اللہ بننا ہے تو اسی حیات میں بننا ہے۔ مرنے کے بعد کوئی دوبارہ نہیں آنے پائے گا۔ پھر قیامت تک حسرت و افسوس ہے اور میدانِ قیامت میں اگر خدانخواستہ فیصلہ سزا کا ہو گیا تو پھر کہاں ٹھکانہ ہے۔ اس کو سوچنا چاہیے۔

اب میں ان آیتوں کی تفسیر کرتا ہوں۔ یہ ماله و ما علیہ تھا۔ غلہ بونے سے پہلے کھیت کی جتائی کی جاتی ہے، زمین ہموار کی جاتی ہے تب بیج ڈالتے ہیں۔ تفسیر مظہری سے یہ تفسیر پیش کروں گا۔ اس سے پہلے صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دو باتیں پیش کردوں۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ فرماتے تھے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس دور کے امام بیہقی ہیں۔ بس یہ تعریف کافی ہے اور ان کے پیر حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ

سے پوچھے گا کہ اے مظہر جان جاناں میرے لیے کیا لایا تو میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو پیش کر دوں گا کہ یا اللہ یہ میرا خلیفہ ہے، میں نے اس پر محنت کی ہے، یہ اللہ والا صاحبِ نسبت ہو چکا ہے، یہ تیرے لیے لایا ہوں۔ اللہ والوں کی کیا شان ہوتی ہے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مجھ سے مرید ہوتا ہے اور اللہ اللہ کرتا ہے یہاں تک کہ صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ مرید مجھ پر فدا ہو میرا جی چاہتا ہے کہ میں ہی اس پر فدا ہو جاؤں آہ! کیا شفقت ہوتی ہے اللہ والوں میں! فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں خود اس پر فدا ہو جاؤں کہ وہ میری فیکٹری ہے میرا کارخانہ ہے میری نجات کا ذریعہ ہے، میرے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

قرآن پاک سے مسائل تصوف کا استنباط

اب سنیے مسائل تصوف بزبان تفسیر مظہری، یہ تفسیر حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں ہے، قاضی ثناء اللہ صاحب کی لکھی ہوئی ہے لیکن اپنے شیخ کے نام سے منسوب کر دی۔

ذکر اسم ذات کا ثبوت

حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اپنے رب کا اسم مبارک لو۔ رب کا اسم مبارک کیا ہے؟ اللہ فرماتے ہیں کہ اسم ذات کا ثبوت اسی آیت سے ہے۔ صوفیاء کا ذکر اللہ اللہ جو ہے اسی آیت سے ثابت ہے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بوادر النوادر میں لکھا ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں ذکر کا ثبوت موجود ہے جب وہ قرآن پاک یاد کرتے تھے تو ایک ایک لفظ کا رسوخ و تکرار کرتے تھے۔ تکرار لفظ سے ذکر راسخ ہو جاتا تھا۔ وہ زمانہ تو عہد نبوت کا تھا۔ نبوت کی ایک نظر سے وہ صاحب نسبت ہوتے تھے اور نسبت بھی ایسی کہ قیامت تک آنے والا بڑے سے بڑا ولی ایک ادنیٰ صحابی

کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اب زمانہ عہدِ نبوت سے بعد کا آگیا لہٰذا صوفیا نے یہ طریقہ نکالا کہ جیسے صحابہ ایک ایک لفظ کی تکرار کر کے قرآن یاد کرتے تھے جیسے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اسی طرح ہم بار بار اللہ اللہ کہتے ہیں تاکہ اللہ دل میں یاد ہو جائے یاد تو ہے لیکن دماغ میں ہے، دل میں جب اُترے گا جب بار بار ہم اللہ کہیں گے۔ ایک بزرگ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے یہ شکایت کرتے ہیں کہ

مرا داری و لے برلب نہ در دل
بہ لب ایماں بہ دل ایماں نہ داری

مجھ کو تم اے مسلمانو! رکھتے تو ہو مگر ہونٹوں پر، دل میں نہیں رکھتے ہو۔

آثارِ نسبت مع اللہ

یہاں پر ایک بات بتاؤں کہ کسی مالدار کو دیکھ کر جو مولوی للچا جاتا ہے وہ صاحبِ نسبت نہیں ہے صاحبِ نسبت کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ سارے عالم سے مستغنی ہو جاتا ہے، سلاطین کے تخت و تاج سے مالداروں کے مال و دولت سے، ساری کائنات سے، زمین و آسمان سے، سورج اور چاند سے بے نیاز ہو جاتا ہے کیوں کہ خالقِ آفتاب جس کے دل میں آتا ہے بے شمار آفتاب کے ساتھ آتا ہے، خالقِ ماہتاب جس کے دل میں آتا ہے بے شمار ماہتاب اس کے دل میں ہوتے ہیں۔ یہ سمندر اور پہاڑ کیا چیز ہیں اس کے مقابلہ میں۔ ایک اللہ والا جا رہا تھا۔ کسی نے کہا کہ میاں شاہ صاحب! آپ کے پاس کتنا سونا ہے۔ شاہوں کے پاس تو سونا ہونا چاہیے اور آپ شاہ کہلاتے ہیں تو اس بزرگ نے ہنس کر فرمایا۔

بخانہ زر نمی دارم فقیرم
میرے گھر میں سونا نہیں ہے میں فقیر ہوں۔
دلے دارم خدا تے زر امیرم

لیکن میں زر کا خالق رکھتا ہوں، جو سونا پیدا کرتا ہے وہ میرے دل میں ہے بتلاؤ میرے برابر کون امیر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے سلاطین مغلیہ کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ ولی اللہ اپنے سینہ میں ایک دل رکھتا ہے، اس دل میں اللہ تعالیٰ کی نسبت کے موتی ہیں، تعلق مع اللہ کی دولت ہے۔

؎ دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

'آسمان کے نیچے کوئی مجھ سے بڑا رئیس ہو تو آجائے۔ سلاطین مغلیہ کو خطاب ہو رہا ہے۔ ان کو اللہ والے کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی سیٹھ آگیا تو مولوی صاحب اس کے پیچھے پھر رہے ہیں اور اس دن اشراق میں سبحان ربی الاعلیٰ سات مرتبہ کہہ رہے ہیں جب کہ روزانہ تین مرتبہ پڑھتے تھے یعنی چندہ گھسیٹنے کے لیے آج سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ سات مرتبہ پڑھا جارہا ہے تاکہ وہ سیٹھ سمجھے کہ یہ نسبت پہنچا ہوا شخص ہے، اس کو چندہ ذرا زیادہ دینا چاہیے۔ اس مکر و فریب سے اللہ خوب واقف ہے، کوئی بھی صاحب نسبت کبھی کسی مخلوق سے مرعوب نہیں ہو سکتا، نہ کسی کی دولت سے مرعوب ہو سکتا ہے لیکن اکرام کرے گا تاکہ شاید یہ اللہ والا ہو جائے مالداروں کو حقیر نہیں سمجھے گا ان پر بھی اس نیت سے محنت کرے گا کہ شاید وہ بھی اللہ والے بن جائیں۔

ذکر کے حکم میں صفتِ ربوبیت کے بیان کی حکمت

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ میں رب کیوں فرمایا جب کہ وَاذْكُرِ اسْمَ اللہ بھی ہو سکتا تھا۔ بات یہ ہے کہ پالنے والے کی محبت

ہوتی ہے، پالنے والے کو آدمی محبت سے یاد کرتا ہے۔ بتائیے ماں باپ کی یاد میں مزہ آتا ہے یا نہیں۔ تو یہاں رب اس لیے نازل فرمایا کہ میرا نام محبت سے لینا۔ خشک ملاؤں کی طرح میرا ذکر مت کرنا، عاشقانہ ذکر کرنا کہ میں تمہارا پالنے والا ہوں جس طرح اپنے ماں باپ کا محبت سے نام لیتے ہو، ماں باپ کا نام لے کر تمہاری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، کیا تمہارا اصلی پالنے والا میں نہیں ہوں؟ ماں باپ تو متولی تھے، تمہارا اصلی پالنے والا تو میں ہوں، رب العالمین ہوں۔ اس تربیت کی نسبت سے میرا نام محبت سے لینا

تبتل و یکسوئی کا ثبوت

آگے فرماتے ہیں۔ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا اور غیر اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاؤ یعنی اللہ کی طرف متوجہ رہو۔ غیر اللہ سے کٹنے اور کنارہ کش ہونے کا کیا مطلب ہے۔ کیا مخلوق کو چھوڑ کر جنگل میں نکل جاؤ؟ ہرگز نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قلب کے اعتبار سے مخلوق سے کٹ جاؤ جسم بستی میں رہے، مخلوق خدا کے ساتھ ہو لیکن دل اللہ کے ساتھ ہو رہبانیت حرام ہے ایک تبتل شرعی ہے، ایک غیر شرعی ہے۔ تبتل غیر شرعی جوگیوں اور سادھوؤں کا ہے ہندوستان کے پنڈتوں اور ہندوؤں کا ہے کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگل میں نکل گئے، بدن پر راکھ مل لی اور درخت کے نیچے آنکھ بند کر کے بیٹھ گئے اور تبتل شرعی مسلمانوں کا ہے، اولیاء اللہ کا ہے، وہ کیا ہے کہ تعلقات دنیویہ پر علاقۂ خداوندی غالب ہو جائے، دنیاوی تعلقات پر اللہ تعالیٰ کا تعلق اللہ کی محبت غالب ہو جائے، اس حقیقت کو جگر مرادآبادی نے یوں تعبیر کیا ہے۔

ؔ میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگرؔ
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

حصولِ تبتل کا طریقہ

ان آیات کی تقدیم و تاخیر سے حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تصوف کا ایک مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بیٹی کی شادی ہو جائے، مکان بنا لوں، تھوڑا سا کاروبار جما لوں، ذرا دنیوی فکروں سے چھوٹ جاؤں پھر میں اللہ والوں کے پاس جاؤں گا اللہ کی یاد میں لگ جاؤں گا اور بالکل صوفی بن جاؤں گا، حضرت فرماتے ہیں کہ آیت کی ترتیب بتا رہی ہے کہ جس فکر میں ہو، جس حالت میں ہو فوراً اللہ تعالیٰ کا ذکر شروع کر دو۔ ذکر اللہ ہی کی برکت سے تم فکروں سے چھوٹو گے کیوں کہ جب سورج نکلے گا جب ہی رات بھاگے گی۔ غیر اللہ اور افکارِ دنیویہ جب ہی مغلوب ہوں گے جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرو گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ پہلے قلب کو یکسو کرو، پھر میرا نام لو بلکہ یہ فرمایا کہ پہلے میرا نام لو، میرے نام ہی کی برکت سے تم کو افکار و غم اور پریشانیوں سے نجات ملے گی اور یکسوئی حاصل ہوگی۔ اگر تبتل ذکر پر موقوف نہ ہوتا تو آیت کی تقدیم دوسرے اسلوب پر نازل ہوتی اور تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا مقدم ہوتا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ پر جس کے معنیٰ یہ ہوتے کہ پہلے غیر اللہ سے یکسو ہو جاؤ پھر ہمارا نام لو لیکن وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ کی تقدیم بتا رہی ہے کہ تبتل اور یکسوئی ہمارے ذکر ہی پر موقوف ہے پہلے تم ہمارا نام لینا شروع کر دو، ہمارے ذکر کی برکت سے تمہیں خود بخود یکسوئی حاصل ہوتی جائے گی اور غیر اللہ دل سے نکلتا چلا جائے گا۔

مثنوی میں تبتل کی عاشقانہ تمثیل

اس آیت کی تفسیر مولانا رومیؒ نے عجیب انداز سے فرمائی ہے۔ یہ عاشقوں کی تفسیر ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دریا کے کنارے ایک شخص واجب الغسل کھڑا تھا جس کے بدن پر نجاست لگی ہوئی تھی۔ دریا نے کہا کہ کیا بات ہے، تو بہت دیر سے باہر کھڑا ہے کہا

کہ مارے شرم کے تیرے اندر نہیں آرہا ہوں کہ میں ناپاک ہوں اور تو پاک ہے۔ دریا نے کہا کہ تو قیامت تک ناپاک ہی کھڑا رہے گا۔ جس حالت میں ہے میرے اندر کود پڑ۔ تیرے جیسے لاکھوں یہاں پاک ہوتے رہتے ہیں اور میرا پانی پاک رہتا ہے لہٰذا اللہ کی یاد میں دیر مت کرو، کیسی ہی گندی حالت میں ہو اللہ کا نام لینا شروع کردو ذکر کی برکت سے غیر اللہ کی نجاست چھوٹے گی۔

ذکر مشورہ سے کیجئے

لیکن کسی اللہ والے سے مشورہ کرکے ذکر کرو۔ جب حضرت حکیم الامت نے یہ بات فرمائی تو خواجہ صاحب نے ایک اشکال پیش کیا کہ حضرت یہ اللہ والوں کی قید آپ کیوں لگاتے ہیں۔ آدمی خود ہی ذکر کرلے کیا ذکر سے ہم اللہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اب حضرت حکیم الامت کا جواب سنئے۔ فرمایا کہ بے شک اللہ کے ذکر ہی سے ہم اللہ تک پہنچیں گے۔ جس طرح کاٹتی تو تلوار ہی ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ کاٹے گی تو تلوار ہی، کاٹ تو تلوار ہی سے ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ اسی طرح کام تو ذکر ہی سے بنے گا لیکن جب کسی اللہ والے کی راہنمائی اور مشورہ سے ہو۔ یہ مشورہ لینا انتہائی ضروری ہے ورنہ کتنے لوگ زیادہ ذکر کرکے نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہوگئے، نیند کم ہوگئی، غصہ اور جھنجلاہٹ پیدا ہوگئی یہاں تک کہ بالکل پاگل ہوگئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ مجذوب ہیں لیکن تھے پاگل ایسے پاگل دُنیا میں جتنے ہوتے ہیں جو بظاہر دیندار اور نیک صورت تھے یہ سب وہی لوگ ہیں جن کا کوئی مربی اور مشیر نہیں تھا۔ اللہ والوں کے مشوروں اور راہنمائی کے بغیر انہوں نے اپنی طاقت سے زیادہ ذکر کرلیا جس سے خشکی پیدا ہوگئی اور دماغ خراب ہوگیا اور جو لوگ کسی اللہ والے کو اپنا مصلح بناتے ہیں اور اس کی نگرانی اور مشورہ کے تحت ذکر کرتے ہیں تو وہ اللہ والا دیکھتا رہتا ہے کہ اس وقت ذکر کرنے والے کی کیا حالت ہے اس

حالت کے مطابق وہ ذکر کی تعداد کو کم و بیش کرتا رہتا ہے جیسے ڈرائیور دیکھتا رہتا ہے کہ اب انجن میں پانی نہیں ہے تو جلدی سے گاڑی روکے گا، پانی ڈالے گا جب انجن ٹھنڈا ہو جائے گا پھر چلائے گا۔ ایک شخص نے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت مجھے حالتِ ذکر میں روشنی نظر آرہی ہے۔ بتایئے وہ کس جواب کا انتظار کر رہے ہوں گے؟ یہی نا کہ اب خلافت آنے والی ہے، جلوہ نظر آگیا اب خلافت کا حلوہ ملنا چاہیے لیکن حضرتؒ نے لکھا کہ یہ علامت یبوست اور خشکی کی ہے، آپ ذکر کو ملتوی کر دیں، تنہائی میں نہ رہیں، دوستوں میں ہنسیں بولیں، صبح کو ہوا خوری کریں، باغ میں جا کر گھاس پر ننگے پیر چلیں تاکہ شبنم کی تری سے دماغ کی خشکی ختم ہو اور ہنس کر فرمایا کہ اگر کوئی اناڑی پیر ہوتا تو ان کو خلافت لکھ دیتا۔

ایک شخص تھانہ بھون آیا۔ حضرتؒ نے اس کو کچھ ذکر بتا دیا۔ جب اللہ اللہ کرنے لگا تو سمجھا کہ میں تو شیخ المشایخ ہو گیا۔ اب ہر ایک کو ڈانٹ رہا ہے کہ اے میاں! تم نے لوٹا یہاں کیوں رکھ دیا اور تم یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ حضرتؒ نے سن لیا۔ فرمایا کہ یہاں آؤ۔ کیا ان کے علاج کے لیے اشرف علی کافی نہیں ہے۔ یہ آپ کب سے ڈاکٹر بن گئے۔ آپ کے اندر تکبر آگیا ہے۔ تم ذکر کے قابل نہیں ہو۔ حلوہ تب کھلایا جاتا ہے جب معدہ صحیح ہوتا ہے۔ اب تم ذکر کو ملتوی کر دو۔ ترک کرو نہیں کہوں گا کیوں کہ اللہ کے نام کے ساتھ لفظ ترک لگانا بے ادبی ہے لہٰذا ملتوی کہہ رہا ہوں کہ فی الحال ذکر ملتوی کر دو اور دستر خوانہ میں بلغم صاف کرو، نمازیوں کے جوتے سیدھے کرو، خانقاہ میں جھاڑو لگاؤ تاکہ تمہارے دماغ کا خناس نکلے، جب تک بڑائی نہیں نکلے گی، کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

ایک عالم صاحب کے اخلاص کی حکایت

ایک عالم نے اپنے شیخ سے کہا کہ حضرت آج کل ذکر میں

مزہ نہیں آرہا۔ شیخ نے ان کی بول چال سے سمجھ لیا کہ ان کے اندر تکبر آگیا ہے۔ اللہ والوں کو چال ڈھال سے بیماری کا پتہ چل جاتا ہے۔ فرمایا کہ مولانا! آج کل آپ کے اندر ایک شدید بیماری پیدا ہو گئی ہے لہٰذا اس کا علاج کرنا ہے۔ عرض کیا حضرت جو علاج بتائیں میں حاضر ہوں۔ تھے مخلص مگر شیطان نے دل میں بڑائی ڈال دی تھی۔ بڑائی آنے کے بعد اللہ کی رحمت سے دُور ہو گئے اور ذکر کا مزہ ختم۔ شیخ نے کہا کہ ایسا کرو، پانچ کلو اخروٹ لے آؤ اور ٹوکرا سر پر رکھ کر ایسے محلہ میں جاؤ جہاں بچے زیادہ ہوں اور وہاں جا کر اعلان کرو کہ جو بچہ میرے سر پر ایک دھپ لگائے گا، میں اس کو پانچ اخروٹ دوں گا۔ بس جیسے ہی مولانا پگڑی کے ساتھ بیٹھے تو پہلے ہی تھپڑ سے پگڑی وہاں گئی۔ اب دے دھڑا دھڑ دھپ پڑ رہے ہیں۔ بچوں کو تو مزہ آگیا کہ پانچ اخروٹ بھی لو اور دھپ لگانے کا مزہ الگ۔ لہٰذا کود کود کر لگا رہے ہیں اور مولانا حکم شیخ پر سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ آہ! کتنا مخلص تھا یہ شخص، آسمان پر فرشتوں میں بھی زلزلہ آگیا ہو گا کہ اتنا بڑا عالم اور آج یوں اس کی پگڑی اچھل رہی ہے۔ اللہ کو پانے کے لیے اپنی ذلت گوارا کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں ٹوکرا خالی ہو گیا اخروٹ سے اور کھوپڑا خالی ہو گیا تکبر سے۔ اس کے بعد جب آکر انہوں نے اللہ کہا ہے تو زمین سے آسمان تک روشنی پھیل گئی، زمین سے آسمان تک شہد سے بھر گیا رگ رگ میں اللہ کے نام کی مٹھاس دوڑ گئی اور جا کر اپنے شیخ سے عرض کیا کہ جزاک اللہ کہ چشم باز کر دی۔ آپ کا احسان و کرم ہے کہ اتنا کڑوا کریلا نیم چڑھا تو آپ نے پلا یا لیکن اللہ مل گیا۔

؎ بہا دے چند دادم جاں خریدم
بحمد للہ عجب ارزاں خریدم

اگر گناہوں کے کنکر پتھر چھوڑنے سے ہمیں اللہ ملتا ہے تو میرے پیارے دوستو!

سستا سودا ہے۔ گناہ تو کنکر پتھر ہیں اگر ان کے چھوڑنے سے خدا ملتا ہے تو خوشی خوشی چھوڑ دینا چاہیے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ گناہوں کے چند کنکر پتھر چھوڑے اور ہمیں خُدا مل گیا۔ الحمدللہ بہت سستا پایا خدا کو۔ شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے پوچھا کہ اے اللہ آپ کی کیا قیمت ہے جو میں ادا کروں جس سے آپ مل جاتے ہیں آسمان سے آواز آئی کہ دونوں جہان قربان کر دے تو کیا کہتے ہیں۔

؎ قیمت خود ہر دو عالم گفتئی

اے اللہ! آپ نے اپنی قیمت دونوں جہاں فرمائی ہے۔

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

آپ اپنا بھاؤ اور بڑھا لیجئے۔ ابھی تو آپ سستے معلوم ہوتے ہیں آج ہم سے ذرا سی تکلیف نہیں اُٹھائی جاتی کہ نظر بچانے سے بہت تکلیف ہوتی ہے کیسے نظر بچائیں جب تکلیف نہیں اٹھائیں گے تو اللہ کیسے ملے گا۔ ارے یہ غم تو بڑی نعمت ہے قیامت کے دن کہہ تو سکو گے کہ اللہ! آپ کے راستے میں بڑا غم اٹھا کر آتے ہیں۔

مشاہدہ بقدرِ مجاہدہ

مَیں نے چند دن پہلے ایک مثال دی تھی اب پھر سُنائے دیتا ہوں کہ ایک دوست آپ کے پاس آتا ہے اور آپ کے کچھ دشمن بھی ہیں جو آپ کے پاس آنے والوں کو چاقو مارتے ہیں۔ تو ایک دوست نے ایک چاقو بھی نہیں کھایا۔ دوسرے نے دس چاقو کھائے اور تیسرے نے پچاس کھائے۔ تینوں آپ کے پاس پہنچیں گے تو بتایئے آپ عشق میں کس کو زیادہ نمبر دیں گے؟ جو پچاس چاقو کھا کر آیا ہے۔ جس کو ایک چاقو بھی نہیں لگا وہ تو جنگل میں رہتا ہے جہاں عورتیں نظر نہیں آتیں۔ نظر بچانے کا کوئی مجاہدہ نہیں لہٰذا زخم ہی نہیں کھاتا اور جس کو دس چاقو لگے وہ کسی ایسی بستی صالحین میں رہتا ہے جہاں اکثر عورتیں بُرقعہ

میں رہتی ہیں اور تیسرا ری یونین میں رہتا ہے جہاں عورتیں عریاں پھر رہی ہیں، اس کو قدم قدم پر مجاہدہ ہے، ہر نظر بچانے پر ایک زخم دل پر لگ جاتا ہے، اس کو اللہ تک پہنچنے میں پچاس چاقو لگے ہیں۔ تو کیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین یہاں کے مسلمانوں کو ایسے ہی زخم خوردہ چھوڑ دیں گے اور اپنے قرب کی مٹھاس نہ چکھائیں گے میں کہتا ہوں کہ یہاں صرف نظر کی حفاظت کر لے ایمان کی وہ مٹھاس عطا فرمائیں گے جو اور جگہ ملنا مشکل ہے کیونکہ یہاں مجاہدہ زیادہ ہے تو مشاہدہ بھی اسی کے بقدر ہوگا۔ اگر یہاں ذرا ہمت سے کام لے تو آدمی زبردست ولی اللہ بن سکتا ہے یہاں کوئی اگر تہجد، اشراق، چاشت کچھ نہ پڑھے، صرف فرض واجب سُنّت مؤکدہ ادا کرے اور نظر کی حفاظت کرے تو اولیاءِ صدیقین میں شامل ہو سکتا ہے، ایمان کی ایسی حلاوت عطا ہوگی کہ بڑے بڑے تہجد گزار اس کو نہیں پا سکتے۔

ہاں تو تبتل کی تفسیر عرض کر رہا تھا کہ غیر اللہ سے یک سُوئی جب نہ ملے گی۔ جب اللہ ملے گا، ستارے جب معدوم ہوں گے جب سُورج نکلے گا، رات جب بھاگے گی جب آفتاب طلوع ہوگا۔ پہلے اللہ کو دل میں لاؤ، اللہ کا نام لینا شروع کردو غیر اللہ خود ہی دل سے نکل جائیگا اور آپ کا دل اللہ سے چپکتا چلا جائے گا جو خالقِ مقناطیس ہے جس کی پیدا کردہ مقناطیس سے آج دُنیا کا گولا فضاؤں میں پڑا ہوا ہے، نیچے کوئی کھونٹی کھمبا نہیں ہے۔ جو اللہ اتنا مقناطیس پیدا کر سکتا ہے کہ دنیا کا اتنا بڑا گولا جس پر سمندر اور پہاڑ سب لدے ہوتے ہیں بغیر کسی سہارے کے فضاؤں میں معلق پڑا ہوا ہے اس اللہ کے نام میں کتنی چپک کتنا مقناطیس اور کتنی کشش ہوگی۔ آہ! اللہ کا نام لے کر تو دیکھو اپنی ذاتِ پاک سے ایسا چپکا لیں گے کہ ساری دُنیا آپ کو ایک بال کے برابر الگ نہیں کر سکتی۔

مثنوی سے تبتل کی مزید وضاحت

اس تبتل اور یکسوئی کی تفسیر مولانا رومی نے ایک اور واقعہ میں عجیب انداز سے کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مچھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں درخواست کی کہ حضرت یہ ہَوا مجھ کو پیٹ نہیں بھرنے دیتی۔ جب بھوک میں کسی انسان کا میں خون چوستا ہوں تو ہَوا آتی ہے اور میرے قدم اکھاڑ دیتی ہے اور مجھے میلوں بھگا دیتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا آپ مدعی ہو گئے، اب میں مدعا علیہ کو بلا رہا ہوں کیوں کہ مقدمہ کے فیصلہ کے لیے دونوں کا حاضر ہونا ضروری ہے اور ہوا کو حکم دیا کہ اے ہَوا آجا۔ مچھر کا تجھ پر دعویٰ ہے۔ ہَوا جو آئی تو مچھر صاحب بھاگے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہنسی آگئی کہ اچھا مدعی ہے کہ مدعا علیہ کے آتے ہی بھاگ گیا۔ تھوڑی دیر میں ہَوا کو حکم دیا کہ اچھا واپس جا اور پھر مچھر کو بلایا کہ تم کیوں بھاگے۔ کہا کہ یہی تو رونا ہے کہ جب یہ ظالم ہَوا آتی ہے تو میرے پیر اکھڑ جاتے ہیں اور بغیر بھاگے نہیں بنتی۔

یہ واقعہ بیان کر کے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کا آفتاب دل میں آئے گا تو غیر اللہ کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ نور کے آتے ہی ظلمت غائب ہو جائیگی بس اللہ کا نام لینا شروع کر دو۔ لیکن کسی اللہ والے کے مشورہ سے۔ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ جس کا کسی بزرگ سے تعلق نہ ہو اور پیر بناتے ہوئے اس کے نفس کو شرم آرہی ہو تو مشیر ہی بنالے۔ مشیر کے معنی ہیں اللہ کے راستہ کا مشورہ دینے والا۔ مشورہ سے بھی راستہ معلوم ہو جائے گا۔

اس آیت سے تصوف کے دو مسئلے ثابت ہو گئے۔ ذکر اسم ذات کا اور یکسوئی کا، آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ تم کو یکسوئی اس

لیے نہیں ہوتی کہ ذکر کے وقت تم کو دن کے کام یاد آتے ہیں کہ آج فلاں فلاں کام کرنا ہیں۔ جہاں تسبیح اٹھائی اور وسوسے شروع کہ ابھی دکان سے ڈبل روٹی اور انڈا لینا ہے۔ اس کے بعد رات کو جب اللہ کا نام لینے بیٹھے تو یاد آیا کہ یہ کام کرنا ہے، وہ کام کرنا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارا نام لینے والو! میں مشرق کا رب ہوں تمہارا جو رب سورج کو نکال سکتا ہے اور دن پیدا کرسکتا ہے کیا وہ تمہارے دن کے کاموں کے لیے کافی نہیں ہوسکتا ؟ کیا اسلوبِ بیان ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کے کلام کی بلاغت کہ میں رب المشرق ہوں، میں آفتاب نکالتا ہوں اور دن پیدا کرتا ہوں جو دن پیدا کرسکتا ہے وہ تمہارے دن کے کام نہیں بنا سکتا، دن پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا پانچ کلو آٹا دینا مشکل ہے جس کی تمہیں فکر پڑی ہوئی ہے۔ ان وساوس کی طرف خیال نہ کرو جو شیطان تمہارے دلوں میں ڈالتا ہے۔ سوچ لو کہ ہمارا اللہ ہمارے دن بھر کے کاموں کے لیے کافی ہے اور جب رات میں وسوسہ آتے تو کہہ دو وہ ربُ المغرب بھی ہے۔ جو اللہ رات کو پیدا کرسکتا ہے وہ رات کے کاموں کے لیے بھی کافی ہے۔

؎ تو لے اللہ کا نام
تیرا سب بنے گا کام

آگے ارشاد ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ غیر اللہ کو دل سے نکالو جتنا تمہارا لا الٰہ قوی ہوگا اتنا ہی تم کو اللہ ملتا چلا جائے گا۔

نکھرتا آرہا ہے رنگِ گلشن
خس و خاشاک جلتے جا رہے ہیں

اللہ کی تجلی غیر اللہ سے پاکی۔

ذکر نفی و اثبات کا ثبوت

تصوف میں دو اذکار ہیں۔ اسم ذات اور نفی و اثبات۔ فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ جو ہے اس سے صوفیاء کے ذکر نفی و اثبات کا ثبوت ملتا ہے۔ تفسیر مظہری دیکھ لیجئے آج میں تصوف کو تفسیروں کے حوالہ سے پیش کر رہا ہوں تاکہ علماء یہ سمجھیں کہ تصوف یوں ہی صوفیوں کا بنایا ہوا ہے۔ کمال ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا جن کے لیے ان کے پیر نے کہا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو پیش کروں گا اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ؒ نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے وقت کا امام بیہقی ہے وہ اپنی تفسیر میں تصوف کو قرآن پاک سے ثابت کر رہے ہیں۔ ذکر اسم ذات، تبتل یعنی غیر اللہ سے یکسوئی اور ذکر نفی و اثبات تصوف کے یہ تین مسئلے ثابت ہو گئے۔

تصوف کے مسئلہ توکل کا ثبوت

آگے فرماتے ہیں فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا جب میں اتنا بڑا رب ہوں کہ دن پیدا کر سکتا ہوں اور رات پیدا کر سکتا ہوں تو پھر تم دن رات کے کاموں کے بارے میں وسوسے کیوں لاتے ہو، تم مجھ کو یعنی اللہ کو اپنا وکیل بنا لو۔ مجھ سے زیادہ کوئی تمہارا وکیل اور کارساز ہو سکتا ہے؟ اس آیت سے چوتھا مسئلہ توکل کا ثابت ہو گیا جس کی صوفیاء تعلیم دیتے ہیں۔

سلوک کے مقامِ صبر کا ثبوت

اور اگلی آیت سے سلوک کا ایک بہت اہم مسئلہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ثابت کرتے ہیں اور وہ ہے دشمنوں کے مظالم پر صبر کرنا۔ دنیا دار صوفیوں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ دیکھو تسبیح لیے مکار لوگ جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ اور یہ لوگ جو جو باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کرو۔ اسی طرح اللہ کے راستے میں

نفس و شیطان بھی ستاتے ہیں۔ کبھی شیطان کہے گا کہ فلاں گناہ کرلو اور کبھی نفس بھی ستائے گا اور بار بار تقاضا کرے گا کہ ارے یہ شکل بہت حسین ہے۔ اس کو دیکھ ہی لو بعد میں توبہ کرلینا۔ نفس و شیطان کے ورغلانے کے وقت بھی یہی آیت پڑھ دو:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ دشمن جو باتیں کررہے ہیں اُن پر صبر کرو۔

صبر کی تین قسمیں

اور صبر تین طریقہ سے ہوتا ہے اور صبر کے تین صلے آتے ہیں یعنی فی، عن اور علیٰ۔ اَلصَّبر فی المصیبۃ۔ مصیبت میں صبر کرو، اس وقت اللہ پر اعتراض نہ کرو بلکہ راضی برضا رہو اور الصبر عن المعصیۃ معصیت پر صبر کرو، گناہ کے کتنے ہی تقاضے ہوں لیکن اللہ کے راستہ پر جمے رہو اور الصبر علی الطاعۃ عبادت پر قائم رہو خواہ دل نہ چاہے اور عبادت میں مزہ نہ آئے لیکن معمولات نہ چھوڑو۔ یہ صبر کی تین قسمیں ہیں۔ تو باطنی دشمن یعنی نفس و شیطان جو کہیں اس پر بھی صبر کرو اور ان کے کہنے پر عمل نہ کرو۔ اسی طرح تمہارے ظاہری دشمن اور حاسدین تم پر اعتراض کریں گے کہ بڑے صوفی بن گئے گول ٹوپی لگائے پھرتے ہیں، تسبیح لے کر مخلوق کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کسی کے اعتراض کا جواب نہ دو وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ ان کی باتوں پر صبر کرو۔

ہجرانِ جمیل کا ثبوت

اور وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ۔ الگ ہونا یہ ہے کہ کوئی تعلق نہ رکھو اور خوبصورتی سے یہ ہے کہ ان کی شکایت اور انتقام کی فکر میں نہ پڑو اور یہ آخری مسئلہ ہے تصوف کا ہجرانِ جمیل جس کو تفسیر مظہری میں اس آیت سے ثابت کیا گیا ہے۔

ہجرانِ جمیل کیا ہے

اور ہجرانِ جمیل کی تفسیر مفسرین نے یہ کی ہے۔ اَلْهِجْرَانُ الْجَمِيْلُ الَّذِیْ لَاشَكْوٰی فِيْهِ وَلَا اِنْتِقَام خوبصورتی کے ساتھ الگ ہونا یہ ہے جس میں شکایت نہ ہو اور انتقام کا ارادہ بھی نہ ہو کیوں کہ جس نے اپنے دشمن سے انتقام لیا وہ مخلوق میں پھنس گیا اور جو مخلوق میں پھنس گیا اس کو خالق کیسے ملے گا۔ اسی لیے علامہ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں اِنَّ الْوَلِيَّ لَا يَكُوْنُ مُنْتَقِمًا وَالْمُنْتَقِمُ لَا يَكُوْنُ وَلِيًّا کوئی ولی اللہ منتقم نہیں ہوتا اور کوئی منتقم ولی اللہ نہیں ہو سکتا حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کیا فرمایا تھا؟ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ تم پر آج کوئی الزام نہیں۔ ارے یہ تو شیطان نے ہمارے تمہارے درمیان فساد ڈلوا دیا تھا تم نے کوئی گڑبڑ تھوڑی کی تھی۔ آہ اپنے بھائیوں کی دلجوئی بھی کر رہے ہیں تاکہ ان کو ندامت بھی نہ رہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین کے خدام کو یہی اخلاق رکھنے چاہئیں ورنہ اگر بدلہ و انتقام کی فکر میں پڑے تو دل مخلوق میں پھنس جائے گا اور پھر دین کا کام نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان القرآن کے حاشیہ میں مسائل السلوک کے تحت یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ مَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى مَجَارِی الْقَضَاءِ لَا يَعْتَنِیْ اَيَامَهٗ بِمُخَاصَمَةِ النَّاسِ جس شخص کی نظر مجاری قضا پر ہوتی ہے، مشیتِ الٰہیہ، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر ہوتی ہے، وہ اپنی زندگی کے دنوں کو مخلوق کے جھگڑوں میں ضایع نہیں کرتا اور وہی کہتا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ تم پر کوئی الزام نہیں کیوں کہ جانتے تھے کہ بغیر مشیت الٰہی کے یہ بھائی مجھے کنویں میں نہیں ڈال سکتے تھے۔

بھلا ان کا مُنہ تھا مرے مُنہ کو آتے
یہ دشمن انہیں کے اُبھارے ہُوئے ہیں

دُنیا میں جو تکلیف بھی پہنچتی ہے سب میں ہماری تربیت اور ہمارا نفع ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے تکوینی راز ہیں۔ لہٰذا جس کی نظر اللہ پر ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ جاؤ میاں معاف کیا، مجھے اپنے اللہ کو یاد کرنا ہے، تمہارے چکر میں کیوں رہوں انکو معاف کیا اور دل کو اللہ کے ساتھ لگا دیا۔

دل کو اللہ کے لیے خالی کرلیا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ تھانہ بھون سے گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ مفتی شفیعؒ صاحب بھی ساتھ تھے۔ حضرت نے جیب سے کاغذ نکالا پنسل سے کچھ لکھا اور جیب میں رکھ لیا اور پوچھا کہ مفتی صاحب بتاؤ میں نے کیا کیا۔ عرض کیا کہ حضرت آپ نے کاغذ نکالا پنسل نکالی اور کچھ لکھ کر جیب میں رکھ لیا اور مجھے کچھ نہیں معلوم کہ کیا کیا۔ فرمایا کہ ایک کام یاد آگیا تھا۔ بار بار وسوسہ آرہا تھا کہ کہیں بھول نہ جاؤں کہیں بھول نہ جاؤں۔ دل اس میں مشغول ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے دل کا بوجھ کاغذ پر رکھ کر دل کو پھر اللہ کے لیے خالی کرلیا۔ یہ ہیں اللہ والے جو دل کو اللہ کے سوا کسی چیز میں مشغول نہیں ہونے دیتے اور مخلوق کی خطاؤں کو معاف کر کے اپنے اللہ کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں۔

البتہ ایسے لوگوں سے خوب صورتی کے ساتھ الگ ہو جاتے ہیں کہ نہ ان سے انتقام لیتے ہیں اور نہ ان کی شکایت و غیبت کرتے ہیں۔ جس کو اللہ سے تعلق ہوتا ہے اس کو اتنی فرصت کہاں کہ مخلوق میں اُلجھا رہے۔ وہ تو زیادہ سے زیادہ یہ دعا پڑھ لے گا جو حدیث پاک میں ہے کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا (مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۹) اے اللہ میری طرف سے آپ انتقام لیجئے جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا۔ وہ تو اپنے معاملات

کو اللہ کے حوالے کر دے گا جیسے چھوٹا بچہ اپنے ابا سے کہہ دیتا ہے کہ ابا فلانے نے ہم کو طمانچہ مارا ہے۔ اس کے بعد اس کو فکر بھی نہیں ہوتی کہ ابا کیا کریں گے۔ اسے اعتماد ہوتا ہے کہ ابا اپنی شفقت و محبت کی وجہ سے ضرور کچھ کریں گے۔ اسی طرح آپ بھی اللہ سے کہہ کر بے فکر ہو جائیے۔ دو رکعات صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے درخواست لگا کر بے فکر ہو جائیے اور اللہ کے ذکر اور تلاوت اور دین کے کام میں لگ جائیے اس خیال کو بھی چھوڑ دیجئے کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ اب کیا کرتے ہیں وہ ارحم الراحمین ہیں جو بات ہمارے لیے مفید ہوگی اس کا ظہور فرما دیں گے۔

تین دن سے زیادہ ترک کلام کی تفصیل

تو ہجران جمیل یہ ہے کہ موذیوں اور معاندین سے جُدا ہو جاؤ

مگر انتقام نہ لو، نہ شکایت کرو۔ تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دینا جو حرام ہے، یہ ان کے لیے ہے جو معمولی دنیاوی باتیں ہو جاتی ہیں کہ شادی میں نہیں آئے، غمی میں نہیں آئے یا باتوں باتوں تکرار ہوگئی اور کوئی سخت جملہ زبان سے نکل گیا لیکن جو مسلسل ستا رہا ہو مستقل موذی ہو، جس کا مزاج ہی بچھو کی طرح ہو کہ جب آتا ہے فتنہ مچاتا ہے بھائی بھائی کو لڑا دیتا ہے، کوئی ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اب میاں بیوی میں لڑائی ہو رہی ہے ایسے مفسدین کے لیے مُلّا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ ایسے شخص سے ہمیشہ کے لیے ترک تعلق جائز ہے چاہے وہ دینی ضرر پہنچا رہا ہو یا دنیا کا اور فرمایا کہ رُبَّ هَجْرٍ جَمِيلٍ خَيْرٌ مِّنْ مُخَالَطَةٍ مُؤْذِيَةٍ بعض جدائی موذی میل جول سے بہتر ہے یعنی ایسے شخص سے جدا ہو جانا اس میل جول سے بہتر ہے جو مستقل ایذا کا سبب ہے مجھے بعض رشتہ داروں سے مجھے یہی کرنا پڑا اجتناب جھکتے جاؤ اتنا ہی اور ستاتا تھا۔ بعضوں کے مزاج میں ایسا فساد ہوتا ہے کہ ان کی اصلاح محال ہے جیسے کتے کی دُم کو دس سال تک نلکی میں رکھو لیکن جب نکالو

گے تو ٹیڑھی ہی نکلے گی۔ پھر جب میں نے ملا علی قاریؒ کی یہ شرح دیکھی تو مفتی رشید احمد صاحب سے تصدیق کی۔ فرمایا کہ اس پر محدثین کا بھی اجماع ہے اور فقہاء کا بھی اجماع ہے اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کو بھی لکھا۔ حضرت نے فرمایا کہ بہترین مشورہ ہے۔ آخر میں کئی سال کے بعد ان کو ہدایت ہوگئی اور معافی مانگ کر پھر آگئے البتہ ایسے معاملات میں پہلے اپنے بزرگوں سے مشورہ بھی کرلے تاکہ نفسانیت نہ ہو

اب دو مسئلے رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مزمل کے شروع میں فرمایا یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ اے چادر میں لپٹنے والے۔ اس عنوان خطاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ کفار کی باتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا جس کی وجہ سے آپ چادر میں لیٹ گئے جیسا کہ اکثر غم میں آدمی چادر اوڑھ کر لیٹ جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک سنت یہ بھی ہے کہ غم میں بھی کبھی چادر اوڑھ کر لیٹ جاتے۔ اگر لوگوں کے طنز و اعتراض سے یا گناہ چھوڑنے سے، کسی حسین کو نہ دیکھنے سے غم ہو تو چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ۔ چادر اوڑھنا بھی تو سنت ہے۔

قیام لیل کا ثبوت

اس آیت میں قیام لیل کا بیان ہے صوفیاء نے ہمیشہ نماز تہجد کا اہتمام کیا ہے۔ اب کیونکہ ضعف کا زمانہ آگیا۔ اب اکثر لوگوں سے تین بجے رات کو نہیں اٹھا جاتا۔ لہٰذا حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ میں اور علامہ ابن عابدینؒ نے شامی (جلد نمبر ا صفحہ ۵۰۶) میں فرمایا کہ جو شخص عشاء کی نماز کے چار فرض اور دو سنت پڑھ کر وتر سے پہلے چند نفل پڑھ لے تو یہ شخص بھی تہجد گزاروں کے ساتھ اٹھے گا۔ علامہ شامیؒ نے روایت نقل کی ہے وَمَا کَانَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ فَهُوَ مِنَ اللَّیْلِ (صفحہ ۵۰۶ جلد ا) لہٰذا علامہ شامیؒ فرماتے ہیں فَاِنَّ سُنَّةَ التَّهَجُّدِ تَحْصُلُ بِالتَّنَفُّلِ بَعْدَ صَلٰوۃِ

اَلْعِشَاءِ قَبْلَ النَّوْمِ یعنی سنت تہجد کی حاصل ہو جائے گا اس شخص کو جو عشاء کی نماز کے بعد وتر سے پہلے چند نفل پڑھ لے اور ملا علی قاریؒ کا قول ہے لَیْسَ مِنَ الْکَامِلِیْنَ مَنْ لَّا یَقُوْمُ اللَّیْلَ (مرقاۃ صفحہ ۱۴۸ جلد ۳) جو قیام لیل نہیں کرتا وہ کاملین میں سے نہیں ہے اور علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ کم سے کم دو رکعات تہجد بھی سُنت سے ثابت ہے لہٰذا سونے سے پہلے اگر دو رکعات پڑھ لی جائیں تو کاملین کی فہرست میں شامل ہونے کے قابل ہو جائیں۔ دو رکعات تو ہر شخص پڑھ سکتا ہے پھر اگر آدھی رات کے بعد آنکھ کھل جائے تو سُبحان اللہ کون منع کرتا ہے پھر کچھ نوافل پڑھ لیجئے۔ لیکن آج کل عام صحت کے حالات رات کے وقت اُٹھنے کے متحمل نہیں خصوصاً علم دین پڑھانے والوں کے لیے کہ دن بھر پڑھا کر دماغ پہلے ہی چورا ہو جاتا ہے لہٰذا ایسے کمزوروں کو چاہیے کہ وتر سے پہلے کم از کم دو رکعات پڑھ لیں توبہ کی نیت سے حاجت کی نیت سے اور تہجد کی نیت سے دو رکعت میں تین مزے لیجئے اور بعد میں دعا کریجئے کہ اے اللہ جب سے بالغ ہوا ہوں میری مستلذات محرمہ کو معاف فرما دیجئے اور میری ان خوشیوں کو معاف کر دیجئے جن سے آپ ناخوش ہوئے ہوں غرض میرے ہر گناہ کو معاف فرما دیجئے اور میری دُنیا و آخرت کی سب حاجتیں پوری کر دیجئے لیکن میری سب سے بڑی حاجت یہ ہے کہ آپ مجھے مل جائیے۔ آپ مجھ سے خوش ہو جائیے۔ آہ! اس سے بڑھ کر اور کیا حاجت ہو گی، اس سے بڑی ہماری اور کیا حاجت ہے کہ اے اللہ آپ ہم سے خوش ہو جائیے

؎ کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

یعنی اے اللہ میں آپ سے آپ ہی کو مانگ رہا ہوں۔ بتائیے کسی باپ کے

کئی بیٹے ہوں۔ ایک کہتا ہے کہ ابا مجھے اس پہاڑ پر ایک خوب صورت مکان بنوا دیجئے کوئی کہتا ہے کہ اپنی کار دے دیجئے، کسی نے کہا کہ مجھے اپنے جنرل سٹور کی دکان دے دیجئے اور ایک بیٹا کہتا ہے کہ ابا مجھے کچھ نہیں چاہیے مجھے تو آپ چاہییے ہیں آپ مجھ سے خوش ہو جائیے۔ میں آپ سے آپ کو مانگتا ہوں۔ بتائیے باپ کس سے زیادہ خوش ہو گا؟ اس سے ہی زیادہ خوش ہو گا جو صرف باپ کی رضا مانگ رہا ہے اور سب سے زیادہ اس کو ہی دے گا۔ پس رب العالمین بھی ان بندوں کو سب سے زیادہ دیں گے جو صرف اپنے رب کی خوشی مانگتے ہیں جو عاشق ذات حق ہیں' اللہ سے اللہ کو مانگتے ہیں۔ یہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

غلاف کعبہ پکڑ کر حاجی صاحبؒ یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ میں آپ سے آپ کو مانگ رہا ہوں۔ کیا حوصلہ ہے' کیا بلندی عزائم ہے کیا بلندی فہم ہے، کیسا مبارک شخص ہے وہ جو تخت و تاج سے' چاند و سورج سے، زمین و آسمان کے خزانوں سے صرف نظر کر کے اللہ سے اللہ کو مانگتا ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

تو اس سورۂ پاک کے شروع میں قیام لیل کا مسئلہ نازل فرمایا۔ قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا سے معلوم ہوا کہ رات بھر مت جاگو ورنہ صحت خراب ہو جائے گی۔ جن صوفیوں نے جوش میں رات بھر جاگنا شروع کیا کچھ دن کے بعد سب ختم اور طَلَبُ الْکُلِّ فَوْتُ

الکل کا مصداق ہوگئے۔ سب چھوڑ چھاڑ دیا حتیٰ کہ فرض بھی نہیں پڑھتے۔

تلاوتِ قرآن کا ثبوت

اس کے بعد قرآن شریف کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم نازل فرمایا وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو اور ترتیل کی تعریف کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترتیل کی تفسیر منقول ہے تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ کہ حروف بھی صحیح ہوں یعنی مخارج سے ادا ہوں اور کہاں سانس توڑیں اس کی معرفت ہو

منتہی کے اسباق کا ابتداء میں نازل ہونے کا راز

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیام لیل اور تلاوتِ قرآن یہ دونوں کام منتہی کے اسباق ہیں۔ جتنے اولیاء اللہ ہیں آخر میں ان کو یہی دو شغف رہ جاتے ہیں، رات کو تہجد پڑھنا اور قرآن کی تلاوت کرنا۔ یہ دو اعمال منتہی کے سبق ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ سوال قائم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے منتہی کا سبق پہلے کیوں نازل فرمایا۔ دیکھئے پہلے موقوف علیہ پڑھاتے ہیں پھر بخاری شریف رہتی ہے لیکن یہاں معاملہ کیوں برعکس ہوا۔ قیام لیل اور تلاوتِ قرآن تو آخری سبق ہے اور ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات مبتدی و متوسط کے اسباق ہیں۔ تو اعلیٰ مقام اور آخری درجہ کا سبق پہلے کیوں نازل فرمایا اس میں کیا راز ہے اس اشکال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جن پر قرآن نازل ہو رہا تھا چوں کہ وہ سید المنتہین تھے، سید الانبیاء تھے ان کے مقامِ نبوت کے علو و رفعت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے پہلے منتہی کا سبق نازل فرمایا۔ اس کے بعد پھر عام امت کے لیے سبق نازل کیا۔ یہ ترتیب کا راز منکشف کیا علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اُولٰٓئِكَ اٰبَآئِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ بس مجلس ختم

حضرت جلال آبادی کے چند نصایح

(جامع عرض کرتا ہے کہ اس وقت ایک صاحب نے حضرت والا کو ایک مضمون بیان کرلے کے بارے میں یاد دلایا تو حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا) ماشاء اللہ شاباش۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ مجھے یاد دلانا میں ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تین نصیحتیں سناؤں گا۔ حضرت آج سے آٹھ نو سال پہلے میری خانقاہ میں تشریف لائے تھے اور دو گھنٹے بیان فرمایا تھا جس میں سے تین خاص باتیں سناتا ہوں:

تکیہ رکھنے کی سُنّت

میں نے تکیہ لا کر حضرت کے داہنی طرف رکھا تو فرمایا کہ بائیں طرف رکھو۔ تکیہ بائیں طرف رکھنا مسنون ہے۔

عرض الاعمال علی الآباء

اور فرمایا کہ جب کوئی سلسلہ میں داخل ہوتا ہے، کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو سلسلہ کے تمام بزرگانِ دین کی روح میں اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں اور سب اس کے لیے دعا مانگتے ہیں۔ اگر یہ بات مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ بیان نہ کرتے، کوئی اور بیان کرتا تو اس پر یقین بھی نہ آتا لیکن مولانا جلیل القدر عالم اور جلیل القدر بزرگ ہیں انہوں نے فرمایا کہ سارے اولیاء کی دُعائیں اور توجہات سلسلہ میں داخل ہونے والے کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں۔ اور اس کی دلیل جامع صغیر کی یہ روایت ہے۔

تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ عَلَی اللہِ وَتُعْرَضُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَعَلَی الْاٰبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَیَفْرَحُوْنَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَتَزْدَادُ وُجُوْهُهُمْ بَیَاضًا وَّاِشْرَاقًا فَاتَّقُوا اللہَ

وَلَا تُؤْذُوا مَوْتَاكُمْ۔ (جامع الصغیر صفحہ ۱۳۰، جلد ۱)

اعمال پیش کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے دوشنبہ اور جمعرات کے دن اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جملہ پیغمبروں اور آباء واجداد کے سامنے جمعہ کے دن۔ پس ان کی نیکیوں سے وہ خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہرے خوشی سے دمکنے لگتے ہیں پس اللہ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اپنی بداعمالیوں سے تکلیف نہ دو۔

اس حدیث سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ چاروں سلسلے کے اولیاء اللہ جو ہیں یہ یہ ہمارے روحانی باپ دادا ہیں عالم برزخ میں ان کو اطلاع ہو جاتی ہے کہ آج فلاں شخص داخل سلسلہ ہوا ہے تو وہ سب اس کے لیے دُعائیں مانگتے ہیں۔

اہلِ سلسلہ کے لیے بشارت

تیسری بات یہ فرمائی کہ ریل میں انجن سے فرسٹ کلاس کے ڈبے بھی لگے ہوتے ہیں جو نہایت شاندار ہوتے ہیں، سیٹیں بھی نہایت عمدہ ہوتی ہیں اور اسی ریل میں تھرڈ کلاس کے ڈبے بھی جڑے ہوتے ہیں جن کی سیٹیں بھی چھوٹی ہوتی، اسکرو بھی ڈھیلے چوں چوں کی بھی آواز آرہی ہے، ہل بھی رہے ہیں لیکن اگر صحیح طرح ریل سے جُڑے ہُوتے ہیں تو جہاں فرسٹ کلاس کے ڈبے پہنچتے ہیں تھرڈ کلاس کے ڈبے بھی چوں چاں کرتے ہُوئے وہیں پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ والوں سے جڑ جاؤ ان سے صحیح تعلق پیدا کرلو۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر عمل میں ان جیسے نہ بھی ہو سکے کچھ کمی بھی رہی تو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اس تعلق کی برکت سے توبہ و استغفار و ندامت کے سہارے ان کے ساتھ ہی محشور ہوں گے اور جنت تک پہنچیں گے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ والوں سے تعلق رکھنے والا اگر

کامل نہ بھی ہو سکا تو تائب ضرور ہو جائے گا، اگر کاملین میں نہ اٹھایا گیا تو کم سے کم تائبین میں ضرور اٹھایا جائے گا۔ اگر زندگی بھر اصلاح نہ ہوئی لیکن مرنے سے کچھ پہلے ان بزرگوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت اور تعلق کو غالب کرکے اور غیر اللہ کے تعلق کو مغلوب کرکے اپنے پاس بلاتا ہے۔ اللہ والوں سے تعلق رکھنا ضائع نہیں جاتا۔ اس ملفوظ کو میں نے خود پڑھا ہے۔

ارشاداتِ اکابر دلائل کی روشنی میں

یہ چوں کہ حضرت حکیم الامتؒ اور مولانا مسیح اللہ خانؒ صاحب اور ہمارے تمام اکابر کی باتیں ہیں اس لیے ہمیں تو کسی دلیل کی حاجت نہیں ورنہ میں اپنے بزرگوں کے ارشادات کو مدلل پیش کر سکتا ہوں کہ اللہ والوں سے تعلق رکھنے والوں کو توفیق توبہ کیوں ہوتی ہے اور ان کا خاتمہ ایمان پر کیوں ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی آدمی ایسا ہو سکتا ہے جو کہہ دے کہ ہم ان بزرگوں کو نہیں مانتے ہمیں تو دلیل چاہیے اس لیے مولوی کو چاہیے کہ مدلل اسلحہ بھی رکھے تاکہ ایسوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے بزرگوں کے ارشادات بے دلیل نہیں۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ ہمارے اکابر کا یہ ارشاد کہ اللہ والوں سے تعلق و محبت رکھنے والا دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے اس کی دلیل بخاری شریف میں موجود ہے۔

مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ (بخاری شریف صفحہ ۸ جلد ۱)

جو شخص کسی بندے سے اللہ کے لیے محبت رکھتا ہے اس کو ایمان کی مٹھاس ملے گی۔

اس حدیث کے تین جز ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا ایمان اتنا قوی ہو کہ اللہ و رسول سے بڑھ کر کسی سے محبت نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ ایمان اس کو اتنا محبوب ہو کہ کفر کی طرف

لوٹنا اس کو ایسا ناپسند ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہوتا ہے اور تیسرا یہ کہ کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔ ان تینوں طبقوں کو از روئے حدیث حلاوتِ ایمانی ملے گی اور حلاوتِ ایمانی کی شرح میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا فَفِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ لَهٗ (مرقاۃ صفحہ ۴، جلد ۱)

حلاوتِ ایمانی جس دل کو اللہ دیتا ہے پھر کبھی واپس نہیں لیتا۔ عطیۂ شاہی ہے۔ شاہ کو غیرت آتی ہے کہ عطیہ دے کر واپس لے کیوں کہ وہ کریم ہے۔ لہٰذا اس میں شخص کے لیے حسن خاتمہ کی بشارت ہے۔

اللہ والوں کی محبت سے حلاوتِ ایمانی ملی اور حلاوت ایمانی سے حسن خاتمہ ملا اور یہ سب احادیث کی شرح سے پیش کر رہا ہوں۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں دیکھ لیجیے۔ عربی عبارت تک پڑھتا ہوں تاکہ حضراتِ علماء کو مزید یقین آجائے۔

لِیَزْدَادُوْا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ اَیْ لِیَزْدَادَ اِیْمَانُهُمُ الْاِسْتِدْلَالِیَّةُ الْعَقْلِیَّةُ الْمَوْرُوْثِیَّةُ بِالْاِیْمَانِ الْحَالِیَّةِ الْوِجْدَانِیَّةِ الذَّوْقِیَّةِ

بس اب دعا کر لیجیے

(جامع عرض کرتا ہے کہ اس مقام پر احقر نے عرض کیا کہ حضرتِ والا نے ذکر مثبت کی تشریح فرمائی تھی اور ذکر منفی کی تشریح کچھ باقی رہ گئی تھی تو فرمایا کہ) یاد کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ایک یاد مثبت اور نمبر دو یاد منفی۔ یاد مثبت ہے امتثالِ اوامر اور یاد منفی گناہ کو چھوڑنا ہے۔ حقیقی ذاکر وہ ہے جو ہر وقت کی عبادت اور احکام کو مان لے اور گناہ کے تقاضوں کو روک لے اور صبر کرے ورنہ جو عبادت کے گنّے کا رس تو چوستا ہے لیکن گناہوں

کے جو گنے منہ کو لگے ہوئے ہیں ان کو نہیں چھوڑتا یہ حقیقت میں ذاکر نہیں کیونکہ گناہوں کے رس اور لذت کو چھوڑے بغیر اللہ نہیں ملتا۔ اسی لیے لاالٰہ مقدم ہے الا اللہ پر۔ الا اللہ ملنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے لاالٰہ نازل فرمایا کہ غیر اللہ سے جان چھڑاؤ اگر ہمیں حاصل کرنا چاہتے ہو تو مُردوں سے، مرنے والوں سے بچو تب زندہ حقیقی ملے گا

ترک گناہ کا آسان طریقہ

لیکن گناہ چھوڑنا جس کو مشکل معلوم ہو رہا ہو وہ کسی شیخ کی صحبت میں چالیس دن رہ لے انشاء اللہ تعالیٰ سب کام بن جائے گا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اپنے شیخ کے ساتھ چالیس دن رہ لے اس میں ایک حیات ایمانی اور نسبت مع اللہ پیدا ہو جائے گی جیسے اکیس دن مُرغی کے پروں میں انڈا رہے تو اس میں جان آجاتی ہے یا نہیں ؟ پھر وہ خود چھلکا توڑ کر باہر آجاتا ہے۔ تو فرمایا کہ چالیس دن کسی اللہ والے کے پاس رہ لو لیکن اس طرح سے کہ خانقاہ سے باہر نہ جاؤ۔ حتیٰ کہ پان کھانے بھی نہ جاؤ، حدود خانقاہ میں پڑے رہو، ان شاء اللہ چالیس دن میں نسبت مع اللہ عطا ہو جائے گی اور یہ بھی فرمایا کہ قیام خانقاہ میں تسلسل بھی ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ دس دن رہے پھر گھر چلے آئے اور پھر جا کر دس دن لگا دیئے۔ چار قسطوں میں چالیس دن پورے کیے۔ اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر مرغی اور انڈے میں اکیس دن کا تسلسل نہ ہو، کبھی مرغی کو ہش کر کے بھگا دیا یا انڈے کو مرغی کے نیچے سے نکال لیا اور دس گھنٹے کے بعد پھر رکھ دیا تو اس فصل سے اور تسلسل کی کمی سے انڈے میں جان نہیں آئے گی اور اس میں بچہ نہیں پیدا ہوگا۔ اسی طرح مسلسل چالیس دن شیخ کی صحبت میں رہے تو نفع کامل ہوگا۔

انوارِ یقین اہل اللہ کے قلوب سے ملتے ہیں

ایک شخص نے لکھا کہ حضرت کیا شیخ سے صرف خط و کتابت سے ہم ولی اللہ نہیں ہوسکتے۔ فرمایا کہ اگر بیوی لاہور میں اور شوہر کراچی میں ہے اور دونوں عمر بھر خط و کتابت کرتے رہیں تو کیا بچہ پیدا ہوگا؟ اصل میں شیخ کی خدمت میں جسم کے ساتھ حاضر رہنے سے شیخ کے قلب سے مرید کے قلب میں انوار یقین و انوار نسبت منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ کتابوں سے ہمیں شریعت کے کمیات ملتے ہیں یعنی مقادیر احکام شرعیہ کہ مغرب کی تین رکعات ہیں، عشاء کی چار، فجر کی دو ہیں وغیرہ لیکن کس کیفیت سے ہم نماز پڑھیں کس درد سے سبحان ربی الاعلیٰ کہیں کس کیفیت ایمانی سے اللہ کا نام لیں یہ کیفیات ملتی ہیں اللہ والوں کے سینوں سے۔ کمیاتِ احکام شرعیہ کے ملتے ہیں کتابوں سے اور کیفیات ایمانیہ ملتی ہیں اہل اللہ کے سینوں سے ان کے دل کا نور یقین ان کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں منتقل ہوجاتا ہے۔ اسی لیے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے علماء دین! میرے علم میں جو برکت آپ دیکھ رہے ہیں یہ خالی کتب بینی سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ قطب بینی سے حاصل ہوتی ہے میں نے کتب بینی کے ساتھ قطب بینی بھی کی ہے۔ میں نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی زیارت کی، مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی، مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ یہ حضرات اپنے وقت کے قطب تھے۔ اگر آج بھی وہ علماء دین جن کا تعلق کسی سے نہ ہو اگر کسی اللہ والے سے جس سے مناسبت ہو تعلق قائم کرلیں تو زندگی کا مزہ آجائے۔

نفع کا مدار مناسبت پر ہے

لیکن مناسبت شرط ہے بدون مناسبت کے نفع نہیں ہوتا۔ خون اس کا چڑھواتے

ہیں جس سے خون کا گروپ ملتا ہو۔ جس سے مناسبت ہو اس کے پاس زندگی میں چالیس دن لگانا کیا مشکل ہے۔ اگر اصلاح ہو جائے اللہ مل جائے، جنت مل جائے تو ایسے چالیس دن کی کیا حقیقت ہے۔ سستا سودا ہے۔ آپ سے جو خطاب کر رہا ہے سولہ برس شاہ عبدالغنی صاحب کی خدمت میں رہا ہے۔ سترہ سال کی عمر میں بیعت ہوا۔ جوانی دے کر اور ایک عمر گزار کر اور اللہ والے کی خدمت میں رہنے کا مزہ چکھ کر کہہ رہا ہوں کیونکہ ایک آدمی اگر خود چکھے نہ ہو اور بیان کر رہا ہو، چکھنے کی تلقین کر رہا ہو تو دوسرے کو اعتراض کا حق ہوتا ہے لیکن الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے بدون استحقاق ایک عمر شیخ کی خدمت میں رہنے کا موقع عطا فرمایا یہاں تک کہ شیخ کی رُوح نے میرے سامنے پرواز کی۔ میں نے دُعا بھی کی تھی کہ اے اللہ جب تک شیخ کی زندگی ہے کبھی مجھے شیخ سے جُدا نہ فرمائیے۔ اب بھی شیخ سے بے نیاز نہیں ہوں۔ فوراً حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کو پیر بنایا، عجب و کبر و جاہ کے لیے شیخ کی ڈانٹ اکسیر ہوتی ہے اگر شیخ نہ ہو تو نہ معلوم کتنے مہلک امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور مرید کو پتہ بھی نہیں چلتا، اللہ کا شکر ہے کہ آج بزرگوں کی دُعاؤں کے صدقہ میں یہ آپ لوگ میرے پاس بیٹھے ہوتے ہیں۔ بزرگوں کی نظر پڑی ہوتی ہے۔ ایک کتا دلی کی مسجد فتحپوری کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے بیٹے تفسیر موضح القرآن کے مصنف شاہ عبدالقادر صاحبؒ کئی گھنٹے ذکر و عبادت و تلاوت کے بعد مسجد سے نکلے۔ قلب کا نور چھلک کر آنکھوں میں آ رہا تھا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ۔ سیما کیا چیز ہے هُوَ نُورٌ يَظْهَرُ عَلَى الْعَابِدِيْنَ يَبْدُوْا مِنْ بَاطِنِهِمْ إِلَى ظَاهِرِهِمْ دل کا نور آنکھوں میں آ گیا تھا۔ مسجد سے نکلے تو اس کتے پر نظر پڑ گئی۔ حاجی امداد اللہ صاحب کا ارشاد حکیم الامت تھانوی نقل کرتے ہیں کہ وہ کتا جہاں جاتا تھا

دہلی کے سارے کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے تھے گویا کتوں کا پیر بن گیا اس مقام پر حکیم الامتؒ نے آہ کی ہے۔ حسن العزیز میں ملفوظ ہے۔ فرمایا کہ ہائے جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے تو انسان کیسے محروم رہیں گے۔ یہ جوش میں آ کر آہ کر کے فرمایا دوستو حکیم الامت کی آہ کی تو ہمیں قدر کرنی چاہیے کس درد سے فرمایا کہ ہائے جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے تو انسان کیسے محروم رہیں گے

اہل اللہ کی قدر طالبِ خدا کو ہوتی ہے

ایک بات اور عرض کر دوں کہ ایک شخص ایک گاؤں میں گیا اس نے پوچھا کہ اس گاؤں میں ہلدی ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں ہے۔ کہا یہاں ہلدی کا کیا بھاؤ ہے تو ایک بڈھے نے پوربی زبان میں کہا کہ ہلدی کا کوئی بھاؤ نہیں ہوتا جتنا چوٹ پرائے یعنی جتنا چوٹ میں درد ہوتا ہے اتنا ہی ہلدی کا بھاؤ ہوتا ہے درد زیادہ ہو تو ہلدی مہنگی درد نہ ہو تو ہلدی کی کیا قدر ہے۔ ایسے ہی اللہ والے اللہ کی محبت کی چوٹ رکھنے والے دلوں کے لیے مثل ہلدی کے ہیں لیکن چوٹ بھی تو ہو، جس کے چوٹ ہی نہیں لگی، جس کو اللہ کی طلب ہی نہیں ہے وہ ظالم کیا جانے کہ اللہ والے کیا ہیں جس کے قلب میں جتنی زیادہ اللہ کی محبت اور طلب اور پیاس ہوتی ہے اتنی ہی اہل اللہ کی قدر ہوتی ہے۔ منزل کی محبت رہبر کی محبت کے لیے مستلزم ہے اور منزل کی محبت جتنی کمزور ہوگی رہبر کی محبت بھی اتنی ہی کمزور ہوگی۔ جو عاشقِ منزل ہے وہ عاشقِ رہبر بھی ہوتا ہے اور جو منزل کا عاشق نہیں وہ رہبر کا عاشق بھی نہیں ہوتا۔ کہتا ہے کہ وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی ہیں۔ ان کے بھی ایک ناک اور دو کان ہیں، ہمارے بھی ایک ناک اور دو کان ہیں۔ بیک بینی و دو گوش یہ بھی بیٹھے ہیں اور ہم بھی۔ حضرت جامی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسے اللہ والے سے جتنا زیادہ حسن ظن ہوتا ہے، اتنا ہی زیادہ اللہ کا فضل اس پر مرتب ہوتا ہے اور کسی اللہ والے کو صرف اپنی نظر سے مت پہچانو۔ وقت کے اولیاء اللہ اور تربیت یافتہ علماء دین کی نظر سے پوچھو کہ ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کیوں کہ ہماری نظر کیا ہے، بیمار کی نظر ہے۔

زندگی کا ویزا

غرض جلدی جلدی تیاری کر لیجیے۔ دوستو! آج کل ایمرجنسی ویزے آ رہے ہیں۔ زندگی کی قدر کر لیجیے۔ دیکھتے مکہ شریف میں مولانا سعدی چائے پی رہے تھے، بالکل جوان، سب بال کالے کہ چائے کی پیالی ہاتھ سے گری اور ختم۔ زیادہ لمبے چوڑے منصوبے مت بنائیے کہ ابھی تو بہت عمر پڑی ہے ذرا دنیا بنا لوں پھر آخرت کا دیکھا جائے گا۔ دوستو! یہ سب دھوکہ ہے زندگی کا ویزا نامعلوم المیعاد اور ناقابل توسیع ہے۔ اس لیے جلدی اللہ کی آغوشِ رحمت میں گر جائیے اللہ پر فدا ہونا بھی اللہ والوں سے آتا ہے اس لیے ہمارے تمام اکابر کا مشورہ ہے کہ جس کا تعلق کسی سے نہ ہو وہ کسی اللہ والے سے جس سے مناسبت ہو اصلاحی تعلق قائم کرے۔ مولانا نجم احسن صاحب تھانویؒ جو حضرت تھانویؒ کے قریبی عزیز تھے اور صیانۃ المسلمین میں خواجہ صاحبؒ کے اشعار خواجہ صاحبؒ کے طرز میں سناتے تھے، کراچی آئے، رات کو کھانا کھا کے سو گئے۔ رات کو دو بجے دل میں درد ہوا اور تھوڑی دیر میں ختم ہو گئے۔ کیا پتہ تھا کہ یہ اتنی جلدی جانے والے ہیں اسی لیے کہتا ہوں۔

نہ جانے بلا لے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

(بیان کے بعد موسم اور زیادہ خوش گوار ہو گیا فضا ابر آلود ہو گئی اور بارش کی ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی سامنے سبزہ سے لدے ہوئے فلک بوس پہاڑوں کا

بسلسلہ نہایت خوش نما منظر پیش کر رہا تھا اس وقت یہ ارشاد فرمایا جو نقل کر رہا ہوں۔ جامع)

یَاجِبَالَ الْحَرَم یاجِبَالَ الْحَرَم

ان رنگین پہاڑوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے جیسے دُلہن سجی ہوئی ہے۔ ان کو دیکھ کر الحمدللہ حرم کے پہاڑوں کو یاد کرتا ہوں۔ دنیا کی رنگینیوں سے اختر اپنے بزرگوں کی جوتیوں کے صدقہ میں دھوکہ میں نہیں آتا۔ ان پہاڑوں کو دیکھ کر میں نے فوراً یہ شعر پڑھا جو میرا ہی ہے۔

میری نظروں میں تم ہو بڑے محترم
یا جبال الحرم یا جبال الحرم

اے حرم کے پہاڑو ! خدائے تعالیٰ نے اپنے بیت اللہ کے لیے تمہیں اپنا پڑوسی بنایا ہے۔ تم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔ تم کو دیکھ کر تجلی کعبہ یاد آتی ہے، کعبہ والا یاد آتا ہے اور ان رنگین پہاڑوں کو دیکھ کر دل ان میں پھنس جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرم کے پہاڑوں کو چٹیل رکھا تاکہ میرے حاجیوں کا دل کہیں پہاڑوں کی رنگینیوں میں پھنس جائے تاکہ طواف کرتے رہیں، ملتزم سے چپکے رہیں ورنہ کیمرہ لیے ہوئے رنگین پہاڑوں سے چپکے رہتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا تکوینی راز ہے جو اللہ تعالیٰ نے مکہ شریف میں میرے دل میں ڈالا اور افریقہ کے پہاڑوں پر بھی کہا کہ یہ کتنے ہی خوشنما ہوں مگر مجھے تو اللہ کے گھر کے پہاڑ یاد آرہے ہیں کیوں کہ ان کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے اور ان کو دیکھ کر دل دنیا کی رنگینیوں میں پھنس جاتا ہے اور یہاں کافر سیاح پہنچتے ہیں اور ان پہاڑوں پر کوئی کافر نہیں جاسکتا۔ اللہ نے ان کو اپنے دوستوں کے لیے رکھا ہے۔ پس جو پہاڑ منظور نظر انبیاء ہیں، جو پہاڑ منظور نظر اولیاء ہیں ان کو یہ ظالم کیا پاسکتے ہیں جہاں کافر زنا کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں۔ ان کی پستیاں بھلا کیا پاسکتی ہیں ان عظمتوں کو جہاں

جغرافیائی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر بنایا ہے اور ہر شخص جو اپنا گھر بناتا ہے سب سے اچھی جگہ بناتا ہے۔ تو سمجھ لیجئے اللہ تعالیٰ اپنا گھر جس جگہ بنائیں اس سے بہتر کون سی جگہ ہوگی۔ لہٰذا سب سے بہتر وہ ماحول، وہ جغرافیہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ نے اپنا گھر بنایا ہے۔ اس سے بہتر دُنیا میں کوئی جغرافیہ نہیں ہو سکتا۔

ہجرت کا تکوینی راز

ایک اور دوسرا مضمون مکہ شریف میں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بیان کرا دیا تھا جس پر مدرسہ صولتیہ کے مہتمم مولانا شمیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھڑک اٹھے تھے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں۔ اگر چاہتے تو اپنے نبی کو ہجرت پر مجبور نہ ہونے دیتے۔ سارے ابوجہل و ابولہب کے لیے ایک فرشتہ بھیج دیتے جو سب کی گردن دبا دیتا لیکن ایک تکوینی راز سے اپنے نبی کو اللہ نے مدینہ پاک میں رکھا تاکہ حاجی حج کرنے جب بیت اللہ آئیں تو اللہ پر فدا رہیں اور جب مدینہ پاک جائیں تو روضۂ مبارک پر رسول اللہ پر فدا رہیں۔ اگر روضۂ مبارک مکہ میں ہوتا تو دلوں کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ طواف کرتے ہوئے دل چاہتا کہ روضۂ مبارک پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے دل چاہتا کہ طواف کرتے، ملتزم پر ہوتے بس اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں کو پاش پاش ہونے سے بچا لیا کہ جب بیت اللہ میں رہو تو خدا پر فدا رہو اور جب مدینہ میں رہو تو رسولِ خدا پر فدا رہو اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے رہو۔ مولانا شمیم نے کہا کہ یہ مضمون جلدی نوٹ کرو آج زندگی میں پہلی دفعہ سُن رہا ہوں۔ اس سے پہلے نہ کسی کتاب میں دیکھا نہ کسی سے سُنا۔ میں نے کہا کہ یہ اللہ والوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ اختر کا کوئی کمال نہیں۔ بزرگوں کی دُعائیں لگی ہیں، ان کی نظریں پڑی ہوئی ہیں۔ اگر کتے پر اللہ والوں کی نظر سے اثر ہو سکتا ہے تو اختر پر تو الحمدللہ بہت زیادہ اللہ والوں کی نظریں پڑی ہیں۔

دُعا

اب دُعا کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبت کاملہ عطا فرمائے۔ یا اللہ! آپ کا نام بہت بڑا نام ہے۔ جتنا بڑا آپ کا نام ہے ہم سب پر اتنی رحمت فرما دیجئے۔ ہماری دُنیا بھی بنا دیجئے۔ آخرت بھی بنا دیجئے اور ہم سب کو، ہماری اولاد کو ہمارے رشتہ داروں کو اللہ والا بنا دیجئے صاحب نسبت بنا دیجئے۔ جو صاحب نسبت نہ ہو اس کو نسبت عطا فرما دیجئے۔ جس کی نسبت ضعیف ہو اس کی قوی فرما دیجئے جس کی قوی ہو اس کی اقویٰ فرما دیجئے۔ ہم کو اور ہماری اولاد کو ہمارے خاندان کو اور ہمارے رشتہ داروں کو، ہم سب کو اولیاء صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچا دیجئے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔ اے اللہ پہاڑوں کے دامن میں آپ کا جو کچھ نام لیا گیا اس کو قبول فرمائیے اور پہاڑوں کے ذرہ ذرہ کو اور پیڑوں کو اور تنکوں کو قیامت کے دن گواہ بنائیے۔ ہمارے ذکر کو قبول فرمائیے۔ ہم میں سے کسی کو محروم نہ فرمائیے۔ اختر کو اور جتنے حاضرین ہیں علماء کرام اور غیر علماء کرام سب کو صاحب نسبت بنا دیجئے اور اولیاء صدیقین کی جو آخری سرحد ہے جس کے آگے نبوت شروع ہوتی ہے اور نبوت اب ختم ہو چکی آپ ہمیں اپنے اولیاء کے آخری اور منتہائے مقام تک اپنی رحمت سے پہنچا دیجئے کیوں کہ آپ کریم ہیں اور کریم کے معنی ہیں اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ کریم وہ ہے جو نالائقوں پر فضل کر دے اے اللہ مولانا رومی نے آپ کی شان میں فرمایا ہے۔

اے زتو کس گشتہ جانِ ناکساں
دست فضل تست درجانہا رساں

اے اللہ بہت سے نالائق لوگ آپ کی رحمت سے لائق بن گئے، کتنے گنہگار آپ کی رحمت سے ولی اللہ ہو گئے۔ ہماری نالائقیوں پر رحم فرمائیے اور توبہ کی توفیق

عطا فرمائیے اور ہم سب کو اللہ والی زندگی، اپنے دوستوں کی حیات نصیب فرمائیے ایک سانس ہم آپ سے غفلت میں گذارنے سے پناہ چاہتے ہیں اے خدا ہمیں ایسا ایمان ویقین، ایسا خوف، ایسی خشیت ایسی محبت کاملہ عطا فرما کر ہماری زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو جائے اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔

اے اللہ! ری یونین کی سرزمین پر ہمارے بزرگوں کی ایک خانقاہ بھی بنوا دیجئے اس بے پردگی وعریانیوں کے ماحول میں بہت سے اولیاء اللہ پیدا فرمائیے جو مسلمانوں کی راہنمائی کر سکیں اور ان مرنے والی اور سڑنے والی لاشوں کے خبیث ذوق اور خبیث محبتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما دیجئے۔ اے اللہ اے خالق جنت اے خالق لیلائے کائنات اے مولائے کائنات ہمیں دنیا کی لیلائے کائنات سے بے نیاز فرما دیجئے۔ اپنے قرب کی تجلیات میں ہم کو مشغول فرما اور ان مُردوں کے چکر سے ہم کو نجات دے اور ہمارے دلوں کو غیر اللہ کی نجاستوں سے پاک فرما اور ہم سب کو ذاکر شاغل بنا دے۔ اللہ اس تھوڑے سے وقت میں جو ہم نہیں مانگ سکے بغیر مانگے آپ سب کچھ عطا فرما دیجئے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَاَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ بِحَقِّ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا

اَحَدُ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكٌ مُقْتَدِرٌ مَا تَشَاءُ مِنْ اَمْرٍ يَكُوْنُ اَسْعِدْنَا فِي الدَّارَيْنِ وَكُنْ لَنَا وَلَا تَكُنْ عَلَيْنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيْنَا وَاَعِذْنَا مِنْ هَمِّ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ يَارَبِّ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ يَا رَجَاءَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَاءَنَا يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اَغِثْنَا يَا مُعِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِنَّا يَا مُحِبَّ التَّوَّابِيْنَ تُبْ عَلَيْنَا۔

اے اللہ آپ ایمان والوں کی آخری امید ہیں۔ اگر آپ لے ہماری امیدیں منقطع فرمائیں تو کون ہے جو ہماری امیدوں کو پورا کرے گا۔ اے اللہ ہمیں نفس و شیطان کی غلامی سے نکال کر سو فیصد اپنی غلامی کا شرف عطا فرمایئے اور ہمیں حیات اولیاء سے مشرف فرمایئے یا اللہ اس اجتماع کو قبول فرما، اس مکان کو قبول فرما اجتماع کرنیوالوں اور انتظام کرنیوالوں کو قبول فرما۔ حاضرین کرام کو قبول فرما سنانے والے کو قبول فرما سننے والوں کو قبول فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

الحدیث

اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے